

اکابر علماء دینہ کی تواضع و انکساری اور شانِ عبودیت و فنایت کے بصیرت افروز واقعات کا حسین نگار
ایک ایسی کتاب جس کا مطالعہ آپ کی زندگی کی کاپی لائٹ بن سکتا ہے

اکابر کا مقام تواضع

مقام الانامحمدی (اسادق آبادی)
استاذ مذہبہ عربیہ حبیہ آباد



مفت مدظلہ
مفت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ

اکابر ہندوستان کی تاریخ و ادب کی جامعیت کے بہت زیادہ قوت و وسعت کے لیے
 انیسویں صدی کے آئینہ کار اور آئینہ کار کے آئینہ کار ہیں

اکابر کا مشاعرہ

نظم و نثر کے
 اکابر کا مشاعرہ

پیشروں کی تاریخ و ادب کی جامعیت کے بہت زیادہ قوت و وسعت کے لیے

اکابر کا مشاعرہ

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب نظام العالی

استاذ الحدیث و نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على

سيدنا محمد بن المصطفى

و على آله واصحابه وازواجه وعلى كل من تبعهم بالهدى و النقى

اما بعد: قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ رب العزت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نافرمانی کا پہلا گناہ شیطان نے کیا۔ اور اسکی بنیاد تکبر پر تھی۔ ایسی واستکبر و کانا من الکفرین۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص جس بات میں نہ پائے گا جس کے دل میں رانی برابر بھی تعبیر ہوگا۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غصہ، ظلم و تشدد، بغض و حسد، برباد، عجب جاہ و اکثر اخلاقی باطنی بیماریاں اور عیوب تکبر ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال بھی ہیباہ ستھورا ہونے کا قوی احتمال رہتا ہے۔ لیکن اگر کسی طرح تکبر اور عجب کی رگوں کو اپنے نفس کی گہرائیوں سے کھینچ کر نکال دیا جائے اور اخلاص، تواضع اور عبادت اللہ اور عہدیت کے کمالات حس سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا جائے تو پھر مسلمان کے لئے اطاعت خداوندی اور اقرب عند اللہ کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کی تھوڑی سی دینی خدمت بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کے یہاں باور مان اور مقبول ہوتی ہے اور اور دنیا میں بھی اس کے دور رس اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس کے دل میں تکبر کا داعیہ طبعی طور پر موجود ہوتا ہے۔ اس کی بنا پر وہ اپنے کمالات پر نظر رکھتا ہے۔ اور دوسروں پر اپنے آپ کو افضل جان کر تکبر و رن کم از کم عجب میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ یہ کمالات میرے ذاتی نہیں بلکہ حق تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اور وہ کسی بھی وقت یہ

(۳) ایک مرتبہ بھی سفر میں چند صحابہ نے ایک بکری ذبح کر کے کا اراذہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرمایا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا، دوسرے نے کھال اٹکان، تیس نے پکا کر اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے الکڑی اٹھائی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کام ہم خود کر لیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو خوشی کر لو گے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں مجمع میں ہمتاڑوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

(۴) آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا کہ بکری کی کھال اتار رہے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: تمہیں کھال اتارنے کا صحیح طریقہ نہیں آ رہا ایک طرف ہو جاؤ، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مہارک کھال اور گوشت کے درمیان داخل فرمایا حتیٰ کہ بغل تک پورا ہاتھ گھس گیا، پھر ارشاد فرمایا ”جوان! اس طرح کھال اتارو“۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

(۵) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کمر میں کیا کرتے تھے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی انسانوں میں ایک انسان تھے، اپنے کپڑے میں خود جوں تلاش کر لیتے (کہ کسی دوسرے کے کپڑوں سے نہ آگئی ہو)، بکری کا دودھ دو لیتے، اپنا کپڑا اسی لیتے، اپنا کام خود کرتے، اپنا جوتا لٹکتے اور وہ تمام کام انجام دیتے جو مرد اپنے گھروں میں انجام دیتے ہیں اور گھر والوں کی خدمت کرتے، جب موذن کی آواز سنتے تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (احمد۔ ترمذی)

(۶) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی کوئی سی لونڈی آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی، آپ ﷺ ہاتھ نہ کھینچتے حتیٰ کہ وہ مدینہ کے جس گلی کو چے میں جا رہی آپ ﷺ کو اپنی ضرورت کے لئے لے جاتی۔ (ابن ابی شیبہ)

(۷) ایک شخص آپ ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے حیثیت کے مارے کا پتہ لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”گھبراؤ مت! میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو قریش کی ایک عورت کا

بیٹا ہوں جو خشک گشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری جان آپ پر فدا ہو، ایک ایک کھانا کھائے اس میں آپ ﷺ کو زیادہ وسعت رہے گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (خمس بکلا) میں ایسے کھانا کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندے بیٹھتے ہیں۔ (ابن سعد)

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا لیکن اس کے باوجود وہ حضرات آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ فعل آپ ﷺ کو جہنم کا گوارہ ہے۔ (ترمذی)

(۱۰) آپ ﷺ خود تو نہ اپنا تواضع تھے ہی، دوسروں کی زبان سے بھی ایسی تعریف و توصیف سننا گوارا نہ فرماتے جس میں افراط کیا جاتا۔ ان کی شان کا شائبہ ہوتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: میری تعریف میں حد سے نہ بڑھو جیسے انصاری نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی حد سے بڑھ کر تعریف کی (اور انہیں خدا کا بیٹا قرار دیا) میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، لہذا تم بھی مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری، مسلم) ات لك عشرۃ ككاملۃ۔
یہ آپ ﷺ کی شان تواضع کی ایک تنگ سی جھلک تھی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اور آپ ﷺ کا یہ عمل: حقیقت تفسیر ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کی سادہ تواضع احد للہ الارفعہ اللہ (مسلم) جو اللہ کے لئے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کریں گے۔

اس ارشاد و نبوت کی صداقت کا مشاہدہ ہر انسان ہر جگہ سکتا ہے کہ جو اللہ کے بندے اللہ کی خاطر اپنے آپ سے منادیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت و عظمت کا سنگ بٹھادیتے ہیں اور رفعت و عظمت کی ان بلندیوں سے کہ فر فرماتے ہیں جن پر سلاطین کو رشک آئے، منکسر المزاج اور فروتن انسان کو لوگ عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اس کی تعظیم کرتے ہیں، جبکہ منکسر و مغرور انسان کو سب بے قدر

برحقہ جانتے ہیں، اُنہی کے لئے تھی اچھی مثالیں دینی کہ مثلیہ اس شخص کی مانند ہے جو پہاڑی
 چوٹی پر بیٹھتا ہے۔ جس پر وہ نیچے کا ڈھالنا ہے تو سب چیزیں اسے جیتے اور چھوٹی چوٹی پر لڑائی
 میں لڑنے کی باتیں دیکھیں وہ چٹا کہ نیچے سے اُڑتے، اوس کو وہ کوئی تھکتا اور بچتا رہتا ہے۔
 آج سلطان وھڑے میں ٹھہر چھٹی کی پڑائی عام ہے جو وہاں پر کھڑا اس جگہ کو دیکھ
 کر وہاں کے لوگوں میں یہ بات چلتی ہوئی ہے کہ یہ ایک یہ معاملہ مرنے سے پہلے صوفیوں سے ہے کہ
 وہاں اور ان کے لئے یہ حداصل سے مرعوبیں، انھیں وہاں سے لے کر۔ یہ کوئی عجیبی
 ہے۔

صوفی گرام کے بھولے تمام امراض واپس کی جڑ چھپ کر رہے ہیں، مالک نے
 اس سے سب سے آخر میں لکھ دیا، یہ بھی جیسا کہ اس مرض سے نجات دہانہ سے
 بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
 فرماتے ہیں،

”سب سے بڑی بات جی خدا کے دربار میں رسائی سے اور مقبول
 ہونے سے ہے۔ اس وقت اس کا علاج نہ ہو رہا ہے، یہ بھی کہ اس مرض میں
 مرنے میں بتا دیں، مگر اس سے زیادہ مسئلہ علیٰ علم و اعتقاد ہے اس لئے کہ جب بتا دیں کہ
 تیرا خدا ہے تو وہی کی بات“

(فیض حسن، ۱۳۹۷ء، ص ۱۳۹)

”سب سے بڑی بات“

”سب سے بڑی بات“ اس کا معنی ہے کہ جو شخص اپنے لئے خدا سے ملنے کی چیز ہے
 یہ سب سے بڑی بات ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے بعد کا خدا کے واسطے تھیں تو خدا سے ملنا
 نہ ہوتی یہ بات، کوئی بات تو تھی مرنے کی بدولت وہاں پر ہے اس کو نہایت اہمیت تھی۔

(ایضاً ص ۱۳۹)

مسلک کے مروجہ طریقہ پر یہ بات کہ اصل اللہ نے کیا دی ہے، وہ تقاضے کا مطالعہ کیا

جائے، ہمسوس اس کی توجہ، مسرت اور غرور کے واقعات نکالتے ہیں۔ ان واقعات میں مدد ملی ہے جو یہی مایہ ناز رنگ ہے۔ وقتاً بوقت ان میں

اس حقیقت سے کسی محرم و مخفی یہاں نکال دینا کہ خیر حاکم یہ بدلی رہا یاں حالت نبویؐ پر یہ حالت عکس و کائنات میں یہ حضرات علم انفس میں ضم و آفاق ہوئے نہ ہو وہ اپنی محرم و اوقاف زمرہ میں زمرہ آخری و قاصد و غایت رہے نہیں گئے ہیں چلو آگے اس شریعت نامہ میں اور اپنی نظیر آپؐ کے حضرت خضر اہمست جو نبوی قدر میں رہی یہ شریعت میں برافقیت ہے

اپنے خطرات زور سے ملکر اور موقع اور سبب سائنسی کے واقعات پر ان کے
قربان کیا تو ان واقعات کے کوئی اثر نہیں رہا۔ جو اور خطرات و سبب ہماری طرف سے
میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے زمانہ میں بھی یہ بات ہو جاتی تھی جو
لہجہ سے اور قصور ان خطرات میں دلچسپی اور کسی نہ کیجئے۔ جس پر جو مشورہ ہے۔ ان پر
سوال کیا ہے۔

انہر پہنچنے کے اڑتالیس روزہ مانی گئی تھی۔ ضرور دو تہے یہاں موقوف ہو گئی تھی۔
لوگ مہر مقلوں کو اس وقت سے جس۔ جس آتے ہوں گے ان حضرات کے واقعات کو دیکھیں گے۔
واقعات سے متعلق تمام سے ہے۔ مگر پھر انہیں یہ کہنا چاہئے کہ اس وقت یہاں پہنچا ہوا شخص
یوں ہے۔ یا نہ پہنچا ہوا۔ اس کا یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس خیال میں۔ ہر ایک شخص کے لئے ہر مادی
شہابی کے لئے ہوتے ہوئے ہیں۔ یہ بات ہم کو یاد رکھنی چاہئے۔ یہ وہی ہے۔ اس وقت
یہ حضرات اس وقت ہوتے ہوئے کہ اس وقت کے یہ حضرات اس وقت کے یہ حضرات اس وقت کے یہ حضرات

(۱۳۵۰-۱۳۵۱)

ابن عباسؓ نے کہا کہ: "اوقات میں جو میں طہریں شیش دھو رہا ہوں، تو شیخ
 سے اس کا اندازہ لے لے، اسے غلوئی نہ کہتے ہیں۔" ملکِ دل سے شک و شبہ کو بھی مٹانے
 کے بعد اثر لینے کی غیبتیں ہو سکتی۔

ضرورت تھی کہ ان بکھرے موتیوں کو یکجا کر کے ہر شخص کے لئے استفادہ کی راہ آسان کی جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

برخوردار عزیز مفتی محمد صاحب (صادق آبادی) کو جنہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا، پہلے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کیا، پھر ان سے اکابر کی تواضع اور ان کی فتائیت و عہدیت کے واقعات کا انتخاب کر کے ”اکابر کا مقام تواضع“ کے نام سے ایک حسین کلمہ دست تیار کیا جس میں ایک سو دس علما و یو بزرگ کے واقعات جمع کئے گئے ہیں۔

کتاب اتقی دلچسپ، دل آویز اور دلبر ہا ہے کہ ایک بار شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، اس میں واقعات کی تاثیر و جاذبیت اور ان بزرگان دین کی روحانی کشش کے علاوہ عزیز موءلف کے جید و اخلاص کا بھی بھل ہے۔

اپنی نوعیت کی یہ منظر اور جامع کتاب جہاں اکابر کے واقعات کا دائرۃ المعارف ہے وہاں اردو کے ذخیرہ، علم و ادب میں بھی ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ آئندہ پڑنے اس کی جمع و ترتیب میں جوش و ہمت و مشقت انسانی و انہیں کا حمد ہے۔ تعالیٰ اللہ عجلۃً کتاب یوں تو بہت سے لکھے مسلمان کے لئے نجات مفید اور سبق آموز ہے لیکن یہ نئی درخواست ہے کہ علماء طلبہ مدرسین اور وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی مقصد و پیشوا ہونے کا شرف بخشا ہے اس کا ایک بار ضرور مطالعہ فرمائیں۔

آخر میں قارئین سے التجا ہے کہ موءلف سلمۃ اللہ تعالیٰ کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل اور مہر و برکت میں برکت دیں۔ اور تادم آخر دینی خدمات میں مشغول رہیں۔
وصلی اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد رفیع زکریا

وزیر مذاکرہ جمیع مدرسہ فاروقیہ (موجودہ فاروقیہ)

۲۶۷/۳/۹

فہرست کتاب

نمبر شمار	آئینہ مضامین تاثرات مقدمہ	تاریخات	نمبر شمار
	آئینہ مضامین	۱۷	
	تاثرات	۱۸	
	مقدمہ	۱۹	
	آئینہ مضامین	۲۰	
	تاثرات	۲۱	
	مقدمہ	۲۲	
	آئینہ مضامین	۲۳	
	تاثرات	۲۴	
	مقدمہ	۲۵	
	آئینہ مضامین	۲۶	
	تاثرات	۲۷	
	مقدمہ	۲۸	
	آئینہ مضامین	۲۹	
	تاثرات	۳۰	
	مقدمہ	۳۱	
	آئینہ مضامین	۳۲	
	تاثرات	۳۳	
	مقدمہ	۳۴	
	آئینہ مضامین	۳۵	
	تاثرات	۳۶	
	مقدمہ	۳۷	
	آئینہ مضامین	۳۸	
	تاثرات	۳۹	
	مقدمہ	۴۰	
	آئینہ مضامین	۴۱	
	تاثرات	۴۲	
	مقدمہ	۴۳	
	آئینہ مضامین	۴۴	
	تاثرات	۴۵	
	مقدمہ	۴۶	
	آئینہ مضامین	۴۷	
	تاثرات	۴۸	
	مقدمہ	۴۹	
	آئینہ مضامین	۵۰	
	تاثرات	۵۱	
	مقدمہ	۵۲	
	آئینہ مضامین	۵۳	
	تاثرات	۵۴	
	مقدمہ	۵۵	
	آئینہ مضامین	۵۶	
	تاثرات	۵۷	
	مقدمہ	۵۸	
	آئینہ مضامین	۵۹	
	تاثرات	۶۰	
	مقدمہ	۶۱	
	آئینہ مضامین	۶۲	
	تاثرات	۶۳	
	مقدمہ	۶۴	
	آئینہ مضامین	۶۵	
	تاثرات	۶۶	
	مقدمہ	۶۷	
	آئینہ مضامین	۶۸	
	تاثرات	۶۹	
	مقدمہ	۷۰	
	آئینہ مضامین	۷۱	
	تاثرات	۷۲	
	مقدمہ	۷۳	
	آئینہ مضامین	۷۴	
	تاثرات	۷۵	
	مقدمہ	۷۶	
	آئینہ مضامین	۷۷	
	تاثرات	۷۸	
	مقدمہ	۷۹	
	آئینہ مضامین	۸۰	
	تاثرات	۸۱	
	مقدمہ	۸۲	
	آئینہ مضامین	۸۳	
	تاثرات	۸۴	
	مقدمہ	۸۵	
	آئینہ مضامین	۸۶	
	تاثرات	۸۷	
	مقدمہ	۸۸	
	آئینہ مضامین	۸۹	
	تاثرات	۹۰	
	مقدمہ	۹۱	
	آئینہ مضامین	۹۲	
	تاثرات	۹۳	
	مقدمہ	۹۴	
	آئینہ مضامین	۹۵	
	تاثرات	۹۶	
	مقدمہ	۹۷	
	آئینہ مضامین	۹۸	
	تاثرات	۹۹	
	مقدمہ	۱۰۰	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۳)	نواب مولانا قطب الدین صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔		۸۵
(۴)	حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۲۹۷ھ	۸۶
	سادگی اور کسر نفسی۔		۸۶
	”اگر مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک تک کا بھی پتہ نہ چلتا“		۸۷
	کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے کبھی جمع نہیں ہوئے		۸۸
	”ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے۔“		۸۹
	حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی شانِ اخفاء۔		۹۰
	”بھائی! آج بازار جانا نہیں ہوا“۔۔۔۔۔		۹۰
	”وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔“		۹۰
	حضرت نانوتوی کی تواضع نے حافظہ جی کی زندگی کی کاپی پلٹ دی۔		۹۱
	”اگر وہ ایسا کریں گے تو میں ان کی پاکی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔“		۹۱
	”جی ہاں! میں ایسا ہی محروم ہوں۔“		۹۲
	”بس جی! تمہاری دعوت ہوئی۔“		۹۲

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۹۳		مباحثہ شاہجہان پور کا عجیب واقعہ۔	
۹۴		شان مسکنت۔	
۹۴		خدا م کی خدمت۔	
۹۴		کھانے میں تواضع۔	
۹۴		”اے کیا قسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا؟“	
۹۴		”یہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھ دیا۔“	
۹۵		”حکیم صاحب مولانا کے دھوکہ میں سب شاندار لوگوں سے مصافحہ کرتے رہے۔“	
۹۶		”قوت مشق کے نزدیک سبکل و گل برابر ہے۔“	
۹۷		حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی (۵) ۱۳۰۲ھ	
۹۸		رحمہ اللہ کے واقعات۔	
۹۸		تواضع کی حقیقت۔	
۹۸		تواضع کا ایک اور واقعہ۔	
۹۹		”بس اب تو گنگوہ آ کے ہی کپڑے بدلا کریں گے۔“	
۱۰۰		”میں ادھورا ہوں، معلوم ہوتا ہے میں ادھورا ہی مر جاؤں گا۔“	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	گلدھے پر سوار ہو کر اسی پر کتا میں رکھ کر تانوت کو چلے دیے۔		۱۰۱
	فلطی کا اعتراف۔		۱۰۲
	سر اپا عجز و انکسار۔		۱۰۳
	اپنے مکتوبات کے آئینہ میں۔		۱۰۴
	استدعائے حسن خاتمہ۔		۱۰۵
	”نہ علم میں مجھے کمال، نہ عمل میں خوبی۔“		۱۰۶
(۶)	حضرت ملا محمود دیوبندی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۳۰۴ھ	۱۰۷
(۷)	سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈوی رحمہ اللہ کے واقعات	۱۳۰۸ھ	۱۰۸
	”اب راکھ میں چنگاریاں رہ گئی تھیں وہ بھی بجارہا ہے۔“		۱۰۹
	اپنی پگڑی پھاڑ کر مصلیٰ کی جگہ بچھا دی۔		۱۱۰
(۸)	سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمہ اللہ کے واقعات	۱۳۱۷ھ	۱۱۱
	”ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے۔“		۱۱۲
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شانِ عہدیت۔		۱۱۳

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”آنے والے حضرات کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔“		۱۰۸
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی سادگی کا حال ایک اہل علم کی رہائی۔		۱۰۹
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ پر فناء کی ایک خاص شان غالب تھی۔		۱۰۹
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی سادگی۔		۱۱۰
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان تحقیق۔		۱۱۰
	ہر سے ہر سے ہر سے شخص کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے۔		۱۱۱
	گھر کی حاجت کے لئے عجیب دعا۔		۱۱۱
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا اپنی مدح کی تاویل فرماتا۔		۱۱۲
	”مجھے خود بھی جرات ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے؟“		۱۱۲
	”فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔“		۱۱۳
	”تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں۔“		۱۱۳
	”ان میں سے کوئی تو ایسا ہو گا جو میری بھی شفاعت کر دے گا۔“		۱۱۳

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۱۱۳	۱۳۲۳ھ	امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۹)
۱۱۳		تواضع و فتاحیت کا مقام بلند۔	
۱۱۵		”اب اسی حجرہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔“	
۱۱۵		”بھائی! ہمیں تو اتنا بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے۔“	
۱۱۵		”اگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ زندہ ہوتے تو کیا میں انکے سامنے بولتا بھی؟“	
۱۱۶		شیخ کی جگہ کا ادب۔	
۱۱۶		”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں۔“	
۱۱۶		”بیشک میری غلطی ہے، ان شاء اللہ آئندہ نہ دیکھوں گے۔“	
۱۱۷		کسر نفسی و عامۃ المسلمین سے درخواست دعاء۔	
۱۱۸		”دنیا میں تو میرے ساتھ یہ معاملے ہو رہے ہیں، دیکھئے وہاں بھی کچھ ہے یا یہیں یہ دھوم دھام ہے۔“	
۱۱۹		”چونکہ وہ خود قابل تعریف ہیں اس لئے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں۔“	
۱۲۰		طلبہ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ چیخیں مارنے لگے۔	
۱۲۱		”دوسرے پیر کے یہاں حب جاہ کا سر قلم پایا۔“	

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ ضامین	نمبر شمار
۱۴۱		دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا۔	
۱۴۱		”جو لوگ قال اللہ وقال الرسول پڑھتے ہوں۔ رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟“	
۱۴۲		اس دیہاتی نے صحیح قیضاخذ کر لیا۔	
۱۴۲		حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خادم پر شفقت۔	
۱۴۴		”جہاں سے کچھ ملا کرتا ہے وہاں سے ناگواری نہیں ہوتی۔“	
۱۴۳		”شاید کوئی معقول بات ہی نکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔“	
۱۴۳		”مجھے تحقیق نہیں۔“	
۱۴۳		”مجھے بھی یاد رکھنا!“	
۱۴۵		”منہ پر مدح کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔“	
۱۴۵		مکاتیب رشیدیہ سے چند اقتباسات۔	
۱۴۵		اپنے مرید صادق سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی عجیب تواضع کے کلمات رفیعہ۔	
۱۴۶		حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی فتاویٰ عن الاخوان۔	
۱۴۶		”میرا حال اس قابل نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد رکھے۔“	
۱۴۶		”اپنے آپ کو بالکل بے مناسب اور خالی دیکھ کر تأسف کرتا ہوں۔“	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”آپ تشریف لادیں گے تو خود ہی امید الفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت سلطانیہ بنت ہے۔“	۱۲۷	
	”تم کو ذخیرہ آخرت جانتا ہوں، تم قابل فراموشی نہیں ہو۔“	۱۲۷	
	”اگر خدایے عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطا ہوتا رہے۔“	۱۲۷	
	”اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لگتے ہیں۔“	۱۲۸	
	حکیم عبدالعزیز صاحب مرحوم کے ہدیہ پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے غیر معمولی کلمات تواضع۔	۱۲۹	
	حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا اپنے نفس پر سوءظن اور دوسروں کے حسن ظن پر پریشانی۔	۱۳۰	
	”اپنا جو حال ہے لکھ نہیں سکتا، محض بیگانہ ہوں، چند باتیں یاد ہیں اور بس۔“	۱۳۲	
	”خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کیسا تھ یہ حسن عقیدت ہے اور خود بیچ در بیچ ہوں۔“	۱۳۲	
(۱۰)	حضرت حاجی شاہ عابد حسین صاحب دیوبند کی	۱۳۳ھ	
	بندی رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۳۲	
(۱۱)	حضرت مولانا محمد تکی کاندھلوی رحمہ اللہ کی	۱۳۳۳ھ	
	تواضع و سادگی۔	۱۳۳	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۱۲)	اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمہ اللہ کے واقعات - "اللہ اکبر! اس باغ کے درختوں کے پتے پتے سے تو اشع شبک رہی ہے۔" حب جاہ کا وہاں سر کنا ہوا تھا۔ "مجھ فقیر کے لئے تو جہاں بھی بیٹھ جاؤں گا راحت ہی راحت ہے۔" "حضرت! معاف فرمائیے، میں باز آیا ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں و بواؤں۔" "گستاخ نہ بنوا۔" "میں نے دیکھا کہ حضرت رائپوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھے ہیں۔" "بھائی! تم کو اب تک اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا معاف کر دو۔" "میں کوئی چیز نہیں ہوں، آپ میں تو طلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں۔" شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو ہندی رحمہ اللہ کے واقعات - عادات و اخلاق اور طرز زندگی -	۱۳۳۷ھ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۳۹ ۱۳۹	۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۳۹ ۱۳۹

نمبر شمار	آئینہ مصائب	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”لومیاں محمود صاحب! اپنی چار پائی اٹھاؤ، میں بھی شیخ زادہ ہوں، کسی کا نوکر نہیں۔“		۱۴۱
	”مولانا تو یہاں کوئی نہیں رہتے اور بندہ محمود تو میرا بی نام ہے۔“		۱۴۲
	معاصرین کا ادب۔		۱۴۳
	”میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے۔“		۱۴۵
	”ہاں! دراصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا۔“		۱۴۵
	”مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولانا اس ہندوؤں کے پاؤں دباتے رہے۔“		۱۴۷
	ایسا ہی ایک اور واقعہ۔		۱۴۷
	پہننے اور دھنے میں سادگی اور ظاہر و باطن وضع۔		۱۴۸
	”میاں! دل تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی جو تیاں مارے تو اف نہ کروں، لیکن رائے و مشورہ میں سب کا تابع ہوں۔“		۱۵۰
	حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا لباس۔		۱۵۱
	فکر آخرت۔		۱۵۲

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ ضیائین	نمبر شمار
۱۵۲		”ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں جو منت کی روٹیاں کھاتے ہیں۔“	
۱۵۳		حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کلمات میں سہقت فرماتا۔	
۱۵۳		حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی شان فناء۔	
۱۵۴		حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی اپنے شاگرد رشید حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر شفقت۔	
۱۵۵		”اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“	
۱۵۶		”خدا کے لئے میرا خیال رکھنا اور مجھے رسوائی کرنا۔“	
۱۵۹		مزید چند واقعات۔	
۱۶۳		حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	(۱۴)
۱۶۴		حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۱۵)

صفحہ نمبر	تاریخ و قات	آئینہ مضامین	قبر شمار
۱۶۳		عاجزی و انگساری۔	
۱۶۴		”بندہ ناچیز باعتبار اپنے علم و فہم کے اس قابل نہیں کہ علامہ امام کے اختلاف کا فیصلہ کر سکے۔“	
۱۶۵		حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ وضع میں اسلاف کا نمونہ تھے۔	
۱۶۵		شیخ پورہ کی دعوت کا قصہ۔	
۱۶۶		بیعت کے عجیب الفاظ۔	
۱۶۷		اہل علم سے استفادہ۔	
۱۶۷		اختلاف میں بھی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ۔	
۱۶۸		”میں اپنے آپ کو آپ کی روٹیوں پر پلنے والے کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔“	
۱۶۹	۱۳۷۷ھ	مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۱۶)
۱۶۹		”بے نفسی کا ایسا کوئی دوسرا نمونہ اس عاجز نے نہیں دیکھا۔“	
۱۷۰		”مولوی صاحب! یہ تو آپ غلط لے آئے ہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں اتنی منگائی تھی۔“	
۱۷۰	۱۳۵۲ھ	امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۱۷)

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
(۱۸)	قطب الاقطاب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔ سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھر چونڈوی رحمہ اللہ کی صحبت۔ احترام سادات، بزرگان دین و اساتذہ۔ حضرت کے مرید "ماماں مٹھا" کی تواضع و انکساری۔ فنائیت پر مبنی عجیب جواب۔ صحبت کا اثر۔ شادی بیاہ میں سادگی۔ حضرت کے خادم مولوی شیر محمد صاحب مرحوم کی فنائیت۔ "اگر جماعت کی خدمت کرنی ہے تو وہاں سے انھالیس، فقیر اپنی خدمت نہیں لیا کرتا۔" "میں خانہ رقیب کو بھی سر کے بل گیا۔" کھانے میں نہایت سادگی۔ غریب آدمی کی دلجوئی کا عجیب واقعہ۔ "تم کشتی میں جاؤ اور میں اونٹوں کو دھکیلتا ہوں۔" خود پیدل چلتے اور کسی فقیر کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔	۱۳۵۴ھ	۱۸۰ ۱۸۰ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۳ ۱۸۳ ۱۸۳ ۱۸۵ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۷ ۱۸۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	اپنی نئی دستار سے کپڑا پہنا کر انگلی پر برگ نیم کی پٹی باندھی۔		۱۸۸
	”اگر اجازت ہو تو کتے کو روٹی کا ٹکڑا ڈالا جائے۔“		۱۸۸
	بحر و انکساری کے حسین پیکر۔		۱۸۸
(۱۹)	شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد فضل علی صاحب قریشی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۵۲ھ	۱۸۹
	”میں تو اس دور کا کتابوں اور مجھے جو توں کے قریب بیٹھنا چاہیے۔“		۱۸۹
	”تو مجھے قصع سکھاتا ہے؟“		۱۹۰
	کھانے میں سادگی۔		۱۹۰
	”جو رخ خارج کرنے میں اللہ کا محتاج ہو وہ بڑا بول بول سکتا ہے؟“		۱۹۱
	پیر! تو چھینا چاہے تو چھپ نہیں سکتا۔“		۱۹۰
	حضرت قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاء۔		۱۹۲
	لونا لیکر تمام جماعت کے ہاتھ دھوئے اور جماعت کے سامنے رکھتے رہے۔		۱۹۲
	”میں نے اس لئے تمہارے جوتے صاف کیے کہ میری عاقبت اچھی ہو تم بخل کرتے ہو اور روتے ہو“		۱۹۳
	مجلس شیخ کا حیران کن ادب۔		۱۹۳

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”شاہاباش! تم نے میری غلطی پکڑی“ دوران سفر جماعت کے کمزور لوگوں کے ہاتھ پاؤں دہاتے۔		۱۹۴
(۲۰)	حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	۱۳۵۵ھ	۱۹۴
(۲۱)	حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے ملفوظات کے آئینہ میں۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے واقعات۔ ”سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ میں ہی ہوں“ یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔“ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اعلان۔ تواضع و فنائیت کی ایک عجیب مثال۔ حضرت حکیم الامت اور حضرت مدنی کے درمیان اختلاف اور دونوں بزرگوں کی تواضع و فنائیت۔ حضرت تھانوی اور مہتمم دارالعلوم دیوبند کی دین پور شریف میں تشریف آوری۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی فنائیت۔ ”بھائی! میں انکی سی ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں؟“ اپنی غلطی کی اصلاح کے لئے ”ترجیح الراجح“ کے سلسلہ کا قیام۔	۱۳۶۲ھ	۱۹۵ ۱۹۷ ۲۰۶ ۲۰۶ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۳ ۲۱۶ ۲۱۶ ۲۱۷

نمبر شمار	آئینہ مصائبین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	حضرت حکیم الامت کے طرز تربیت کی وضاحت۔ "نہیں اپنے ہوا بھلا گئے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں۔"		۲۱۸
	"کیا آپ نے نیکو فرعون سمجھ لیا ہے؟"		۲۱۹
	"ابھی تو میرا ایک خلق بھی درست نہیں ہوا۔"		۲۲۰
(۲۲)	مولانا بخشش احمد صاحب رحمہ اللہ کی تواضع وفائیت۔	۱۳۶۲ھ	۲۲۰
(۲۳)	بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۶۳ھ	۲۲۱
	تواضع وفائیت۔		۲۲۱
	عاجزی و انصاری۔		۲۲۲
	آخرت کا انتظار۔		۲۲۵
(۲۴)	رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب وال پٹھروی رحمہ اللہ کے واقعات "حشر کے روز میرے پاس اس سوال کا جواب نہ ہوگا۔"	۱۳۶۳ھ	۲۲۶
	شیخ کے انتقال کے بعد اپنے مرید اور شاگرد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔		۲۲۶
	طلبہ کرام کی خدمت کا عجیب واقعہ۔		۲۲۷

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۲۲۷		”اللہ راضی قیومی، میں سمجھا ایوان اہل پانیاں نہیں۔“ ”مجھے اس علم و فضل کا مالک عالم باعمل ہندوستان کے مرکز دہلی میں بھی نظر نہ آیا۔“ اس طرح کا ایک اور واقعہ۔	
۲۲۸			
۲۲۸			
۲۲۹	۱۳۶۲ھ	عارف باللہ حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ ایثار، ہمدردی اور اخوت کی جیتی جاگتی تصویر۔ فنائیت کا مقام بلند۔	(۲۵)
۲۳۰			
۲۳۱			
۲۳۲	۱۳۶۳ھ	حافظ العصر حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔ ”نہ جانے ایمان بھی ہے کہ نہیں؟“ حضرت مفتی عبدالکریم صاحب مہملوی رحمہ اللہ کی بے نفسی۔	(۲۶)
۲۳۳			
۲۳۳	۱۳۶۸ھ	شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے واقعات۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی تاریخ۔ شیخ الاسلام کا اخلاص اور زہدانہ زندگی۔ ایک غریب کی دلجوئی کا واقعہ۔	(۲۷)
۲۳۴	۱۳۶۹ھ		
۲۳۴			
۲۳۵			
۲۳۵			
۲۳۶	۱۳۷۱ھ	مولانا عبد المجید صاحب پٹھرانوی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	(۲۸)
۲۳۶			

صفحہ نمبر	تاریخ و محل	تذکرہ میں	صفحہ نمبر
(۳۰)	۱۳۷۲ھ	مفتی اعظم دہلی نے مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ "اس مقام کی کسی شخصیت میں بھی اس درجہ کا تواضع نہیں دیکھا۔" "سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اپنی خدمت کو اپنے لیے مار سکتے۔" "اپنا کام خدایا اپنے ہاتھ سے کرنے کے۔ وہی حق ہے۔" محمد امجد علی شاہ، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ۱۳۷۲ھ	۲۳۷ ۲۳۷ ۲۳۹ ۲۳۸
(۳۱)	۱۳۷۲ھ	کے واقعات۔ "تمام تصوف کا دامن خود کو مٹا دینا ہے۔" "بھائی، ہر سے ملتی ہر تو اولیٰ و آخریٰ ہے۔" پ کو مٹا دینا ہے۔" دعوت سید صاحب رحمہ اللہ کی علامہ ندوی رحمہ اللہ سے عاجزانہ درخواست۔ "میں ان کی تائید و مادی کو دیکھ کر تو مسخر ہوں جو کیا۔" پورنوا سے ملے تھے۔ خارقت سے سرفراز تھی۔ بدھ و سرائیکہ "اب جملانی ماہ سے میں مصروف ہوں۔"	۲۳۹ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئندہ مضامین	غیر شمار
۲۴۹	۱۳۷۳ھ	شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۳۲)
۲۴۹		ابتداءً یا سلالم کرنے کا اہتمام۔	
۲۴۹		”میں امیر ہوں، میرے حکم کی اطاعت ضروری ہے۔“	
۲۵۰	۱۳۷۵ھ	رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۳۳)
۲۵۰		مولانا گیلانی رحمہ اللہ کی صاف ولی۔	
۲۵۰		نفس پر قابو۔	
۲۵۱		مرشد بننے سے گریز۔	
۲۵۲		مولانا کا اچھا حال۔	
۲۵۲		اپنے کو منانے کا جذبہ۔	
۲۵۳		پاوقار اور سادہ زندگی۔	
۲۵۳		سادگی کا ایک واقعہ۔	
۲۵۳	۱۳۷۷ھ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۳۴)
۲۵۳		مکارم اخلاق۔	
۲۵۵		درویشی اور ولایت۔	
۲۵۶		تواضع اور انکساری۔	
۲۵۷		”وہ بریلی سے رائے پور تک مجھے دباتے رہے۔“	
۲۵۷		”حضرت! میں نے کیا غلطی کی ہے؟“	

نمبر شمار	آئینہ شمسین	تاریخ و مقام	صفحہ نمبر
۲۵۸	”محمد کریم کی آنکھ پر مسکین احمد کا جو حنا اٹھاؤ گئے۔“		۲۵۸
۲۵۹	”خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دیاں گا؟“		۲۵۹
۲۵۹	”آپ اشریکان سے اچھی طرح کھانا کھا لیجئے؟“		۲۵۹
۲۶۰	ساری رات عبادت ہو کر کھڑا رہی۔		۲۶۰
۲۶۰	تھوڑے وقت بعد دوبارہ نماز پڑھا۔		۲۶۰
۲۶۱	حد سے زیادہ شمع اور خاکساری۔		۲۶۱
۲۶۲	اپنے سر پہ پانی کا ٹکڑا کر اپنے پیچ کے گھر لگا رہے تھے۔		۲۶۲
۲۶۳	ساوی کی وجہ نکلتی۔		۲۶۳
۲۶۴	خلاق پرورد۔		۲۶۴
۲۶۵	حقوقی خدا کی خدمت۔		۲۶۵
۲۶۶	”مجھ سے اچان سنت کہاں ہو؟“		۲۶۶
۲۶۷	”میرے متروکہ قلمی مطالعہ کہاں ہیں؟“		۲۶۷
۲۶۸	”مذکورہ شخص نے یہ یوں کہے۔“		۲۶۸
۲۶۹	”اللہ رب العزت۔“ فی رحمتہ کا حضرت علامہ		۲۶۹
۲۷۰	نورانی رحمہ اللہ نے نام ایک کتاب۔		۲۷۰
۲۷۱	”اپنی تحریف کی بات سنتا ہوں تو مجھے سخت رنج ہوتا ہے۔“		۲۷۱
۲۷۲	”جو شخصوں سے ہے غلطی اور تواضع و انکساری۔“		۲۷۲
۲۷۳	”اقتیاد پر بند نہ فرما۔“		۲۷۳

نمبر شمار	آزمینہ مضامین	نمبر شمار
۲۷۱	محملی قالیچ پر بیٹھنے سے انکار۔	
۲۷۲	خود چا کر پانی پایا۔	
۲۷۳	ماتے تھے۔	
۲۷۴	دست مبارک سے تالی صاف کی۔	
۲۷۵	شاگرد کی خدمت۔	
۲۷۶	مخدوم لکین خادم۔	
۲۷۷	ایک روپیہ قبول فرمایا۔	
۲۷۸	تعویذ کے لئے خود درخواست۔	
۲۷۹	دیکھا گیا دسترخوان بچھا رہے ہیں۔	
۲۸۰	مزدور کے مکان پر تشریف لے گئے اور عذرت کی۔	
۲۸۱	”ہم تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں۔“	
۲۸۲	”معاف کیجئے گا میں بالکل بھول گیا تھا۔“	
۲۸۳	امیازمی برتاؤ سے انتہا۔	
۲۸۴	ایثار و انکسار۔	
۲۸۵	عوام کسے کہتے ہیں؟	
۲۸۶	نمازی کے چیل سیدھے گئے۔	
۲۸۷	مکتوبات شیخ الاسلام سے چند اقتباسات۔	
۲۸۸	”اصلاح نفس کا خیال ایک نفس پرور سے؟ یا	
۲۸۹	ملعب؟“	
۲۹۰	”نمر ستر سے تباہ زرگر لئی مگر تو شہ آخرت کچھ نہیں۔“	

نمبر شمار	قرینہ منہ میں	تاریخ و محلہ	نمبر شمار
۲۷۹	”تو اپنی آمد پر اصلاح کس کی ٹھکانہ فوج سے جہاں“		۲۷۹
۲۸۰	”مخرومیت سے اس کی تصویر“		۲۸۰
۲۸۱	اپنی تصویر پر نہ لکھیں کہ آپ کا محبوب ہے اس سے اس کا غلت تھیں تمہارا۔		۲۸۱
۲۸۲	”جو انکسین میں الجھتا ہے اسے پر لپکنا رہا تھیں۔“		۲۸۲
۲۸۳	”اس کے آپ کے دل سے کاہنیں کا نام نہ پاتا بہت جلد بھلا پتہ و مکان کیجوا نہ پاتا ہے گا۔“		۲۸۳
۲۸۴	”اس میں گم ہوئی وہاں نہ شریعتی نہ فاکس ہیں نہ لہذا اس کی۔“		۲۸۴
۲۸۵	”اس کا کارہائے اسے سے جتنا ہے بچے۔“		۲۸۵
۲۸۶	”آپ جتنی میں مدد ملی چھوڑیں۔“		۲۸۶
۲۸۷	(۲۵) ”مخدوم امنیت اس سے مفتی محمد حسن صاحب امیر تہری رحمہ اللہ کے واقعات۔“	۱۳۸۰ھ	۲۸۷
۲۸۸	”تو اس سے منقطع نہ ہوتے مفتی محمد صاحب رحمہ اللہ کے منوفاات۔“		۲۸۸
۲۸۹	واقعات		۲۸۹
۲۹۰	”اس میں بدی میں آپ ہوں اپنی مشن۔“		۲۹۰
۲۹۱	”آپ منہات سے تھیں نہ ہی اپنی نجات کا فریاد ہی نہ گا۔“		۲۹۱
۲۹۲	”میں نے پورا کیا۔ جیسا کہ میں نے اس میں کو شہد۔“		۲۹۲

نمبر شمار	آئینہ مصائب	تاریخ وفات	تعلق نمبر
	”گیا ہے کہ میں رہنما رہوں۔“		۲۸۵
	”تو بہ! تو بہ! آپ نے بھی آخرت کے لئے کس ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا۔“		۲۸۶
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی کمال تواضع۔		۲۸۶
	”لاہور کے“ جامعہ اشرفیہ“ میں درس قرآن۔		۲۸۷
	”میں! مجھے“ حائف کرو، میری خدمت کی وجہ سے تمہیں بے آرام ہونا پڑا۔“		۲۸۸
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی ایک یادگار ملاقات۔		۲۸۹
	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی ایک یادگار ملاقات۔		۲۸۹
	”میرا“ کھیل خلقت نے بنایا۔“		۲۹۱
	”اگر میری تعریف میں ہے تو سنانے کی قطعاً اجازت نہیں۔“		۲۹۲
	”اس مجلس میں سب سے زیادہ حقیر میں ہوں۔“		۲۹۳
	”میں کیا ہوں جو میرے ملفوظات لکھتے ہو؟ مت لکھو!“		۲۹۳
	”حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقیری کو اس طرح چھپایا ہے جیسے مرنے والے اپنے چہرے پر پردہ لگائے۔“		۲۹۳
	”یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ کے ذریعہ ہم کلامی کی		

شمارہ شمار	فائزہ شاہین	تاریخ وفات	سن وفات
	سہ ماہ سے گھر پہ نہ جاتی تھی۔		۲۹۴
	”جہاں دعا ہے، رہنا اُس سے کہیں بہت آگے ہے“		۲۹۵
	”میری کیا بات ہے کہ رین کی خدمت کا کوئی دلچسپ		۲۹۵
	دکھائی دے گا۔“		۲۹۵
	حضرت شمس مہدی رحمہ اللہ کی شان تو شیخ		۲۹۶
	جہاں نے انصاف کی بجائے تعجب فرمائی اور نگہ سے بچنے		۲۹۷
	کی بجائے ہی سمجھا دی۔		۲۹۸
	جب تمام غائبانہ باتوں نے دیکھنے سے		۲۹۸
	کے لیے ہو گئے۔“		۲۹۸
	”میں جسیں دامنِ دریا بچاؤ بہت۔“		۲۹۸
(۳۶)	شیخ الشیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ	۱۳۶۱ھ	۲۹۹
	اللہ کے واقعات۔		۲۹۹
	میرا اور اہل کی۔		۳۰۰
	مرد و عورت افسانہ دہی۔		۳۰۰
	کمالِ سادگی۔		۳۰۰
	ایک۔ عظیم۔ پیہ۔ ترکہ۔ پیدل۔ جس کا پتہ		۳۰۱

نمبر شمار	آئینہ منشاہین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	اکابر سے عقیدت - مشائخ کا ادب -		۳۰۱
	اکرام قطب عالم حضرت شاہ عبدالقادر راہپوری		۳۰۱
	شیخ الاسلام مولانا حسن احمد مدنی سے عقیدت -		۳۰۳
	نشست گاہ کا بھی اکرام -		۳۰۴
	حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں ہمیشہ دوزانو بیٹھنے کا ایہتمام -		۳۰۴
	تواضع و انکساری -		۳۰۴
	درس توحید کی وجہ سے چھوٹوں کا اکرام و تعظیم -		۳۰۵
	اکرام مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ -		۳۰۶
	رہرواداری اور احترام مسلک کا عجیب منظر -		۳۰۷
	طلبہ کا سامان اٹھا کر مسجد اچانا -		۳۰۷
	انسانی ہمدردی -		۳۰۸
	تقاریر میں گوستے والے سے بغلیں گیر ہو گئے -		۳۰۸
	اصغر گواڑی کی عجیب مثال -		۳۰۹
(۳۷)	عارف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ ہالچوی	۱۳۸۱ھ	
	رحمہ اللہ کے واقعات -		۳۱۰
	”میں اس گدھے کا بوقیوف مالک نہیں ہوں کہ آپ کی تعریف سے میرا نفس پھول جائے۔“		۳۱۱
	”میرے اعمال تو ایسے ہیں کہ زمین پھٹ جاتی اور مجھے دھنسا دیا جاتا۔“		۳۱۲

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و وقت	صفحہ نمبر
	”میں کون اور میری راسخ کیا؟ جو علماء کا علم انت فیصلہ فرما میں میں ان کا شیخ ہوں“		۳۱۳
	”کبھی لوگ اللہ کے خاص بندے ہیں، صرف میں ایک لہجہ رکھتا ہوں۔“		۳۱۳
	حضرت اقدس رحمہ اللہ کی پوری زندگی تواضع و فنایت کا عملی نمونہ تھی۔		۳۱۳
(۳۸)	امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی فنایت۔	۱۳۸۱ھ	۳۱۵
	امیر شریعت حضرت سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۱۶
	بے نفسی و بالذہمتی۔		۳۱۶
(۳۹)	اپنے سر مبارک پر مال اتر کر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے قدموں میں بیچا دیا۔	۱۳۸۱ھ	۳۱۸
	”میرے گناہ مال پر میرے مال لگنے پر وہ مال دیا ہے۔“		۳۱۸
(۴۰)	مولانا سید حسن صاحب رحمہ اللہ کی عاجزی و انکساری۔	۱۳۸۱ھ	۳۱۹
(۴۱)	حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رانی پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۸۲ھ	۳۲۰
	”ان کا درجہ بہت اونچا ہے، اللہ کے ایسے بندوں کو		

تیسرے شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	بیعت گزرنے سے شرم آتی ہے۔		۴۲۰
	بے نفسی و فدایت کے عجیب واقعات۔		۴۲۲
	مزید چند سبق آموز واقعات۔		۴۲۵
	”چھپر کا مکان ہوتا تو اور بھی جی خوش ہوتا۔“		۴۲۰
	”یہ شخص ہر آن اپنی ٹٹی میں مشغول ہے۔“		۴۴۰
	حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ اور حضرت		
	راپوری رحمہ اللہ کی خاتما تھانے بھون میں حاضری۔		۴۳۱
(۴۲)	عارف باللہ حضرت شاہ عہد الغنی صاحب	۱۲۸۳ھ	
	پتھو پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔		۴۳۲
	حضرت والا کی سادگی۔		۴۳۴
	ہندوستان کی خدمت کا عجیب واقعہ۔		۴۳۵
(۴۳)	امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	۱۲۸۳ھ	
	دہلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔		۴۳۶
	مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کے نام ایک خط۔		۴۳۷
	کسی سے استفادہ کرنے میں کبھی حجاب نہیں ہوا۔		۴۳۹
	”عشی جی! ہمارے لئے اور ہمارے گھر والوں کے		
	لئے دعا کرنا۔“		۴۳۷
	”مجھے ابھی تک چھپر نہیں آئے۔“		۴۳۷
	اس بالٹی کے اٹھانے کا اطف و مزہ البتہ یک پارہانوں۔		۴۳۸
	کئی دنوں تک مہمانوں اور گھر والوں کی شجاست اٹھا		

نمبر شمار	آئینہ مصباحین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۴۴)	اکبر دہکھل میں پھینکتے رہے۔ عارف باللہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کا ملپوہ ری رحمہ اللہ کے واقعات۔ اکوڑہ خٹک میں تشریف آوری۔ طلبہ پر شفقت۔ شان تواضع۔ بہ نفسی و فنائیت۔ اصلاح میں کسر نفسی۔	۱۳۸۵ھ	۳۴۸ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۴۹ ۳۴۹ ۳۴۹
(۴۵)	حضرت مفتی سعید احمد صاحب کی تواضع و فنائیت۔		۳۴۹
(۴۶)	حضرت مولانا فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔		۳۵۱
(۴۷)	حضرت مولانا شیر محمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۳۸۶ھ	۳۵۲
(۴۸)	مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۳۸۷ھ	۳۵۲
(۴۹)	جامع المعقول والمعتقول علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۳۸۷ھ	۳۵۳
(۵۰)	شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہ اللہ کے واقعات	۱۳۸۹ھ	۳۵۵

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ شمار
	”حضرت! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اسی لئے گدھا کہتے ہیں۔“		۳۵۵
	”اگر ان حضرات کی تراب نعلین ہو جاؤں تو میرے لئے یہی فخر ہے۔“		۳۵۶
	ہاتھ چومنے والوں کو تنبیہ۔		۳۵۷
	”مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔“		۳۵۷
(۵۱)	خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	۱۳۹۰ھ	۳۵۷
	رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۵۷
	کمال تواضع۔		۳۵۸
	ادب و تواضع۔		۳۵۸
	ایک سبق آموز واقعہ۔		۳۵۹
	اتباع شریعت و سنت۔		
(۵۲)	حضرت حاجی عبدالغفور صاحب جو دھپوری	۱۳۹۰ھ	۳۶۰
	رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۶۰
	بے نفسی۔		۳۶۳
	حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف سے اجازت۔		
(۵۳)	مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری	۱۳۹۱ھ	۳۶۳
	رحمہ اللہ کے واقعات۔		

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۳۶۵	۱۳۹۳ھ	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۵۴)
۳۶۵		تواضع اور فقیہیت کے حسین پیکر۔	
۳۶۶		”تحت والوں سے بھی اونچے ہیں ترے خاک نشین“۔	
۳۶۸		”یہ بیٹا لائے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں“۔	
۳۶۹	۱۳۹۳ھ	شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۵۵)
۳۷۰		”اب ایسے متواضع اور منکسر المزاج بزرگ کہاں پیدا ہوں گے“۔	
۳۷۱		”ان شاء اللہ ان حضرات کی علمی و دینی خدمات میری مغفرت کا ذریعہ بنیں گی“۔	
۳۷۲		مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	
۳۷۲		تواضع اور سادگی کے پیکر۔	
۳۷۳		”مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوتی“۔	
۳۷۳		بے تکلف اور سادہ روزمرہ کی۔	
۳۷۵		”میرے پاس کوئی سرمایہ آخرت نہیں ہے، میں نے عمر بھر کچھ نہیں کیا“۔	
۳۷۵		حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا امتیازی وصف۔	
۳۷۶		”ان کے اسی رویہ سے میں ہمیشہ شرمسار رہتا“۔	

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۳۷۷		خدمت خلق اور بے نفسی کا ایک سبق آموز واقعہ۔	
۳۷۸		ایسا ہی ایک اور واقعہ۔	
۳۷۹		اجازت، بیعت اور خلافت سے سرفرازی۔	
۳۸۲		استغفار کی خواہش اور خشیت و تواضع۔	
۳۸۳		حقیقت علم۔	
۳۸۷		تواضع و فنایت۔	
۳۸۹		”یہ خود مسافر ہیں ان کو رحمت و ینامنا سب نہیں“۔	
		حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا اپنے بعض ہم	
۳۹۰		عصروں کے ساتھ معاملہ۔	
		”مفت میں کچھ کاغذ کا لے کر لیتا ہوں اور کیا کام	
۳۹۱		ہے؟“۔	
۳۹۱		حضرت رحمہ اللہ کی شان تواضع۔	
۳۹۲		”یہ میری حقیقت ہے“۔	
		”ہمیں خدا کے گھر کے قرب و پیڑوں میں جو راحت	
۳۹۲		نصیب ہوتی ہے وہ سرکاری عمارت میں نہیں ہوتی“۔	
		”اصول فقہ پر تمہارے دروس میں میں بھی شریک	
۳۹۷		ہوا کروں گا“۔	
۳۹۸		فروتنی است دلیل رسیدگان خدا۔	
		حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی سب سے ممتاز اور	
۳۹۹		نمایاں خصوصیت۔	

[illegible]

نمبر شمار	آئینہ مشائیں	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۵۸)	محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے واقعات۔ صغائر و انبی کی عجیب مثالیں۔ مالی ظرفی، بے نفسی اور ایثار و اخلاص کے بے نظیر واقعات۔ حقیقی عظمت۔ ”جو کچھ کرو اللہ کے لئے کرو شہرت کے لئے نہ کرو!“۔ ”اولئک آیاتنی فجئنی بمثلہم“۔	۱۳۹۷ھ	۴۱۱ ۴۱۱ ۴۱۳ ۴۱۵ ۴۱۷ ۴۱۷
(۵۹)	قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بہلولی رحمہ اللہ کے واقعات۔ تواضع و عہدیت سے متعلق حضرت کے ملفوظات طبیات۔ ”جہاں“ میں ”ہو وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟“۔ کمال انکساری۔ ”میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلط تعریف سن کر بھول رہے ہو“۔ ”جہاں گندگی ہوتی ہے کبھی آیا ہی کرتی ہے“۔ ”بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہوگا دعا کرو پہلے میری اصلاح تو ہو جائے“۔ اپنی تعریف اور کسی کی تنقید سن کر رقت طاری ہو جانا۔ ”میں تو کاٹا ہوں مگر حضرت تھانوی قدس سرہ کی	۱۳۹۸ھ	۴۱۹ ۴۱۹ ۴۲۲ ۴۲۲ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۳

تبدیل شمار	تبدیل مضامین	تبدیل مقامات	تبدیل نمبر
۳۲۵	تو میں ماقبل برہمیت ہے۔		۳۲۵
۳۲۶	ہر وہ کسی کے اختیار پر بند ہے۔ محافل مانگے کا ہوتا ہے۔		۳۲۶
۳۲۷	بے نفس و غایت کے عجیب واقعات۔		۳۲۷
۳۲۸	غلام کا احترام۔		۳۲۸
۳۲۹	(۲۰) حضرت احمد بن مولانا شاہ محمد اسعد اللہ	۱۳۹۹ھ	۳۲۹
۳۳۰	صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۳۰
۳۳۱	بہشتی سے مولیٰ، تھکن کا واقعہ۔		۳۳۱
۳۳۲	”ام سے بھائی احمد نے خود آجھنے جو“۔۔۔۔۔		۳۳۲
۳۳۳	پہنہ سنا کر دوسرے سے پارے میں لڑنا کہ		۳۳۳
۳۳۴	میرے سادہ پر حق ہے۔ میں ان کے پاؤں، باؤں۔		۳۳۴
۳۳۵	(۱۰) قائد ملت، امیہ حضرت مولانا مفتی محمود	۱۳۰۰ھ	۳۳۵
۳۳۶	صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۳۳۶
۳۳۷	”کوٹ، مومن میں ناف گئے ہیں اور کاموں سے		۳۳۷
۳۳۸	کو سول دو، چھ گئے ہیں“۔		۳۳۸
۳۳۹	فخر شاہی کا ماترہ۔		۳۳۹
۳۴۰	ہولناکت علی کی سادگی۔		۳۴۰
۳۴۱	”ان کی سادگی کے سامنے پولیس والے تماشہ عار ہو“۔		۳۴۱
۳۴۲	”انہوں نے اپنے آپ کو بھی بڑا نہ سمجھا“۔		۳۴۲
۳۴۳	ہر روز اہل حق میں سے چھٹی قسم ہو گئی۔		۳۴۳
۳۴۴	”مکلف سے ہر کسی سے حسن ذاتی“۔		۳۴۴

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
	”کیا میں اپنا اخلاق اور شرافت چھوڑ دوں؟“۔ ”وہ اسلام آباد جا رہے تھے اور ان کا جوتا ٹوٹا ہوا تھا۔“		۴۳۶
	خواب بیان کرنے سے منع کیا کہ خود ستائی کا پہلو نکلتا ہے۔		۴۳۶
	حکومت سعودیہ کے مہمان۔		۴۳۷
(۶۲)	مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۳۰۱ھ	۴۳۸
(۶۳)	حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کی عاجزی و انکساری۔	۱۳۰۱ھ	۴۳۹
(۶۴)	حضرت مولانا مفتی محی الدین صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۳۰۱ھ	۴۴۰
(۶۵)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۰۴ھ	۴۴۱
	حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اپنے ملفوظات و مکتوبات کے آئینہ ہیں۔		۴۴۲
	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے نام دویا و گار مکتوب۔		۴۴۷
	”افسوس! کہ کتے کی دم برس ننگی میں رکھنے کے بعد نکالی تو میری ہی نکلی۔“		۴۵۰
	خلافت کی تشہیر کے خوف سے حضرت رائے پوریؒ		

صفحہ نمبر	تاریخ وفات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۴۵۷	۱۲۰۳ھ	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۶۸)
۴۵۷		”بھائی! شہد کو بھی تو کلیاں بنانی ہیں۔“	
۴۵۸		”تشریف آوری محسوس نہ ہوئی۔“	
۴۵۸		”یہ آپ کی محبت ہے۔“	
۴۵۹	۱۲۰۵ھ	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رانپوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۶۹)
۴۵۹		”میں نے سوچا کیوں نہ میں خود ہی کو قنصور وار سمجھ کر مہتمم صاحب سے معذرت کراؤں؟“	
۴۶۱		کمان در بے کمانی۔	
۴۶۲	۱۲۰۵ھ	مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتانی رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	(۷۰)
۴۶۳		حضرت حاجی محمد شریف صاحب ہوشیار پوری رحمہ اللہ کے واقعات۔	
۴۶۴		”خدا کی قسم! میں تو اس قابل ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں۔۔۔۔۔“	
۴۶۴		”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو!“	
۴۶۴		”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طالب علم میرے پاس آیا ہے۔“	

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
	اس فنائیت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔		۳۶۵
	”میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں۔“		۳۶۵
	”میں اپنے آپ کو سب میں ذلیل ترین دیکھتا ہوں۔“		۳۶۵
	”میں نالائق دربار اشرف ہوں۔“		۳۶۶
	”کاش اوہ لڑکا میرے سامنے ہوتا تو میں اپنی پگڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا۔“		۳۶۶
(۷۱)	حضرت کے تحریر فرمودہ دو خط۔	۱۳۰۵ھ	۳۶۷
	حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شانِ عبدیت۔		۳۶۹
(۷۲)	حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رانپوری رحمہ اللہ کی تواضع و فنائیت۔	۱۳۰۵ھ	۳۷۲
	”حضرات! مجھ سے تقریر کرنے کا تقاضا کیا گیا ہے، لیکن مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔“		۳۷۲
(۷۳)	عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۰۶ھ	۳۷۳
	”کیوں محبت بولتے ہو، شرم نہیں آتی؟“		۳۷۳
	”تو انجام کارمٹی میں مل جانے والا ہے۔“		۳۷۴
	نشست کے انداز میں بھی سادگی۔		۳۷۵

تہذیب	آپ بے شمار میں	تاریخ وفات	سفر قبر
	چھوٹے سے بڑے تھو شہادت و محبت اور آپ کی توانی		
۳۷۵	انسانوں۔		
۳۷۶	تو طبع و شہادت۔		
۳۷۷	نہ و کا منسوب۔		
۳۷۸	تہذیب و ایمان اور عارفانہ۔		
۳۷۹	محاروف بانقہ حضرت قاری فتح محمد صاحب	۱۳۷۷ھ	
۳۸۰	پانی پتی رحمہ اللہ کے واقعات۔		
۳۸۱	۱۔ تہذیب (۱)		
۳۸۲	۲۔ تہذیب (۲)		
۳۸۳	۳۔ تہذیب (۳)		
۳۸۴	۴۔ تہذیب (۴)		
۳۸۵	۵۔ تہذیب (۵)		
۳۸۶	۶۔ تہذیب (۶)		
۳۸۷	۷۔ تہذیب (۷)		
۳۸۸	۸۔ تہذیب (۸)		
۳۸۹	۹۔ تہذیب (۹)		
۳۹۰	۱۰۔ تہذیب (۱۰)		
۳۹۱	۱۱۔ تہذیب (۱۱)		
۳۹۲	۱۲۔ تہذیب (۱۲)		
۳۹۳	۱۳۔ تہذیب (۱۳)		
۳۹۴	۱۴۔ تہذیب (۱۴)		
۳۹۵	۱۵۔ تہذیب (۱۵)		
۳۹۶	۱۶۔ تہذیب (۱۶)		
۳۹۷	۱۷۔ تہذیب (۱۷)		
۳۹۸	۱۸۔ تہذیب (۱۸)		
۳۹۹	۱۹۔ تہذیب (۱۹)		
۴۰۰	۲۰۔ تہذیب (۲۰)		
۴۰۱	۲۱۔ تہذیب (۲۱)		
۴۰۲	۲۲۔ تہذیب (۲۲)		
۴۰۳	۲۳۔ تہذیب (۲۳)		
۴۰۴	۲۴۔ تہذیب (۲۴)		
۴۰۵	۲۵۔ تہذیب (۲۵)		
۴۰۶	۲۶۔ تہذیب (۲۶)		
۴۰۷	۲۷۔ تہذیب (۲۷)		
۴۰۸	۲۸۔ تہذیب (۲۸)		
۴۰۹	۲۹۔ تہذیب (۲۹)		
۴۱۰	۳۰۔ تہذیب (۳۰)		
۴۱۱	۳۱۔ تہذیب (۳۱)		
۴۱۲	۳۲۔ تہذیب (۳۲)		
۴۱۳	۳۳۔ تہذیب (۳۳)		
۴۱۴	۳۴۔ تہذیب (۳۴)		
۴۱۵	۳۵۔ تہذیب (۳۵)		
۴۱۶	۳۶۔ تہذیب (۳۶)		
۴۱۷	۳۷۔ تہذیب (۳۷)		
۴۱۸	۳۸۔ تہذیب (۳۸)		
۴۱۹	۳۹۔ تہذیب (۳۹)		
۴۲۰	۴۰۔ تہذیب (۴۰)		
۴۲۱	۴۱۔ تہذیب (۴۱)		
۴۲۲	۴۲۔ تہذیب (۴۲)		
۴۲۳	۴۳۔ تہذیب (۴۳)		
۴۲۴	۴۴۔ تہذیب (۴۴)		
۴۲۵	۴۵۔ تہذیب (۴۵)		
۴۲۶	۴۶۔ تہذیب (۴۶)		
۴۲۷	۴۷۔ تہذیب (۴۷)		
۴۲۸	۴۸۔ تہذیب (۴۸)		
۴۲۹	۴۹۔ تہذیب (۴۹)		
۴۳۰	۵۰۔ تہذیب (۵۰)		
۴۳۱	۵۱۔ تہذیب (۵۱)		
۴۳۲	۵۲۔ تہذیب (۵۲)		
۴۳۳	۵۳۔ تہذیب (۵۳)		
۴۳۴	۵۴۔ تہذیب (۵۴)		
۴۳۵	۵۵۔ تہذیب (۵۵)		
۴۳۶	۵۶۔ تہذیب (۵۶)		
۴۳۷	۵۷۔ تہذیب (۵۷)		
۴۳۸	۵۸۔ تہذیب (۵۸)		
۴۳۹	۵۹۔ تہذیب (۵۹)		
۴۴۰	۶۰۔ تہذیب (۶۰)		
۴۴۱	۶۱۔ تہذیب (۶۱)		
۴۴۲	۶۲۔ تہذیب (۶۲)		
۴۴۳	۶۳۔ تہذیب (۶۳)		
۴۴۴	۶۴۔ تہذیب (۶۴)		
۴۴۵	۶۵۔ تہذیب (۶۵)		
۴۴۶	۶۶۔ تہذیب (۶۶)		
۴۴۷	۶۷۔ تہذیب (۶۷)		
۴۴۸	۶۸۔ تہذیب (۶۸)		
۴۴۹	۶۹۔ تہذیب (۶۹)		
۴۵۰	۷۰۔ تہذیب (۷۰)		
۴۵۱	۷۱۔ تہذیب (۷۱)		
۴۵۲	۷۲۔ تہذیب (۷۲)		
۴۵۳	۷۳۔ تہذیب (۷۳)		
۴۵۴	۷۴۔ تہذیب (۷۴)		
۴۵۵	۷۵۔ تہذیب (۷۵)		
۴۵۶	۷۶۔ تہذیب (۷۶)		
۴۵۷	۷۷۔ تہذیب (۷۷)		
۴۵۸	۷۸۔ تہذیب (۷۸)		
۴۵۹	۷۹۔ تہذیب (۷۹)		
۴۶۰	۸۰۔ تہذیب (۸۰)		
۴۶۱	۸۱۔ تہذیب (۸۱)		
۴۶۲	۸۲۔ تہذیب (۸۲)		
۴۶۳	۸۳۔ تہذیب (۸۳)		
۴۶۴	۸۴۔ تہذیب (۸۴)		
۴۶۵	۸۵۔ تہذیب (۸۵)		
۴۶۶	۸۶۔ تہذیب (۸۶)		
۴۶۷	۸۷۔ تہذیب (۸۷)		
۴۶۸	۸۸۔ تہذیب (۸۸)		
۴۶۹	۸۹۔ تہذیب (۸۹)		
۴۷۰	۹۰۔ تہذیب (۹۰)		
۴۷۱	۹۱۔ تہذیب (۹۱)		
۴۷۲	۹۲۔ تہذیب (۹۲)		
۴۷۳	۹۳۔ تہذیب (۹۳)		
۴۷۴	۹۴۔ تہذیب (۹۴)		
۴۷۵	۹۵۔ تہذیب (۹۵)		
۴۷۶	۹۶۔ تہذیب (۹۶)		
۴۷۷	۹۷۔ تہذیب (۹۷)		
۴۷۸	۹۸۔ تہذیب (۹۸)		
۴۷۹	۹۹۔ تہذیب (۹۹)		
۴۸۰	۱۰۰۔ تہذیب (۱۰۰)		

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
(۷۷)	حضرت خواجہ عبدالملک صدیقی رحمہ اللہ کی عاجزی و انگساری۔		۳۸۶
(۷۸)	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۴۰۹ھ	۳۸۸
	مدارس کی تاریخ کا واحد واقعہ۔		۳۸۸
	ایک اور عجیب واقعہ۔		۳۸۹
	ہر پاپا انگسار۔		۳۹۰
	آپ شخصی اور علم پروری کا ایک حیرت انگیز واقعہ۔		۳۹۰
	باوجود رفعت و بلندگی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے۔		۳۹۲
	”حضرت آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔“		۳۹۳
(۷۹)	مرشد عالم مولانا حضرت غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۴۱۰ھ	۳۹۵
	احترام عادات۔		۳۹۵
	”مشتی صاحب! آپ لیٹ جائیں۔“		۳۹۵
	”جو اہل وصف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر رہتے ہیں۔“		۳۹۵
	”بڑوں کی بات کو نقل کرنے کے لئے بھی اوب چاہیے۔“		۳۹۶
	”میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔“		۳۹۶

نمبر شمار	آئینہ ضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۸۰)	”میں کوئی خیر اسود ہوں جسے بوسہ دیتے ہو؟“ حضرت مولانا سید محمد عبداللہ شاہ بونیری رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی۔	۱۲۱۰ھ	۴۹۶
(۸۱)	استاذ العلماء، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و انکساری۔	۱۲۱۰ھ	۴۹۷
(۸۲)	حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی فنائیت۔	۱۲۱۲ھ	۴۹۷
	”سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں تکبر ہے۔“		۴۹۸
	”خانقاہ والوں کی جو تیاں سیدھی کر کے رکھا کرو اور ان کے وضو کے لئے گولے بھرا کرو!“		۴۹۹
	”اپنی چیز کو تبرکادینا تکبر ہے۔“		۴۹۹
(۸۳)	فخر اہلسنت حضرت مولانا قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۲۱۲ھ	۵۰۰
	نام و نمود سے نفرت۔		۵۰۰
	سادگی اور تواضع کے چند الپ و پلپ اور سبق آموز واقعات۔		۵۰۱
(۸۴)	مسح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۲۱۳ھ	۵۰۵

نمبر شمار	تاریخ و جات	تذکرہ شومیں	موضوع
		”کوئی ایسا بھی تم ہو جس سے میں اپنے آپ سنبھلا تا میں اس دنیا کی اصلاح کرتی رہے گا۔“	۵۰۵
		”لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے مابعد وہ لیجئے آپ لو آ رہا ہے جانے گا۔“	۵۰۶
		”میرے لیے ایک ہر جہیزت صحبت طلب نہیں ہونا چاہیے۔“	۵۰۷
		”یہاں میری قومیں پآ رہی ہیں۔“	۵۰۸
		”وہ رات بھر بھٹی ت بات کرتے کا واقعہ۔“	۵۰۹
		”میں تم سے ملتی رہتی تھکتے یا نہیں۔“	۵۱۰
		”میرا بھڑوا تھا۔“	۵۱۱
(۸۵)	۱۳۴۳ھ	”حضرت مولانا محمد علی بہاؤ شاہ رحمہ اللہ کی توابع و انصار کی۔“	۵۱۲
(۸۶)	۱۳۴۵ھ	”فقیر اقصیٰ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات۔“	۵۱۳
		”حضرت مفتی صاحب ذوالفقار خانہ دارمی کا نمونہ تھے۔“	۵۱۴
		”کوئی میرے سے شیخ محمد شافع رحمہ اللہ پر غبار مناسبت نہ ہے۔“	۵۱۵
(۸۷)	۱۳۴۵ھ	”مفتی عظیم حضرت مفتی ولی حسن رحمہ اللہ کوئی رحمہ اللہ کی غرضیت۔“	۵۱۶

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ و قات	صفحہ نمبر
(۸۸)	حافظ القرآن واللہ دیت حضرت مولانا محمد عبد اللہ در خواستی رحمہ اللہ کے واقعات۔ ”تم لوگ مجھ سے بدرجہا بہتر ہو، میں تو بدی کا پتلا ہوں۔“	۱۴۱۵ھ	۵۱۶
	”زندگی میں ہم نے کیا ہی کیا ہے جو آپ ہمارے حالات لکھتے ہیں؟“		۵۱۶
	”ذرا پی پر بہک جانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔“		۵۱۷
(۸۹)	حضرت مولانا محمد رضا الجمیری رحمہ اللہ کی الکبیت و تواضع۔	۱۴۱۵ھ	۵۱۸
(۹۰)	حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ کے واقعات۔ فنایت پر مبنی عجیب ارشاد۔ ”ہمیں بولنا بھی نہیں آیا۔“ ”اپنے پاس کوئی پونجی نہیں ہے۔“ بھڑوا افسار کے حسین پیکر۔ ”ارے بھائی! میں کیا جانوں؟“ ”مجھے تو بات کرنی نہیں آتی۔“ اعلان کی وجہ سے پیشان روک کر کھڑے رہے۔ ”اچی! میری کیا بزرگ ہے؟“ یہ کام مجھ پر موقوف نہیں ہے۔ کمال بے نفسی۔	۱۴۱۶ھ	۵۲۰ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۶

نمبر شمار	آئینہ شامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
(۹۱)	”شاید انہی کے نیک نمان کی وجہ سے اللہ ہماری بخشش کر دے۔“ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔ سادگی اور بے تکلفی۔ ”خادم نہ کہ مخدوم۔“ شیخ بے مشیت۔ زیادہ سے زیادہ ”مدظلہ۔“ خود کو مکر جھٹنے کی غلطی۔ اکسار تواضع۔	۱۳۱۷ھ	۵۲۷ ۵۲۷ ۵۲۷ ۵۲۹ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۰ ۵۳۱
(۹۲)	مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی تواضع اور سادگی۔	۱۳۱۷ھ	۵۳۳
(۹۳)	فقہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے واقعات۔ ”یہ سب کچھ میری نعمت سے ہو رہا ہے۔“ اتہیا ز پسندی۔ فقیر کو اپنی رکابی میں کھانا کھانا۔ کھانے کے موقع پر عادت مبارک۔ ”میں محروم جہاں تھا وہیں رہا۔“ شعر کا شیب مطلب۔	۱۳۱۷ھ	۵۳۳ ۵۳۵ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۷

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ وفات	صفحہ نمبر
۵۳۸	”صاحب نسبت بزرگ“ لکھنے پر تنبیہ۔		
۵۳۸	”یہ کمینہ سید کا رالائق اختر ام نہیں۔“		
۵۳۸	”عیوب پر پردہ ڈال رکھا ہے۔“		
۵۳۸	”حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا قائم مقام“ لکھنے پر تنبیہ۔		
۵۳۹	”یہ ناکارہ جو تیاں سیدھی کرنے کے قابل بھی نہیں۔“		
۵۳۹	”اتنی عمر ہو چکی حالات درست نہیں ہوئے۔“		
۵۳۹	”یہاں تو میری خواست ہی خواست ہے۔“		
۵۴۰	”آپ سے زیادہ و امراض باطن و امراض ظاہر و میں یہ ناکارہ ہوتا ہے۔“		
۵۴۰	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید مجدہم کا مکتوب اور حضرت والاک کی طرف سے اس کا جواب۔		
۵۴۱	رجوع کرنے کی درخواست پر تنبیہ۔		
۵۴۲	ناظم صاحب سے استغاثہ کی اجازت۔		
۵۴۲	”میری حالت انقض ہے۔“		
۵۴۳	مجلس شوریٰ کی رکبیت سے معذرت۔		
۵۴۴	”آپ سے ناراض ہو کر مور و غضب بننے کی تاب کہاں؟“		
۵۴۴	”شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے۔“		

صفحہ نمبر	تاریخ و قات	آئینہ مضامین	نمبر شمار
۵۵۸		اپنی تعریف سے نفرت۔ ”وہ نہیں آتے تو تو ہی چل بھتی!“۔	
۵۵۸		”اس کا مجھے علم نہیں۔“	
۵۵۹		”اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھایا جاتا کیونکہ طلبہ زیادہ فاضل ہونے لگے۔“	
۵۵۹		”اس مٹی کے ڈھیر کو اٹھا کر جہاں چاہے رکھ دو۔“	
۵۶۰		”میری بکو اس کیسا سنا تے ہو؟“۔	
۵۶۰		”محبت کو محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔“	
۵۶۰		”دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار و کچھ کر۔“	
۵۶۱		”پوری دنیا میں خود سے نکلتا اور ناکارہ کسی کو نہیں پایا۔“	
۵۶۱	۱۳۱۸ھ	عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ کے واقعات۔	(۹۳)
۵۶۲		دروازے پر بیٹھ کر چائے پی۔	
۵۶۳		دینی مدارس وغیرہ میں بیان سے ادب اور تواضع مانع ہوتی تھی۔	
۵۶۴		”وہ حضرات بڑے تھے ہر کام میں بڑوں کی رہنمائی نہ کرنی چاہئے۔“	
۵۶۵		”ہم تو ادھر کے کتے ہیں سب وہیں سے ملا ہے۔“	
۵۶۵		”لوگ مجھ کو پتہ نہیں کیوں بزرگوں میں شمار کرنے لگے؟“۔	
۵۶۵			

نمبر دور	تینہ ضامین	تاریخ شہادت	صفحہ نمبر
	"ان کے ایشاد و قرآنی اور غلوں میں شبہ نہیں لیکن میرا یہ ہونا ہے۔"		۵۷۹
(۹۵)	مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جنمکشی رحمہ اللہ کے واقعات۔	۱۳۷۸ھ	۵۸۰
	پورنی زندگی نصیبت اب تقسی سے مورت تھی۔		۵۸۰
	غلبہ سے محبت و شفقت۔		۵۸۱
(۹۶)	راج انھار قین حضرت مولانا چیر جی محمد اور رئیس انصاری رحمہ اللہ کی عہدیت و حقانیت۔	۱۳۷۹ھ	۵۸۱
(۹۷)	شیخ الحدیث حضرت مولانا حبان محمود صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔		۵۸۲
	تواضع اور خدمت کے حسین نمونے۔		۵۸۲
	"میں مہاوہی سب ہوں؟"		۵۸۳
	"مجھے حدیث کے معنی کا بھی پتہ نہیں۔"		۵۸۶
	وید، رسالت، سبھی اللہ عابد و سکر۔		۵۸۶
	وقت کا محدث کس مہمان کی دہنوی سرور ہے۔		۵۹۷
	سوسرہ کے باؤ ڈو، انگساری۔		۵۹۷
	حضرت کی ہے تقسی۔		۵۹۸
	"اگرچہ یہ کارہاں کا اہل شہر ہے		۵۹۹
	سیکن۔"		

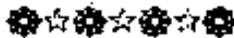
صفحہ نمبر	تقریریں	آئینہ فہمین	تاریخ و مدت
۵۹۰		”حضرت بارہ مرتبہ کے الفاظ فرماتے رہے۔“	
۵۹۱		”ہو اسبہ تو مٹتی ہے۔ اب کو دج چاہیے تو لیکن میں	
۵۹۲		”بے ہلہ کی تہیں بڑھ رہے۔“	
۵۹۳		”ہرگز نہیں، یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔“	
۵۹۴		”میری غلطیوں کو حاف فرما رہی۔“	
۵۹۵	(۹۸)	ہوائی الہی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خان	۱۳۴۹ھ
۵۹۶		”صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔“	
۵۹۷		”بھائی! میں نے اپنے اصلاح کے لئے کسی نئی	
۵۹۸		”جگہ میں ہوں۔“	
۵۹۹		”سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد اس کی مثال میں	
۶۰۰		”ہو سکتی ہے۔“	
۶۰۱	(۹۹)	”مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۳۴۰ھ
۶۰۲		”رحمہ اللہ کے واقعات۔“	
۶۰۳		”بہت ساری رحمتیں میں سادگی کا حامل۔“	
۶۰۴	(۱۰۰)	”جامع شریعت و طریقت حضرت ڈاکٹر حفیظ	۱۵۳۱ھ
۶۰۵		”اللہ منہا جبریل رحمہ اللہ کے واقعات۔“	
۶۰۶		”تقریریں شان و کرامت نہایت۔“	
۶۰۷		”حضرت ڈاکٹر حفیظ رحمہ اللہ کی توضیح۔“	
۶۰۸		”توضیح اور طلب۔“	
۶۰۹		”مترادف قصہ۔“	

نمبر دور	سینئر ممبرین	تاریخ وفات	ممبر نمبر
	گھوٹلہ کا مہراجہ جس میں گھوٹلوں کے ساتھ شرکت۔ "بھائی! جس نے لٹے پر اٹھے کھائے ہوں!" اس روٹی پر کیا گزار دے گا؟"		۶۰۲
	"یوں بیل نہیں کہتے کہ میری ٹوست سے دوسرے خسے حل کئے؟"		۶۰۳
(۱۰۱)	حکیم ناصر حضرت مورا ناٹھ یوسف	۱۳۳۱ھ	۶۰۴
	سید عیسیٰ نوری شہید رحمہ اللہ کے واقعات۔		۶۰۵
	موجودہ دور محاسرت کی تباہی سے پاک تھے۔ "یہ نہیں، بلکہ یہ سندھ میں نام پر کر کے وید کیا۔"		۶۰۶
	انتخابِ مدینہ کی سرِ نفسی۔ "ہاں بھائی! سوچ کہتے ہیں اس نے باقاعدہ مشق ہو رہی ہے قاعدہ۔"		۶۰۷
	عمر واکٹر، مہتمم و قہریت پر مبنی حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نام ایک مکتوب۔		۶۰۸
(۱۰۲)	امین المہتمم حضرت مولانا محمد امین صاحب	۱۳۳۲ھ	۶۰۹
	صہدراو کا ڈوکی رحمہ اللہ کے واقعات۔		۶۱۰
	مہتمم اور انکسار کا پیئر۔		۶۱۱
	پرو قمار ہو گئی۔		۶۱۲
	وہ چھوٹوں کو بھی براہ دیکھتے تھے۔		

نمبر شمار	آئینہ نسائیں	تاریخ و حالات	صفحہ نمبر
	”میرے ساتھ وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کر دیتا۔“		۶۱۴
	”سادہ اور بے تکلف زندگی۔“		۶۱۵
	”سادگی کا ایک خوب واقعہ۔“		۶۱۶
	”حق سقا نے کرے عجب آراہم و قحاح۔“		۶۱۷
	”کسا نر تو تری۔“		۶۱۸
	”عاجزی کے دو عجیب واقعے۔“		۶۱۹
	”سادگی کا ایک اور واقعہ۔“		۶۲۰
	”راہِ فلاح شخصیت۔“		۶۲۱
	”کسی کی تین غرائب کرن مٹا سید نہ جاتا۔“		۶۲۲
	”غریبی میں ہم پیہ آ کر!“		۶۲۳
	”صلہ رحمی اور رشتہ قلبی کا حیران کن واقعہ۔“		۶۲۴
(۱۰۲)	”حق اصر حضرت مفتی عبدالشکور صاحب	۱۳۶۱ھ	۶۲۵
	”ترندی رحمہ اللہ کے واقعات۔“		۶۲۶
	”سر پہ بجز واکس۔“		۶۲۷
	”یہ بات میری زندگی کا سبب بن جائے گی۔“		۶۲۸
	”تواضع اور سادگی کے حسین سر قلم۔“		۶۲۹
	”مجھے پکھنوں آتا۔“		۶۳۰
(۱۰۳)	”مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد	۱۳۶۱ھ	۶۳۱
	”صاحب رحمہ اللہ کے واقعات۔“		۶۳۲

نمبر شمار	آئینہ مضامین	تاریخ اجلاس	صفحہ نمبر
	تو اضع و سادگی۔		۶۲۷
	”جریر۔۔۔ اور ابو جریر۔“		۶۲۸
	”محمد یوز زندگی کی سبقت آ میر و خصوصیات۔“		۶۲۹
	محاشرت میں اسودحت۔		۶۳۰
	اسلام میں حقیقت کا عجیب واقعہ۔		۶۳۱
	”امانی پور فقہ السلام۔“		۶۳۲
	پیدا کی تو اضع و اس کا اثر۔		۶۳۳
	میں کی تفریح میں تو اضع۔ افسوس و اشتیاق۔		۶۳۴
	اعطوف و حق حقد۔		۶۳۵
	مختصر لیس میں سادگی۔		۶۳۶
	قصد ایک۔ لاکھ تو مان کا۔		۶۳۷
	چھوٹی سے بھی استفادہ علم و طلب اصلاح۔		۶۳۸
(۱۰۵)	حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب	۱۲۲۲ھ	۱۳۷
	بلند شہر کی رحمت اللہ کی تو اضع و انکساری۔		۱۳۷
(۱۰۶)	حضرت علامہ قاضی محمد زاہد الہی رحمتہ اللہ کی		
	تو اضع و قنایت۔		۶۳۸
	”میرے پاس علم ہے نہ عمل۔ میری زندگی پر مدنی		
	میں گذر گئی۔“		۶۳۹
(۱۰۷)	جام ربانی حضرت مفتی عبدالقادر صاحب	۱۲۲۲ھ	
	رحمتہ اللہ کے واقعات۔		۶۳۹

نمبر شمار	آئینہ مصباح	تاریخ و حالات	صفحہ نمبر
(۱۰۸)	تواضع و انکساری۔ تواضع و انکساری اور ملائی کا بیکر جسم۔ لوکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صحابہ رحمہ اللہ کے واقعات۔ تواضع و فروتنی۔ بے نفسی۔ کمر نفسی کی ابتدا۔	۱۳۲۳ھ	۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴
(۱۰۹)	شہید ناموس صحابہ حضرت مولانا محمد اعظم طہار شہید رحمہ اللہ کے واقعات۔ بجز و انکسار کا نتیجہ۔۔۔۔۔ اعظم طہار شہید "یہ قدمت میں ہی مرا انجام دیتا ہوں"۔	۱۳۲۳ھ	۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹
(۱۱۰)	مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ کے واقعات عصرانی برحقوں کو کربہا کرتی ہے پانڈ۔ حقیقت کا عظیم بیکر۔	۱۳۲۵ھ	۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ”تَوَاضَعُ وَفَنَاسِیْتُ“

اکابر علماء دیوبند کا ایک ممتاز وصف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، بزرگوں کی دعاؤں اور اللہ محترمہ حضرت اقدس مفتی محمد امجدی صاحب صائق آبادی رحمہ اللہ کی مسرت و مسرت کے غفلت احمدیہ بندہ کو اکابر علماء دیوبند کے مبارک سیر و سوانح اور ان کے پائیز و حالات سے عشق کی حد تک شغف ہے۔ غرض اوقات میں لکھتے کروں پر مشتمل کتب کا مطالعہ میرا دلچسپ ترین مشغلہ ہے۔

نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت سید محمد امجدی صاحب صائق آبادی رحمہ اللہ کی فرمایا کرتے تھے کہ اکابر کے حالات پر جتنے سے دو خانہ سے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) اپنے احوال پر غور نہیں کرتے، یہ سوج کر کہ ان حضرات نے تو بہت کچھ کیا جس ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

(۲) بزرگوں کے حالات پر غور نہیں کرتے، یہ سوج کر کہ ان حضرات نے تو بہت کچھ کیا جس ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ان کی یادوں میں گھومنے کی خوشبو کے مصداق اس میں جو لطف اور سکون نصیب ہوتا ہے وہ اس پر مستزاد۔

علامہ رشیدی رحمہ اللہ کی اشعار آج بزرگوں کے قابل ہیں:

سُهِرَی السُّبْحِ الْعُلُومِ الَّذِیْ

مِنْ دُصْلِ غَانِیَةِ وَ حُلْبِ عَنَاقِ

”علم و سحر کے لیے میرا ان کی کو جاننے تو بصورت و شیر و کے وصل و ملاقات

سے میرے لیے زیادہ لذت ہے“

وَمَعَانِیِ طَرَبِ الْعَلِیِّ غَوِیْصَةِ

اَشْهَى وَ اَخْفَى مِنْ مُدَامَةِ سَاقِی

”اور یہی مشکل مسئلہ ہے جس کے وقت میں ابھی تک مجھے مائی کے چہرہ و ثواب سے تیرا
مجھ سے بہت ہے“

وَصَوَّبُوا أَفْلاٰهِنِیْ عَلٰی اُورَافِہِیْ

”یعنی میں اُورافہ کا، اور اُورافہ

’کھاتہ کے اوراق پر یہ ہے قلم چھینے کی آواز مجھے عشق و محبت سے زیادہ پسند ہے‘

وَالِدِیْ مِنْ مَّغْرِبِیْنَ اَلْعَنَافَةِ لَدَفِہِیْ

مغربی لالہ علی الرحیل عن اُورافہ

نویسہ فری نے اس بارے میں کتبہ لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ اُورافہ کے ورق سے طہر بھانسنے کی
آواز زیادہ دلچسپ اور دلچسپی ہے۔ (امدادیہ اوراق، ص ۸۰)

ملفوظِ اظہار میں اس وقت کے شیعہ محدثین کا یہ حال تھا کہ آپ کی
زندگی بچوں کے لیے تھی۔ ان کی اس بات پر کہ آپ کو اُورافہ سے ہر گز تعلق نہ تھا تو
آپ اس پر حیرت منور ہو کر فرمایا: ”اُورافہ سے ہر گز تعلق نہ تھا تو
واقعتاً میں اس سے تعلق نہ تھا۔“

... خدایا! ان کا چہرہ اور اُورافہ کی باتیں آپ کو ملتی ہیں۔ آپ کو ملتی ہیں یا جیج ہے اور اُورافہ کی باتیں

اور اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔ اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

ایک شخص نے بھی فرشتوں کی ہر بات سن کر

آواز پر تھیں کہ ان کے اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

بھئی میں اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔ اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

اور اس وقت میں یہ اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔ اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

اور اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔ اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

شعر سے، ثراں اور اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

... خدایا! ان کے اُورافہ کی باتیں آپ سے ملتی ہیں۔

بڑی مشکل سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ چید

پھر کہہ کہ اسلام کی "غریب پانچ سو سالہ تاریخ" انور شاہ تھری کی تحریر میں لکھنے سے مراد
ہے ایسا بلند پایہ مہم اور فاضل محض ایسا ہیہ انداز۔

مست اس میں ہوں جو چھوٹے ہے ملک بڑا۔ تب حال ہے پرانے سے حال ہی اچھے ہیں
شرعاً بن دیکھوئے ان جیسے فقیران کی طرف۔ غالب میں بھی جو پہنچتے ہیں بیرون کی طرف
تو اصح و فہمیت کے حسین پیکر انکا ہر دم بندگی تاریخ پختہ سے ان کی
آب زندگی کا سب سے حسین و بقی مورث ہے۔ یہاں پر مئے آفتاب سے علم بھل کے
سندریلے میں جذب کر لیتے تھے وہ خود ان کی توحید و فہمیت ایسا کو بچی ہوئی تھی۔ یہ محاورہ
زبان فراموش ہے کہ پھولوں سے بدی ہوئی شادیں ہمیشہ بھی رہتی ہے لیکن ہر دور سے زمانے
میں اس محاورے کا کبھی متغیر ہوتا ہے اور بدی زندگی میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں ملتا
۔ یہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور انکی شخصیت کا زریں عنوان ہے۔

بالی بلی جی جماعت مولانا محمد الیاس دہلوی صاحب، مرشد نے ایک مرتبہ ارشد فرمایا
میں نے فی دو خصوصیات میں لکھی ہیں جو انہی کا حسن میں ایسا تو مشفق و بہت اور دوسری ہذب و
فہمیت۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مکہ مکرمہ میں ایک دینی بزرگ تھیں پاشا، میں نے پہلے تو ان کی سلطنت کی طرف
سے شہر کے گورنر سے اور پھر عہدہ چھوڑ کر اور پیشی اختیار کر دی ان کی اور پیشی کا بھی
ایک خاص وقت ہے۔ یہ کہ ان کے والد بزرگ اور کانٹن شہر تھے اور مکرمہ میں آج بھی تھے
۔ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں بھی بھی حاضر ہوتے تھے ایک روز
حضرت حاجی صاحب سے شکایت کی کہ میرا بیٹا اور بیٹا اب بڑے حضرت سے کہہ رہے ہیں کہ
کر دو بھی آپ جیسے ہی ہو جانے کا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے میں خود بخود ان کا دل دنیا سے
نہایت گورنری چھوڑ کر دوسری انتہی رکرنی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ میری ان سے

اپنے بزرگوں میں دینی سی بات نہیں اور نظر نہیں آتی۔

ہمارے حضرت والا (حضرت تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت جانی رحمہ اللہ صاحب قدس سرہ سے جھگڑیں اور ان کے مہربان کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہ چیز عطا فرمائی ہے، یعنی حق اس لیے ان کے بعد حسب جائیں ہوتا اور جس میں یہ چیز نہیں تو بھیج دیا کہ اس کا اس مسئلے سے تعلق یا تعلق نہیں ہے یا وہ تعلق بہت سزاوارتہ ہے اور جو اس مسئلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس میں شہ نہیں ہوگا، تعلق نہیں ہوگی، محرمی نہیں ہوگا۔

اپنے (اونچا دیکھنے کا نہیں کوئی شاہ نہیں ہوگا) مجاہد مفتی اعظم (۱۳۳۰ھ، ۱۳۳۱ھ) حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ایک اکثر نے حضرت جانی صاحب سے عرض کیا کہ میں نے طائف میں چھ دن یا دو دن (اگر نماز کے روز نہ ہوں) کے موقع میں جو معمول ہوتا ہے حضرت راہیں میں فرمایا کہ اگر میں راہیں ہوتا تو قمریہ اور اجماع سے روایات کی تائید ہی نہ ہوتی اور یہ بات جو حضرت نے فرمائی اس میں تشوہدت کی ایک شان ہے کیونکہ تشوہدت یہ ہے کہ لازمی شان کا سبب ہے اور تشوہدت میں یازہی اور ہمارے حضرت صاحب ہیں حقیقت اور تشوہدت دونوں سے وہ ان میں دونوں شایع ہیں مگر یہ بھی یازہی اور مشق ہی کو بہت بڑی حقیقت کی ہے (و خود سے حکیم الامت ج ۲ ص ۳۹)۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چاروں تعلیمات قرآنیہ و فروعیہ و فقهیہ میں ہیں حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جانی صاحب سے ایک شیئ مطلق پر مباح ہے اور وہ یہ کہ اپنے آپ کو (اور) چنانچہ اس مسئلے کے قریب افہام و تفہیم کا کلام دیا ہے۔ ان اہل علم و ادب کا یہاں تک کہ یہ علم و فہم نہ پہنچا ہو۔

انسان کا سب سے اعلیٰ مقام بندگی ہے۔

۳۲۔ میں عادی آوارہ سمجھ لاتی ہوں۔ ایک عالم سب نامور لوگوں میں سے تھے۔
 لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآنیت کے صحرا میں آوارہ کی طرح فرما دی تھی اور مجھے قرآنیت کا ورس علق
 فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھروسہ فرمائیے۔ آمین (سوانح اقبال، جلد ۲، ص ۳۲)

[illegible]

حیوانی کے تجربے میں اجداد انڈیا میں بریلی کے زمانہ قریب سے آئے تھے۔

”آئیے! اے حضرات کے قدموں کی زیارت واپس آجات کافرو! بھڑکتے بولیں، ابوغفر میرا کہہ
کسی دیکھتے بھی اچھا ہونا، ثابت نہیں اور میرے پاس آئے وہاں اللہ کا نام نیٹے آئے
میں یہ بتانا چاہتے ہیں“

جانی، اور حکومت کو یوں تہہ بالا نام نہان خطرے میں لانا تھا کہ ان کو قیامت آباد فرما دیتے تھے۔
 ”اور وہ ایسے مصلحتی تھے کہ ان کے لیے کسی نہ کسی کو بے چارہ بنانے کا چاہ تھا، تاکہ ان کے لیے پھیرا
 دیا جاتا ہو کہ ان کے لیے“

امیر بانی حضرت میر تقی میرؒ نے شیعہ اندازِ شعریٰ رسم کیا۔ اپنے ایک معتقد و اہل میں نے فرماتے ہیں: آپ بڑے حسنِ سخن کیا مجموعہ ہے۔ مانتھا اعتقادِ رسالتِ حق ہے، واقعی مجھ کو نہایت شرم ہے میرا اصل قبل اس کے نہیں کہ کوئی مجھ سے توقع کرے۔ نہ کہ تجاربا یا حسنِ سخن اپنا وسیلہ قرار دے چاہتا ہوں اب اس جسدِ طینِ عسلی ہی (میں اپنے بند کے مانتھا اس نے ثمان سے مطالبی معاف کرتا ہوں)۔ سو یہ طریقیہ ہو۔ یہی ہے جس میں ایسا وہ فاش کرے مجھ کو

شعبہ امت لڑنا۔

”ابندہ حضرت مولانا محمد امجد علی دہلوی کا ارشاد ہے

”فرخ چرخ سے پڑا ہوا ہے یہ تیرہ فاکہ چرخ مرکب سے چھل بیٹھا ہے آگے۔“

اور اس سے مراد ہے، مولانا محمد امجد علی دہلوی کا ارشاد ہے، مولانا محمد

”میں ایک سب سے پہلے شخص ہوں جس کا دامن زوال و خرابی سے خالی ہے۔“

زوال کی آغوش میں اس کا ایک موقع ہے، شرم و خوار

”میرے پاس کوئی قوم آخرت میں دلیہ سے خالی ہاتھ جاتا ہوں۔“

حضرت خلیفہ المسیح تیسویں قدس سرہ سے اندھا خان نے جس وقت پیش قدمی پر اپنے دین کی

مظاہرہ سے منہ دوڑا تھا، ان کی اندھا مکتوبیت کی تسلیح کو چھین لیا ہے۔ بالخصوص مسول

کے سپہ سالار میں وہ اپنے تہذیب کی کارناموں کی بدولت و حقائق کے بارے میں صدیقی کے سپہ

سالاروں کے دینا ہوتا تھا۔ تمام ہندو، غلط ہے۔

(۱) فرمایا: مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بقسمت بیچوں کو مجھ کو مجھ سے زیادہ

دینا دیا، ان کوئی، اپنی کوئی نہیں آتا۔

(۲) فرمایا: مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بقسمت بیچوں کو مجھ کو مجھ سے زیادہ

دینا دیا، ان کوئی، اپنی کوئی نہیں آتا۔

اور یہ کافرانی اعمال اپنے آپ سے انھیں بھت ہوں۔ مسلمان قوم اس لئے انھیں بھت ہوں

کہ وہ مسلمان اور مسلمانوں کے لیے ہوتا ہے، مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بقسمت بیچوں کو

مجھ کو مجھ سے زیادہ دینا دیا، ان کوئی، اپنی کوئی نہیں آتا۔

(۳) فرمایا: مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بقسمت بیچوں کو مجھ کو مجھ سے زیادہ

دینا دیا، ان کوئی، اپنی کوئی نہیں آتا۔

(۴) فرمایا: مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بقسمت بیچوں کو مجھ کو مجھ سے زیادہ

دینا دیا، ان کوئی، اپنی کوئی نہیں آتا۔

ہر تعالیٰ نے جب کبھی اسے اپنا رکھا ہے بچے جاتے ہیں۔ فرعون و ہام کو نہیں بچایا ان میں اور اسے طلب کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انہیں محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور یہ وقت نکل دے۔

(۵)۔ ایک مجمع سے مصافحہ کرتے ہوئے بعد فرمایا۔

”میں نے تو ان نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اسنے سرورِ محبت کرتے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و سرخوش بندہ ہو گا۔ اگر ایسا بھی مرحوم ہو تو کیا مجھ کو اور میں جتنا ہوا اتنے کرا سے تم نہ آئے گا اور اللہ میاں سے ستارش کرے مجھکو ورنہ شے نہ اٹھائے گا“۔

مخدوم اہلسنہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب امر قمری رحمہ اللہ فرماتے تھے۔

”اگر میرے محبوب کی کسی غلطی نہ ہو جائے تو کوئی میرے اوپر حقوے بھی نہیں۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا ملاحظہ ہے

”اگر انسان اپنے دوستوں لیکن ہمارے انسانوں کو دیکھا ہے۔ اب کوئی ایسا نہ کر ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں نشان ہوں۔“

جب آپ پر پہلا دل کا دورہ ہوا تو اس موقع پر موجود بعض بزرگوں (حضرت ائمہ عہدہ اعلیٰ عارفی صاحب دھرت و باطن محمد حسن صاحب وغیرہ) سے نہایت ٹیٹھ اور لرزاتی ہوئی آمادہ میں فرمانے لگے۔

”میرے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں۔ میرے پاس کوئی سرمایہ آخرت نہیں ہے۔ میں نے تم پر ہر لمحہ نہیں کیا۔ چند سیو لکیریں کھینچی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی وقیوں کو بخشے تو ان کی رحمت ہے۔“

ایک صاحبِ دل بزرگ نے ان کے مطابق اہم الکلیات حضرت مولانا میاں عبدالحامد صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے اپنے متعلقین و مریدین سے فرماتے۔

”فقیر و امیر بی غیہ از حق و کج کرد جو کہ نہ کھانا“۔

کبھی فرماتے:

”میں کیا ہوں، میرے اندر ماری گئی بھری ہے۔ فی سبغہ“

یہ کہ ”سبغہ“ لحدیث سے مراد ہے مولانا محمد زکریا صاحب، محمد الہ نقوی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو دیتے۔ کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”میرے دکا پر ہے قیصری، صلاحت کی بہت کوشش فرمائی، مگر اسوں کہ کہتے تھے وہاں بہت تھکی میں رکھتے تھے بعد نکالی تو بیچ میں ہی تھکی۔“

حضرت طائی محمد شریف صاحب ملتان اور محمد الہ نقوی صاحب شہرہ تھانوی نور مہندہ مرقدہ کی جانب سے اجازت، بحال فتنہ کی ”بشارت“ کی تھی تو ماضی صاحب نے جواب میں قصداً ”حضرت کے ارشاد و واضح اشارہ شدہ رویہ“ خدا کی قسم اس قاتل ہوں کہ کھنڈی تانی میں بچیک، یا جاؤں اور یہ فتنہ مجھ پر تھوکتے تھوکتے نہ رہا“ اللہم اجعلنا منہم دائمین۔

یٰ اُمّیّۃ تَقْسِمُ لَکَ بِرَبِّہِ یَا خُدَاجِیۡنَا۔ بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اَمِیۡہَا۔

تواضع و فرائیت کے متعلق چند اشعار

تواضع و فرائیت سے متعلق اکابر، بزرگوں سے متعدد اشعار بھی منقول ہیں جنہیں دو آٹھ اپنی اسلامی مجلس و دیگر ترجمانی نشستوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ ملاحظہ کیے من بہت سے ان میں سے چند اشعار کا انتخاب ذیل میں پیش خدمت ہے

(۱) ملا صاحب اپنی اسٹی کو آ کر کچھ مرتبہ پائے

کہ ہاں ناک میں مل نرگل بکھڑا رہتا ہے

(۲) بھانڈو میں نہ تو جو کریم نے حاصل کی

یہ شئی بھی مجھ سے ہے ذوق کرسی پر اترتی ہے

(۳) دار پالائی میں شریوں کا غلام سمجھا

وہی پیچھے کا جو خود کو ماعی دے گا۔

- (۳) مجھے نہ کہ میں عداوت میری خاک بھی ار...
- (۵) یہ دل کی ہے آواز کہ میں یہ بھی نہیں ہوں
اس نہ ہے مجھے نہ کہ میں جو بھی نہیں ہوں۔
- (۶) تو بے فائدہ کا طریقہ نہ لے لو تو اسراچی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور بھی جاتی ہے رون بھی
- (۷) پھوڑ کر اپنی جانی نہ تو اسے اختیار
رجہ مسجد کے منار سے کا ہے کم محراب سے۔
- (۸) ہم نے ہر اونٹنی کو اپنی کر دیا
خاکساری اپنی کام آتی بہت
- (۹) جو عالی طرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں
صراحتی سرنگوں ہو کر پھر آرتی ہے پچاند
- (۱۰) خاکساری نے ہاں اس رفعتوں پر رفعتیں
اس زمیں سے وہو کیا کیا آسمان پیدا ہوئے۔
- (۱۱) خاک میں بھی زحمت نے پڑنے لگے و پناشوں
خاکساری خاک کی جب خاک ساری روٹی۔
- (۱۲) غبارِ دہا ہو کر چشمِ مردم میں گل پایا
نہال خاکساری کو گلا کر ہم نے جل پایا۔
- (۱۳) نہ بھی جھکے من ہوں کی ایسے خیر
رہتے دیکھتے اور واں کے عیب و بھر۔
- پڑی ایسے بیوں پہ نہ نظر
تو کا وہیں کوئی برا نہ رہا۔

(۱۴) میرے بالکل بن فھ جائے نگر

تیری جتنی کاربند ہوں ہوں

تو کہہ اتنا مان کر دے

جی کی جتنی کاربند ہوں ہوں

ہو میں اتنا نال پیدا کر کہ

جو رہے تو نہ ہے

(۱۵) تکبر کا انجی م۔

حضرت مثنیٰ علیہ السلام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عارف برہنہ حضرت امام علیہ السلام

عفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

(حضرت امام صاحب علیہ السلام کو امیر مرہاش قرار دیتے اور فرماتے کہ دنیا و

آخرت کی طرح میں نے دنیا چاہی ہے یعنی یہ کہ جسے کہ جس ایسے لوگوں میں ایسے ہوں۔ اور

عجب و فریبہ اشعار کہتے ہیں میں فانی کی فانی ہے اور کائنات کی صورت ہے وہاں اشعار اس

طرح سے ہیں

نظر نہ کرے یہ میرے سوا کوئی نہیں

میں ہی میں ہوں اس جہوں میں دوسرا کوئی نہیں۔

جب نہ میں میں نہ کی اس مایہ فزاات نے

پھیر دی آ کر پھیری جب حق پر قہار ہے۔

موشت ابوریہ چڑا جو پھو کہ تو جان زار میں

کسٹ لیا۔ عجائبات آیا پھو یک یزید زار میں۔

باقی رجبہ آتیں نکلتی ہیں میں سے کسٹ لے لے

ان کو بھی لے گیا دلف دھکی دھانے کے لیے۔

مرد کی یونوں سے جب آنت گھبرائے گئی

میں کے بدلے تو یہی تو... کی صدا آئے لگی۔

یہ دعویٰ تو مشکل ہے کہ یہ مجموعہ اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، لیکن بہر حال اس میں تقریباً تمام اکابر علم و ادب کے بصیرت افروز اور سبق آموز واقعات جمع کر کے اسے جامع بنانے کی اپنی ہی کوشش ضرور کی گئی ہے۔ مدت خداوندی سے لیا جید ہے کہ کوئی خوش نصیب ان واقعات کا مطالعہ کر کے نہیں اپنی عملی زندگی میں اپنا سناے اور اس کا کچھ حصہ نہ سیاہ کار کو بھی نصیب ہو جائے۔

آفر میں میں اپنی اس حقیر سی طالب علمانہ کاوش کو اس رب العالمین اور ارحم الراحمین کے عظیم دربار میں پیش کرتے ہوئے یہ دعا مست اور لجاجت بھری درخواست کرتا ہوں جس کے پاس دین کی خاطر منت و عبادہ کرنے والوں کی قدر ہے اور وہ اپنے در پر مستکمل عدائی پھیلانے والوں کو کبھی مایوس اور خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتا کہ اپنی شان، مہی و ستاری کا مظاہرہ کرے اور میری تمام عمر عملی و عملی کوتاہیوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے۔ مجھے اور قدامتائیں اس سے خاطر خواہ استفادہ کی توقع نصیب فرمائے۔ آمین برکتک یا ارحم الراحمین۔

معسر

مولوی محمد سعید عظیمی، جامعہ اسلامیہ

۲

میں مفتی و (دریافت) معسر فاروقی (مفتی) معاون ڈیو

۱۴۲۶ھ/۱۹۰۹ء

اسن ذوالکھل حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے

واقعات

(۱)۔ لوٹ پیچھے کی طرف اے مردوش لیا مولا۔

یہ واقعہ مولانا محمد انوار اسلم شیر کوئی صاحب زیہ سجدہ پر پہنچ کر وہ میں تو رہ
فرماتے ہیں۔

مولانا مملوک علی صاحب برے منکر اور ان صاحب عروت و خوش اخلاق ہونے پر وہ
مجتبیٰ پر تیر گھر، عبادت گاہ، مادی و معنویات انسان تھے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس بیت کا
نامزد بن گئے تھے۔ عیسویا سے حضرت مولانا اثری ملی حق توفی رسد اخذ سے انھیں ملاکار
میں ایک واقعہ لکھا ہے جسوقت مولانا صاحب نے "رات مشائخ کا مہفلہ" کے مہفلہ مولانا
استاد مائتبی سے نواسے سے بیان کیا ہے وہ قدر بہت

مولانا مملوک علی صاحب ہمیشہ اعلیٰ آتے اور جاتے جب کا مہفلہ سے
گھڑتے تو باہر مہفلہ پہ گازی اور چور اڑتے آتے۔ مولانا مظفر حسین صاحب اول یہ
چو پختے کہ جانا چاہئے یا کھاوے یا اگر کچھ چکا تو کچھ کچھ نہیں اور تیرن کھانے ہوئے
ہوتے تو تیرہ دیتے کہ میں مہفلہ کا تو مولانا چو پختے کہ کھا ہوا لا دوں یا تیرہ کچھ لا دوں؟
چنانچہ ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ کھا ہوا لا دو اس وقت سے کہ کچھ بڑی کی کھر چکی تھی اسی کو لے آئے
اور فرمایا کہ کھی ہوئی آئیں تھی۔ انہوں (مولانا مملوک علی) نے کہا میں یہی کافی ہے۔ پھر
جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب ان کو تیری ٹکٹ پہنچا دیتے تھے۔ میں
ہمیشہ کا معمول تھا۔ (مولانا محمد حسین ص ۹۷)۔

اللہ اللہ ایسے خدا تھے جگہ جگہ معنی میں انسان کہہ سکتے ہیں۔ واقعات
سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات میں یا ہم یہ نہ خلوص اور محبت تھی۔ کیوں اس دور میں بھی
ایسے انسان مل سکتے ہیں۔ مولانا مظفر حسین کا نہ حسوی کا خلوص اور کھر چکی میں بے اندازہ
محبت اور مولانا مملوک علی سے قبول کر لینے کو پیشانی پر ملی تو کیا ہے حد خندہ پیشانی سے

قبول کر رکھتے پیارے زندگی سے نمونے ہیں۔

۱۔ آج کل تو کوئی کمزور نہ رہا ہے۔ کیا جانتے ہیں وہ کون ہے؟ وہ جس کو امام مملکت سے تعلق نہیں ہے۔ حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں برقی توفی ۱۳۱۳ھ سے۔ دونوں میں بے حد محبت و رابطہ تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی دین کو پیچھے کی طرف جانے اور اس کی یاد دہانی پر غور کرنا۔
 ۳۔ بے نیچگی کی طرف اشارہ کرنا۔ (یہ کتاب قدس مملکت ۱۳۳۳ء)
 (۲)۔ تواضع و انکساری کا حصہ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سعید الدین صاحب زید مجدد مملکت برآمدت اپنے اصنافی بیان میں فرماتے ہیں۔

مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبارک و تعالیٰ کے ایک بزرگ تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد تھے۔ جو یہ افادہ پڑھتے تھے، ایک استاد کے پاس گئے اور اسے بھی پڑھنے کو، استاد نے کمال کو میرے پاس نہیں آتا۔ دوسری مرتبہ کلاس کے اس کے پاس جاتے ایک سال کے بعد وہ بھی کتبہ برقی وقت نہ بنے۔ نہ وہ یہاں نہیں آتا۔ انتہائی دلچسپی کے ساتھ میں حضرت شہداء مبراہین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے عرض کیا کہ کلاس میں پڑھنے کے لیے آیا ہوں لیکن کوئی استاد پڑھانے کے لیے تیار نہیں۔ ایک دوست نے مجھے پڑھانے میں اور پھر کتبہ میں کو تم پر راہ دقت غراب کرنے کو کہا کرو۔ تم کو پھر بھی کسی نہیں تو کیوں خود کو خود ہمارا وقت برباد کرتے ہو۔

شہداء مبراہین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کو میرے پاس آنا۔ شہداء مبراہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت الخو کا صرف ایک سبق پڑھایا کہ اب جس استاد کے پاس جاتا دبا کر پڑھو پڑھائے گا۔ پھر جہاں بھی پڑھنے لگے تو ہر ایک نے کہنا یہ قابل ذی

(۲)۔ سادہ سادگی کی انتہاء۔

انہی مولانا مظفر حسین صاحب کی حدت یہ تھی کہ اشراقی نواز پناذ علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ کچھ بے ہمتی کے ساتھ ان کی دوازار سے چند دکانوں کے سامنے سے گزرتے اور طرہ دیکھ کر ان کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے باتیں کرتے۔ یہی سادہ سادگی تھی جو ان کے وجود میں تھی۔ ان کے حوصلے خردی جاتی تھیں۔ پتہ نہ تھا آپ گھروں سے چند ہاندہ نکلے جاتے اور اس سے اشیاء ضرورت خرید کر لاتے تھے۔

(حوالہ بالا ص ۱۰۰)

(۳)۔ "مولانا رشید احمد صاحب بہت اچھے آدمی ہیں"۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب جب شب منگو سے رام پور چاہے تھے تو حضرت کنکوئی نور الدین مرقدہ نے کھانے کی تو انہی کی حضرت مولانا نے فرمایا کہ دیر ہو جائے گی۔ جو کچھ میں رکھا ہو دیدو۔ حضرت کنکوئی قدس سرہ نے چند ہادی روٹیوں پر ان کی وال رکھ کر دئی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نے ان کو پلیٹ کر اپنی چادر میں باندھ لیا اور وہم پر چاکر فرمایا کہ "مولانا رشید احمد صاحب بہت اچھے آدمی ہیں"۔

(آپ جی حضرت شیخ احمد ریث ص ۲۳۸)

(۴)۔ کھانے میں سادگی۔

حسن العزیز میں تھو ہے کہ مولانا مظفر حسین صاحب کا نمونہ میں ایک بزرگ تھے۔ درویش بھی تھے، زمیندار بھی تھے، مگر ذرا یہ تھا کہ کوئی ان کا عالم نہ سمجھتا ان کے عجیب و غریب معمولات سے کہ ان کے متعلق ان کے قریب دار مولانا مملوک علی صاحب خانووی دہلی کے بہادر علی مددس تھے، دہلی سے، نوت کا بھی راست تھا، کاندھلہ راستہ میں واقع ہوتا ہے، مولانا مظفر حسین صاحب نے ان سے شکایت کی کہ جب بھی آپ آتے ہیں تو بلا میں چلے جاتے ہیں، مولانا مملوک علی صاحب نے فرمایا کہ اگر اصرار نہ کیا جائے مگر نے کافو میں آجایا کروں، اس وقت سبلی میں نہ ہوتا تھا، اس روز سے معمول ہو گیا کہ کاندھلہ سوج

یہاں یہاں تو انہی تمام باتوں پر غور کیا کہ ان کی کوئی چیز کھوئی، جس کا مالک میں نہ تھا۔
 "بھئی، یہ سب تمہیں ہے۔" اظہارِ یکہ کو انہوں نے نہیں بلکہ وہ ان کے سامنے نہ بھی ہونے
 پڑے پچھلے وہاں سے لے کر اس سے بچ کر بھاگ بیٹھا ہوا۔ جب تک کہ وہ لڑتے ہیں، میرے
 ساتھ ہی چلے جاتے ہیں تو میں ان کے ساتھ ہوں کہ تو ان ہی سے ان کے لیے ایک نئے عالم
 بنائی تھا، اس میں سے جب ان کے پاس (۲۳۹)

(۶)۔ بے تکلف اور سدا دوزخ مہر لی۔

[illegible]

نواب مولانا قطب الدین صاحب رحمہ اللہ کی خلافت :

1. نواب صاحب شہزادہ تھیں، صاحب سے یہ ہے، وہ لڑتے مارتے، وہ مالدار تھے، صاحب رحمہ اللہ
 = بڑے بھی بڑے لوگ ہیں سے تھے!

(حضرت امیر شہداء) خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے دارالافتاء اسلامیہ بنانا ہے۔
 جسے خان صاحب افسانہ دین خان صاحب نے۔ کچھ مقدّمات اور مولوی صاحبین سے
 پتہ لیا۔ مقدّمات میں میں تحریری مناظرے ہو رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں جنگل میں
 میری زبان سے یہ کلام نکلا کہ: "اے خداوند صاحب ذی جلال" میں امرِ حق پر

”وہی نہ میرے حسین صہ۔ آپ اپنا شہ نہ چھوڑیں تو بھلا امت چاہے۔ میری اس بات کو کسی نے غائب قلب نہ دینی۔ خداوند سب تکہ بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ سو وہی نہ ہر حسین صہ۔ سب تو میں سرور بخش ہوتے۔ نظر جواب صاحب پر یہ اثر ہو کہ جہاں میں نصیر ابوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور انکرمیرے پاؤں پر خود مذاق دیا اور پاؤں کیلوں سے۔ اور روئے لک (ایسا تھا ہے کہ اسی لکنت کی)۔ ایسے بڑے کپڑے سب میں نہ لکنت کے لکنتا ہیئت سے منظر ہوتے ہیں۔ (شرف علی) اور فرمایا

”مولوی! جس قدر میری زیادتی نہ قدمائے ولایت تمہیچے یہ بتا دو، میں منت کام ہوں اور مجھ سے بڑا اس کے کچھ نہیں نہیں پر ایک جسمت پولوں بڑا میں نے جھوٹ دیا۔ (اور میں جس جسمت میں نے اسی دن والا تھا) (یہ کہ اس میں کسی کچھ نہ تھا اس سے ایسا کہ قلم جو چاہے گا۔) (شرف علی) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بڑا کلمہ ہیں میری یہ مجال کو میں اسکی ستانی کرتا۔ آپ سے کسی نے خدا کہا ہے۔ غرض میں نے بے شکلی ہی کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک رو بھی دوتے رہے۔ نور میں بھی روتا رہا۔

یہ قدم بیان کر کے اسیر خاں صہ سب نے فرمایا کہ سب ولایت نے یہ قصہ بیان کر دیا اس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو پڑے تھے۔ (ذرا ان حالات میں ص ۳۳)

تجید اراستہ امام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے واقعات
(۱)۔ ”ساوٹی اور کسر لکھی“

حضرت مولانا محمد یاقوب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں

بہت خوش مزاج اور عہد اخلاق تھے۔ مزاجی چھائی پہنہ تھا اور اولیٰ مر سے ملی اللہ تعالیٰ نے یہ بات علامت فرمائی تھی کہ اسے سزا مست۔ ہے۔ اس سے ہر کسی کو چاہئے کہ اسے صحت نہ دے تا کہ اللہ کے مال سے جلا ہو یہ کسی واطاع ہوتی ہے۔ آپ کہتے۔ یہاں تک کہ اگر بیمار بھی ہو جے تب بھی شدت کے وقت کسی نے جان اپنی تو جان لیا ورنہ خبر بھی نہ ہوتی اور دوا نہ لے تو کہناں۔

حضرت مولانا احمد علی محدث بہار پورفی رحمہ اللہ غیب نے پچاس لکھ (مصحح) میں
 دہائی کا مکیا کرتے تھے ہر قریب یہ طریقہ رہا کہ دُک موادی صاحب کہہ کر پھرتے ہیں اور آپ
 ہوتے نہیں کوئی کام نیکر پکارا تو خوش ہوتے۔ تھکیم سے نہایت فہم ہوتے۔ یہ تکلف ہر کسی
 سے رہتا۔ ہوشیار و مرید ہوتے۔ ان سے دوستوں کی خیریں رہتے۔ ملازمین و خلق خاص یا
 نہایت پھنک دیتے۔

ایک دن آپ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا اور اپنی بیعت کو یہ نہایت میں
 مانا کہ بوقت بھی نہ جانتا۔

میں (مولانا محمد یعقوب) کہتا ہوں کہ اس شہادت پر بھی نہیں لیا جاتا۔ جو کلمات تھے وہ
 اس قدر تھے کیا ان میں سے غایب ہوئے اور فریب کو خطاب میں ملا۔ یہ اپنے کہنا اور کھانا
 سند بھی نہ جانتے کسی سے حوالے فرماتے۔ بخوبی پرانا مکتبہ درمہم لکھا تو دربار اولیٰ است
 سے بھی لکھواتے۔ آخر وہ اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پر حاضری تھے۔ وہ غیب بھی نہ کہتے۔ جناب
 مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم کا نہ بلوی (جو اس آخری زمانے میں قادیان کے مسوز تھے)
 نے ان سے ملا سلوایا اور خود بھی بیٹہ کر سنا اور بہت خوش ہوئے۔

(میں بڑے مسلمان شمس الدین کوالہ حوالہ عمری مزارنا محمد قاسم ص ۹۸)

(۲)۔ "موسلوایت کی قید نہ ہوتی تو قہر کی مٹا کہ کتبہ کا ٹھکی پتہ نہ چھتا"۔

حضرت اقدس مفتی محمد تقی صاحب مدظلہ نے مجھ کو تحریر فرماتے ہیں

بانی دارالعلوم دیوبند زید الدین صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب پورفی رحمہ اللہ یہ علوم سے
 بخوبی آگاہ تھے۔ ان کی تصانیف آپ حیات وقت پر اپنی تمام انصاف اور مباحثہ
 شاہ جہاں اور دیوبند ان کے تمام بلند کائنات ہوتے ہیں۔ ان میں بعض تصانیف تو یہی
 ہیں کہ انہیں جیسے جیسے ملے۔ ان کی تھک میں نہیں آتھی۔ یہ کہنے کے لئے ہم عصر بزرگ حضرت مولانا
 محمد یعقوب خان پورفی کا یہ جملہ اور اظہار میں مہربان تھے کہ میں نے آپ حیات کا چھ مہینہ
 ملا دیا ہے اب وہ باقی ہے جو کچھ میں نے

۱۔ محرم ۱۰۸۵ھ میں ان کے شوق میں ان کی موت واقع ہو گئی تھی۔

کتاب مجمع البحرین میں ان کی قوتی ان کی قریب بیسی کچھ جگہیں مذکور ہیں اور ان کے
تورہ فاضل کی مشاہیر میں ان کی ذرا کثرت ہوئی ہے۔ ان کے لیے مستفید ہونے سے غور و جدت
کرنا ضروری ہے۔ ان کی دیوان میں جو بیانیہ کتب ہیں ان میں سے ایک ہے جامعہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور اس میں
آٹھ سو و تیرہ ہیں جو بیانیہ مشاہیر میں سے ہیں۔ (۱) اور ان کے آثار میں ۲۶ ج (۲)
ایک سو و تیرہ ہیں۔ (۳) بعد ان کے بعد ان کے مقاصد کا نسخہ ہو جو محمد بن فضل
کا نام ہے۔ یہ نسخہ موجود ہے۔ (۴) ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۵) ہے

ان کی طرح صوفیوں میں یہ ناموں کی طرف سے معروف ہے۔ ان کی جامعہ پر کچھ ہوا ہے اس
کی یہ کتب ہیں۔ ان کی مشاہیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۶) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۷) ہے

پہلے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۸) ہے
ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۹) ہے

ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۰) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۱) ہے
(۱۲) ہے ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۳) ہے

ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۴) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۵) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۶) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۷) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۸) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۱۹) ہے
ان کی تفسیر میں سے ایک ہے ان کے آثار میں سے ایک ہے ان کی تفسیر۔ (۲۰) ہے

(۶)۔ ”ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے۔“

حضرت کانوٹوی رحمۃ اللہ علیہ ہم وقت ایک شبہہ پہنچے۔ سب سے پہلے وہ معلوم کر سہا کرتے تھے کہ ان کی شخصیات کیا تھیں۔ یہ پہچان کر ہی ان میں ملوث تھا کہ اس وقت پر۔ علامہ جوں و حسب متوجہ رہا کرتے پر آجہائیں تو بڑوں نے ان کے اہانت کئے تو ان میں انہیں سرائی اور تفریق کا یہ حال تھا کہ تہہ نہ پہنچے ہوئے مسجد میں جھاروا سے رہے ہیں۔

پونہ آپ نے انگلیوں کے خلاف جیو کیا، انگریزوں کی طرف سے آپ کی اراکری کا سبب باری ہو گیا، چنانچہ ایک آدمی ان کو گرفتار کرنے کے لیے آیا۔ کسی نے جاکر وہ عین بیٹھ ہی مسجد میں، سب سے پہلے انھیں مسجد میں پہنچا تو ان کے بعد ان ایک آدمی نے ان کو لے لیا، چلے ہوئے مسجد میں پہلے وہ۔ بابا صاحب پونہ دارت سے اندر یہ ملے ہوئے تھے۔ ”مولا محمد قاسم کانوٹوی نور قادریا بابا“۔ اس لیے جو شخص رشتہ کرنے آیا تھا وہ یہ سمجھ کر یہ تو جیسے تھے اندر طلبوں پر سے علامہ ہو گئے جنہوں نے اتنی بڑی تحریف کی تو امت کی ہے اس کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ صاحب جو مسجد میں جھاروا سے رہے ہیں یہی مولا محمد قاسم صاحب ہیں بلکہ وہ سمجھا کہ یہ شخص مسجد کا نام ہے۔ چنانچہ اس شخص نے انہیں سے پوچھا کہ ”مولا محمد قاسم صاحب کہاں ہیں؟“ حضرت مولا کا نام معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خلاف دارت لگا رہا ہے اس لیے بچھڑا بھی ضروری ہے اور بات بھی نہیں ہونا اس لیے آپ جس جگہ کھڑے تھے وہاں سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے، پھر دوبارہ یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے۔“

چنانچہ وہ وہیں تھیں۔ تبہ یہی کہ پہلے تو مسجد میں تھے لیکن اب مولا انہیں ہیں۔ بہت بچہ وہ شخص حاشا رہا، مولا انہیں چلا گیا۔

اور حضرت مولا محمد قاسم کانوٹوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”مولا نور و نور علیہ السلام کی بات مولا قاسم کے نام پر نہ ہوئی تو وہ دنیا کو پتہ بھی نہ چلتا کہ قاسم کہاں پیدا ہوا، کہاں مر گیا۔ اس طرح کی بات نے ساتھ زندگی گزار لی۔ (اصلاحی خطبات جلد ۱ ص ۳۸ تا ۳۹)“

(۵)۔ "حضرت نانوتوی کی شانِ اخفاء"

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ باقی دارالعلوم دہلی ہند کی سادگی کا یہ عام تذکرہ
ان لفظ کا یہ جامہ پہنتے، ایک نانوتوی لکڑی کواہوں کی طرح کا تھا جسے چمکندہ سے پر چلتے تھے
کئی دن بچوں میں ہاتھی نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی۔ شانِ وقار کا یہ جامہ
تھ، علم و خدمت میں ستمی اور چنگی شان تھی۔

ایک دفعہ حضرت نانوتوی آپس میں تشریف لے گئے، تقریر فرمائی، حرکت کرنا
تو برقی ٹمرا پانا نہ ملتا تو ہونے لگا۔ تقریر کے بعد لوگوں نے انہیں سے مولانا محمد قاسم
رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرے۔ نکلے تو فرمایا "اے بھائی! ہاں! افسوس اور نماز
کے ساتھ جاتا ہے۔"

تو یہ بدگوار تھے۔ اس لیے اور علوم و بیہ سے یہ بھی شانِ اخفاء۔ (دہلی علم کی زندگی ص ۳۰۰)
(۱)۔ "بھائی جی! آج کل بازار جاتا نہیں ہوا۔۔۔"

ایک بار حضرت نانوتوی جاتا ہے تھے، ایک جوتا بنے ہوئے سادگی کے جامہ
تو کچھ لڑکے آپ سے پوچھا "صوفی بن، آج کل موت کا یہ جوتا بنے۔" حضرت نے فوراً
بھی ناگوار ہوئے، انہوں نے بغیر لڑکے کے بھائی! آج بازار جاتا نہیں ہوا اس لیے معلوم نہیں
کون کیا ہوئے۔ (امامی مضمین ص ۱۵۵)

(۲)۔ "وہ مجھے صاب نہال بچھ لڑا، جس نے میرا اپنے اندر کوئی صاب نہیں پاتا۔"
خان صاحب نے فرمایا کہ ان کی مولوی امیر ندیم صاحب (حضرت نانوتوی
نے بہت ہی بے تکلف تھے) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پوچھنے سے مولانا کی چلی آئی اور پوچھی
سہرا پیر ہوا اور تھوڑے عرصے میں نے کہا "اے قاسم! تو کیوں نہیں جاتا۔" تو فرمایا کہ وہ
جس صاحب کے پاس سمجھ لڑا، جس میں اور انی ملا۔ یہ وہ پوچھی وہ وہ۔ یہ دیتے ہیں میرا اپنے اندر
میں نانوتوی صاحب نہیں پاتا، پھر میں بچا چاؤں۔"

میر نے بہت امیرانہ کمر نہیں مائے۔ (ص ۱۵۹)

(۱۳)۔ ”شان و شکست“۔

ایک طالب علم نے حضرت مولانا کو فوجی کی موت کی آپ نے فرمایا کہ ایک شخص منہ پر ہے کہ خود کچھ مرگ چکا تھا جس میں جو قبیلہ رہا وہاں مقرر ہیں۔ یہی نہیں کہہ رہا ہے۔ اس نے منہ پر لیا۔ یہ ہے شان و شکست اور غرور و فخر ہے اور جوئی کو اتار دینا اچھا ہے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو ماننے والے تھے (اسلوب کے حیرت انگیز واقعہ ص ۴۴)۔

(۱۴)۔ ”خدا میں خدمت“۔

ایک دفعہ ایک درویش حضرت مولانا کی خدمت میں درویشی کا امتحان لینے کے واسطے مرے گئے۔ بہت کھڑا۔ اور غلام بھی ساتھ لے گئے حضرت نے اس کی خدمت کی۔ شاد و مسرت ہوئے۔ اور اس اور غلاموں کو اپنے ہاتھ سے اسی شان کے زخموں میں لٹکا کر کھایا جیسے برتنوں میں کھا دیتے تھے۔

اور دیش حضرت کا اعداد و نقص کچھ گرا آپ کے کمان کے فائل ہو گئے۔ (ص ۴۶)۔
(۱۵)۔ ”کھانے میں تواضع“۔

حضرت مولانا کی پہنے طاہم نے زمانے میں مکان میں تہا ایک جلد بے تھے مولانا بھی پکوانے تھے تو ان کی اقد تک کھا لیتے تھے (ص ۴۹)۔

(۱۶)۔ ”ارے! کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قائل امامت نہیں رہا؟“

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دہلی تھریف رکھتے تھے اور ان کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امرودی اور شاہ خان صاحب بھی تھے۔ شب کو جب سونے کے لیے لیئے تو ان دونوں کے چار پائی ڈراما لٹکے کو بچھائی اور باتیں کرنے لگے۔ امیر شاہ خان صاحب نے مولانا صاحب سے کہا کہ کبھی کی گرا ایک برق وانی مسجد میں چل کر پڑھیں گے۔ مولانا صاحب نے قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ مولانا صاحب نے کہا کہ ”ارے! پھان جابل!“ (تو اس میں بے تکلفی بہت تھی) ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور تو ہم سے مولانا (مولانا کوئی) کی تکفیر نہ رہے۔ مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا: ”امیر حسن!“

میں تو سمجھا تھا کہ تو کچھ پڑھ لکھ ہے مگر باہل ہی رہا، پھر دوسروں کو باہل کہتا ہے، مارے! کیا قاسم کی عقیقہ سے وہ قاضی امامت نہیں رہا؟ میں تو اس سے اس کی ویداد ہی کا معتقد ہو گیا، اس نے میری کوئی ایسی بات سنی ہوگی جس کی وجہ سے میری عقیقہ، واجب تھی کہ روایت حدیث پہنچی ہو تو وہ روایت پر لازم ہے، بقہ اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔“ عرض یہ کہ منج کی نماز مسلمانانے اس کے پیچھے پڑھی۔

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جن کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا، ان حضرات کی عجیب و غریب شان تھی۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۱، ص ۳۹۴)

(۷۱)۔ ”یہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھ دیا۔“

مولانا امراء سے بہت بھراتے تھے اور کسی امیر سے ملاقات کا موقع نہ آنے دیتے تھے۔ ”خود“ کے ایک رئیس برسوں سے شناسا تھے کہ میرے گھر پر ایک دفعہ حضرت والا آجائیں مگر وہ کامیاب نہ ہوتے تھے، اتفاق سے جنگ دوم دروہن چھڑ گئی اور حضرت نے ترکوں کی اعانت کے لیے ہندوئی تحریک شروع کی جو اس زمانہ میں ”مطلانی چندہ“ کے نام سے معروف ہوئی۔ ان رئیس صاحب کے لیے پندرہ سو روپے موقع ہاتھ لگ گیا، انہوں نے سمجھوایا کہ اگر حضرت والا ان کے گھر تشریف لا کر وعظ فرمائیں تو وہ مطلانی چندہ میں دس ہزار روپیہ دیں گے۔ حضرت نے منظور فرمایا اور ان کے یہاں وعظ فرمایا، انہوں نے حسب وعدہ دس ہزار روپے پیش کیے، شرم گھس پر حضرت اسے تو جمع بھی اٹھا، دروہنوں میں حضرت کی سہائی کے بارے میں کہہ دینی، دینی اور روکھو نے لگی، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت کو اپنے گھر لے جا کر مہمان بنادیں، لوگ تو اس جھگڑے اور بحث میں سرگرداں تھے اور حضرت اسی اجماع میں آہستہ سے گل کر داند ہو گئے۔ مغرب کا وقت آچکا تھا، انہوں نے والی تھی، حضرت والا شہر کے کنارے ایک غیر معروف مسجد میں پہنچے۔ وہاں اتفاق سے امام مسجد تھا، لوگوں میں تشریف ہوئی کہ نماز کون پڑھائے، ایک دوسرے پر ٹال تھا، چند ایک نے حضرت سے کہا کہ بھائی! تم ہی نماز پڑھاؤ (یہ لوگ حضرت کو پہچانتے نہ تھے) مگر

ہو گئے اور صاحب دیوبند پہنچے اور مولانا کا قیام مولانا کو، انہیں سے صاحب کے مکان پر تھا صاحب
 مکان غفر بنی بچا جس قدمہ گھبرا گیا تو میں چند قدم آگے بڑھ کر مولانا کے پاس پہلے پہنچ گیا مولانا
 کا ہنس اس وقت یہ قصہ پر مینا اور پھنسا ہوا تھا۔ تھا جس میں یہ ہے چاہے ہوئے تھے اور
 چونکہ سردی کا زمانہ تھا اس لئے ایک دھوڑ کی ٹیلی لگی ہوا سردی پہننے ہوئے تھے جس میں بند
 تھے ہوئے تھے اور پیچھے نہ کرنا تھا (کہنا چاہتے ہی نہ تھے) اور نہ نگرہ تھا اور ایک رزائی
 اوڑھتے تھے جو ٹیلی لگی تھی۔ اور جس میں موٹی سی ٹوٹ گئی ہوئی تھی اور چھٹی ہوئی تھی اور کہیں
 تھی اور کہیں بالکل اڑی ہوئی تھی۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور حکیم صاحب نے آگے کی
 اطلاع کی۔ میں تعارف کے رشتہ راجہ کا اسٹے میں حکیم صاحب بھی آئے اس وقت مجلس کا یہ
 رئیس تو کہ دروازہ کے سامنے موڑی والا تھا وہی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے برابر
 میں غفر گھر سے ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے اور مولانا نے غفر کو چار پانی سے کمر کا
 پیہہ دے گئے تھے اور ان کے برابر میں دیوبند کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے دیوبند بھی
 حرم پہننے ہوئے تھے اور ذرا علمی بھی شہنشاہ تھی۔ جب حکیم صاحب نے سلام کیا صاحب پہنچے تو صاحب
 لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے حکیم صاحب مولانا سے بولے میں اب شہنشاہ
 انہوں سے مصافحہ کرتے رہے مگر مولانا کی طرف متوجہ نہ ہوئے، میں نے یہ کہہ کر مولانا
 میں آؤ مولانا سے مصافحہ کر کے وہ یہ بیٹھ گئے۔ طویل گفتگو ان میں لگاتار چلتی رہی
 صاحب حضرت مولانا کی قاضی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ (ص ۲۳۵)

(۱۹)۔ "قوت عشق کے نزدیک سنگ و گل برابر ہے۔"

حکیم منصور علی صاحب اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے سفر
 میں میں حضرت کے سر کا پتہ تھا۔ قہر خواہ جو عجیب نظروں کے مالک تھے وہ مولانا کو نہ مانے
 اپنے نظموں اور کتب میں دیوبند اور پانچویں چاروں مانا۔ میں نے ان کی ایک دیکھی
 اپنی جوتیاں اندر کر کے کچھ ہمارا مولانا مرحوم چلائے اور کیا۔ اس قدر تعزیریں پاؤں میں
 چبھتی تھیں کہ تحمل نہ ہو سکا آخر جوتا پہن کر چلنے لگا جو کنگریاں ایک پھان نو جوان کے پاؤں

اُس نے کائنات آیا تو آپ پہنچ نہ سکی، وہ نہ دیکھ سکا، نہ حال میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں کی
 صاحب نے ساری ۵۰ روپیہ بھی نہیں یہ ساری کا کچھ نہ رہا پونے چھ۔ ہم حال اس کے
 نہ پچھتے تھے، اُس یار، چھوٹا بھی لگا۔ اس کے بعد اس پر جس پٹے سے تو اس وقت بھی
 اس نے ساری کا کوئی اعلیٰ نہیں دیا، غلامانہ یہ غلط ہے کیا کہ بہت مارے آسمان کی کھڑکی
 بن۔ غلط سے کہو اُسے کہ غلط ہے یہ کچھ آٹھ کے لئے لیتے جاؤں۔ اس لئے
 بد سے کہتے سوچا کہ کئی اور جاتا ہے اور ساری کا کوئی اعلیٰ بھی نہیں ہے، میرے اتنی بڑی
 کھڑکی نہیں جاسکے کہ کئی اور جاتا ہے۔ انا خود یہی امر دوانے سے قبول فرما لی
 اور اچھ کر چل، میرے صاحب ساری خریدا لائے بھی کتابچہ وغیرہ نہیں، چند ادب جیسی زندگی
 گزار لی، اب اس غلطی کو بھی آئندہ باتوں میں اٹھاتے، کبھی اور۔ باتوں میں اٹھاتے
 پہلے یہاں پہنچا، یہاں تک کہ دب جو بند قریب آئے لگا تو اب انوں باتوں تک نہ چوہ
 ہوتے، ان میں باتوں میں جیسی بات باتوں میں ممکن دآخر کار اس کھڑکی کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھ
 لیا، دب سر پر رکھا تو باتوں کو کچھ اور اہم باتوں فرماتے تھے، "میں بھی عجیب آدمی ہیں پیسہ خیال
 نہیں آیا کہ اس کھڑکی کو سر پر رکھوں، دور سے اتنی اکیس لکھ پانی چلتی، اور اب میرا اس
 حالت میں جو بند میں داخل ہوا ہے یہاں۔ کہ سر پر آسمان کی کھڑکی ہے، دب رستے
 میں بڑا لوگ ہوا لوگ ملے، وہ آپ معلوم کر رہے ہیں، تو آپ سے کچھ نہ کر رہے ہیں، اب آپ
 نے ایک باتوں سے کھڑکی سنبھالی ہوئی ہے اور ایک باتوں سے مسلمان کر رہے ہیں، اسی حالت
 میں آپ اپنے گھر پہنچ گئے اور آپ کو یہ خوف ہو رہا ہے کہ یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کاسر ہے سر ہے
 کے خلاف ہے اور میرے سر ہے سے فرات ہے۔ ہر حال اس کی کسی گھر کا منوا ہے سر ہے
 سے فرات نہ سمجھے۔ یہ نہ تو شیعہ کی امامت۔ (بحوالہ باب ۳۳)

(۳) "بس اب تو گمشوہ آ کے ہی کپڑے بدل کریں گے۔"

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب، فتویٰ دس اللہ جب نکلوا تھے تو
 دس ہزار چھ سات تھے۔ کیونکہ وہ لکھتے تھے مکتوبی دس اللہ کے استاد زادو تھے اس وقت

ان حضرات کو اب آنکلیں سامونڈی ہیں وہ حضرات سب کچھ تھے، اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے اور انکے یہ جانتے تھے کہ کچھ نہیں اور اپنے کو سب کچھ سمجھتے ہوئے ہیں اور انے تھی ہیں کہ دوسرے بھی بھوکے تھے انھیں۔ اسی کی ایک شاخ یہ عرض ہے جو عام ہوائی طرح پھیلا ہے کہ اپنے لیے چورے القاب تجویز ہونے لگے، کوئی "امام الغفر" کہلاتے ہیں، کوئی "امام واثقیت" کہلاتے ہیں، کوئی "امام احمد" کہلاتے ہیں، کوئی "شیخ الحدیث"۔ یہ سب کئی قصا سے ناشی (پیدا ہوئے) ہیں۔ ایک عقب بن میں پرانا ہے "شیخ الاسلام" یہ تو ان کو نہیں ہوتا اور ان کے علاوہ سب میں وہی جدت کی جھلک ہے، مجھے تو سن کر وحشت ہوتی ہے کہ اللہ! یکدم کایا پلٹ ہو گئی، کس قدر زبردست انقلاب ہوا ہے اور یہ اس قدر بعدی انقلاب ان تحریکات کے اثر سے ہو کر انقلاب ہونے لگے۔ لیکن ابھی ایک اقلیت کی ضرورت ہو کر رہتی تھی، ہم نے تو یہ دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ یہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میں اوجھڑا ہوں اور میں نے ان دونوں سے کسی سرت کچا کہ بھائی بھگتو بھی کچھ بتا دو مگر دونوں نے نکل۔ سے کام لیا۔ مراد دونوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب: فوتی رحمہ اللہ یہ اور حضرت مولانا شاکر علی رحمہ اللہ علیہ ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ ان میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ دونوں تو بالدیوں (یعنی سونٹکی چرنے والوں) کو ایسا بنا دیا جیسے یہ دونوں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ میں اوجھڑا ہی مر جاؤں گا۔

اپنے مظلوم ہمارے مریدوں کے سامنے یہ بات۔ اس بے نفسی کو ظاہر کیجئے۔ اس کے بعد اتفاق سے مکہ معظمہ کا سفر ہوا اور حضرت (حاجی صاحب رحمہ اللہ) کی خدمت میں پچاس بجھائی۔ (مخطوطات جمعہ ۱۱ ص ۱۸۴)

(۵) گدھے پر سوار ہو کر اسی پر کتابیں رکھ کر انوثہ کو چل دیئے:

حضرت قاضی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے متعلق یہ قول نقل فرمایا کہ "ہر شخص میں کچھ نہ کچھ ہفتی روک

نہیں "الہامی مذہب کے لئے جس ۱۳۸

بعض اہل مول کا حکم دیتے ہیں کہ سب سے پہلے پر سوال ہو کہ اور اسی پر کتابیں لکھ کر ان کو پیش
دیتے ہیں ۱۰ یہ کتابیں پہلے ۱۳۸۹

(۶) غلطی کا اعتراف :-

ایک غلطی کا اعتراف ہمیں پیش کش کی کوئی گزرتا ہے۔ یہ غلطی کی تاہم اور اس پر اسرار عام
ہے اور یہ بحث کی علامت ہے۔ یہاں پر وہ وسیع انقلاب نہیں ہے جو اپنی غلطی کا اقرار کرنا
اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ مجھے نہیں آتی۔ انگریزی سمجھ میں
نہیں آتا تو وہاں جاتے انہیں کہتا ہوں کہ وہ انکے جو حالات میں تھے وہاں ہے وہیں حالت
اساتو کہتے ہیں کہ میں سمجھی ہو چکا ہے تو یہاں جاتے ہیں۔ یہ پڑھنے کا شوق تھا
میں صاحب کو کہی تو ان کے ساتھ چلے گئے اور اس پر مسلسل اسرار کا جواب دیا۔

اب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بارے میں صاحب نے جو متعلق
مواضع نو کی زبان پر لکھے ہیں وہ جانتے ہیں

"شم وادوں میں یہ حادثہ نہیں کہ اپنی غلطی کا اقرار کریں، گاؤں والے چارے
اپنی غلطی کا اقرار کر رہے ہیں، شہر والے تو اس غلطی کو دیتے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب
میں یہ بات لکھی کہ جتنی سے طالب علم نے "گروہ غلطی" دیکھی تو فوراً اقرار کر لیا کہ
ہاں ابھائی میری غلطی تھی۔ مولانا ۱۵۰۰ سے ۱۵۰۰ تک ہر سین کے پاس کتاب لے کر جاتے تھے
اور ہوجاتے تھے میں نہ تو جانتی اس کو چھوڑ لیتے تھے" (ایضاً ص ۴۳۹-۴۴۰)

(۷) سر اپنا مجھ کو اگسار _____ اپنے سبوتاہ کے آئینہ میں :-

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تہا سزا زندگی از مرزا چاند گھڑا اگسار تھی۔

صحیح معنی میں سزا کہ وہ نہ تعانی تک پہنچنے میں جبر و جوت سے تڑپ رہا ہے اور خود ہی وہ سزا
ہوئی اور جیت ہے۔ یہ خود ہی شیطانی خودی ہے نہ کہ حلاوت الہی کی خودی جو حلاوت الہی کی ہے
مولانا کے قلم سے جانتا جا رہی ہے۔ یہ مختلف اعتبارات میں اپنے مرید شیخ محمد قاسم کو سمجھتے

دور سے بڑے کوسے یعنی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قسم صاحب اور مولانا رفیع الدین صاحب کی طرف اشارہ دیا۔ یہ ہیں کہ ان سے آنکر ملنے میں فائدہ ہوگا۔ دروہدین کی رہنمائی، سامانِ سفر، انہی اور کارکنان کی میں حرق و قریح واقعہ ہونے کی صورت میں آنے کو منع نہیں فرمایا۔ یہ بہترین نذرانی۔

یہ اصولی کتاب میں آپ مجلس مرید و لکھتے ہیں:

"اوقاتِ یہ دانی میں اس روایہ کو دعائے خاتمہ بخیر سے یاد کرنا، عمر سب پر کارآمد

نی، پختہ آفر کیا ہو" (نصاب میں ۷۷)

ایک اور جگہ میں یہک مرید۔ سائنس آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ لکھتے ہیں:

اور اپنے محققوں میں اور والدین کی خدمت میں جی رہتا بہتر ہے۔ سفر کا ارادہ مت کر۔ خاص کر اس روایہ سے ملنے کے ارادے سے کہ حسب ضرورت تمہارے پوچھنے کی ضرورت سے کچھ اوقات بیک وقت جواب لکھ بھیجنا ہوں ورنہ باللہ و تعالیٰ کہ حال میرا نہایت اہم سے اکثر صحبت نہیں۔ خدا کا یہ کہ ہو کہ کچھ تمہیں سن سنا لائق کے پاس رہنے سے کوئی ضرر ہو اور خدا کے تعالیٰ جو کچھ موجود ہے اور اپنے یاد کرانے والے کے قریب۔ تم ہی حالت پر امتداد مت کرو۔ (نصاب میں ۱۰۹)

(نصاب میں ۳۳، ۳۴، ۳۵)

(۸) استدعائے حسن خاتمہ:

"اگر کچھ بھلائی و مسرتوں کے سچے کیا رنگ ناویں اور کس طوع جلاویں، سوائے اللہ اور اللہ تعالیٰ چارو ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر اور۔ مائدہ کے حق میں، اعلیٰ کچھ کر اللہ تعالیٰ ایسے قائل و قائل، بارود و کار و کار و ایمان سلامت لیاویں۔ آمین" (نصاب میں ۳۳، ۳۴، ۳۵)

(۹) "وہ علم میں مجھے کمال نہ عمل میں خوبی۔"

"اپنے مزاج و قسم کو اس کا کار و کار و درہ ندولی طرف حسن ظن ہے، میں بچاؤ کہیں

بزرگوں کے واقعات کی تحریر کہاں؟ اسے اپنے قدر خود بخواس "نہ وہ کا حال ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا کہ "عیش طہ طیب و عیش طیب ملا" و عیش ہر دو چچہ و عیش چچہ ہر دو " نہ عیش میں کمال عیش میں ہو گیا۔ (مکتوب ص ۳۳۳ ص ۸۰) (ایضاً ص ۳۳۳)

حضرت مولانا محمود یونیدی رحمہ اللہ کی تواضع و سادگی

شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجید مہم پر فرماتے ہیں:

دارالعلوم کی پارٹ میں یہ جملہ بہت معروف ہے کہ دارالعلوم کی ابتدا اور ولایت بزرگوں سے ہوئی جن دونوں کا نام محمود تھا اور دونوں قصیدہ یونیدی کے باشندے تھے۔ ان میں شاکر و تودہ محمود تھے جو شیخ لہندہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے اور استاد حضرت مولانا محمود صاحب تھے۔ راقم اعروف کے ہجرت حضرت مولانا محمود حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابن جبر رحمۃ اللہ علیہ پر جو حاشیہ حضرت شاد و عبدالحق صاحب مدظلہ و دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپا ہوا ہے اس کا بڑا حصہ حضرت شاکر عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کھوایا ہے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ طلباء نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ جب یہ تمہی کہ علم کے دعوے دار نامہ محمود کی خواہشات سے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ خصلت بزرگ کو ایسا پاک رکھا تھا کہ عام آدمی کو یہ پہچاننا بھی مشکل تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہیں۔

اپنا مہر علیہ سودا سلف اور گوشت ترکا رشی خود و زار سے فریہ کھاتے اور گھر میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتے تھے مگر علوم کے استغناء اور حفظ کا عالم یہ تھا کہ راقم کے ہجرت حضرت مولانا عمر نبین صاحب کی ایک بڑے کتاب (جو غالباً مطلقاً اصول فقہ کی کتاب تھی) اتفاقاً دہریہ سے روٹی تھی، انہیں یہ قرعہ کی دودھ و حدیث شروع ہونے سے پہلے یہ کتاب پوری ہو جائے چنانچہ انہوں نے مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوقات دہریہ کے علاوہ بھی میرے تمام اوقات اسباق سے بھرے ہوئے ہیں صرف ایک وقت ہے کہ جب میں گھر کا گوشت ترکا رشی لینے

کے لیے بازار چاکا ہوں، یہ وقت خلیہ کنہ رہا ہے، تم سب مجھ کو بہاؤ تو اس وقت میں ملے
چچہ بولے گا۔ افسوس کہ در حضرت مورخہ نے میں صاحبِ روضۃ اللہ میں فرماتے تھے کہ
کتاب پر ہے اور مشکل تھی جس کو وہ سب نے عمارت و محاورے کے بعد بھی مشکل سے پڑھ سکتے
تھے۔ مگر مژدہ صاحبِ روضۃ اللہ نے مجھ سے میں، چونکہ آفتاب کی روکان پر یہ تمام
کتاب ہمیں اس طرح پڑھوانی کہ کوئی مشکل نہ نظر نہ آئی۔ (کوہِ دیار بنایا تھے؟ ص ۵۵)
سید افاضیہ حضرت حافظہ محمد صدیق صاحبِ نیر چونکہ وہی و حمد اللہ کے
واقعات

(۱)۔ "اب رات میں آجہ پانچ ریاضِ روحی تھیں وہ بھی لیج رہا ہے۔"

حضرت سید افاضیہ حضرت بی بی س میں اب آپ کے بعد بھول سائیں
(میں مجھ میں) کے زمانہ تک کوئی شریف میں آمد و رفت اور صحبت نہ کئے رہے۔ حضرت
بھورس سائیں نے وہاں کے بعد کوئی شریف کی سند و شاخ خلی بولی تو تمام جماعت کی
تکلیف حضرت سید افاضیہ کی طرف تھیں کہ جس مسئلہ پر بحث چاہا جائے آپ نے ہر سب
نے جس اور ملت سے قول کیا میں (میں) کی بوجہاں یہ کہ جس کے رکھوں۔ جس
سے تمام جماعت کا رجحان کی طرف ہو گیا۔ اور وہی کوئی شریف نے تیسرے مسئلہ نشین
ہوئے۔

حضرت سید افاضیہ نے اپنی سائیں کی دیت طیبہ سے دستور تھا کہ رمضان المبارک میں
کا۔ آپ کوئی شریف ہاں رہتے اس مسئلے میں آپ کا یہ معمول تھا کہ روزِ جمعہ پہنچی
شرف میں اٹھا کر لے اور بیس پانچ سائیں نکل کر کاجہ مجید مناتے اور پھر نمازِ تراویح کے
بعد فوراً دیکھ رہا ہے۔ اس طرح روزانہ کی سب سے آتے جاتے۔ دیر کی س میں
کے بعد بھورس سائیں نے نہ نہ تھے یہ معمول براہِ جاری رہا۔ اور اس میں کبھی تاخیر نہ ہوا
۔ کوئی شریف کی پانچ سید سائیں میں نہیں کے نہ نہ میں تعمیر ہوئی تو حضرت سید افاضیہ
شب پیرل فید ہاں پہنچے سے مجاہد کر رہے، ان میں دوسرے بنیادوں کے قریب دیکھنا

بھی نہیں کہہ دیا نہ ان کے سبب شریفی کی زیارت نصیب ہو جائے۔

انہما کہہ اے کہ نہ شنگل تو ضلع کا غلبہ تھا۔ اس پر حضرت والا (تھا توئی) نے فرمایا کہ یہ سن کر ہمارے آنکھیں محل نکلیں، حضرت کی عجیب شوق تھا، اس فن کے اہم تھے، ہر بات میں شان و شوکت، و حکمت نکلتی تھی، یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے شاگردوں میں سے کوئی محروم نہیں رہا۔ ہر شخص کی اصلاح و تربیت اس کی حد سے کئے مطابق فرماتے تھے، اسی تواضع کو مولانا دروی فرماتے ہیں۔

”بھینا طریقہ کروں نیست در او۔ جز شائستگی بخیر و فصلی شاہ“

ہر جگہ سنی است آپ آخیر دور ویر کا دروے شفا آنجا درو

(بہت بڑا تعلق دنیا طریق عشق میں کاروائی نہیں، بہوشاہ (حق توئی) کا فضل و شکتی حال تھا کہ انھیں گھیری کرتا ہے۔ پانی شیبہ ہی کی طرف جاتا ہے، جہاں درو موجود ہے شفا دیں جاتی ہے۔)

وہ تو مت جانے اور فنا دے گا سبقت ملتا ہے۔ حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے برابر خواہ وہ اپنے سے افضل سمجھتے تھے۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۰ ص ۹۲)

(۲)۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان عبدیت :-

ایک سالہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ کے ائمہ راہروں میں عبدیت کا کیا تھا کہ نہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب و اہل نظر سے چھپا رکھا ہے، یہ باتیں کہنے سے کچھ میں نہیں آئیں مگر کہنا پڑتی ہیں، میں نے یہ تمہیں گزرتی ہیں وہی غیب جانتے ہیں، یہاں قال سے کام نہیں چلتا، مینا زوق کی ضرورت ہے۔ (ص ۱۸۱)

(۳)۔ ”آئے والے حضرات کے قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں“

ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آٹے والے حضرات سبہ قدموں کی زیارت کو اپنی اجازت کا نام یاد سمجھتے ہوں۔ لیکن میرا تو کسی دلیل سے بھی اچھا ہونا ثابت نہیں اور میرے پاس آٹے والے سبہ کا نام لینے آتے ہیں یہ یقیناً اچھے ہیں۔

آٹا: جہاں جس شخص کا یہ مقید ہو وہ آٹے والوں کو شیر کی نظر سے دیکھ رہا ہے! یہ ایسے شخص نہیں آتے آٹے سے تجھ آٹے کا! (ع ۹۱)

(۴)۔ حضرت حاجی صاحب کی سادگی کا حال یہ اہل علم کی زبانوں پر

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا محمد حسین صاحب نے آبادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں کچھ دیکھا کہ جس کی وجہ سے یہ خاں مانتا تعلق رکھتا ہے؟ فرمایا: یہ سب سے لڑا تعلق کا اثر کیا کہ ہاں کچھ نہیں دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ کوئی صنعت کی بات نہیں دیکھی تھی۔ خوب ہی جواب دیا، واقعی ہوت تو یہ سبہ کہ اپنے بازاروں میں ایسی باتیں کا نام لیں ان نہ تھا، بہت سادہ، سادہ اور صانع خست تھے۔ دوسروں کی طرح کسی قسم کا زینت نہ تھا۔ ہاں میں طرز قلم پند ہے۔ (ملاحظہ کیجئے: امتجد ۲۰۲۶ ص ۳۳۹)

(۵)۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حق کی ایک خاص شان غالب تھی۔

یہ سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انہی عیشی کے حالات پر اظہار کرے۔ دوسرے کے پاس بیٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ بہت کچھ دیکھا ہے، بالخصوص حضرات پیشینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ایک خاص دوست تھی ہے یعنی تو دیکھو کہ ان کے یہاں یہی خاص چیز ہے تو اپنے کو مردہ تو کہو۔ بعض حضرات کے یہاں بجا مقصود ہے، ان کا بیچ اور دستہ پیشینہ کے یہاں تو اصل ہے، جو ہاتھ۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حق کی ایک خاص شان غالب تھی، چنانچہ حضرت سے کوئی عرض نہ کیا کہ حضرت کی جہ سے یہ نفع ہوا، فرماتے: میں نے کچھ نہیں کیا، تمہارے اندر دولت تھی، میرے پاس آٹا میری تعلیم پر عمل کرنے سے اس کا ظہور ہو گیا

”یہ نہیں مانتی تھی۔“

قاری محمد علی صاحب پالہ آبادی کہتے تھے کہ مولانا غلام حسین صاحب مدظلہ العالی حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق فرماتے تھے کہ ”حاجی صاحب پرکاران سلفہ میں سے ہیں، اس وقت کے باروں میں سے ہیں۔“ اُنہی حضرات حاجی صاحب رحمہ اللہ مالیشیائی نشان تھی۔ (جلد ۳، ص ۲۲۹)

(۶)۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی۔

ایک صاحب کے سوال نے جواب میں فرمایا کہ میرے بزرگوں کی تو ظاہر فیض بھی سادگی رہتی تھی، کوئی بیچہ نہ بھی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب رحمہ اللہ مالیشیائی تشریف لے رہے تھے، ایک ایک جگہ جمع ہوا۔ ”درواہہ محمد اکبر“ جو حضرت حاجی صاحب کی تعریف ہے پڑھا جا رہا ہے، حضرت بھی مستمعین (سننے والے) میں شریک ہوئے اور کسی نے بیچنا بھی نہیں۔

ایک بار پٹی پت تشریف لے رہے تھے راستہ میں دیکھا کوئی شکر نہیں، دو سو پڑھتا ہوا رہے، فرماتے تھے کہ میں نے کہا ”یوں بہت کچھ یاد رہا ہے۔“ اس نے حضرت کو غصے سے جواب دیا تو کیا ہے؟ حضرت کے پل پت چمکنے کے بعد شہرت ہوئی، یہ شخص بھی ملاقات کو آیا، حضرت کو پہچان کر بہت شرمندہ والا اور حضرت سے حاجی چوہا حضرت۔ فرمایا کہ بھائی! تم نے کوئی بری بات نہیں کہی تھی، یہی تو کہہ تھا کہ ”تو کیا مانے؟“ واقعی میں تبارہی ممت کوئی جانوں؟

یہ بات تھی اپنے بزرگوں کی سادگی کی وجہ سے تو رنگ ہی بدل گیا، ڈھنگ ہی بنا۔ میں ”جو دو“ یہ دیکھ کر دھنوں، دانتوں، ایک اسکا پلٹ ہوئی۔ (جلد ۳، ص ۱۳)

(۷)۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی ضمانت حقیقی۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شان تحقیق ہر جہ میں ٹیپہ و غریب تھی۔ ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب شیرانی نے داہنی تصنیف کے بعد حضرت سے کہا کہ

زاہد ہونے کے گھرنے حادثے نے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ ”اے اللہ! کوئی ایسا ٹھکانہ دے جیسے جس میں جینے والوں اور مرنے والوں نہ کہے کہ یہاں سے اٹھو۔“ سو حق تعالیٰ نے بیٹے کی سمان فرمایا۔ (جلد ۷۔ ص ۱۶۰)

(۱۰)۔ حضرت حاجی صاحب کا اپنی مدح کی تاویل فرماتا:-

ایک سلسلہ، نیکو میں مرثیہ فرمایا کہ ہماری حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ علیہ نے یہ حالت تھی کہ جب کوئی بزرگ مشائخ میں سے آئے اور حضرت کی تعریف کرتے تو ان سے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں کی ستاری ہے کہ ان کی نظر سے ابھی میرے محبوب ہمپاہ گئے ہیں۔

کبھی شان ہے ان حضرات کی بالکل ہی کافی محض ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کے رہنے والے ہی نہ تھے یہ وقت اسی طرف کا استغراق، اسی طرف کا اصرار، اس میں رہا ہوا تھا کہ بجائے اس کے کہ ان اصیبت کی مدح سے کمال کا گمان ہوتا خود مدح کی تاویل فرماتے تھے (جلد ۹ ص ۶۳)

(۱۱)۔ ”مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے؟“

امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص پنجابی ڈاکٹر کے معتمد بن گیا وہ تھا، خان صاحب کی بیوی سے ان کا نکاح ہو گیا تھا، اس نکاح میں کچھ باتیں حضرت حاجی صاحب کی طبیعت سے خلاف بھی ہوئی تھیں اور یہ ڈاکٹر اچھا آدمی بھی نہیں تھا، چند چھ مہینے میں اس کو مکہ جانے سے پہلے سے جانا تھا۔ اس ڈاکٹر نے ایک مرتبہ گستاخانہ طور پر حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ مجھے آپ کے اندر کوئی کمال نظر نہیں آتا، یہی آپ کی شہرت! مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی وجہ سے ہوئی ہے، پھر مجھے یہ حیرت ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب آپ سے کس طرح بیت ہو گئے؟

اللہ کے نفوس، تقدیر اس کو سن کر ڈرنا نہیں ہو اور مسکرا کر فرمایا کہ ”ہاں جہاں بہت تو

نہایت کہتے ہو مجھے خواہی جسے کہ یہ احکامات میرے کیوں مستند ہوئے، اور کس مجھے
 دے مانتے ہیں۔ (دروان غرض)

(۲۰)۔ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اپنے مسخرہ حضرت صاحبزادہ گیسوئی رحمان خان کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں
 ”ایک غریب آدمی صاحبزادے سے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے
 اور الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شے اس کو
 ہٹائیں نہ سکتی، اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لیے اولیٰ نجات جانتا ہوں۔“
 (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۸)

(۱۳)۔ ”تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و محبوب چھپ گئے
 ہیں۔“

ایک دوسرے کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

”میں پر تجھ شہید نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و محبوب
 چھپ گئے ہیں اور جہاد کی محبت نے تمہارے کام کیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی
 انکی ہی ستاروں کی امید ہے اور تمہاری محبت کا بلا وسیع ہے۔“ (مکاتیب رشیدیہ ص ۳۰)
 (۱۴)۔ ان میں سے کوئی تو ایسا ہوگا جو میری بھی شفاعت کر دیگا۔

حضرت مولانا حافظہ عزیز دانا غفار احمد صاحب نقشبندی زید مجدہ مہر فرماتے ہیں:
 حضرت حالی رحمہ اللہ بہا جرمی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی
 بیعت ہونے کے لیے آتا ہے تو مجھے اس سے لاش ڈر لگتا ہے جیسے کسی بندے کو شیر سے ڈر لگتا
 ہے۔ کسی نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ آج کے بعد یہ داخل سلسلہ ہو تو اس کے اہمال
 سے ہمارے میں بھی مجھ سے پوچھا جائیگا۔ لیکن وہ بیعت سب کو کر لیا کرتے تھے، جو آتا
 بیعت کر لینے تو کسی نے پوچھا حضرت! پہلے مانے بزرگ تو بڑے ستھاروں کے بعد اور
 بڑی سچ کچھ کے بعد، مہینوں کے انتظار کے بعد بیعت کرتے تھے اور آپ کے پاس جوتا

۲۱۔ ”اب اسی خبر وہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اپنے متعلق افسوس و توبہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی کو یہ بات پائی تو بے جا کچھ بھی اثر ظاہر ہوا تو معاف کی تو یہ فرماتے اور اپنے لئے اس وقت بدی نئی فرمادیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت شیخ عبداللہ بن مشکوی دسامہ سے شوق کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ بچوں میں اُسرت کے بدلہ پہ رہا ہے وہی شخص میں فرمایا ”اے خبر وہ میں اُسرت سے شوق اور شوق جہاں تھا بھر دیا کرتے تھے، اب میں دیرِ معاملہ تھی وہاں تو فخر کا یہ حال تھا اب وہی خبر وہ میں دنیا بھری پڑی ہے۔“ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۹)

(۳)۔ ”بھائی! ایسی تو اب تک بھی یہ حالات تھے اب نہیں ہوئے۔“

حضرت عظیم الامت سے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا مشکوی خدمت میں اپنے چوتھوںات لکھے، وہ ان کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”بھائی! ایسی تو اب تک بھی یہ حالات تھے اب نہیں ہوئے۔“ یہ نیکان پہنچا دئے گئے۔

پھر فرمایا کہ مولانا مشکوی نے ایک جہدِ تم حاصل ہے کہ انہوں میں کوئی غلط نہیں ہے، بوشِ مقدس لوگوں کو اس سے شک ہو گیا کہ مولانا میں تعالیٰ کا ہونا تو گناہ ہے تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے۔

پھر ہمارے دفتر سے (عظیم الامت) نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ ”مولانا کو آئندہ نماز کی طلب میں موجود و کمالات پر نظر نہیں ہوتی، ایسے مولانا اپنے کہتے ہوئے کی کرات آئندہ نہ سامنے لینی چاہئے۔“

(آپ اپنی جلد میں ص ۳۲۲ مولانا صاحب مدظلہ کے جواب میں ص ۱۱۱)

(۴)۔ ”اگر حضرت امام شافعی زندہ ہو گئے تو کیا میں ان کے سامنے بولتا بھی؟“

ایک مولوی صاحب نے مولانا کی ایک تقریر میں کر بوش میں آ کر کہا کہ آپ نے اس آیت حدیث بھی لکھی ہو جاتی ہے، مطلب یہ تھا کہ آپ تو یہ حدیث سے حقیقی

تو یہ فرمایا کہ میں اس کو حضرت امیر شافعی رحمہ اللہ بھی اس وقت زندہ دہوتے تو اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے، اس پر مولانا صاحب نے براہِ حق ہوئے کہ ”یہ کیا کہا؟“ امیر شافعی زندہ دہوتے تو کیا میں ان سے سامنے بولتا بھی؟ اور یوں تو یہ میں تو ان کی تظلیہ کرتا اور امام ابوحنیفہؒ کی تعظیم کو پورا دیتا اور غرض مجتہدین سے دوتے ہوئے میں سب نہیں ہے کہ مجتہد فیہ فی التظلیہ ہی جاتے۔“
(افاضات یومیہ ۲-۹ ص ۳۳۹)

(۵)۔ ”شیخ کی جگہ کا ادب“۔

امیر شاہ خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غور و فکر سے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداءً کشورہ کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول و براز نہ کر رہا تھا بلکہ باہر نکل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے، حتیٰ کہ بیٹے اور جوتے پہن کر چھتہ پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔
(بحار اراغی ص ۲۸۸)

(۶)۔ ”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں“۔

ایک مرتبہ آپ دوناؤٹ ڈرامیہ و شریف سجانے کا اتفاق ہوا، سرکاری کاموں تھا، صبح کے وقت گاڑی میں جا چکی وہ جہاز میں، اے بیٹے بیٹے تھے، آپ کے دائیں بائیں صاحب حضرت مولانا محمد ناقص صاحب اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے، ایک صاحب آئے اور دائیں بائیں دونوں حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت امام ربانی کو عام آدمی سمجھ کر باوجود بیچ میں بیٹھے ہوئے کے چھوڑ دیا، آپ کے استاذ ازا سے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چونکہ ”آپ سے بہت بے تکلف تھے اس لیے مسکرائے، حضرت امام ربانی نے مطلب سمجھا اور اشارہ فرمایا: ”الحمد للہ! مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کریں“۔

(تذکرہ الرشید جلد ۸ ص ۸)

(۷)۔ ”پیشک میری غلطی ہے، ان شاء اللہ آئندہ توبہ لکھو گے“۔

مونوی نور محمد رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں مجھے مشورہ کی حاضری:

نہیں سمجھتی اور منہ سے (گٹگٹ) سے بد رست پڑا کرنا تھا۔ اور یہ تھا کہ طالب علم جو یہ مسافر
 دو بجی حضرت کی خدمت میں نہ ہو، اس بات پر اور غصہ کیا مہمان اُٹھتے اور وہ خوان پر
 پاؤں بٹھا کر یا مکان سے اُٹھا کر سرورِ برہم لایا کرتے تھے اور طالب کی قہارِ بددعویٰ اور
 حضرت کے مشاغل بہت بڑھ گئے تو غصہ لکھانا اُٹھانے کا وہ اجتہاد آپ سے نہ ہو سکا تو
 کبھی کبھی آنے والے مسافر کا جو تھ فریادوں کی مہمانی نہ ہو سکتی تھی۔ اتفاق سے یہ
 پنجابی طالب علم کے اور غصہ جانے کیا یہ پیش آئی کہ مکان سے ان کا لکھانا نہ پڑے تو یہ
 طالب علم میرے پہلے ملاقاتی تھے اس لیے مجھے رنج ہوا اور میں نے حضرت کی خدمت میں
 حاضر ہو کر بیجا کاتہ قصہ کے ساتھ عرض کیا کہ ”طلبہ کیا مہمان نہیں ہیں دوسرے لوگ تو
 مہمان ہیں اس کی کیا وجہ کہ جو کبھی مہمان آتا ہے آپ اسے کوئی عشاءِ خللات اور ان پیڑروں
 کو دوسروں پر چھوڑ کر اتنی بھی نہیں لیتے کہ مکان سے اُٹھا آئے ہوں؟“

جہ میں مجھے اپنی اس حرکت اور استغاثہ پر بہت ندامت ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت کی
 حالت میں جو کیناز پڑا تھا وہ کبھی نہ ٹھہرا۔ میری اس عرض پر حضرت نے ندامت لے کر
 گردن جھکا لی اور مجھ کا کہہ سے کہ ادنیٰ شُرہ تھا معذرت کا یہ فقرہ فرمایا کہ ”جیکبہ میری
 غلطی ہے ان شاء اللہ آئندہ نہ دیکھوئے۔“

اس تاریخ سے میرے دیکھنے کی حضرت نے طالب علم کی مہمانی کی وجہ سے حمد لکھنے سے
 حوصلہ بھی نہیں کیا جو کوئی آیا خود اس کو عشاءِ خللات آپ کی یہ بات کسی اور حالت میں
 یقین ہوا کہ حضرت بڑے پابگیر ہیں اور (تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۵۵)
 (۸)۔ ”کسر نفسی و عامہ المسلمین سے درخواست دعا“۔

آپ کی کسر نفسی ہو موضع یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ عام مسلمانوں سے اپنے لیے
 دعا مانگتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگوں کے حسن ظن کی وجہ سے نجات کی امید ہے۔
 سن آتم سن وافر“۔

یہی وہ غلطیوں میں آپ کے یہ الفاظ موجود ہیں ”نہ“ مجھے دعا میں ضرور تامل رکھنا اور خدا

کرے کہ خبر دے نہیں کے مطابق غصے میں تھنی ہر مہاجرہ

ایک بار مولا خیر محمد حسن صاحب نے اپنے حالی قسب فی تہذیب کی ایک جگہ رقمطرح فرمایا کہ میں نے ان کی تہذیب نہیں دیکھی چاہتا تھا کہ یہ چھوڑ دوں۔ آپ نے ان کی تہذیب کی اور لکھا کہ انہیں میں نے جاننے جاؤں، تہذیب نہیں دیتے۔ چھتے کا مولا چھوڑنا کسی نے بتایا ہے، مگر اچھا ہو رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کہہ کر ضعیف نہ ہو، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ قلوب میں کچھ بڑا نہیں ہے، ان وقت آپ کی "عمیصوں میں" کچھ بھرتے اور بھرتی ہوئی "انہیں میں" میں کہہ

"خدا کے بندے! تمہیں اپنے بندے کے کچھ پر بھی اعتماد نہیں، مجھے نہیں دیکھتے کہ ہر مسلمانوں کے حسن نیت پر کیا رہے ہوں۔" (مذکرہ انرشید جلد ۳ ص ۵۶)

(۵)۔ "وہی میں تو میرے ساتھ یہ معاملے ہو رہے ہیں، دیکھتے وہاں بھی کچھ ہے یہ نہیں یہ دھوم مچ رہی ہے۔"

... یہی تذکرہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمیں کہ کوئی چیز نہ کہ تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے مہمان کے کوئی بڑا لوگ ہیں، ان بڑا لوگ کی دولت سے یہ شخص بڑا رہا، رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کئے گئے، اس وقت حضرت فخر عالم سایہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "رشید احمد ہندی کے پاس بیچو"۔ حضرت نے اس خواب کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا مگر اظہار چوکہ نہ نہیں رہے اس سے مجھے متعلق مضمون میں آیا گیا۔ یہ خواب دیکھ کر میرے زہن کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے یہ بات یاد کی کہ یہ خواب کا قدیم حضرت نے عرض کیا آپ نے جواب لکھا اور کہہ دیا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

اس نے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نہایت بھر کے ساتھ فرمایا کہ "دنیا میں تو میرے ساتھ یہ بات ہو رہی ہے کہ دیکھتے وہاں بھی کچھ ہے یا نہیں یہ ہم دھم ہے۔"

اس قسم کے عاجز و کمالات حضرت قدس سرہ کی زبان سے اکثر بے تکلف و بلا

نقص تھے تھے اور یہ اثر تھا جس نسبت عہدیت کا جو آپ کی ملک رک میں ساریت لینے ہوئے تھی اور جس کے سبب آپ کسی کمال کو بھی اپنی جانب منسوب نہ سمجھتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ قدم جس مقام عالی میں آپ کو اعلیٰ رسول اللہ ﷺ کا نائب کیا تھا اس کا تقاضا یہی ہے کہ جتنا مرتبہ بڑھتا اور بڑھتا جائے اپنے کو بچے بچکار شخص اور سرخو بچہ۔ احتیاطی اجتماع جائے۔ (مذکرہ اربعہ جلد سوم ص ۳۶۸)

(۱۱) ”چونکہ وہ خود قابل تعریف ہیں اس لیے دوسروں کی بھی تعریف فرماتے ہیں۔“

مولوی عبدالجبار اہل فرائض تھے کہ جب میں نے مولوی خدیج حسین دہلوی (مشہور غلام قلعہ لہ) کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو اہل اندر سے مہراں تھے اور خواب میں اکثر خیر کے بچے ٹھہر آیا کرتے کہ میرے چاروں طرف بڑے ہیں، ایسے خوب دیکھ کر میرا اس بانگل اچھا توڑیا اور میں وہاں سے روانہ ہوا، سیدہ حاجی مراد آباد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، وہاں حاضر ہو کر میں نے اپنے چڑھنے اور خوابوں کی حالت بیان کی۔ مولانا نے وہ وقت فرمایا چڑھتے کہاں ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ دہلی میں مولانا خدیج حسین صاحب کے پاس۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شکوہ مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں جا کر چڑھو وہں حدیث کی دکان کھلی ہوئی ہے، اس کے بعد ویرثہ حضرت امام ربانی قدس سرہ قدس تعریف کرتے رہے اور فرمایا کہ تم جانا تو ہمارا سلام کہنا اور یہ دینا کہ مجھے آپ کی خدمت میں نقص رسن سے بھیجا ہے۔

غرض مولوی عبدالجبار صاحب مشکوٰۃ آئے جس وقت حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ہاضمہ کے لیے چوٹی پر بیٹھے اور مسواک کر رہے تھے ان کو دیکھ کر منکرائے مانہوں نے سلام کیا اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کا سلام اور پیغام پہنچایا اور یہ بھی عرض کیا کہ دانا لائے آپ کی بہت تعریف کی اور انہیں کا بھیجا ہوا حدیث ہوا ہوں۔

حضرت امام باقرؑ نے ابن ابی نقیرؓ کو یہاں کو اشیاع ارشاد فرمایا: ”جو تک وہ خود
 تامل تعریف میں اس لیے وہ لوگوں کی بھی تعریف فرمائے ہیں وہ نہ تو ان کی کمزوریوں پر
 مولوی عبد الجبار صاحب فرماتے تھے کہ آخر میں نے حدیث شریف کی اور حضرت کی فیض
 سے متشخص ہوا اور ان سے روز بروز پریشانی کم ہوتی اور فرحت بڑھتی رہتی۔“

(تذکرہ الرشید جلد ۲ ص ۳۴۰)

(۱۱)۔ ”طلبہ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ چٹخیں مارتے لگے۔“

ارشاد فرما کر حضرت تنکوی رحمہ اللہ کے یہاں دوسری حدیث درج فرمادے،
 مولانا فخر الحسن تنکوی ہیں: ”چین طلبہ حدیث پڑھنے والے تھے۔ درود ادا کر کے اپنے درایت
 آتی لا تفصلوا علی بنی ہاشم بن مہدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے یونسؑ
 اتنی مایہ اسلام پر قضیات مستودع اس پر طلبہ نے نکال کیا کہ انہو۔ وقد تہبطت کوئیوں
 انفس قرار نہ دیں۔ آپ تو سب سے افضل ہیں اور قرآن مجید میں ہے: *ذلك الرسول*
عضنا بعض علی بنی ہاشم اس سے آئے ہے و دفع بعض درایت۔ حضرت تنکوی نے
 جواب دیا کہ جو افضل ہوتے ہیں وہ اس صحت کیا کرتے ہیں مگر اس سے طلبہ کی تکفلی نہ ہوتی
 اس لیے حضرت تنکوی نے دوسری قوت سے کام لیا فرمایا اچھا چلو بناؤ بچو و گریسا سمجھتے ہو
 اطلبہ نے عرض کیا اپنے میں سب سے برتر سمجھتے ہیں، پھر فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں اس کو کیا
 سمجھتے ہو؟ عرض کیا بالکل سچ سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ جس بات کا میں قسم کھا کر بیان کروں اس کو
 کیسا سمجھتے ہو؟ کہتے تھے میں میں تو جہنم کا شہید تک بھی نہ ہو سکے اس پر فرمایا

”یا ربکم لا اعدہ میں تم سے ہر شخص کو اپنے سے بڑا اور بڑا افضل سمجھتا ہوں۔“

حضرت نے اس فراموشی پر طلبہ کی حالت غیہ ہو گئی، چٹخیں مارتے لگے اور بیان پھرانے لگے
 اور مولانا مجمع کو شیخ نے تڑپا ہوا پتھر کمر حجرہ میں چلے گئے۔ اگلے روز سب سنی بڑا حاضف
 کے لیے تعریف کرنے اور ایسا نہ فرمایا کل والی حدیث کا مطلب سمجھو میں آگیا تا سب نے
 عرض کیا کہ حضرت: ہاں سمجھ میں آگیا۔ (ملفوظات نقیہ الامت، جلد ۱۰ ص ۳۷۳)

(۲)۔ ”دوسرے پیر کے یہاں حب جاہ کا سر قلم پایا۔“

ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رانی پوری رحمۃ اللہ علیہ پہلے صبر علیہ الرحمہ (جن کا حوالہ مبارکباد سے پیش کیا جائے گا) نے اپنی کتاب پر راجعہ پھر تک کے قریب ہاشم میں ہے اسے حب سے منسوب کیا گیا تھا جس کے انتقال کے بعد حضرت شگوری رحمہ اللہ علیہ سے جیت ہوئے اور حضرت سے بھی خلافت ملی کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت اپنے اور دوسرے جج میں کیا فرق پایا؟ تو یہ منظمہ اور جامع جواب دیا فرمایا کہ ”دوسرے جج کے یہاں حب جاہ کا سر قلم پایا۔“ (مجموعہ ۱۲)

(۱۳)۔ ”دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا۔“

ایک بار حضرت مولانا غوثی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت شگوری رحمہ اللہ سے فرمایا کہ ایک بات پر بے درشتی ہے کہ ما شاء اللہ آپ کی منہ فتنہ پر بہت اچھی ہے جہاں تک نظر انکی نہیں۔ فرماتے تھے ”جی ہاں! میں پچھو جزایاں یاد ہوئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجھ سے بیٹھے ہیں ہم نے آپ پر بھی رشک نہیں لیا۔“ اس طرح کی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ نہیں اپنے سے بڑے سمجھتے اور یہ نہیں بڑا سمجھتے۔

(دعوتِ حیرت، انگیز واقعات ص ۷۷)

(۳)۔ ”جو لوگ قال اللہ قال اور رسول پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟“

ایک مرتبہ حضرت محدث شریف کا درس دے رہے تھے، انہوں نے ہم حضرات کو اپنا تک بیٹھنے پر مشروع ہو گئیں، ان کے کہنے پر ہم شریک ہوئے، سب کتابوں کی حفاظت سے لیے، نور محمد کے نور ساری میں پڑھیں، پھر ان میں دیکھ کر جوتے اٹھائے، پھر ان کی طرف سے کیا تو دیکھتے ہیں کہ حضرت شگوری رحمہ اللہ علیہ سب سے پہلے جوتے اٹھائے، اس پر ہم نے کہا کہ حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمایا ”جو لوگ قال اللہ قال اور رسول پڑھتے ہوں رشید احمد ان کے جوتے نہ اٹھائے تو اور کیا کرے؟“ (ص ۲۶)

(۱۵)۔ "اس دیہاتی نے صحیح نتیجہ اخذ کر لیا۔"

ایک دفعہ حضرت منگوئی رستمہ البدلیہ کے خدام آپ کا جان پناہ ہے تھے کہ ایک بے تکلف دیہاتی نے حوالہ کیا کہ مولوی جی! آپ تو بہت ہی اس میں خوش ہوتے ہوئے کہ لوگ خوب خدمت کر رہے ہیں "فرمایا "بھائی! اپنی تو خوش ہوتا ہے کیونکہ راحت مٹی ہے لیکن محمد خدا نے اپنی دس میں نہیں آتی۔" یہ سن کر وہ دیہاتی بولا "اپنی مولوی جی! اگر یہ اس میں نہیں آتا تو اس پھر خدمت لینے میں کونجی نہیں آتا۔" اس دیہاتی نے صحیح نتیجہ اخذ کر لیا (س ۹۷)

(۱۶)۔ حضرت گنہگار کی خاموشی پر شفقت۔

رستمہ بدلیہ کہ حضرت تقویٰ رحمہ اللہ علیہ کے یہاں ایک طالب علم رہتا تھا، ایک روز اس کو کسی جگہ بھیج دیا، اس کی مدد مہم جوئی میں کہیں سے منٹھائی آئی وہ حضرت کے وہیں تھما کر مایہ جب وہ خطاب ظم کام سے فارغ ہو کر آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ منٹھائی یہ ہوئی تھی تو اندر ہی اندر بہت غصہ ہوا کہ کام کئے وہ اسے ہم اور منٹھائی کے واسطے وہاں سے رہی ہی تھی میں خوب غصہ اسی دوران اس کو اپنے حجرہ کے پاس کسی کے پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی پھر زانیہ پر ہاتھ پڑا اور زبردستی لے گیا جس نے غصہ میں اندر ہی سے پانچہ اون "حضرت کے لئے زانیہ رشید احمد ہو تو تمہارا احمد ہے منٹھائی کا تمہارا ہے پچھلے تقسیم ہوئی تھی تمہارا تھے نہیں اس سے میں نے تمہارا احمد رکھ لیا تھا۔" (مفوضات لقیہ ۱۱ ص ۱۰۲) (م ۹۸)

(۱۷)۔ "جہاں سے پیچھ مل کر رہا ہے وہاں سے ناگھواری نہیں ہوتی۔"

رشاد فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب در حضرت مولانا شیعوی ایک مرتبہ ساتھ بیٹھ ہوئے کھانا کھا رہے تھے کہ مولانا شیخ محمد صاحب آ گئے، دیکھ کر کہنے لگے آبا آنا تو مرید صاحب کے اوپر بڑی نوازش ہو رہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ حضرت مولانا

صاحب ہو جو اپنے حضرت مولانا کا بے حد ادب فرماتے تھے مگر اس بات مصلحت تربیت
 کے لیے فرمایا کہ اس بے حد میری عنایت کہ میں اس طرح ساتھ جھکا کر کھانا کھا رہا ہوں
 مرنے کو تو یہ حق ہے اور یہ کی مشیت ہے کہ میں روٹی ان کے ہاتھ پر رکھ کر کہوں کہ وہ ان
 کے صاحبزادوں ارشاد کے ساتھ ان انھوں سے دیکھ رہے تھے کہ وہ تو تمہیں کہیں
 یہ والد ہے کہ حضرت مولانا نے ان کے پورا زانو داری کا انھیں یاد دہانی سے پوچھا کہ
 انہیں ہے آپ کو ان کو تو نہیں دیکھ دیکھ فرمایا "جہاں سے پہنچا کرتا ہے یہ ملنے کی پتہ امید ہوئی
 ہے وہاں سے ناگوانی نہیں ہوا کرتی" تو یہ وہ راوی ہے کہ باورس بڑوں کو چہ کہ دیا جاتا ہے
 (تہذیب و سنت کے حیرت انگیز واقعات ص ۳۳۴)

(۱۶)۔ "شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔"

برہنہ نے مولوی احمد رضا خان نے اکابر دیوبند کی شہرہ اور ان پر سب و شتم کا جو
 طریق اختیار کیا تھا وہ یہ ہے کہ جسے لکھے انسان کو معلوم ہے۔ ان فریاد محنت اکابر کے کالیوں کی
 پوچھا کرتے ہیں شہر سے کوئی کہہ نہیں انھیں کبھی نہیں حضرت مسیحی رہتے اندھا دہ سے کہ
 اس وقت ہر طرفی کا۔۔۔ سے ہوا نکلتے تھے ایک روز اپنے شاگرد و شیخ حضرت مولانا
 محمد بن صاحب کا نام مولیٰ سے فرمایا کہ ان کی کھلیں ہمیں ملادو۔ حضرت مولانا کی
 صاحب نے عرض کیا کہ ان میں تو کالیوں ہیں۔ اس پر حضرت انھیں نے فرمایا۔

"اکی اور کی کالیوں کا کیا ہے، پڑی (یعنی ملائے) کالیوں ہیں تم ملاؤ۔ آخر
 اس نے اپنے تو انھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کر لیں۔"

(۱) رواۃ الحدیث ص ۲۱۱

اللہ اعلم بحقیق پر حقوں کا شیوہ کہ انھیں ملکہ دشمنوں کی باتیں بھی ان کی دشمنی طلبہ کالیوں
 سے جمع تھیں اس نیت سے کہ انہیں کہہ کر اس سے ہی کوئی غلطی معلوم ہو تو اس سے رجوع
 کیا ہوئے۔ (اکابر دیوبند کیا تھے ص ۱۳)

(۱۹)۔ ”مجھے تحقیق نہیں“

اگر آپ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہوگا تو اس سے پوچھ سکتے ہیں کہ تحقیق حاصل نہ ہوتی تو ”

(میں نہیں جانتا) میں نے آپ کو کوئی جملہ یا ٹھہراہٹ نہ ہوتی تھی بلکہ اس کا سبب کافہ فرما دیتے کہ میں اس مسئلہ میں جانتا تھا کہ مسئلہ نہیں آتا۔ اس بات کا کہ وہ مجھ خیال نہیں کرتے تھے۔ اول یہ نہیں۔

حضرت سے تو کوئی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پرچہ ایک شخص کے پاس دیکھا جس پر چند احادیث اور حضرت کی طرف سے ان کے جوابات تھے۔ اس پرچہ میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ”یہ لوگوں کو توڑنے کی تاکید نہ کیا کیوں ہوتی ہے؟“

اس کا جواب حضرت نے صرف یہ لکھا تھا کہ ”مجھے تحقیق نہیں“ (میں نہ جانتا)

(۲۰)۔ ”مجھے بھی یاد رکھنا“

ظاہر ہے کہ اس سے نہ دیکھ کر بات کسی نے کی ہوئے کی مابست میں حالانکہ سب سے بڑی مابست شیخ مت اور استقامت علی الدین ہے۔ کرامت تو مخصوص نہیں ہے۔ اصل مقصود انہیں سنت ہے۔ جو اس بار سے میں جتنا زیادہ چلتا دیکھتا ہوں کہ وہ اس کا صحابہ تھے اور یہ تم پر انہی نہ گاہ۔ نہ ان افراد و تقریبات کے درمیان احتیاط سے چلنے والا ہو تو وہ صاحب تمام آجائے گا۔ حضرت مشکوٰۃ ایضاً ہی معتدل المزاج امیان، ویزرک تھے اور اس قدر استقامت اور استقامت تھا کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے یہ تیار ہونے اور خدمت تیار ہونے کو رخصت و اجازت چاہی، اس سے بعد میں وہ آگے کے دن بڑا بدترین پھر حضرت کو اطلاع دی کہ بدھ آج روانہ ہو رہا ہے۔

حضرت مشکوٰۃ نے جو تحریر لکھی اس میں درج تھا کہ ”حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں

حاضر ہو کر مجھے بھی یاد آگیا۔ اس کے بعد یہ شعر مسطور تھا

پوچھو عیب نشین بادہ چٹائی
بناؤ آرمین بادہ پیور۔

یہ اجماع ہے اس مضمون کا کہ جب سید ناصر علی اللہ عزتے بارگاہ رسالت سے سرو کی ایندازت چاہی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ بھائی وہاں حاضر ہو تو دعا کے اندر ہمیں مت بھولی جانا۔ (بحوالہ بالاس ۲۱۱)

(۲۱)۔ ”منہ پر مدح کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔“

مولوی حکیم اسماعیل گنگوہی نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ بے تکلف ہوئے کی وجہ سے حضرت کے متغیر خابہ کرنے کے باوجود بصر استیاء جب قسم کر چکے تو آپ جیسے اور زمین سے خاک اٹھا کر ان پر ڈال دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا منہ پر مدح کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔ میں کیا کروں جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے (حوالہ دار)

مکاتیب رشیدیہ سے چند اقتباسات

(۱)۔ اپنے مرید صادق سے حضرت گنگوہی کی عجیب تواضع کے کلمات رفیعہ:

”پہلے ستر شد حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کے نام آئیں مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اس کا کارہ کو ساری عمر گزر گئی کچھ بھی عیب نہ ہوا، چاد سے پانی چلا اور بڑا یہ نالی دھل کے زراعت میں جاتا ہے قل نالی کو کچھ دکھ نہیں محض واسطہ ہے علی بذایہ ناس واسطہ واقع ہوا تو خود فلک لب محروم ہے اب خود آپ سے استعاذہ کرتا ہوں کہ بہت دود سے مجھ کو بھی یاد رکھیں۔“

شیخ محمد القدوس قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لے جاتا ہے اور فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لے جاوے۔“ پھر مجلس کو اگرچہ ذکر و ارادت نہیں مگر صدقہ ۱۰۰ لکھ جائز

”آپ کے رفعت حائل سے مراد ہوتا ہے کہ شاید اس خروم کو نہیں دیکھ سکتے۔
 اور پھر آپ کا من عین جو ہے اس سے بھی توقع فی ہوتی ہے کہ متیبوں کا کلمہ نہ ہی نہیں
 ہوتا۔ اس ماجرا کو حسب استحقاق سمجھنا اور اس کے قدم بقدم چھٹا کھنسا آپ کا حسن ظن
 ہے۔“

”..... اپنے آپ کو بالکل بے مناسب اور خالی دیکھ کر تاسف کرتا ہوں۔“ (ص ۶۰)

(۵)۔ ”آپ تشریف لادیں گے تو خود اسی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ
 صحبت صلحاء غیبت ہے۔“

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اندر کے ایک مکتوب کے
 جواب میں انہیں تحریر فرماتے ہیں:

”اور یہاں آنے سے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں جواب دے

”اوتوئیشن غم است نرم و بی رحم“

مورعہ اکثر آپ تشریف لادیں گے تو خود اسی امید نفع کی رکھتا ہوں۔ بہت صلحاء جس قدر
 قیصر آدے قیمت ہے۔“ (ص ۶۱)

(۶)۔ ”تم کو ذخیرہ خیرات چاہتا ہوں، تم قابل فراموشی نہیں ہو۔“

اپنے خلیفہ بزرگ حضرت مولانا عظیم احمد سہارنپوری کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

”اسنا دیکھیں آپ کا نام آیا، یادداشت خود لیا تم کو ذخیرہ خیرات چاہتا ہوں۔“

تم کو فراموشی نہیں ہو، دعا کا طالب ہوں۔“ (ص ۶۳)

(۷)۔ ”اگر خود ایسے عطیات سے محروم ہے بار احباب و عطاء متواتر
 ہے۔“

حضرت سہارنپوری کو ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

”آپ کا خط آیا حسی معلوم ہوا، دلدار است رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت

توں، خلقِ حق کا تہمتِ سرزد ہوا ہے کہ یہ بڑی نعمتِ بڑی ہے کہ بمقامِ بندہ جوں میں مثل ہے
پیشِ حق نہیں اور اس قدر عاقبتِ خدا، عمتِ ظہورِ حق رہے کہ اگر کوئی ایسے عوام سے
محروم نہ ہو، اس پر یہ حق اور ہے۔

”کوڑم نہ نہ دے تارے۔“ اس کا یہ کلمہ یہ سائن روزِ قیامت
مرد و چار وقتِ مرگ و جن و جنم مہانتے تیر بھی تو مل ہو جی ہے کہ مٹھن میں ادایہ
مے دین کی اور غیر مشرک و مرچشما آید، دکانِ شین میں مرد و کتور زیاں۔ ”پہ پہ ہتھار دیکھ
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تیری سے ہے عمر بہ حال میں وہ ہفتہ صبر ضرور ہے۔“

(ص ۶۵)

(۸)۔ ”اب القضاۃ بند و کا“ پ کی حرف سامانہ ہے نہ کہ معضیات۔“

ایسا انتخاب میں تیر فرماتے ہیں

”تیری بہبودی سے واقع رہا، توں کو خود بھی آچھو پاؤں کہ تم سے بخششِ نعمتیں، میر
بند و بند اپنی شوق یا ہوں، اول تو پھر وصل نہ ہوا تھا، اگر تاہو طفلِ تعلیم کی تھی اب
صحتِ قوت اور بہت سے ان سے جواب دیا۔ وہ غیر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ وصل
چاہے۔ اب القضاۃ بند و کا“ پ کی طرف سے عوام سے نہ کہ معضیات“ من دون

الکریہ فتح“ حق تیری آپ ہو گیا اب نصیب فرما۔“ (ص ۶۶)

(۹)۔ ”اب سب رشتہ رخصت ہوئے دیکھئے کب تک میری
قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔“

ایک مکتوب میں تیر فرماتے ہیں:

”اب حادہ چھوڑ دینا۔“ یہ ایک عوامی محمد علی صاحب مرحوم (مرد و اس مدرسہ نظامِ علوم
سید، نور) ۳۴ شبانی انجی پیشہ و فوت ہوا ہے، عام اندازِ سیر، اب سب رشتہ رخصت
ہوئے، دیکھئے کب تک میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں، اندازِ الیہ

(ص ۷۷)

رہبان۔“

ہوں اور پھر وہی عیبت مزید ہوتی ہے۔ تو اب اگر آپ چشم پوشی کریں تو بہت ہے، ورنہ کہیں کہیں حق تعالیٰ آپ کے حسن نیت سے جسے من اذواق ماری یا کوئی کڑوا کر دے اور جو دینی کسی تہیہ سے اپنے مرشد کی یاد دے دے۔ تو پھر برا داران دینی سے ایسا کچھ گفت و بہا دے دے۔ کیا امت کو میری حقیت منکشف ہو کر نہ بیشمار ہوتے ہیں۔

اسی واسطے اب تک نہ کرتے ہوں کہ میرا حقیقی ظاہر ہو جو وہ کہہ دوست یوں جانتے ہیں کہ یہ ہم سے بہت کرتا۔ چنانچہ میں بالکل ان کی طرف سے غافل اپنی غرض میں مبتلا ہوں۔

۱۲۔ برا داران دین اہم سے بھی توقع ہے کہ یہ۔ واسطے اس امر کی دعا کرو کہ حق تعالیٰ مجھ کو اپنی حب (محبت) تو اسے سب سے حب میں لے لے اور یہی ہو۔ اور پھر میں سے حب برا داران دینی کی ہو۔ اور خدا جس قدر میری کوئی شکایت کرے۔ جو ہے۔ میں خود میری قربان کر کے دلا ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

۱۳۔ یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خائف توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی توقع کسی امر کی رکھتا ہے اور وہ توقع برآمد نہیں ہوتی تو رنج ہوتا ہے۔ اسی واسطے غیروں سے رنج نہ ہوتا ہے اور غیروں میں دوستوں سے رنج ہو جاتا ہے کہ ان سے توقع جسائی کی رکھتا ہے۔ جب بھائی تو رنج نہ آئی رنج ہوا، خلاف توقع ہوئے۔ جب دل پر صدمہ ہوا۔ سو چونکہ اپنے آپ سے مجھ کو وہ توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور اپنے آپ کو قابل دوستی سے نہیں جو نہ تو حق اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھ کو بڑی نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اپنے آپ کو ایسا کہ جاننا ہوں اور کسی کی شکایت کو بجا ہوں کیونکہ میرے افعال ظاہری پر وہ لوگ مقرر ہوئے اور مجھ کو اپنے دوست جان گئے پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت ہونی چاہیے۔

(س ۷۸، ۷۹)

(۱۱)۔ ”حضرت گشتواہی کا اپنے نفس پر سوء ظن اور دوسروں کے حسن ظن پر پریشانی۔“

مجموعی حکیم سنانیب کو ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”بند اپنے ہم میں خلعت پہننے والے تھے جو رونا آواز دے کر کہتا ہوں کہ پانچ
وقت میں شاید کسی وقت ترکہ ہو جاتی ہو لیکن آپ نے اس ضمن میں نے سخت پڑھان دیا
ہو۔ کہ تم کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت ہے کہ کل بدنی، جو مجھے سدا بہار لہ میں سوچا اور رایت
بہت ہے۔ آپ اپنے سر شدنی نہایت میں اچھی مگر فقیر۔ آپ کے ایسا شخص نہ ہے۔ یہ
کمال تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ یہ ہم شب و روز آپ کے ہاں میں رہا کرتا ہوں
اور یہاں بہت کے آگاہ نہیں جس سے صاف روشن ہے کہ کمال کے خیر خواہ مہتممین کے میں ایک
ہوں۔“

کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا، اس پر دیکھنا خوب حقیقت ہو گا کہ انہوں نے فقط
اس جب سے ہی کہ میرے ساتھ آپ اپنے تصور سے نہ رہا ہو یا میری عقیدت تم کو کھلے ہو
یا نہ، کمال کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے۔ وہ ہے قیامت میں جب حال خارج ہو گا
جو وہ مدت نہ ہو کہ وہ اس موقع کا یہ ہو گا (ص ۹۰)

مہتممین کا حق ایسی برائی صاحب زمانہ اور عید میں ان صاحب کے حق سے کہ بعد تو یہ
فرماتے ہیں

”اس تحریر سے کہ شخصی موضوع کی پٹی کی ہے اور راجع القاب حالت کا جس قدر یہ ملک، بڑا
ہے وہ خود کا نظریں سے رہتا ہے، جو میں طاقت نہیں کر لیتا لہذا حال ظاہر انہوں
کا یہ مقدمہ میں پکڑاں کھراستہ نظر آئیں گے جن سے ان شخصیت خاصہ کا حال
ظہور ہے۔“

یہ بات مستحکم ہے کہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ماویہ و ام یحییٰ کا تھا جس قدر
وقت آپ کی خدمت میں بہت تعلیم اور واضح فکر میرے اس قدر حق تعالیٰ کی جناب میں
آپ تو اس طرح زبردست اور جوں و مانا لگتے تھے کہ کیا اللہ ان میں حیرتوں کو چھوڑتا ہے
نہیں میرے ساتھ میں نے اس ضمن میں سے، فی الواقعہ فرمانا (ترجمہ) (بعد ص ۷۷)

(۱۴)۔ ”اپنا حال جو ہے کچھ نہیں سکتا بخش بیکار نہ ہوں چند ہاتھیں یاد ہیں اور
بہنیں۔“

مولانا محمد روشن خان صاحب مراد آبادی کو تحریر فرماتے ہیں

”میں حسب قاعدہ ہمارے حضرت (عائقی صاحب) کے آپ مجاز ہیں لہذا اہلور رغبت
اجازت بیعت کی موعود بنانا ہوں کہ اپنے نام سے بیعت لیا کر جو اہل ہوں تو بہ
کر دی حسب لیاقت و طہیرت و پاک کریں فقط

مہربان ہو شکرانہ بہت شکر کرنا اور اس اجازت کو حضرت سلی کی طرف سے کھلو۔ بی کثرت
دوں کہ ترجمان زبان شہ ہوں۔ اپنے حال جو ہے کچھ نہیں سکتا بخش بیکار نہ ہوں چند ہاتھیں
یاد ہیں اور بہنیں فقط سلاماً۔“ (ص ۹۶)

(۱۳)۔ ”خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ حسن
عقیدت ہے اور خود بیچا در بیچا ہوں۔“

مولانا مونس نوایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”حالات آپ انہوں کے دریافت ہو کر خود شرمندہ و محبوب ہوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ یہ
حسن عقیدت ہے اور خود بیچا در بیچا ہوں۔ کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے
مشفوع ہو جو اس حق تعالیٰ ہم فرمائے۔“ (ص ۹۸)

حضرت حاجی شاہ عابد حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ

(سبھی معتمد دارالعلوم دیوبند) کی فیاضیت:-

(حضرت قاضی نے) فرمایا کہ حاجی محمد عابد صاحب کے ذرا سا اہتمام میں ایک
طالب علم کسی انتظام میں آپ سے تھا دو گنا اور مقابلہ میں برا بھلا کہا، حضرت عائش صاحبہ
خاموش ہو گئے۔ دوسرے وقت دوسری والی مسجد میں جہاں وہ طالب علم رہتا تھا خود تشریف
لے گئے اور ان طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولانا معاف کر
دیجئے و آپ ناسب رحلی ہیں آپ کا بار افسر رکھنا مجھے کھانا نہیں ہے۔

ہو۔ نے حضرت (تھوٹوئی) نے فرمایا کہ تمکو اور ایک دہائی عہد میں ان کا یہ حال۔ اب تو تمہیں نہیں کہایت ہوگیا یہ ہوں۔ روزانہ واقعہ ہوتا جاتا ہے۔ کچھ ہے۔
 تریوں پر وہ خود مدد دیتے تھے
 تھی مگر نہ راندہ ہر فائدہ

(ارواحِ خواہش ص ۲۲)

حضرت مولانا محمد سیکی کا ندہوئی (دائہ محترمہ حضرت کے اہل بیت والی تواضع و ممانی۔۔

شیخ اندیس حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں
 میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مادی زندگی کو دیکھنے والے تو اب تک حضرت موجود
 ہیں۔ ان کے لمبی و طرزِ سحاشات سے کوئی ان کو مسمومی بھی نہیں سمجھتا تھا، پڑے اور
 کل خود پینتے تھے جناب افواجِ شاہد حسین صاحب دین سے کے یہاں میرے
 حضرت قدس سرہ کے گہرے دھندارتے تھے اور میرے شہدائے اکابر کو بھی کہ
 کے گہرے دھندے جاتے اور جمعہ کے چارے کو کے گہرے دھندے میں اکٹرا دیا
 کیا کرتے تھا کہ وہ جیسے پڑوں میں اور اسی سے ہو کے کپڑوں میں سوئوں نے سو لوگوں
 فرق نہ ہوتا تھا کہ یہ جو میرے خدام کے رہائے کی وجہ سے کچھ سوئیں پیہ ہو جاتی تھیں، شاہ
 صاحب نے انکی دفعہ لود صاحب پر اصرار کیا کہ اسی حضرت نے ساتھ ساتھ آپ بھی سپنے
 کچھ کے پیچھے ایسے کریں دھندوں نے فرمایا کہ میرے اپنے سے ایسے ہوتے ہی نہیں کہ مسمومی
 کے میں وہیں بہت تمہیں مسمومی سے دھندے کی فیرت آتی تھی اور نہ وہی دھندے
 میری مدد دہندہ مرقدہ پانی میں نکال کر نکھارتی تھیں، نہ اگلے بند کو میرے والد صاحب
 پہنچتے تھے۔

میرے پھر پھر مولانا دینی دین صاحب رحمہ اللہ کی زندگی و فراموشی سروں کے فی فی
 چھن ہوایا کرتے تھے اور میرے والد صاحب نے کاندھ دھندے کے ایک دو چھن دھندے
 سروں کے ساتھ کر دیتے تھے جو میرے والد صاحب کے اشتہار میں رہتے تھے، اپنے

یہ اولین سوانہ جو ہے ہم میں نہیں پہنچے ہو تو ان کا بدن ایک جیسا تھا، اس لیے دونوں نے
 یا با سے بھی قریب دو سو تھوڑے دے دیتے تھے، چونکہ سب تعلق اور بچپن کا تعلق تھا، کا کدہ ہاں بھی
 مارتے پڑتے، مشکوہ میں بھی مانتے رہے، اس لیے والد صاحب کو بھی ان کے کپڑے پہن
 لینے میں تکلف نہیں ہوتا تھا، مشکوہ کے تین مہینے بھی اور سہارنپور سے مدد ہی کے دور میں بھی
 خانے کے وقت کھانے کو خدام اور محسوس املاہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لاکر شریف کو
 پکاتے تھے اور کھاتے۔ وقت صبح بعد کے ساڑھے نوایک بجے۔ مہلق میں کچھائی مالاہیت
 تے ہاں میں شور مچا بھی ہوتا، اس بھی ہوتی، سڑک بھی ہوتا، بھونچ بھی، امرانی میں ان سب کو
 مارا دیکھتے ہی پرکھ کر چند مہینے رہا، پکارتے تھے، سب مل کر اس مہلق میں مشرک کھاتے
 تھے، میرے استاد حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سابق ناظم مغربیہ مدرسہ بھی اکثر کھانے
 سے وقت اپنے آپ سے کھانے کے مراعات دیتے تھے، ناظم صاحب کے مہلق میں خاصیت
 نہایت بہت تھی، مہرقے۔ والد صاحب سے تعلق بھی بہت تھا، وہ بھی اس چوند سے بہت
 راجت سے کھاتے تھے، اور کبھی کبھی گوشت، کھانے اور گلہ کے کھانے سے پہلے اسکو پکڑ کر یہ
 صاحب ان اس میں۔ اور تھوڑے دے دیتے پاتے تھے، ایسا لہذا ہو جاتا تھا کہ وہی لہذا یہ پھر نہیں
 ملا، اس واقعہ کو تو دلالت کا شکیانی صاحب نے نہ مرہ لکھل میں بھی لکھا ہے۔

ابن کوشت کا شق طہ و رتہ اس زمانہ میں میری والدہ و سہا پور، ہوتی اس زمانہ میں تو والد
 صاحب کا گھر سے جانا آج ہمارے بازار سے اچھا دھڑکا جس میں ہم لوگ بھی ہوتے دیکھا گیا
 جاتا تھا یہ آپ جی میں اس کا ذکر نہیں آ بھی پکا۔ اور وہ بھی اسی طشت میں زوال دیا جاتا
 تھا، افعال الشیخہ۔ سند میں مولانا شیخ علی متقی کے حالات میں بھی اس واقعہ کا ذکر کر
 دیا ہوں کہ حضرت شیخ کا بھی یہی معمول تھا، مجھے یاد نہیں کہ والد صاحب نے گھر میں اپنے
 سے بھی کب کیا۔ پانے کی فائش نہ ہو، والدہ و سہا پور جو بھی اپنی تجویز سے پکاوٹیں وہی
 وہ لہذا پر چایا جاتا۔

تو مولانا شید میں لیب، اندھنوں میں ایک مرتبہ علی حضرت مشکوہ ہی قدس سرہ کے بیابا

کھیں سے شیرینی دینی و قورسہ پانوش فرمانا لکھا بخیر ایضاً لے اور کثیر ایضاً امر میرے
والد صاحب کو اللہ مقدم سے ارباب فرما۔ "میں مولوی بنی تمہیں بھی جو
ہوے" انہوں نے عرض کیا حضرت یک ارہی الی تو بھائی نہیں ہوتی جو چاہے اب
پتہ ہے۔ آپ نے یہ کہہ یہ شعر پڑھا۔

کیا کہوں جرات کہ کچھ بھانجیں۔ کچھ تو بھانپتے جو کچھ بھانجیں

(تذکرہ الرشید ص ۷۶ آپ جی ص ۲۷۱-۲۷۲ ص ۲)

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب را پوری رحمہ اللہ کے واقعات

(۱)۔ "اللہ اکبر" اس باغ کے درختوں کے پتے پتے سے تو اشع تنگ رہی ہے۔

شیخ احمد حضرت ۱۲۰۰ھ ذکر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نور اللہ مقدمہ کی تو چری بنی اندلی توضع انکس الی تمی
۔ نور سے جمہور اکابر میں اسی حضرت کی توضع غریب اٹھل تھی۔ حضرت حکماء امت نور اللہ
مرتبہ ایک مرتبہ اسی حضرت تقدس مروی میوت میں رائے پور شریف سے لے کر توارش فرمایا
"اللہ اکبر" اس باغ کے درختوں کے پتے پتے سے توضع تنگ رہی ہے۔

(۲) آپ جی ص ۲۷۸ ص ۲)

(۲)۔ "حسب حیا و کاوہاں سر کٹ ہوا اٹھا۔"

حق میا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نور اللہ مقدمہ کی حالت میں لکھتے ہیں کہ
ایک مرتبہ فرمایا میں اپنے حضرت کی تعریف اس لیے نہیں کرتا کہ اس میں بھی جی ہی تعریف
ہے۔ اور نہ ہمارے حضرت تصوف کے نام تھے اور تو کچھ عرض نہیں کرنا البتہ اتنا کہ ان
کو دودھ والی حضرت کی خدمت میں رہاں حویل حلت میں بھی ایک طرہ بھی حضرت کی
زبان ہر کسے سے نہیں جانتا جس میں اپنی تعریف کی جو بھی آتی ہو۔

اب ہر دلیہ انکی چیز ہے جو اب سے آخر میں سائیں کے قلوب سے نکلتی ہے۔ اب
سائیں صدیقین کے مقام تک پہنچے حب اس سے پہنچا چھوٹا ہے۔ یہ بات میں نے اپنے

راحت میں رہتے ہوئے وہ ہر روز دو گھنٹہ صبحی جود قیام کرتے۔

حضرت رائے دہی قدس سرہ کے لیے تو خدام نے اس کا بدل کر دیا، یہ عمر حضرت رائے دہی قدس سرہ کا عمل تھا کہ انہوں نے اپنے قابل رقبہ ہی ہو سکتا ہے۔ (ص ۲۶۰)

(۱۴) حضرت امعاف فرمائیے میں باز آؤ ایسے آرام سے کہ آپ سے پاؤں

آئندہ نہ چھوڑی و نہ شالہ این رہا جب جو کہ حضرت ٹنکونی سے زیارت تھے رہنے پڑے۔ رات زیادہ چلی تھی اور طرفہ کا حکم بہت تھا، آئندہ طرف لیت کر سامنے اور ادب بعد آنکھ ملے تو دیکھا ایک شخص پائنتی بیٹھا ہوا بہت آہستان نے پاؤں اٹھا رہے تھے اس سے کہہ نکلتا تھا کہ ہاں تو سمجھتے کہ حضرت نے اس لباس کو بیچ دیا مگر پھر غور کی نگاہ لی تو معلوم ہوا کہ یہ تو خود حضرت سے سوال کیا ہیں۔ یہ کھرا کر اسے غور کر دیا۔ پانی سے نیچے آئے کہ حضرت ایسا یا نہ حسب یا آؤ دیا یا بیچا؟ اس میں فرق کیا ہے؟ آپ کو مکان بہت بڑا ہے، کھانا بہت اچھا ہے۔ آرام مل رہا ہے، انہوں نے کہا میں حضرت امعاف فرمائیے میں باز آؤ یا نہیں؟ رات کہ آپ سے پاؤں نہ چھوڑوں۔

تو اسے اور مرہ سے کہوئی تھیں مجسم ہو تو اور تہہ و عہد الیہم و سہوہ

(ص ۲۶۱)

(۱۵) حضرت رائے دہی

حضرت رائے دہی کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ میں نے بیان فرماتے ہیں

حضرت مولانا رائے دہی کے ان رکنہ کو میں نے بار بار غور سے دیکھا کہ حضرت (سید ریاضی) کے تشریف رکھتے ہوئے کوئی صاحب آتے اور مصافحہ کرنے کے لیے مصافحہ کی طرف بڑھتے تو حضرت مولانا اپنے ہاتھ سمیت بیٹے اور حضرت کی طرف اشارہ کرتے کہ ان کو تشریف فرما ہے کہ ملاش نہ ہو، پہلے حضرت سے مصافحہ کرو کہ مقدمہ بھٹل ہیں اور پھر مجھ سے۔ (ص ۲۶۶)

(۶) "میں نے دیکھا کہ حضرت رانپوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھے ہیں۔"

سرخ چوہا نے وقت حضرت کے ساتھ اپنی درخواست برائی کہ مساجد اور
میں کو سنا کر، علامہ اجازت و سند معذورین، چنانچہ حضرت نے منظور فرمایا اور کہا کہ
سب لوگ اپنے جس کمرے میں آتا ہوں، چنانچہ بھیجیں میں طلبہ صف ہندو کر دو
گئے۔ حضرت اوپر چڑھتے تو بند بھی ساتھ ہوتا کہ اجازت میں شریک ہوگا، وہاں جا کر
وہیں کہ حضرت مولانا رانپوری بھی طلبہ کی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت اس وقت کی
آمد کا انتظا فرما رہے ہیں کہ جب ان طلبہ کو اجازت ملے وہ ان مجھے بھی یہ شرف نصیب ہو۔
تو اچھے کہوں اور اسی زبان سے کہوں کہ ان آنکھوں نے یہ حال کہاں اور کہاں کیا
میرا بہادر دیکھا اور اب وہی آنکھیں چاند سوزاں کا لہو لکھ رہی ہیں مگر بہادر میں دھندلایا
نہ تھا اس میں بہت کچھ خالی: اللہ المستنکی، اسما اشکو بشی، وحزنی الی
الہ (۲۶۶)

(۷) "بھائی! تم کو اب تک اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا
معاف کر دو!"

حضرت مفتی محمود حسن ٹنکوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شہید الرحیم
صاحب رانپوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے شیخ میاں عبدالرحیم صاحب بہار پوری رحمۃ اللہ علیہ
نے اجازت و خلافت حاصل ہو گئی تھی، اس کے باوجود ان کے انتقال کے بعد غیر شریف
حضرت خولید علیہ السلام نے وہاں سے ان کو محسوس ہوا کہ اللہ سے
سمجھنے کا نور اب ٹنکوی میں ہے۔ وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب ٹنکوی رحمۃ
اللہ علیہ یہاں منکوتہ کے اور بیعت کی درخواست کی۔

اس پر حضرت نے فرمایا: "پتہ نہ ملا، اللہ خود ہی میں اب کسی سے بیعت کرنے کی ضرورت
ہے، ان کے دوس پر اس کی بڑی پوٹ لگی، اس نے جائے قیام پر لگاؤ ہے، ان کے اندر جن جن
بیعت کیا تھا ان کو تمہارا جوئی اتم تو اندھیرے میں رکھا، اللہ کے واسطے میری خطا معاف

۱۰۰ کی دوسرے مرد خدا سے بیعت کرلو۔ اس طرح ان کی بیعت کو فتح کیا، تب حضرت شہابی رحمۃ اللہ نے ان کو بیعت فرمایا۔ (ملفوظات فقیر الہ امت مجددہ - حصہ چہدہم ص ۴۲)

(۸)۔ ”میں کوئی چیز نہیں بولوں آپ میں تو مطلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں۔“

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کی رسم اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

”آپ نے افضل نژاد سے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں فدا کلمہ ”میں یہ کہہ میں نہ سے کہہ جاتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہوں حضرت سے کہ میں تحریر فرمائی کہ ”معدیت میں آتا ہے“ امستشہ راہم کہ ”میں آپ کو ملتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ آپ میں تو مطلب ہے مجھ میں وہ بھی نہیں۔ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ کی طرف رجوع کریں۔“

حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ جواب دہ کر چکا۔ کیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں۔ (سوانح مولانا عبدالقادر دہلوی ص ۵۸)

حضرت مولانا شمس الدینی بریلوی صاحب رحمۃ اللہ آپ کے مختلف حالات تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

آپ کے حالات میں درجہ حبیب میں کہ منجھائے میں ان کے تصور خیال سے کھل جاتے ہیں مگر چونکہ ان کا اہلبہ آپ کو تا کو رہے اور مجھ کو ممانعت کر دی تھی ہے اس لیے بجز اس کے کہہ نہیں لکھ سکتا کہ السعید بن سعد فی بطن املہ (تذکرۃ اشرید مجددہ ص ۱۵۶)

شیخ: البند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ کے

واقعات

۱۔ عادات و اخلاق اور طرز زندگی:-

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اکابر دارالعلوم دیوبند کی بہت بڑی اور اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ حضرات علم و فضل میں
 کھڑے نہ رہے اور عبادت و ریاضت اور روحانی کمالات میں بے مثال ہونے لگے یا وجہ
 تواضع اور بے نفسی میں اپنی مثال آپ نہ تھی۔ اور اس خاص وصف میں پانی دارالعلوم
 حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حضرت شیخ امجد سوانہ
 محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے سب حضرات سے زیادہ ممتاز ہیں۔

ان کے کمالات کو تو ان کا پروردگار باکمال ہی جان سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے بچپن سے
 ۱۲ سال کی عمر تک جو پچیس شمنوہ لکھا یا اپنے قریبی بزرگوں سے سنا میری نگاہ صرف اسی
 دائرہ میں ہے۔

میر جی مرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونے لگی کہ دارالعلوم کی قدیم عمارت نو درو کے عقب میں ایک عظیم
 الشان وادعہ بیت تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی، اس کے لیے بڑی گہری بنیادیں نو درو کی
 عمارت سے متصل آدھری گھنٹس، اتفاق وقت سے دیوبند میں بڑی تیز بارش ہوئی اور کافی دیر
 تک رہی، یہ زمین پچھلے عرصے میں تھکی بارش کے پانی سے ساری ہو چکی تھی اور یہ زمین
 دارالعلوم کی قدیم عمارت کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ فائز برکینڈ میر انجمنوں کا زمانہ نہیں تھا اور ہوتا
 بھی تو ایک قصبہ میں کہاں؟

حضرت شیخ امجد محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اس صورتحال کی اطلاع ملی تو اپنے گھر میں جتنی ہتھیار اور
 اپنے برتن تھے جن سے پانی نکالا جاسکے سب جمع کر کے حضرت کے مکان پر جو مناسب طرہ پر
 دوسرے سر پہنچا، جمع رہے تھے ان کو ساتھ لے کر ان پانی سے بھری ہوئی گھڑی بنایا دیا پے پیچھے
 اور بدست خود باغی سے پانی نکال کر وہ پھینکنا شروع کیا۔ شیخ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے اس
 معاملہ کی خبر پورے دارالعلوم میں بجلی کی طرح پھیل گئی، پھر کیا چھوڑا ہر دس اور ہر غالب
 علم اور ہمت نے اپنے اپنے برتن لے کر اس جگہ پہنچ گئے اور بنیادوں کا پانی نکالنا شروع
 کیا انھوں نے اپنی قوت و حیثیت کے منہ حق اس میں شریک تھا، میں نے دیکھا کہ چند گھنٹوں
 میں یہ سارا پانی بنیادوں سے نکل کر کچھڑوں میں گرا گیا تو اس کو بھی ہاتھوں سے صاف کیا گیا۔

اس کے بعد ایک قرآنی ۱۰ تا ۱۵ پر پتھر بننے والے گئے اور طلبہ سے کہا کہ اس میں ضل کریں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس امر سے بیابانہ زندگی رکھتے تھے۔ پانی میں تیرائی کی بڑی مشق تھی۔ حضرت نے ساتھ طلبہ بھی ڈوبتے دیکھ جاتے تھے اور سہان میں پہنچ گئے، مجھ جیسے آئی جو تیرنے والے نہ تھے کنوڑے پر گھڑے ہو کر نہ گئے۔

یہ واقعہ تو حضرت نے خود دیکھا اور سرورِ دہلی میں طلبہ کے ساتھ ہے تکلف دوزخا بھگتا ۱۵۲۰ ہوں جس تیرنے پر عام مومنوں زندگی تھا جس کے برکت سے واقعات ۱۵۲۰ ہوں اور بزرگوں سے سے ہیں۔

انکھت والے یہ نہ بچوں کہتے تھے کہ ان میں کون استاد ہے اور کون شاگرد۔ اپنا عظیم شخصیات میں ۱۱

۲۔ ”لو مياں محمود صاحب! پتی چار پائی اٹھاؤ، میں بھی شیخ زادہ ہوں کسی کا نوکر نہیں۔“

مولانا قاری محمد طیب صاحب (موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند) دامت برکاتہم کے خسر مولانا محمود صاحب رامپور کے رئیس گھرانے سے تھے۔ یہ خاندان حضرت انسوی رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگان دیوبند سے وابستہ تھے۔ جب مولانا محمود صاحب کو تحصیل علم کے لیے دیوبند بھیجا گیا تو ان کا قیام حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے ایک حجرہ میں ہوا۔ دارالعلوم سے حضرت شیخ الہند کے مکان کو جانے والے راست دارالعلوم کے قریب ہی یہ مسجد واقع تھی۔ مسجد عادت حضرت شیخ الہند دارالعلوم سے سبق پڑھا کر اپنے مکان کو تکبیر ایوار ہے تھے کہ اسی مسجد کے دروازہ پر مولانا محمود صاحب رامپوری کو کھڑا دیکھا حال پر پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسی مسجد کے ایک حجرہ میں قیام ہے، حجرہ کے اندر رہ کر دیکھا تو زمین پر بستر بچھا ہوا تھا، خیال آیا کہ یہ رئیس زادہ ہیں، فرش پر سونے کی عادت نہ ہوگی۔ ان سے کچھ نہیں فرمایا اور اپنے گھر سے ایک چار پائی خود اٹھا کر راستے کے قفل کو بچے اور بازو کرتے ہوئے اس مسجد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ مولانا محمود صاحب مذکورہ

دور ہوا۔ اسے سے کھس رہے ہیں۔ اب یہ خیال اسن کیو ہوا کہ مجھے یہ چاہیے کہ اسے لکھ کر
 ان کو سخت شرمندگی ہوگی تو اپنے بزرگانہ فعل کو یہ کہہ کر منہ پر رکھتا ہوں کہ ”اسیساں منوہو صاحب اپنی
 چار بیٹی اٹھو، میں بھی شہ زادہ ہوں کسی کا نور نہیں“ (حوالہ نام ۲)۔
 ۳۔ ”مولانا تو یہاں کوئی نہیں رہتے اور بندو محمود تو میرا بیٹا ہی نام ہے۔“

میرے ایک دوست مولانا عقیث الدین صاحب شہر بنکھوڑ کے باشندے تھے جو
 دارالعلوم میں اکثر اسباق میں میرے ہم مشق رہے تھے خرد سیر میں کچھ عرصہ تک لیے
 دارالعلوم کو چھوڑ کر رہے۔ وہ صاحب امیر شریف میں مولانا معین الدین صاحب الجیونی
 رحمۃ اللہ علیہ سے مقدمات متعلق فلسفہ پڑھنے کے لیے گئے تھے کیونکہ مقدمات کے درس
 میں اس عرصہ میں مولانا معین الدین صاحب کی بڑی شرکت تھی۔

ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا معین الدین صاحب دارالعلوم کو لے کر گئے اور وہ
 ملاقات کرنے دیکھیں کہ اس پاس کے عام ہیں وہ اس انداز کے انداز میں۔ دارالعلوم
 دیوبند کے صدر مدرس حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کا نام بھی سننے نہ ملے تھے۔ ان
 کی حرکات کے لیے دل بڑا کھلا رہا وہ زمانہ تھا کہ جس میں اکابر کے ناموں کے ساتھ
 لیے یور کے القاب نہ تھے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پورے دیوبند میں معروف ”بڑے
 مولوی صاحب“ کے لقب سے معروف تھے۔ مولانا معین الدین صاحب نے سنجش پر
 مقرر کیا تا جملہ حالات پر پچھا کہ تم مولانا محمود حسن کامکان چلتے ہو؟ تاکہ اسے
 جواب دیا کہ دیوبند میں ایک بڑے مولوی صاحب ہیں ان کا مکان چاند ہوں مگر ان کا نام
 مجھے معلوم نہیں مولانا نے فرمایا کہ میں وہاں لے جاؤں۔ تا جملہ حالات نے ان کو بڑے مولوی
 صاحب کے مکان پر پہنچ کر پچھڑا دیا۔

یہ انداز میں ہوا کہ ایک صاحب پتہ قد قریب نہ ملے ہوئے نہ ایک خیال پیش
 ہوئے وہ مولوی سی اور پٹی کوئی سر پر پہنے ہوئے مکان کے صحن میں کھڑے ہوئے ہیں۔ مولانا
 نے سمجھا کہ یہ کوئی مولانا محمود حسن صاحب کے خادم ہیں۔ ان سامان ان کے حوالہ کیا اور کیا

کہ سامان رکھ کر مولانا کا مکان ویدیا مولانا معین الدین صاحب مجیر بنی ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ حضرت مولانا کو ان کی واقفیت کی وجہ سے خدمت کا خوب موقع ہوا آیا۔ سامان اٹھا کر مکان کے اندر رکھا اور پچھلے کے نیچے جو اپنے سرام کرنے کی پاء پانی تھی اس پر مولانا کو بھلائی بکلی کا زمانہ نہیں تھا، لڑکی پکلیا تھا جو ہاتھ سے تھینچا یا نہ تھا، لڑکی کی دوپٹہ تھی، حضرت نے پٹھما آہینچہ شروع کیا مولانا معین الدین نے فرمایا کہ میں مولانا کو اطلاع کر دوں، میں ان کی ملاقات کے لیے آیا ہوں حضرت نے فرمایا کہ ابھی اطلاع نہ دیا۔ اُچی آپ سڑی میں آئے ہیں اور "رام کرئیں، بچہ کھ میں تشریف لے گئے وہاں سے خستہ اثر بہت لے کر آئے۔ مولانا نے پھر فرمایا کہ مولانا سے اب ملاقات ہوئی، حضرت نے فرمایا وہ بھی ہوا ہے، اُچی آپ شربت نوش فرمائیں۔

پھر پھر دیوڑھی پہنے کے بعد تشریف لے گئے اور کھانا، رکھا، اب تو مولانا معین الدین صاحب نے درخسے کے لیے کھانے فرمایا کہ آپ کھنا بھی لے آئے تین مولانا سے ملاقات نہیں ہوئی، میری والدہ کی کا وقت قریب آ رہا ہے، اس وقت حضرت شیخ ابند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "مولانا تو یہیں کوئی نہیں رہتے اور بندہ محمود میری نام ہے۔" یہ سن کر مولانا معین الدین صاحب میرا ان رہ گئے کہ اب کیا کریں اور بڑی شرمندگی کے ساتھ کہنے لگے کہ آپ نے پہلے کیوں نہ خبر فرمادیا؟ حضرت نے فرمایا کہ "آپ دوبارہ میرے تشریف لے گئے ہیں، اگر میں ظہر کر دیتا تو مجھے یہ خدمت کی سعادت کیسے ملتی؟"

مولانا معین الدین صاحب حیرت میں رہ گئے۔ ان مقام کو بواٹا ہوا چاہیے تھا، اسی ہوا اور واسیل کا ارادہ متوفی کر کے کئی روز قیام فرمایا اور پھر اسی شخص سے متاثر رہے۔

یہ واقعہ مجھے میرے ہم سبق مولانا معین الدین صاحب نے لارہ، علوم و طب عامی کے زمانے میں سنایا تھا اس کے بعد زمرہ دروازہ کھولا۔ مولانا موصوف مختلف مقامات میں دوسری و تہ دہس کی خدمت کرنے کے بعد مدینہ حبیب ہجرت کر گئے، آخر، راجہ موصوف کی خدمت دوسری و تہ دہس میں مشغول رہا، عمر عہد راز کے بعد جو ایک مرتبہ مدینہ حبیب کی صہ ضریٰ تھی،

بولی تو میں نے حضرت احمد بن حنبل سے وہاں حاکمیت نصیب ہوئی۔ اہل حق نے حضرت شیخ
 واثق کے اپنے ن سے یہ بات کہ نصیر میرا جہاد (ظالموں کے دشمنوں کے) ہے، نہ کہ یہ کہ میں
 یہ واقعہ سنا۔ اس طرح سے واقعات حضرت شیخ ابنہ کی زندگی میں اب شور ہیں۔
 (ص ۱۳۰)

(۴)۔ مواصرین کا ادب :-

حضرت احمد بن حنبل کی زندگی میں جب وہ صحیحہ عقائد پر فرائض ہیں
 حضرت والد صاحب نے یہ واقعہ بھی بیان کیا، جو کہ میں نے اس صاحب کے یہاں شہادت کی
 کہانی کی تقریباً بیس برس میں دارالعلوم کے اساتذہ کو بھی سنا دیا۔ حضرت شیخ ابنہ بھی
 شہادت کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا نے تمام حضرات سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا میں
 حضرت شیخ ابنہ صاحب کے اعمال میں سے وہ چیزیں کی طرف میں سے چلے گئے تھے واقعات سے اس
 تقریب میں پھر گفتگو نہ کرے۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ نے آکر حضرت شیخ
 ابنہ سے عرض کیا کہ "حضرت آپ صاحب کائنات و جماعتیں کہ وہ ان حضرات سے پرست
 کرتے ہیں"

حضرت شیخ ابنہ نے آپ صاحب سے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب احمد صاحب کی طرف
 اشارت کرنے پر فرمایا "اگر ان کا کہنا ہے کہ آپ صاحب میرے پاس آئے ہیں ان کی
 صحبت میں رہیں اور ان کو آپ کی تعلیم دیں۔"

حضرت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودے کو حضرت مولانا صاحب احمد صاحب نے حضرت شیخ
 ابنہ کے تقریب میں صریحاً حضرت شیخ ابنہ رحمۃ اللہ علیہ کو بخدشوں کے متعلق واضح فرمایا
 تھا "خداوند تعالیٰ نے تمہاری تمام باتوں سے واقف تھا کہ تم سے واقف تھا کہ تمہاری تمام باتوں سے
 بھی اپنے سے بڑا سمجھتے تھے۔ (اکابر پر یہ کیا ہے ص ۲۳)

(۵)۔ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی یہ اہمیت نہیں

سنے"

شیخ الحداد حضرت مولانا محمد امین صاحب قدس سرہ کے علم و فضل کا بے شک کانٹا انسان حضرت تھانوی راوی ہیں کہ "ایک مرتبہ مرادہ باڈی ٹیٹ کے لئے تو وہاں سے لوگوں نے وعظ کیجئے کے لئے ہمارا کیا ممانعت کے لئے فرمایا کہ مجھے اس وقت نہیں ہے مگر ایک دن بات تو اصرار پر وہ وعظ کے لئے کھڑے ہو گئے اور صریح پڑھیں غفرہ و احدث شد علی الشيطان من الف عذابہ اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ "ایک عالم شیطان پر ہم مرعہ ہوں سے نہ یا وہی رہی ہے" مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے انہوں نے اس سے ہو کر کہہ دیا یہ تو جملہ ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرتے آئے اس کو وعظ کہہ کر انہیں حضرت شیخ الحداد کا جوابی رد نہیں سمجھ کر گرنے سے پہلے نہیں پہنچے کہ فرمایا کہ یہاں میں ممانعت الیٰس نہیں کیا رہا ان کی جگہ ہم سوتے تو کیا کرتے یا ترجمہ نہ تھا "ہاں صاحب کا انداز بیان تو ہیں" میرا تو نہیں اشتعال گیز بھی تھا لیکن اس شیخ وقت کا علم نہیں سنئے انہیں تو تھانوی فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مولانا فوراً جینے لگے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ وعظ کی کیا فائدہ نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوئی یعنی آپ کی شہادت۔"

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرما دیا اس کے بعد ان صاحب سے بطور استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ دہجیاں انہوں نے فرمایا کہ لغو کا معنی نہیں فرمایا وہی انہیں بلکہ انہیں (زیادہ نقصان دہ) آتا ہے۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ حدیث الیٰس میں ہے "بنيبي مثل صلصلة الحرس وهو اشد على" (تمہاری جھج بھونکی قھنوں کی آواز میں آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی انہیں (زیادہ نقصان دہ) کے معنی میں اس پر دوح صاحب دم بخود رو گئے (ص ۸۰ بحوالہ اولیٰ نمائش ص ۲۶۶)

(۶)۔ "ہاں اور اصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا۔"

تکبیر ۱۱ مرتبہ حضرت تھانوی قدس سرہ جب کاہنہ میں رہتے تھے انہوں نے

یہ تھے، ذوقِ شریف نہ ہوتا تھا، ایک حافظہ صاحب نہ تھے، پانچا کر تے تھے اور پھر بت
 دیا، پہلے کھڑے ہو کر بیٹے تھے، خود حافظ نہیں تھے۔ رات سے قریش ہونے کے بعد وہ
 صاحبِ امین حضرت ولایت کے قریب تھوڑی دیر سوچتے تھے، حافظہ صاحب فرماتے ہیں کہ
 ایک دن جب میری آنکھ علی تو میں نے دیکھا کہ کوئی آدمی میرے پاؤں پر رہا ہے میں
 سمجھی کہ کوئی شاگرد یا کوئی ملازم ہم ہو گا چنانچہ میں نے دیکھا کہ کون وہاں رہا ہے، کافی دیر
 نہ رہے، بعد میں نے پوچھا کہ یہ تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود حسن دہلوی صاحب
 رہے تھے میں انہیں دہلوی سمجھا اور کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا غلط کیا، یہ حضرت
 نے فرمایا غلط کیا نہ تھا۔ تم دہلوی رات تراویح میں کھڑے رہتے ہو، میں نے سوچا کہ وہ
 نے سے تمہارا ساتھ دینا تو آرام ملے گا اس لیے دہلوی کے لیے آگیا (علاقائی خطبات
 جلد ۵ ص ۴۲)

(۶)۔ پہلے باور رکھنے میں سادگی اور خطابِ علما نہ وضع :-

آپ نے شانِ روزِ شریف، اہلِ سعادت میاں، میدانِ سعادت نسیم، صاحبِ محدث، دارِ اہلوم
 دہلوی، تحریر فرماتے ہیں :-

منا ہے کہ جو فی میں حضرت مولانا عباسی شخص اور مختلف پہننے تھے جن میں چند ہی روز
 کے بعد نہایت سادہ، بالکل طالع خانہ والی وضع کا ہوتا تھا، اندازہ چلا پانا کہ دیکھنے والے
 نفرت و کراہت نہیں پہنچتے سمجھیں اندازہ شاندار کہ امتیاز اور خصوصیت کا شاہد ہو۔ مولانا
 محمد قاسم صاحب (نورانی) مرحوم اللہ علیہ کو کسی نے نہ دیکھا ہو تو آپ کو دیکھ لے، اتفاقاً کہیں
 قیمتی کپڑا میسر ہو گیا تو وہی پہن لیا، دافنی سے بولی موجود ہوا تو اس میں بھی عارض نہیں بھیگی
 بیلمہ اور چین کا کرت زرب تن کئے ہوئے چم ہے جس اور کبھی معمولی و صوفی اور قری کی کا پیرا ہونے
 پہننے ہوئے دارِ اہلوم کی سدرہ جردی کی منہ پر بیٹھے ہوئے حدیث پڑھا رہے ہیں، انہ اس
 میں ہنکا رشتاں میں عار۔

ماں کے سفر سے پہلے بھی، یہی کپڑے کوڑا دودھ پند فرماتے تھے اور اب آخری زمانہ میں تو

اس طرف نہایت ہی توجہ ہوتی تھی اور دوسروں کی ترغیب و تنبیہ کے لیے معمولی دیکھی
 کیڑے انتہام سے تیار کرائے تھے۔ نچا کرتے بیٹ پر کھلا ہوا کریمان اور شرابی مغلی پاجامہ ہوتا
 تھا۔ چلی نوئی پہنتے یا عصبہ کی طرح سوزنی ٹول۔ محرم بہت کم پائے جتے اور پائے جتے بھی تو
 شمد، مقداد، عظم بھگت، حریز، مشین، و شان، دار نہیں بلکہ نہایت سادہ و سقیم یا دھاری دار اور
 مختصہ ملتا ہے وہ ایسی کپ بھی لکھی کرتے پر سفید صدری بھی پہن لیتے، موسم سرما میں روٹی دار
 میر آتشین یا روٹی دار (جو نہ (یعنی لبادہ) اور سر پر روٹی دار کن نوپ، ہیز کا لکڑی، گھنٹی، رجب کی
 روٹی، دارو لائی آکر استعمال کرتے۔ فرماتے تھے کہ "اس کی سربوئی میں بن ہمارے رتایوں
 نے بڑا کام دیا۔" (حیاتِ شہداء ص ۲۱۰)

سادہ اور بے تکلف طالب علمانہ صفت کے لوگوں کی صحبت سے نشاط پاتے اور
 ریسمان ساز و سامان اور بے موقع تکلفات مت نہایت جھجھتے ہوتے۔ کسی تقریب سے
 ریسمان راہپور جانے کا اتفاق ہوا اور کسی معزز شخص کے ہمراہ بطور سیر کے نواب صاحب
 کے تکلف سے ہوئے کمرہ میں پہنچے انجانی ذریعہ دست تھی، رہا بیا نقش اور آئینہ یہ بھی
 تھیں، تکلف کا بین اور ہستر لگے ہوئے تھے، نہ فرماتے تھے کہ "اس قدر التباس ہوا کہ
 قریب تھا کہ ہر گھٹ کر نکل جائے" فوراً باہر آئے ریسمان سے مناسبت اور نگاہات تھا
 لیکن بزرگی جتانے کے لیے اظہارِ نفرت یہ ان کی جو جین برگر نہ کرتے، بدھچ مناسبت تقظیم
 فرماتے، اخلاق سے ملنے، اگر وہ لوگ حضرت کے بزرگوں سے نسبت یا عقیدت رکھتے
 والے ہوتے تو حضرت اور بھی زیادہ تقظیم سے پیش آتے۔ ایسا مناظرہ کے جلسہ میں
 ریسمان راہپور میں حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے علماء جلائے
 گئے، حضرت کی خدمت میں تیار ہوا کچھ عذر فرمادیا، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا تار
 آوے گا فرمادیا کہ پھر آوے گا تو کھوادیں گے کہ "آنے کے لیے یہ نہیں" وہ خود کچھ نہیں
 سنے کہ ایسے مووی کو کیا بلائیں جو مناظرہ کے لیے کتا ہیں دیکھنے کا ساج ہے اور اگر یہ سمجھا لیا
 کہ حضرت کے قاش کپڑے موجود نہیں تو اور بھی خوب ہے۔ (ص ۲۱۳)

مہمان کی خدمت شروع ہوتے ہی کھانا لانا مکانات سے ان مہمانوں کے سامنے رکھتے۔ عشاء کے بعد کھانا پڑا اور سب کی ضرورت کو درپشت فرما رہے ہیں و خلاصہ ہر مہمان شرم سے پانی پانی نہ پئے جاتے ہیں حضرت مکان میں سے بستر اور لحاف اٹھ کر لے جاتے ہیں۔ ماہرین سے ان کی خدمت بہت ضعیف ہو گئے تھے جمع ہو کر بہ تعداد ہزار تھے کچھ بھی برقعوں سے ان کی راحت و آرام دینی کا حال جاننے پر ہزاروں فرما پڑے تھے۔ راحت سے ہونے والی۔ یہ ریل کے وقت سے پہلے بہت اجنبی مہمانوں سے ملتا تھا۔ کہتے تھے ہمارا وقت مہمانوں کی بے تحاشی پر مہر فرماتے تھے۔ یہ وقت تکلیف دہی ل بھی شکایت دینا پر سرزنش فرماتے تھے۔

خامبردار کی وائس فرسٹی سے نہیں بلکہ واقعی خدمت حضرت اپنے آپ کو نہایت حقیر اور انی مسلمان سمجھتے تھے ارشاد عہدیت کے عہد سے اپنے تمام کام، سب کچھ نظر آتے تھے۔ تاہم یہ وحل پہنچے پر نہ کہ یہ وہاں ہوں۔ انوں سے بھی اتنی رشتہ سے ملے تھے کہ ان کے اب و شایع ہو جاتے تھے۔ (ص ۴۱۳)

(۱۰)۔ "میاں ابو قیاس چاہتے تھے کہ کوئی جو تین مارے اور ان کے نہ کروں نہیں رہے و شہر و شہر سب کو تابع ہوں۔"

۱۱۔ "میرزا محمد قاسم صاحب (نور قوی) مرنے والے تھے انہوں نے علوم و فنون مختلف فیض یافتہ اور خوش چینوں کو تلمیذ بنائے۔ ان کے علم و ادب کا نام اپنے استاد کے کمال سے حضرت مولانا شیخ الحدادی تھے۔"

۱۲۔ "مرزا محمد علی کا وصف خصوصی جس میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز نظر آتے تھے۔ ان کی ساری اور تیز فہمندی تھا۔ یہی وصف مولانا میں ایسا نمایاں اور جو ورتھا کہ ان کی قیادت و سرپرستی میں ان کی خدمت۔ وہ اپنے آپ کو بالکل ایک انی اور مسموم انسان سمجھتے تھے۔ ان کے کاموں میں ان کے (میں میں اپنے لیے نہ کوئی شخص پیدا کیا تھا نہ کیا نہ ایک واقعہ میں حضرت کا جد سے زیادہ تو وضع و نگہار و دستوں کو ان کا گوارا کرنا اور وقت سے بڑھ کر

فرمایا کہ ”میاں وال تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی چوتیاں مارے اور افسانہ نہ کہ وہ نہیں رانے
دیکھو وہ میں سب کا شیخ ہوں۔“ (ص ۲۱۶)

(۱۱)۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا لباس :-

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پتھر میں ہارس تھے وہاں دستار بندی کا
جلسہ نہ تھا تو اپنے ساتھ حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمن ولیرہ نور محمد خط لکھا اور
حضرت شیخ الہند کو یہ بھی لکھا کہ حضرت! میں ایک ہفتہ عرض کرتا ہوں۔ ہے تو حق ہے جو
میں عرض کرتا ہوں مگر بڑے پھولوں کی ہے بوقی کو بھی یہ داشتہ کر لیتے ہیں۔ حضرت
! عرض یہ ہے کہ آپ ازار ملے ہوئے کپڑے پہن کر تشریف لائیں ان کے پاس ایک کمرہ
ہوئے باجائید ایک ٹوپی، ایک فلی قمی، دو کمرے دوپا جائے، دو ٹکی دو ٹوپی نہیں تھیں، اس وقت
کپڑے دھونے کی مشینیں نہیں تھیں، جبر قسم کے مسالے قسم قسم کے صابن نہیں تھے، ہاتھ
سے پڑے دھوتے تھے اس لیے کیا صاف ہوتے، پھر کپڑا بھی کدہ کا ہوتا۔ حضرت تھانوی
نے یہی لیے ایسا لکھا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے جواب بھی دیا تھا کہ تمہارے ہمارے ملاکی رعایت کی جائیگی۔ حضرت تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو گھون کو خوشخبری سنائی کہ میرے استاد (حضرت شیخ الہند) جو بندہ سے
آنے والے ہیں جو اتنے اتنے کمالات کے جامع ہیں، جب ان حضرات کی آمد کی اطلاع
پہنچی تو حضرت تھانوی ان کو لینے کے لیے انکسشن گئے وہاں ان کے اپنے ہاتھ کے دھلے
ہوئے کپڑے تھے، ایک فلی کدہ سے پرتھی اور جوبان کے علماء تھے وہ جوتے بندے جوتے پہنے
ہوئے تھے۔ یہاں ان کو کوئی صورت سے بھی نہیں پہنچتا تھا کہ یہ کوئی چار حرف بھی جانتے
ہو گئے۔ تقریر کے لیے حضرت شیخ الہند سے درخواست کی گئی تو حضرت شیخ الہند نے حضرت
تھانوی سے فرمایا ”میں اور غلط کیا تمہاری بھلائی عزتی نہیں کر ایسے سے شاعر ہیں
جن کو غلط بھی نہیں آتا۔ تمہارا غلط، شاعرانہ غلط ہوتا ہے“ حضرت تھانوی نے عرض کیا کہ
تھیں نہیں آپ غلط فرمائیں فرمایا ”اچھی بات ہے، غلط کہو گا تا کہ صحیحین کو معلوم ہو

ہاں۔ کہ شاکر اور امتداد سے بڑھا رہا ہے۔

وعدہ شروع فرمایا جس میں فقہ کے مسائل خوب بیان فرماتے وہاں کے علماء یہ سمجھتے تھے کہ یہ چند اسباب پر کے علماء مستورات نہیں جانتے، فقہ خوب جانتے ہیں ماسی اٹھا، میں مفتی لطف اللہ علی بنی بھی آئے۔ دلاتا تھا نونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں سوچا کہ یہی قدر کریں لی ان صومہاں واسطے کہ یہ مفتی ہیں۔ مگر حضرت شیخ الہند نے انکے آتے ہی وعظ بند فرمادیا۔ بعد میں حضرت شیخ الہند سے عرض کیا عنیا کہ حضرت ابوی تو وقت تھا وعظ فرمانے کا پھر آپ نے ان کے آتے ہی وعظ بند فرمادیا وہ مفتی لطف اللہ صاحب تھے قدر کرتے ان صومہ کی حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ ”مجھے بھی خیال آیا تھا مگر میں نے سوچا کہ اب جو کچھ وعظ دینا وہ ان کے واسطے ہوگا اللہ کے لیے تمہارا ہی ہوگا، اسی لیے بند کر دیا۔“ (ملفوظات فقہ الامت جلد اولہ ص ۳۲)

(۱۲)۔ فکر آخرت :-

حضرت شیخ الہند جس وقت لانا میں قید تھے، ایک روز بیٹھے ہونے رو رہے تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کیا ٹھہرا گئے ہیں؟ یہ لوگ سمجھے کہ حربہ یاد آ رہا ہوگا یا جان جانے کا خوف ہوگا، نتیجہ آپ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ ”میں گھریہ زیاد آنے کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں، بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ عقوبت بھی ہے یہ نہیں۔“ (خواند بالا ص ۷۶)

(۱۳) کہ ”ہاں ابھائی ایسے بے شرم متوہم ہی ہیں جو مفتی کی مہائیاں کھاتے ہیں۔“

فرمایا :- کہ صنعت تو بڑی چیز ہے اس کو تو کیا اختیار کرتے، ہمارے حضرات تو توبہ کا بھی پتہ نہ چنے دیتے تھے، نہیں کر پائل دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مراد آباد کے جیل میں کیا تھا، حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمت اللہ علیہ (شیخ الہند) بھی تشریف لے گئے تھے، وہی میں دشمن پر سیدہ بارہ والوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ایک وقت کی دعوت حضرت قبول فرمائیں، حضرت نے قبول فرمائی پھر سیدہ بارہ والوں نے مجھ

سے بھی درخواست کی، میں نے خذہ کر دیا کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے اس لیے میں صغہ و
ہوں لوگ۔ یہ سمجھے کہ وعظ کی جہد سے کہہ رہا ہے کہ طبیعت جو اچھی نہیں اس لیے وعظ نہیں بہ
سکتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کہلاتیں گے، میں نے کہا کہ جہاں وعظ نہ ہو وہاں کی
روایاں کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے تو حضرت مولانا کیا فرماتے ہیں کہ "ہاں
! بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں جو مفت کی روایاں کھاتے ہیں۔"

پس حضرت میں تو پانی پانی ہو گیا اور اس قدر شرم و امن میر ہوئی کہ سحابی کی بھی
درخواست نہ کر سکا اور یہی خیال کیا کہ خاموشی ہی بہتر ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو جواب دے سکتے تھے۔ فرمایا کہ ہذا کا ضہور تو برابر
داعیوں کے ساتھ ہوتا ہے جہوں کے ساتھ تو فتنہاں شہر خیر ہے اور یہی اداب ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت جلد ۱ ص ۳۹۲)

(۱۴)۔ حضرت شیخ الہند کا ملاقات میں سبقت فرمانا۔

ارشاد فرمایا کہ میں جب بھی دعوہ بند گیا بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ میں ماضی میں سبقت کر رہا
ہوں ورنہ خود حضرت تشریف لے آتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اگر طریقت میں داخل ہو کر توضیح
بھی نہ ہوئی تو کچھ بھی نہیں ہوا (جلد ۲ ص ۳۷۷)

(۱۵)۔ حضرت شیخ الہند کی شانِ فنا۔

ایک سلسلہ متفقوں میں فرمایا کہ جو بات وہ دے حضرات میں تھی وہ کسی میں بھی نہ
وہ بھی اپنے کو مٹائے ہوئے ملتا کئے ہوئے تھے اور جامع ہونے کی وجہ سے اس کے مصداق
تھے

۔ برکے جامِ شریعت برکے سندانِ عشق، ہر ہوسا کے اندام و سندانِ باطن۔
حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ باوجود غفلتِ علم کے
اور ساری عمر پڑھنے اور پڑھانے کے کو علوم تو حاصل نہیں ہوئے مگر اپنے جہل کا علم ضرور ہو
گیا کہ تم کو کچھ نہیں آتا۔ (جلد ۶ ص ۲۵۲)

(۱۲) حضرت شیخ الہندؒ کی اپنے شاگرد رشید حکیم انصاریؒ سے حضرت تھانویؒ پر شفقت کی

ایک سلسلہ شیعوں میں فرمایا کہ جو اپنے حضرات کی شان اور ان کی حق پرستی اور بہ نفعی دیکھیں۔ ایسا کسی کو بھی نہ دیکھا۔

(شیخ الہندؒ) حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مالٹا سے رجوع ہوئے تو میں بھی حضرت سے عرض فرمایا کہ وہ دیوبند حاضر ہوا تھا، حضرت نے بڑا ہی شفقت کا برتاؤ فرمایا، وہ باتیں میں وقت پر آتی ہیں اور ان حضرات کو تعزیریں اور معذرتیں ہیں، اس وقت جب کہ میں دیوبند ہی تھا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ اس وقت ”اعتراف“ یہاں موجود ہے حضرت اپنی زبان سے کچھ فرمادیں تاکہ مسائل حاضرہ میں یا اختلاف کی صورت فہم ہو جائے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ”اے میرا لکھنا کرتا ہے، او میرے سامنے کچھ نہ بولے گا، میرے کہنے سے اس کو حجتی اور تکلیف ہوگی اور کہنے سننے اور تشویش سے رائے نہیں بدلتی، رائے واقعات سے بدلتی ہے جب وہ واقعات سمجھ لیں گے تو خود ہی رجوع کر میں گئے۔“

لیا نھ کانا ہے حضرت کی اس شفقت اور شان تحقیق کا۔ کہاں ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے؟ وہ حضرت کی شان ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبانوں میں من و مال کر دیکھیں۔ ایک عرصہ کچھ لوگ حضرت علیؒ کی بیعت میں بیٹے ہوئے مجھ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت کے کان میں وہ الفاظ پڑ گئے، حضرت نے سب وہ آغاز و فرمایا کہ ”تم ایسے شخص کی شان میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جسکو میں پناہ دے سکتا ہوں“ یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے مجھ کو حجاب ہوتا ہے، یہ الفاظ میری ذات سے نہیں ملے، واقعہ میں مجھ حضرت کی شفقت اور محبت علیؒ پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ یہ حضرت کا ہے پھر فوراً کے ساتھ بڑا ہوا تھا، اب دعویٰ تو کرتے ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کا مگر

حضرت حبیبہؓ موصول ہو پیدا کر لیں۔ بقول مشہور

اگرچہ شیخ نے ڈاکھی زبان کی سی مگر وہ بات نہیں سو کوئی حد کی سی

فرمایا کہ حضرت کے ایک خاص معتقد اور مستند مسوی صاحبہ مجھ سے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ مرض الکبت میں جب حضرت اعلیٰ میں تھے، اختلافات کی خبریں کانوں میں پڑیں تو حضرت نے فرمایا کہ ”اگرچہ میں ہی کچھ اپنی رائے سے بات جہاں پر اختلاف تو اچھا نہیں سمجھتا ہوں“۔ سو اگر حضرت میرے اختلاف کو باطل سمجھتے ہیں تو حضرت کو ان سے تنواری ہوتی تو اپنے مسکب اور شرب کی نسبت یہ کیسے فرما سکتے تھے؟“۔ لاؤ میں ہی کچھ اپنی رائے سے بحث جاؤں؟“ یہ حضرت کا فرمانہ تھا رہا ہے کہ حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے بھی طرح اٹھ گئے۔ یہ بار حضرت نے اس کی نسبت فرمایا تھا کہ یہ میرے پاس کوئی وحی آئی ہے، ”یہ محض میری رائے ہے اس طرح اس کی“ (حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ) کی بھی ایک رائے ہے۔

تو یہ حضرات تو برہنہ کو اپنا حصہ پر کھینچنے والے تھے۔

اب تو اجازت کا محض دعویٰ ہے اور میں تو ایک اور بات کہا کرتا ہوں کہ حضرت کو ان کو لوگوں نے پہچانا ہی نہیں، اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں، حضرت بھی جیسی اب کہاں کا رہا؟ کال و اقیاس از خود، مگر کہ چہ ماند و نور و قشیر و شیر۔

(جہد ص ۷۵، ۷۶)

(۱۷)۔ ”اور ہمہ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔“

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیمان خان صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں حضرت شیخ ابوبکرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی بے سستی میں اپنی رائے و بہت بیان کرتے تھے، ہم بخاری کے طلبہ کو دہشتہ کرتے ہیں کہ یا ابن حجر! رائے ہے، یہ قسطی کی رائے ہے، ابن ہلال کی رائے ہے، یا ابن سیر کی رائے ہے اور یہ حضرت شیخ ابوبکرؓ کی رائے ہے اور سارا تو یہ نتیجہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہی رائے کسی کی ہے۔ تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہی

و اسے شیخ بندگی ہے۔ لیکن وہ بھی رائے کا غلبہ راسخ میں اس طرح فرماتے تھے: "اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔"

آپ دیکھ رہے ہیں کہ شیخ کا کیا علم ہے، غلطی کی تہرائی تو یہ ہے کہ دوسروں کے متعلقے میں آپ کی رائے اور تو یہی مانتی ہے اور تواضع کا یہ علم ہے کہ فرماتے ہیں کہ "اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے۔" (پہلیں علم ہمارے بعد ص ۱۰۴)

(۸)۔ خدا کے لیے میرا خیال رکھنا اور مجھے رسوا نہ کرنا!

حضرت مولانا قاسمی نے اپنے مکتوبہ امجد صاحب شیخ الہند کے شمارہ میں اور حضرت مکتوبہ علی نے اپنے علم مسعود امجد شیخ الہند کے مرید ہیں، ایک مرتبہ ان دونوں کو اپنے پاس چار پائی پر لٹھا اور مولانا زمین پر تشریف فرما تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ

"محمد امجد آپ میرے استاد کے صاحبزادے ہیں، مسعود امجد آپ میرے مرید ہیں، میرے لیے ہیں میں۔ آپ ہر ایک اور انہیں کیا وہ آپ سے معذرت چاہتا ہوں، مگر آخرت میں آپ کے والدین پاکیزہ، محمود نے کیا کیا؟ تو خدا کے سپرد میرا خیال رکھو اور مجھے رسوا نہ کریں۔"

دیکھئے! اپنے شماروں سے اس طرح فرما رہے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ال کے والدین کی معرفت موجود تھی، جس کے سامنے اپنی حیثیت کچھ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ آج تو اس کا خیال نہیں، کچھ چیزیں یاد کی ہیں زبان کی چوہدری تو موجود ہے لیکن والدین کی معرفت سے خالی ہے۔ (حوالہ بالا ص ۱۸۲)

(۹)۔ "میرا کھانا کا کھنڈر رکھ کر بازار سے گزر رہے ہیں۔"

یہ قسم کھا رہا ہے کہ کوئی شخص اس کا کوئی لفظ نہ بولے، یہ کہتا ہے اس کے چاروں طرف سے اس کی صورت ان نہیں رہ گئی تھی، اسے یہ کہنے کی فکر ہو وقت اس کی رہتی تھی۔ اس زمانے میں اسلحہ مساجد میں سمیر بچھتی جاتی تھی جو نرم ہوتی تھی اور نرم بھی۔ یہ کھانے تالابوں میں پھینکا جاتا ہے، اس لیے وہ جاتی ہے تو خوش اسے بچھنے کے لئے لے

ساتھ چلیں گے فرمایا اچھا بھرا۔

اس دن حضرت نے ان طلبہ کی رہیت سے پیدل سفر کرنے کی بجائے ارادہ کیا کہ سفر سواری پر ہو۔

کمبار کا ایک نو (محمود انگریز) چلے لیا اور ارادہ یہ کیا کہ میں طلبہ اترتے ہیں جیسے جائیں گے۔ چنانچہ کمبار کو سے کردار العلوم کے دروازے پر آگئے۔ حضرت معمول کے مطابق آذان عصر کے قریب درس سے اٹھے اور یہ طلبہ حاضر تھے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی مولوی محمود! پیسے تم سوار ہو، پھر بھاری بھری ہم سوار ہوتے رہیں گے۔ انہوں نے حضرت کے سوار ہونے پر اسے مانا کیا مگر حضرت نے مانے۔ زبردستی مولوی محمود کو نثر پر سوار کر دیا اور طلبہ اور حضرت خود پیچھے پیچھے پیدل روانہ ہوئے۔ بلکہ ایک چچی (چھتری) ہاتھ میں لپیٹ کر ہٹکانے کا فریضہ بھی اپنے آرائے۔ مولوی محمود صاحب فرماتے تھے کہ میں سخت ضیق (تنگی) میں تھا کہ حضرت تو پیچھے پیچھے ہیں اور میں سوار ہوں۔ مگر مجبور تھے علم بھی نہیں تھا۔ دو چار میل چل کر یہ ٹوٹے اتر گئے تو حضرت نے زبردستی دوسرے طالب علم کو بٹھایا اور خود اسے ساتھ چارے میں۔ چار یا پانچ میل پہنچے۔ طالب علم کو خج حال غرض ۳۰ میل کا سفر پر ابھولیا مگر خود نہیں چڑھے۔ باری باری ان طلبہ کو بٹھاتے رہے۔ اس وقت اندھا دہا کہ یہ ٹوٹے اپنے آرائے پر نہیں بلکہ ان طلبہ کے لئے آرائے پر منتقل ہو گیا تھا۔

بعد کو وہ اپنی موتی قرینہ طلبہ کے لئے کہ اب وہی معاملہ ہو گا نثر پر ہم سوار ہو گئے اور حضرت پیدل چلیں گے۔ باجمہ مشورہ ہوا کہ آخر کیا صورت اختیار کی جائے کہ ہم پیدل چلیں اور حضرت کو نثر پر سوار کر دیں۔

مولوی محمود صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا کہ ترکیب تو میں اردوں کا کہ حضرت پورا راستہ نوتے نہ اتریں خرابی اندھ سار کر دیا ہے۔ چنانچہ جب مشکوہ سے روانہ ہوئے تو حسب معمول طلبہ پر زور دیا کہ سوار ہوں مگر یہ لوگ انکار کر پڑے تھے۔ عرض کیا کہ حضرت آتے ہوئے ہم سوار ہوئے ہیں اب واپسی میں یہ نہیں ہو گا۔ حضرت سوار ہوں خود ان

چاہیں مگر ابتدا حضرت کے سوا ہونے سے ہوں، جب یہ سب اکٹھے ہو کر بندہ ہوئے تو حضرت نے آخر قول لے کر مالیا اور نو پر سوار ہو گئے۔

طلب نے چپکے سے مولوی محمود صاحب سے کہا کہ اب تم وہ موجودہ ترکیب کرو کہ حضرت دیوبند تک نہ سے اترنے نہ پائیں چنانچہ مولوی صاحب نے وہ نسخہ استعمال کیا۔

جب حضرت سوار ہو گئے تو انہوں نے نو کے برابر میں تکر حضرت کا نو توئی اور حضرت حاجی امجد اللہ حضرت حافظ صاحب شہید وغیرہ کا کاندہ کر دھجھڑ دیا۔

حضرت کی عادت تھی کہ ان بزرگوں کا تہ کرہ چھینے سے ہی اس میں محو ہو جاتے تھے اور پھر ادھر کی کچھ خبر نہ رہتی تھی۔ ان حضرت کا ذکر پھیلنے سے ہی حضرت نے ان بزرگوں کے واقعات بیان کرنا شروع کیے تو نہ حضرت کو ماستے کی خبر رہی نہ طلبہ کو۔ پورے چھپس لاکھ میل کا سفر طے ہو گیا کہ بڑی آگنی جو بروج بند سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بڑی دیکھتے ہی حضرت نے گھبرا کر فرمایا کہ اے اُحدی آگنی۔ یہ کہہ کر نو سے کوڑا بترے فرمایا بھائی! میں نے تم سب کا حق مار لیا۔ لہجہ دی سے تم سوار ہو۔ طلبہ نے ہر چند حضرت سے بیچنے کا اصرار کیا۔ مگر اب حضرت تہیہ کر چکے تھے، کسی کی نہیں سنی۔ ہاری ہاری ان لوگوں کو بھلا یا شہر میں داخل ہوئے تو پھر اسی شان سے کہ طلبہ سوار ہیں اور حضرت سیدل ہیں، ہاتھ میں تکی ہے اور نو با آفت رہے ہیں۔ جس سے طلبہ بچنا چاہتے تھے، بالآخر وہی چیز سامنے آ کر رہی۔ سبحان اللہ بے نقی اور شفقت کی انتہاء ہے۔

حضرت اقدس کو اس بے نقی کے عالم میں کسی بھی ایسے کام سے عار نہ تھی جو بظاہر علماء کی شان کی خلاف سمجھا جاتا ہے۔ رتو جب آئے کہ خلاف شان کیا جائے جو شان ہی ملا پکا ہو اس کے خلاف شان کا سوال ہی کیا پیہ ہو سکتا تھا۔ (حوالہ ہمارے ص ۱۷۳)

مزید چند واقعات

ذیل میں اب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح و تفسیر سے متعلق حضرت شیخ اللہ علیہ

مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ”آپ جی“ سے مزید چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ حضرت شیخ ابند نور رحمہ اللہ سے متعلق کتاب ہے کہ ابتدا میں بہت ہی خشک و شاکہ تھے۔ نرسا نہ زندگی۔ مگر آپ نے انرا احمد رکھی وجہ سے انہیں لہاس ہو گیا تھا۔ وہ کیٹھنے والا مولوی تھے۔

حضرت تھانوی ایف جلد ”ذکر محمود“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے شباب میں طاقت مزاج نے سب نیکی پر شش مرغوب تھی اب طلب تراضی کے سبب اس قدر مایوس اور جوتا اور سردی بنی۔ میں اختیار فرمائی تھی جیسے سنا کہین کی وضع ہوتی ہے وضع سے کوئی شخص یہ بھی نہیں نہ کرتا تھا کہ آپ کو کسی قسم کا بھی اختیار نہ ملے گا۔ اس طعن حاصل ہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ وہاں سے روانہ ہوئے۔

(۲)۔ اب حضرت نے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھایا تو حضرت نے دیکھ کر سب علماء کو جمع کر کے کہ حضرت نے فقہ امام احمدیہ لکھا ہے۔ یہ فرمایا کہ بھائی میں نے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا تو کہہ دے لیکن سب علماء اس کو دیکھ کر کہہ دے۔ وہ نہ رہنے دیا۔ حضرت نے حکم دیا کہ اس واقعہ کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ آپ اس واقعہ کی بھی مدد ہے۔

(۳)۔ حضرت حکیم الامت نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ بھی بعض مقامات سے سنا ہے کہ حضرت مولانا (شیخ ابند) نے ارشاد فرمایا کہ بارہا حاضر بنی کشور کے وقت خیال ہوا کہ حضرت شگوفی قدس سرہ سے حدیث کی اہانت کی اور نور دست کردن مکر معاہدہ خیال نہ کیا کہ آپ کو آپ پر چھ بیٹھیں کہ تھو کوئی تھی کیا ہے جو حدیث کی منہ ماکتا ہے تو کیا جواب دیں گا۔ اس پر یہ سوچ کر چپ رہ گیا۔ اللہ اکبر کچھ مدد ہے تو اضع کی۔ حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ میں نے کبھی نہ دیکھا نہ نہ کہ آپ نے کبھی اہانت فرمائی ہو۔ . . . بعض درشت و نادار درشت مزاج غلبہ دوس میں بہت ہی بے ادبی کے الفاظ کہہ ڈالتے تھے مگر حضرت مولانا کو

بھی اس پر قیغ نہیں ہوا۔

۱۸۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرنے والے مرقدہ صاحب نے اپنے والد گرامی کا انتقال دیکھنے والے تو اہل تکلف و اہل مروجہ میں اور شیعوں میں رسول ان سلسلہ کے شائع بھی ہو چکے ہیں۔ اس کا کارہ کار مال "عبداللہ" بھی ان سلسلہ کا ہے اس سے بھی انتہائی کی نوعیت معلوم ہو رہی ہے۔ اس زمانہ میں جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۳ھ کے آغاز مقدمہ تشریف لے گئے جس کے بعد ماہ چاند چاند اس زمانہ کے دو کتاب بھی حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے ڈاک محمد علی قلی فرستے ہیں جو انور میں شائع ہوئے ہیں۔

پہلا مکتوب :-

مراد فضل و کمال شرف حکم اللہ تعالیٰ و جعلکم فوق کثیر من الناس
 اے میرے بھائی و مرقدہ صاحب! یہ بات آج کے لیے معلوم ہو گئی کہ اے میرے بھائی و مرقدہ صاحب!
 اے مرقدہ صاحب! یہ بات آج کے لیے معلوم ہو گئی کہ اے میرے بھائی و مرقدہ صاحب! یہ بات آج کے لیے معلوم ہو گئی کہ اے میرے بھائی و مرقدہ صاحب!
 اس وقت ایک صاحب بنگالی تھے عبد المجیب سے ملاقات ہوئی جو ہندوستان و لوگوں کو
 لے گیا جس اور جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے کا قصہ رکھتے ہیں۔ یہ مرقدہ نصیرت معلوم ہوا
 اس لیے یہ عرضہ کرنا نہ کر رہا ہوں۔ ہندو مسیح فرقہ، مجھ اللہ اس وقت بالکل خیر رہے اور اطمینان
 ہے۔ شہر دار صاحب میں مذکورہ حاضر ہو گیا تھا اس وقت تک کہیں حاضر ہوں مجھ کو امید
 ہے کہ فلاں مسن فاسق دعا سے اس دور افتادہ و فراموش تفریباہ میں آئے آئندہ و قیامت
 نسبت ابھی کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ مولوی شبیر علی صاحب مولوی محمد ظفر صاحب مولوی
 عبد اللہ صاحب و تیسرے حضرات سے سلام مستنون فرمادینے کے بعد مولوی محمد شبیر صاحب
 مولانا قمر اللہ صاحب کی وفات سے افسوس برائے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رحمہما اللہ

تعالیٰ

السلام علیکم و علیٰ علیکم

"فلا بد و محو و غفر لہ" ۱۲ محرم چاند شہزاد

دوسرا مکتوب :-

معدن مسات الخیرات، دارالافتاء اسلام آباد، محرومات اہل بیت،

گرام ساقی پور :- سر سے واقفان ہوا۔ جو ہوا قرین و قدسین ہی امید قبول کا
شروع ہے اور امانتہ فیضیم، نہ کفر۔ احقر اور انیس، و متعلقین ائمہ ائمہ خیریت سے ہیں۔ سب کا
سلام و مسنون قبول ہو۔ والسلام علیکم وعلیٰ صلیٰ علیکم۔ فقط پند و نگو۔ ازاد و بند و املا اس
روز یکشنبہ۔

(۱)۔ سلام و کے ساتھ ان طرز کے انتقاد واریط و ایسا جو زمین کو، کھینچ، مٹی نہ بھرتے
کہ یہ ان مجمع کے خدام ہیں۔ ان کے خدام نے ساتھ میں میں کوئی خاص کسب و کسوت ہوتی مثلاً
مواہرات کے کسی استاذ یا بزرگ کی وادہ میں سے دونا و حوام طلمین کے نزدیک معظم
ہوئے، انکو دیکھ ان کے، تیرا یہ راجہ کچھ اس سے اجنبی قلص و قہر ہو سکے تاہم پر خدوہ
ہوئے کا جب خدام نے، موقوفہ، حامل ہو تو سر و شہ پر وں نے ساتھ معارفہ اس سے موازنہ
کرایا یا نے کسی نے کسی خدمت کی نہ، اس کے لئے، مکتبہ حق، بند و اسے مہمانوں نے
لیے نہ مکان سے پہلے، جو میں لائے اور خود نکلائے۔

(۲)۔ مفتی محمود حسن صاحب نے بروایت مولانا کادری محمد حبیب صاحب مہتمم دارالعلوم ایفک
واقعہ ملایا کہ جب حضرت شیخ دیندار خاں کے لیے تشریف سے جا رہے تھے اور وہاں سے
فرقہ روزگار مانا گئے اس وقت کی بات ہے کہ جو اسے وہاں پر تشریف لائے۔ اعلیٰ مقام
(ابھی محترم حضرت مولانا فتویٰ کی خدمت میں عرض یہ کہ ماں ہی اس نے آجی کوئی
خدمت نہیں لی بہت شرمندہ، اب اب لم میں چارہ ہوں آیا چاہو دیو بیٹھے، انہوں نے
جس پردہ سے ہوتا آئے۔ حادیہ حضرت شیخ الہند کے منظر کھراپنے پر رہا اور روتے
رہے اور کہتے رہے کیا حد میں ہی وہاں میں کوئی فائدہ پہنچے گا۔

(۳)۔ یہ دور اہل حق بھی بہت سوال مانا لائی محمد طیب رہے سب مفتی صاحب نے ملایا کہ
ایک مرتبہ مغرب سے پندرہ پہلے وقت تھا، انداز کے سے حضرت شیخ الہند کی مجلس سے سب

نوش ایٹھ کر پئے۔ میرے برابر غلاموں کی بیڑم جو تھیں گئے۔ حضرت شیخ بنو نور بندہ مرقہ و
 اندر زمان مکان سے اُتر پائی گئے۔ وہ مولوی طاہر مرحوم سے فرمایا کہ ایشم کر دے دو دارا
 پنجپے کی حضرت میرے واسطے کون اسنے۔ اس پر فرمایا کہ ”قرآن مجھے ہو کہ میں کون
 دوس میں غلاموں ہوں۔“ (یہی حضرت مولوی نے آخر میں خد اور تھیں)۔

(ما غود نا آپ جی جیلہ ۱۳۵۳ء ۱۳۵۸ء)

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھوکی رحمہ اللہ کی قدسیت۔

حضرت قادری محمد حامد صاحب رحمہ اللہ کی دامت برکاتہم و تعالیٰ انکاش نقوش میں تحریر فرماتے

تھے

تکلیف امت مجھ و امت حضرت مولانا محمد شرف علی۔ جب قلعہ نامی قلعہ سرور
 کی ذات علیہ السلام نے کھنڈے۔ آپ کے استقامتوں میں۔ آپ نے فارسی و عربی کی پختہ
 کتابیں پڑھیں۔ اور حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھوکی ہیں جو یک بیہ عام دراصل
 درویش اور شیخ اعرب و امیر حضرت خانی و لا اللہ تھوکی بہ جرمی و مراد نے عقوبت کیا تھے
 مرزا یارین اور بہت ہی بارگت نہ صاحب بہت بڑے تھے اور اپنے شاگردوں نے بے حد
 شائستگی و محبت کی تھی۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھوکی کا اس لیے ذکر ہے کہ یہ صاحب ہر حضرت

تھوکی کے پاس تشریف لائے اور ان کے لئے

”کہ جب کسی نیک جگہ رہتے ہیں تو ان میں بھی جہت تھی پیدا ہو جاتے ہیں اور ان
 تعلقات کے لیے کچھ تھوکی بھی ہو جاتے ہیں جن میں بھی کچھ کچھ بھی نہ ہوتی ہے لہذا
 بھوتے ہیں۔ وہ کچھ کچھ بھی ہوتی ہیں ان میں کئی معافی ہے بتاؤں۔“

حضرت تھوکی نور اللہ کے کھانہ میں میرے ساتھ دوسو روپے کے چوتھے چور
 کبھی شاذ و نادر کچھ کوچین پکھانے کی خیفہ عنوان سے معافی چاہتی جا رہی ہے۔ عرض کیا
 کہ ”حضرت! جس چیز کی معافی چاہی ہو وہی ہے ان کو میں سمجھ رہا ہوں۔ تو یہ آپ! حضرت

ہوتا ہے۔ ثبوت دہشتہ قہمی اہل معافی تھے۔ یہ جو حرف آجئے ہیں یہ اس کی تائید کرتے ہیں۔ فرمایا کہ معافی کی عمرو۔ حضرت ۱۱۱ نے بہت جلد فرمایا۔ لیکن نہ مانے۔ بالآخر حضرت ۱۱۱ کو یہ یمن بھی نہ پہنچا۔ حضرت ۱۱۱ نے فرمایا۔ (ابن عساکر ۱۰۰۰)
حضرت اقدس مولانا غلامی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے
واقعات

(۱)۔ عاجزی وانکساری۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے تو انصاع کے قصے تو حضرت اقدس
کی خدمت میں بہت دیر قیام میں نہ مہم نہ تھے دیکھئے اس سے کہ جب ۱۱۱ جو میں
سہارنپور حاضر تھے قہمی اور اہل عقد و عہد میں رہے پانچ میں حضرت نور اللہ مرقدہ سے
مندرقت ہوئے۔ یہ واقعہ پورا اٹھا، انکسار و خاست میں خوب ہی دیکھئے۔ موقع
میں ۱۱۱ میں بھی بہت وقار و ہم رکابی رہی۔ خدائے مہربان کے ساتھ ساتھ ان کے انھوں نے میں ذرا بھی
حضرت کو چھو نہیں نہ ہوتا تھا۔ میں پر اثر میں چاہتے میں چھو ساتھ ان حضرت نور اللہ مرقدہ سے
بے تحلف و اٹھایا کرتے تھے، خدا ہم عرض کرتے ہیں ہمیں دیکھئے فرماتے کہ وہ بڑا سادہ
رہا ہے انھوں نے وہ تو میں بھی حضرت کے ساتھ اکثر شرکت ہوتی تھی امتیازی جگہ پر داعی
کی درخواست کے بغیر نہ جیتے۔ میں نے نہیں دیکھا کیف یا استغفار رکھنے کا ارادہ
کرنا۔ میری کی درخواست پر ممتاز جگہ بیٹھنے میں بھی انکار نہ کرتے تھے۔

(۲)۔ بندہ تاجیز با اعتبار اپنے ہمراہ جو اس قابل نہیں کہ علماء اعلام کے اختلاف کا فیصلہ کر
سکے۔

یہ مسئلہ میں حضرت عظیم الامت نور اللہ مرقدہ اور بعض علماء کا اختلاف ہوا
تو حضرت عظیم الامت نے حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کو فہم بتانے پر فریق چنی کوراضی
کرنا یہی تفصیل۔ انھوں نے غلیل کے دوام میں سوچا ہے اس پر حضرت حکیم الامت

نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اس محراب کی تمہید میں صراحتاً دہمۃ اللہ علیہ کی عبارت قابل دید ہے، وہی ہندو، ہندو، چیز باقیہ رہا اپنے غم و غم کہ اس قاضی نکاح کی حد و ملاحسہ کے اختلاف کا فیصلہ کر کے غریبوں کے اختلاف، ہمارا شرف اس مسئلہ میں جو تھو خیاں میں آیا عرض کرنا ہے“ ”حضرت حکیم الامت نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ“ ”تواضع اور اخلاص حق میں اس طرح منع کرنا جس وجہ کا کمال ہے ظاہر ہے“ (خوان غلیل ص ۸)

(۳)۔ ”حضرت سہارنپوریؒ تو واضح میں اسلاف کا نمونہ تھے۔“

حضرت حکیم الامت خوان غلیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا دہمۃ اللہ علیہ میں صفات خلف کی چکی تو واضح تھی کہ مسائل و افکارات علیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھر مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کے معروضات کو شرین صدر کے بعد انہوں فرما دیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کا افکار و افکار نفس کے متعلق ان کے لئے سے بعد حضرت حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں دو بار دہمۃ اللہ علیہ کے چند کلمات ثابت ہوتے ہیں: ایک تو تواضع جس کے سلسلہ میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے دقتیں تقویٰ کو اشراف نے اہل خانہ میں جمید نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے اجتماع خست جیسے کہ ظاہر ہے۔ چوتھے اپنے معاملہ میں اپنے نفس کو منہم سمجھا کہ اپنی رائے پر فوقی نہیں فرمایا اور نہ جس کی نظر اچھی دیتی ہو کیا اس فیصلہ تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ (خوان غلیل ص ۱۲)

(۴)۔ ”شیخ پورہ کی دعوت کا قصہ“

شیخ پورہ کی دعوت کا ایک قصہ جس میں یہ ناکار و خواہی شریک تھا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ لونی نور اللہ مرقدہ و بھی شریک تھے۔ اس کو حضرت نے تحریر فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ و سالانہ جلسہ درجہ مظاہرہ میں (میں جاتا ہوا جلسہ کے روز شنبہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۲۰۱ھ میں) حضرت مولانا سہارنپوریؒ اور دیگر بعض ممبروں کو مدعو کر دیا۔ دھتے وقت سہارنپور کے ایک تاجر چانوں نے اگلے روز صبح کی دعوت کر دی مولانا نے دعوت قبول فرمائی اور شیخ پورہ چلے گئے۔ شنبہ دوپہر ۱۲ بجے کے وقت

چہ برس پائی پناہ رہا تھا، پھر چہ۔" مولانا نے وعدہ کر لیا تھا اس وجہ سے ہی حالت میں ایسی ہوئی۔ جب سہارنپور آئے۔ میں بھی حضرت حکیم الامتؒ کے ہمراہ تھا راستہ میں ایسا جب جو دعوت فرماتے تھے، سب پاہتے ہوئے تھے، مولانا نے پکار کر دیا اور اپنے آگے ہی اطلاع کی تو آپ نے فرمایا: "حضرت دعوت کا چہرہ انتظام نہیں ہوا، چوہو وادی کی وسیہ نہ تھی۔" مولانا نے فرمایا: "میں پرستی۔ اس نے کل سے وقت معین کیا، اور تمہیں سے فرمایا کہ "خاصے تمام کا وقت بھی نہ کیا۔"

ہمارے سفر سے (فیصلہ) امت کے لئے فرمایا کہ اس مسئلہ سے میرے خصوصی توجہ لینا نہ تھی، مولانا نے وہ زمانہ تک تھے، ان کے سامنے جو نہ ہوا، مجھے بھی دعوت میں شریک ہونے کا حکم ملا، میں نے عرض کیا: حضرت! مجھے تو صحیح ہو کہ نہیں ملتی ہے۔ لڑیا نہ ہو کہ جو خلیفہ دور میں تھیں، میں میں دیکھا جا کہ میں نے عرض کیا: بہت اچھا ہے وقت پر پھر ہم سب کے سفر میں تھے، میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے کہہ دیا تھا کہ "میں خدا کے مولانا سے رخصت ہو گیا اور اس دعوت کے لئے مولانا کے سامنے تو کہنے کا موقع ملے گا، اس سے یہ بھی دیا اور کبھی صحت سے اس کے سامنے ہوئے اور کیا دیا؟ انہوں نے کہا کہ اس کی تکلیف ہو کر دیت دیا کرتے ہیں۔" مجھے تو یہ چاہیے تھا کہ اگر مولانا اس پورے سے تشریف نہ لے جاتے، جب بھی انتظام کرتے، اس نے "خود کے لئے تو یہی۔"

(ارواحِ حیات، ص ۳۸۶)

نذر کیا، خود کے مٹا دیا، میں نے اس آیت میں حضرت سہارنپوریؒ سے دیکھا، حضرت حکیم الامتؒ کی قوت شیعہ ہے۔ اس کے بعد مولانا نے دیکھا کہ مولانا نے دعوت میں بھی قبول کر لی اور حضرت کے سامنے پناہ دیت بھی نہیں پائی، ان کے لئے بہانہ تھا۔

(۵)۔ "بیعت کے بغیر سب النفاظ۔"

"تذکرۃ اخیال میں حضرت سہارنپوریؒ کا معمول لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مکتبہ کی حیثیت میں ازل و اسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اور شریعتی کو شیعہ اصرار پر

بیعت کرتے بھی تو یہ الفاظ کہلاتے تھے کہ جو بیعت کرتے ہوں میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے ضمیمہ کرتے ہوں۔ (تذکرہ انیس ص ۷۷)

(۶)۔ ”اہل علم سے استفادہ“۔

”جس کیجھ“ کی تائید میں حسب بھی اہل علم میں سے آقا، راویہ، ابن قیوم، علامہ حضرت بابہ، ابنہ صاحب کے ساتھ جہاں کا مسوومہ میں نے دیا ہے کہ غور سے دیکھیں اور کوئی قہر اہل اصلاح کو ضرور متنبہ فرمادیں اور حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں صدر مدرس نظامیہ مولوی بن گئے تھے۔ ان سے ذرا مستقل گفتگو تھی اور مولانا نے جو ہم بہت ہی مستحق تھے کہ ان کی کیا کرتے اور جہاں جہاں مولانا نکلتے دیکھتے حضرت ابن ابی حاتم سے غور سے مواظف رہا۔ یہ اور اصلاح کی ضرورت سمجھتے تو مسلمان تو ضعیف فرماتے۔ (ماخوذ از آپ بیتی ص ۲۵۰ تا ۲۵۳)

(۷)۔ ”اخلاقیات میں بھی اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ“۔

وہیں تعلقہ آپ اپنے کسی سال پہنچے تھے اور نہ ضعیف، ایک دن آپ تھکے بھون گئے اور صابون دھو کر غسل کر کے مسند میں جا کر سو گئے تھے حضرت سے یہ حال یہاں حضرت کو اطلاع کے قول اپنی فراموشی ہے۔ اسی دن مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ کا کلام حق کرنا شروع کرنا۔ حضرت کو نگہ رہا اور بعد میں تیزی۔ مولانا صاحب نے بھی تیزی پر آگے۔ جب آپ نے غسل کیا اور خاموش ہو گئے، جب آپ دین پر آئے تھے آپ نے خود ہندو عالم کی مور مصافی کے لیے ہاتھ بڑھا کر فرمایا اور مجھ سے کچھ مستحق آپ کی شان میں کہی ہو تو معاف فرما۔ یہ ”ان بعد دعا“ کے پر بھی مٹی معذرت بخش کی۔ اور ایک خاموشی کا سبب بنتے تھے تو کسی سے دعا کرتے تھے اور ان سے توئی خواہشات مہر پروردگار کا کہ تیرا آپ کرتے تھے بعد میں ان کا بیان اہل مدینہ میں طرے نکل گیا تھا اور تھکانے بھون سے اللہ فرمایا ہے کہ تھے۔ (تذکرہ انیس ص ۲۵۹)

(۸)۔ ”میں اپنے آپ کو آپ کی روٹیوں پر چلنے والے کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں“۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم نے اپنے اصنافی بیان میں آپؐ کو مذکور کرتے ہوئے فرمایا

”حضرت مولانا غمیس محمد مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (شمارح ابوداؤد) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زمریہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ اور استاذ ہیں۔ انہوں نے حضرت کشتواہی سے بیعت کا عہد یہ لیکن بیعت نہ ہوئی تو حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ آپؐ مبارک اللہ علیہ کیونکر استاد کے بیٹے بنے تو مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ نے ہنسی بخلائی کہ ان کو بیعت فرمائیے۔ جب حضرت مبارکپوری حضرت کشتواہی کی خدمت میں پہنچے تو حضرت کشتواہی نے فرمایا ”آپؐ تو حق زور سے ہیں اور میں نہیں۔ آپؐ دین سے کی فریاد کرتے ہیں؟“ تو حضرت مبارکپوری نے فرمایا کہ میں آپؐ کا خاص ہوں آپؐ جو ہے بیشک سے اگلا کر بیعت فرمائیں یا دیکھیں کہ اہل نکال ہیں اور رہی ہیں۔ جو نے بیعت تو میں اپنے آپ کو آپؐ کی روٹیوں پر چلنے والے کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں لیکن ان کو نہ رکھتے ہیں۔

اس تعدادیایت اور ائمہ زہدی اور اہل کاشغیر ہوا۔ ایک مرتبہ محبت العزیز وایچی رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد ترمذ میں معمولات پورے کر رہے تھے اچانک کہا کہ کون آیا ہے کہ مسجد خراماں اور تہ بھرتی کی تعمیراتی کام مکمل ہو گئے۔ بعد ازاں کہ حضرت مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ طواف کے بعد بھی اسے چارے پیتے تھے۔ ان سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں ساجد باحقا کہ کون آیا۔ اب بتائیے کہ آپؐ ہیں اچھے فرمایا ”تہ بھرتی“ (مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ) پورا غور ہے۔“ (انجاسی ص ۵۰۵ ج ۲)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ (مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند) کے واقعات

(۱) "بے نفیسی کا ایسا کوئی واسطہ نہیں ہے جس سے عاجز نہ ہو سکیں، بلکہ"

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کا یہ تحریر فرماتے ہیں

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ منصب اور عہدہ کے لحاظ سے دارالعلوم دیوبند کے مفتی آلہ (مکویا بعد کی اصطلاح میں صدر مفتی) تھے، تفسیر یا حدیث کا کوئی سبق بھی پڑھا دیتے تھے۔ اس کے ساتھ دو شخصہ کی مجددی طریقہ سے صاحب دانش بھی تھے۔ حضرت شہید محمد تقی مجددی

رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندی - یہ الزام نہ تھا کہ علمی اور تربیت میں رام سلاطین طے کی تھی اور ان ہی کے بچہ تھے۔۔۔ دارالعلوم کے اس وقت کے اکابر اور ائمہ کو میں سب سے بڑے بعد سب سے بڑے تھے اور سب ہی ان کا بڑا بڑا امر کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب میں جو سال بہت ہی نمایاں تھا جس میں میرے لیے نہایت ہی اہمیت رکھتے ہوئے بھی دیکھتے تھے وہ ان کی انتہائی بے نفیسی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ نے جس بندہ کے اندر وہ چیز ہے وہی نہیں جس کا نام نفیسی ہے۔

یہ مدت عام طور سے مشہور تھی کہ سب کے بوقام نوادر اور نثرانوں نے اس کے لئے سکھاتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مدت اس سب کا نام لیتے تھے کہ میں بھارا دینا اور خوش کا جو کھا، نہ تھکا، نہ خیر و خیر سب کے اکلے بعد بیکشت اور خوشی کے ساتھ اور اپنے ہیں اس پاس کے غریب گھرانوں کا پیسہ پیسے اور وہ پیسے کا سودا بھی خریدنے کے بازار سے لے لیتے ہیں اور وہاں سے اپنے لئے جوتے کے چکران کی مرمت لے لیتے ہیں۔

راقم ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ نفیسی کا ایسا کوئی واسطہ نہیں ہے جس سے عاجز نہ ہو سکیں۔ (تحدیث نعت، ص ۲۷)

(۲) ”سہوونی صاحب! یہ تو آپ نے لفظ لے آئے ہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں، اتنی رنگائی تھی۔“

مفتی محمد تقی عثمانی۔ صاحب زیہ محمد حمزہ فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی حاجی الرحمن صاحب قہر سرہ کے علمی مقام بلند انہ اردو تہذیب اکیڈمی سے لکھ کر جو کتاب آپ اس دور میں در حضور دیوبند کے صدر مفتی۔ جسے صاحب کے بال آسمان علم سے فوقہ قرار دیا۔ رہنما بنے۔ نہ رہیں تھے۔ انھیں تو وضع اور۔ دینی کا عام یہ تھا کہ حضرت و صاحب اس لئے تخریر فرماتے ہیں

”حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ جو حق تعالیٰ نے جو کمالات ملیں اور عملی، علمی اور باطنی مظاہر فرمائے۔ ان کے لیے یہ ہے کہ یہ ایک شخص کے لئے ان کا دور ایک بھی آسمان نہ تھا۔ اور دینی ایسے جیسے کہ یہ دینی بڑے عالم یہ صاحب کرامات حصولی اور صاحب نسبت شیعہ میں صاحب کے عبادت تو اٹھ کر یہ سام، دیکھ کر پھر کا سورہ اسلاف نہ صرف اپنے عہد کا بلکہ بعد کی وہاں اور ضرورت مندوں کا بھی نورانی ہے، پھر پھر زیادہ ہو جائے تو بغاوت میں ٹھہر کر دیا لیتے اور پھر ان کے گھر کا سورہ اصحاب کے اس کو پہنچا ہے۔“ (مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۴ ص ۱۱)

براہِ حق۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے بار بار بڑی بات کہ یہ ملاقات اسے بھی ہونا تھا کہ صاحب ملت مفتی صاحب رحمہ اللہ کسی عورت کو سوا اپنے کے لیے ہوتے تو وہ دیکھ کر کہتی ”وہ دینی صاحب! یہ تو آپ قلعہ لے آئے ہیں۔ میں نے یہ چیز اتنی نہیں اتنی رنگائی تھی۔“

پھر لہجہ فرشتہ صفت بڑا کہ ”وہ پھر وہ زیادہ جانتے اور اس عورت کی شکایت دراز نہ ہے۔“

(۵۱: ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳

امام احمد حضرت امام سید محمد انور شاہ صاحب شہیری رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ وفضل میں رہتا ہے۔ وہ گارہ تھے۔ تحصیل غلامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب قندلوی نے اپنی ایک مجلس میں انھیں کیا۔ ایک جسنانی فیلسوف نے لکھا ہے کہ ”اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ خدائی جیسا کھنکھ اور مدھنکھ اس میں ملتی ہے۔“ یہ واقعہ بیان کر کے عظیم الامت نے فرمایا ”میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے میں مولانا انور شاہ صاحب کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ یہاں تک کہ مدھنکھ عام انسان کو قنقن سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔“

انہی حضرات میں صاحب کا واقعہ حضرت مولانا محمد انور صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بجا لیوار کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحب نے قادیانوں کے کھڑے پر اپنے نیکے تحریر فرمائی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ ”جو چیز دین میں تو اس سے ثابت ہو اس کا منکر کاغذ سے قادیانوں کے گونے اس پر اعتدال نہیں کیا

””۔ سب کو بچانے کے لیے امام رازوی پر کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ نیکو فرائض اور محبت شریعت مسلم امتوں میں طاری ہو چکے ہیں۔ لکھا ہے کہ امام رازوی نے تو اس معنوی کا انکار کیا ہے۔ اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا سب کو پریشان فی ہوئی کہ قوائم الرسومات میں امت پاس نہیں ہے۔ اس اعتراض کا جواب اس صریح دیا جائے گا: مولانا محمد انور صاحب جو اس واقعے کے وقت موجود تھے وہ مائت ہیں۔“

”تبارک و تعالیٰ سے وہ کتاب نہ تھی۔ مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر اعظم بہار یوہور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ان سے کہا کہ جواب میں ہے ”۔“

لیکن انی جی انی کے عالم میں حضرت شاہ صاحب کی آواز گونجی

”شیخ صاحب صاحب! میں نے تیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی۔ اب ہر روز پاس یہ کتاب ہے۔ امام مرتضیٰ نے فرماتے ہیں کہ حدیث ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ تو اس معنوی کے لیے کوئی بھی جہد انہوں نے اس حدیث کے ساتھ اس معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے۔ ان کے تو اس معنوی کے بھٹ ہونے کا۔ ان صاحب نے حوالہ پیش

انتظام ممکن ہے۔ سن کر لڑکھڑکھ کر آپ کا جواب یہ تھا کہ ”عمر بھر حدیث صحیح کر لیں اور اوقات نفی۔ مولوی صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ہم فرودست ہو جائے۔“
(املاف کے حیرت انگیز واقعات ص ۸۹)

(۳)۔ ”حقیقت پسندی“۔

دیوبند سے ”مجاہد“ کے نام سے ایک اخبار نکلتا تھا۔ اس اخبار میں
ابن ماجہ آ باد اور آپ کی ملاقات کی خبر اس جلی سرخی کیساتھ شائع کی جا رہی تھی۔
”بارگاہ خسروئی میں علامہ مجلس سوادان اور شاہ کشمیری کی جڑ پائی۔“

اخبار چھاپھیں تھا کہ کسی طرح آپ کو عنوان نفی اطلاع ہو گئی۔ اخبار کے منتظمین نے بارگاہِ خفلی
کا اخبار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”ہر چند کہ میں ایک فقیر ہے تو انہوں نے کرا تا گیا لڑکا
ہوا بھی نہیں کہ اس طرح کے عنوانات کو برداشت کروں۔“ یہی بارگاہِ خسروئی اور کہن کی
بارگاہی صرف تعلق ہے۔ ”ابن ماجہ آ باد اور شاہ کی ملاقات“۔ (حوالہ ص ۱۰)
(۵)۔ ”اس تحریک کا ادب“

مولانا مشیت اللہ صاحب کے جیسے صاحبزادے حکیم محبوب الرحمن
فاضل دیوبند کا بیان ہے کہ میں جب دیوبند چلا تھا تو ”حضرت شام صاحب کیساتھ آپ
کے دربار نشی کمرہ میں یہ اقیام تھا۔ حضرت کو پین کی عادت تھی۔ ایک روز میں نے پانی نکال کر
چیشیا تیار کر آپ نے من میں رکھ لی تھا کہ شیشا بند نہ کرنے سے تشریف لاتے ہوئے نظر
”مے جو کسی شہدوت سے اپنے شانز دہے پاس تشریف لارہے تھے۔ شام صاحب کو
حضرت کے آنے کی اطلاع ملی تھی میں اس اضطراب و بھول میں کہتا ہوں کہ اس وقت شام
صاحب پر اپنے اہل خانہ کی ”دروازہ“ پان نکالنے کی قبلت کی صبرت میں طاری تھا۔ یہی
کیا تھا اپنے من کو نہانے کیا اور کمرے کے دروازے پر ایک سرپا اٹھارہ خدوہی پیشیت
سے اپنے آقا کے استقبال پہلے کھڑے ہو گئے۔ (ص ۹۰)

(۶) "استاذ کی خدمت"

مولانا محمد انور رحیمی فیض آبادی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور مولانا دیوبند سے بعد مدرسہ سے جوں جوں کسی اور لکھنؤ کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اسی زمانے میں حضرت شیخ ابوبکر دیوبند نے بعد

دیوبند پہنچے۔ مجھے حضرت شاہ صاحب کی زیارت کا سبب موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن آپ کی علمی عظمت کا احساس آپ کے بیٹکڑوں کا مذاکرہ سے من کر دیا۔ وہ شیخ پر صاحب تھا۔ دیوبند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے تقریباً سناٹا شیخ ابوبکر پہنچے۔ مگر یہ زمانہ تھا اور شکر کی نذر وہ بھی تھی۔ حضرت کی مردانہ نشست کا دیکھ کر مجھ پر حضرت کو چہرہ حضرت سے نہیں۔ ہو۔ بیٹھا تھا۔ چوت۔ سے ٹھک ہوئے کچھ دیکھ کر ایک صاحب بھیجی رہت تھے جن کے پانچ اور چروٹی معصومیت و نورانیت بشکوہ علم و جلال علی کی ملی جلی شخصیت وجوہات اظہار سے وہ دینی تھی بلکہ صاحب نے مجھے دیکھ کر کہہ دیا یہ قلعہ کرنے والے حضرت مولانا ابوبکر دیوبند ہیں۔ ان کے بعد مدرسہ ہیں۔ یہ سن کر میرے پاؤں تلے کی زمین نکلی جی کہ اس وقت ترائی کی میں شہداء سے عالم گونج رہا ہے اور اس کے خود اپنے شاگردوں کا اس مجلس میں جھوم ہے کہ حقیقت و احترام کیا تھا اپنے استاد کی خدمت میں ملے وہ ہیں۔

ماٹا سے شریفانے کے بعد دوپہر کو مولانا صاحب حضرت احمد کی خدمت میں حضرت شیخ ابوبکر صاحب کے یہاں ہوئی۔ حضرت اس وقت کچھ آرام فرماتے اور قلمی کام کیا کرتے رہتے۔ ایک روز حضرت چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرماتے تھے کہ ایک صاحب صاحب حسب دستور ہون و بار ہے مجھے۔ اچانک حضرت کشمیری شریف اس کے آگے کھڑے ہوئے لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ یہ خوب حالت اپنے گھر سے کہ ایسا سا رونا کر رہے۔ اس طرح کہ جیسے تپہ زندہ ہی نہ ہوں۔ ساری کوشش اس لئے تھی کہ حضرت استاذ کو کسی تیسرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے

(ع)

(۱۰)۔ "غریب علی لب علم کی دل شکنی کرتے پر معافی مانگنے کا حکم"۔

میرزا یحیٰی صاحب نے "کتاب خانہ معارف" میں جو بڑا بڑا مباحثہ کیا ہے اس پر روشنی اور سب سے زیادہ جس ایک مسئلے پر تبادلی کی ہے۔ اس میں آپ کا بیان یہ ہوا ہے کہ:

"اس سال تہذیبی و تمدنی حضرات شامہ صاحب سے یہاں آئے اور انھیں دارالعلوم دیوبند میں ایک جموں شخصیت طالب علم مرحومہ حضرت سید اعلیٰ دہلوی سے شخصیت جناب ترقی علیہ السلام سے۔ پھر ان کے پاس۔ یہ طالب علم نے مدرسہ میں پھر آج باقی تمام وقت وہ مدرسہ میں گزارا۔ پھر اس نے اپنے طلباء ترقی سے۔ اپنے طلبہ سے کئی کئی تفریق کے لیے انھیں تہذیب و تمدن اور عقیدہ طلبہ بھی اپنی ضرورت کے لیے باز رہا ہے لیکن اسے دوبارہ کے بارے میں نہیں دیکھا گیا، حد تو یہ ہے کہ دارالعلوم میں اجتماع یا وقتی و باغی جلسوں میں بھی اس کی سورت پر نعرہ پڑا۔ میرے قلم کے کپڑے جن پر جو کلمات لکھے گئے تھے۔ اس سے قریب بیٹھنے یا قریب بٹھانے سے روک کر رکھے۔ اس کا معمول تھا کہ کھانے کے اوقات میں کسی کا ایک پیالہ لائے ہوئے چائے آتا۔ کھانے کے بعد میں روک کر کھاتے تھے۔ اسی پر اسے لایا۔ ہوئے مولوی کے کنوین پر پہنچا یا لے لکھا۔ اس کی پانی پینا اور پھر بدستور داخل ہو کر وہاں اس کے کمرے میں بھاگ کر دو کھانا ایک بوریہ ایک انٹ جس سے شہ کا نام لیتا۔ اس کے ساتھ کمرے میں کوئی چیز نہیں تھی اور میرے رفیقوں میں مولانا مفتی حسین الرحمن صاحب نے ایک روز خلاف معمول اس طالب علم کو دیکھا کہ اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ کر اسے سنا کر اسے دلی نشست پر بیٹھا۔ پھر ان کے پاس اس پر چلی ہوئی یہ نہیں اپنی کوئی سے زیادہ یہ اس میں تجوید کا باعث بن رہا تھا کہ حضرت استاد نے بھی اذیت دی۔ حضرت شامہ صاحب نے اپنے آپ کی تقریر والی کے ساتھ ہمارے تھی۔ خانہ امین حبیب، امین عمر مستطانی، امین تاج، عبداللہ بن علی انیس، ان کے دو لے بلند پایہ شخصیات نور میں پرہیز وقت کے دوران حضرت استاد کی منکرانہت میں

سرش رتیر کر دینا امانیہ کا بیڑا ہادی نہ رہا۔ اصرار سے کہا آتے گھر وہ بٹنی پر جیسے ہی قیام رکھ دیتے۔ سرشدہ صمم دیتے تو چٹوڑوں۔۔۔ لیے اپنی ماں اور چھٹی ماہوں۔۔۔ یہاں لائی اور ایام بعد میں سستی کھو گئی۔ قیام کو پورا اچھا جانتے۔ طرہ سے تین سترہ سرشدہ کی بہن کی شہ ماہی سے آپ کی عمر تڑپتے رہتے۔ اپنی دندہ اور چھٹی ماہوں دھکی بھر پور لڑائی شریف۔۔۔ جانتے۔ ان کا تعلق ریوت میں حضرت سید احمد رفیقین سے لڑا۔۔۔ تھو۔۔۔ پناہ لیا اول سال۔ بعد میں واقعہ دھماکہ سمیت ہو گیا۔

امدادہ عالیہ بھر پور لڑائی شریف کے قیام کی مدت میں آپ نے قیامت صلت کی۔ کھنکھریں بھینکیں اور بجاہات لگے۔ اس طرح نگر عالیہ کی حدود میں بھی پیش پیش رہنے پر تمام کارہم رہا۔۔۔ حدیث کا لڑا لڑا لیتے تھے۔ اپنے اندر غمراہ لیا۔۔۔ ایسے بڑھن سے سرگندوں کو کھسکے۔۔۔ سریش دھارک میں کس خوشامیگ سے جیسے کھنکھسے تھے۔ حضور سرشدہ نے دیکھا تو پاس بٹھا کر اپنے مقدس ہاتھوں سے پستے۔۔۔ یہ اور ایوٹس آریہ فرماتے رہے۔

میں عاشق و شائقِ رحمت۔۔۔

والہ کا تین دامن نہیں نیست

بھر چوہہ فی شریف فی مسجد شریف کی تعمیر شروع تھی۔ ایک دن دھڑت سید احمد رفیقین نماز چڑھ کر باہر شریف۔۔۔ مہر آپ کو بڑا کفر ہو گیا۔ سبوں امیر فی مسجد کو کفر کھنکھن کر شریف کو بڑھ گئی۔ بے لایہ کفر تمام جماعت کے سامنے آپ کو جوان صاحب کی پناہ سمجھا دیا۔ سب بھٹکے اور سب شرم کو اٹھیا۔۔۔ تھو۔۔۔ اندر سے مریں چوڑی نے دھڑت سید احمد رفیقین کی سیات سمیٹ کر قیام آپ کے ہونے کے بعد بھی سب کھنکھی۔ دندہ بھر پور لڑائی شریف میں قیام کیا دھکی چڑھائی پانچ سال کے بیٹے نے بھی بہت طلب کیا اور لو اس دندہ کا فایہ معمولی اور ادنیٰ تعمیر سمجھتے تھے۔ دھڑت سید احمد رفیقین کی صحبت سے ان کی ایم میں آپ نہایت حسد اُتھیلی کی صورت میں رہتے تھے۔ سر میں دندہ دندہ۔۔۔ کئی ایک پور میں دندہ لگاتے تھے۔ پناہ۔۔۔

ہرگز نہ دیکھا۔ پتے جو تھے وہ تھے۔ ایک لڑکی ہوتی (انگوٹھیں کی) لہذا میں تقریباً مدت یا
ایک سو گنے گنے (پہلے) تھے اور بعد ازاں یہ مدت حاضریا مدت وراثت میں شغل میں

۲۴۰ ہوتے۔ (میں نے ان کی جلد اس ۳۳۳)

۲۔ احقر امساوات و بزرگان و سین و اساتذہ :-

اگر تہذیبیت سے قطعاً ہٹا کر دیکھا جائے تو یہ بھی صحیح ہے کہ ان کے لئے اور ان کے
برائی کو نہیں کہہ سکتے تھے۔ ان کے لئے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے
اور ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے
سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے
تھے تو کسی دوسرے کو ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے
والدین ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے۔ ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے
بچہ تو ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے سوائے ان کے

اپنے مرشد ٹھہرائے ہرگز نہ دیکھا۔ پتے جو تھے وہ تھے۔ ایک لڑکی ہوتی (انگوٹھیں کی) لہذا میں تقریباً مدت یا
ایک سو گنے گنے (پہلے) تھے اور بعد ازاں یہ مدت حاضریا مدت وراثت میں شغل میں
۲۴۰ ہوتے۔ (میں نے ان کی جلد اس ۳۳۳)

ایک دوسلم سے یہ بتا رہے تھے کہ اثر ہے۔ (ایضاً ص ۱۵۴)

(۷)۔ ”حضرت کے خادم مولوی شیر محمد صاحب مرحوم کی فنانیت“۔

دانش و حکمت و تدبیر کے ہی اثر میں حضرت اور جماعت کھڑیوں پر ماریں گئیں تھیں
 کی طرف چاہے تھے۔ اچانک حضرت نے ایک جگہ اپنی ٹھہری روک لی۔ وہاں ماریں
 گئیں۔ مولوی چلے آئے۔ دلی جماعت بھی جمع ہو گئی۔ سب فقرا، بچے تھے کہ حضرت
 جماعت کو جانے کے لیے رک گئے ہیں۔ اتنے میں مولوی شیر محمد صاحب مرحوم (یعنی
 سوہیاں) کی ساری کچھ آگئی۔ مولوی صاحب دوسوف الیہ۔۔۔ دسیندار اور سہ آگئی
 تھے۔ نبوت اسی اور ہے کہ قیام پاس پہنچے تھے۔ آتے ہی ایک دم اپنی ٹھہری سے کود
 پڑے۔ ٹھہری اور ایک خارشاہ جو کہ کچھ میں لٹ پڑ رہی تھی۔ حضرت نبوت و حیات کی
 شخص میں پڑا تھا۔ مولوی صاحب سناں۔۔۔ چس جا کر اسے چپ ہانپوں میں بندھا دیا۔
 دھوپ میں ایک شکل چھریہ۔ کچھ ٹرائیڈ گھڑی سے اس کا جسم بچھا دیا۔ پوری تسمی سے اس کی
 خدمت کر کے اس حال میں ایسی آئے کہ ان کا تڑپتی لپٹ لپٹ کر اور مٹی سے دانہ اور
 کیا ہو رہا تھا۔ حضرت اس تمام سے میں یہ دیکھتے رہے اور یہ فرماتے رہے مولوی
 صاحب مرحوم واپس آئے تو آپ نے وہ کس لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ہر کلمہ رو کر دعا
 فرماتے رہے۔ پھر مولوی صاحب دھڑکی پر سوار ہونے کا اشارہ فرمایا اور جماعت آتے
 رہے ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد ترمذی و تھہرہ ہاتھ ہٹے اور انہوں نے کہتے کہ حضرت نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کی کچھ کلموں میں آئی۔ ۲۔ (ایضاً ص ۱۵۴)

(۸)۔ ”اگر جماعت کی خدمت کرنی ہے تو وہاں سے اٹھائیں فقیر اپنی
 خدمت نہیں لیا کرتا“

ایک دفعہ مولانا عبدالحق ندوی دین پر شریف شریف نے تو حضرت اس وقت
 جماعت سے ہر اونٹن میں سے کڑیاں نکالتے تھے کہ کڑیاں نکالتے تھے۔ تمام
 تھرا، ایک ایک کھانڈا ہونے لگے۔ اور حضرت کے رہنے والے بھی کڑیوں کا بوجھ تھا۔ مولانا

سندھ جی نے بھی چکر پٹنے پر کھڑیاں اٹھالیں۔ مولانا مرحوم کے ہمراہ ایک موبی ساحب بھی تھے۔ وہ روز کو حضرت سے بوجھ بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب! بہت سی کھڑیاں چڑی ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی خدمت نرانی سے تو وہاں سے اٹھا لیں۔ قسیم اپنی خدمت نہیں لیا کرتا۔ (ع ۳۷۹)

(۹)۔ ”میں خانہ رقیب کو بھی سر کے بل گیا۔“

ایک دفعہ اہل بیت میاں عبدالرحمن صاحب مرحوم سمجھا وہ تین تیر پونہ کی شریف کے چھوٹے صاحب ”سیان عبدالرحیم صاحب مرحوم“ وہاں عبداللہ صاحب دین پور شریف تشریف لائے اور سیدھے اکی بکشی مسالہ سے حرا چلے گئے۔ وہ پیر کا وقت تھا۔ حضرت وصاحبہ دکان کی آدھ کا پیچلاتے تیار ہو گئے کہ وہاں پل ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ پونہ برس یہ مذکور کا جماعت نے۔ ہاتھ بڑا ہوا چھانچیں تو اس نے جماعت کے مشورہ کیا کہ حضرت اس سے حرا نہ ہائیں بلکہ سبکس اتھاڑ فرمادیں۔ سب صاحبہ دکان نماز شریف تشریف لائیں کہ وہ ملاقات ہو جائے گی۔ کچھ حضرت نے یہ مشورہ خفی سے ٹھکر دیا۔ ہاں جو وضع اور بیماری کے دو آدمیوں کے سبارے چل کر عسیر کے کمرے (میں خانہ رقیب کو بھی) کے بل گیا اور وہاں صاحبہ دکان کی قدم پوتی فرمائی اور موت کے لئے عطل کی۔ ہوا جو اسے جہاں دکان کے اصرار کے ان کے قریب ”کلیمہ“ پڑھنے بلکہ ناک پر روزانو بیٹھ گئے۔ یہ حضور شہید العرفین اور آپ کے خاندان سے کمال عقیدت و محبت تھی کہ ان کی تیسری پشت کے بچوں کو بھی اس قدر ادب و احترام فرماتے تھے۔

(ع ۳۸۱)

(۱۰)۔ کھانے میں نہایت سادگی۔

ایک دفعہ میاں جی اسی بخش ترکخان سے دعوت کی۔ حضرت نے تاکید فرمائی کہ جماعت کے لئے خالی پانی میں چنے (پھولے البال کر پک لیے جائیں۔ چنے نچا کر کھائے اور آپ نے بھی بدعت کے ساتھ ٹھہر دیا جو کھانے پر نہ

جوں چلتے، اُنکی فقیہہ، اپنی ماری یا بھی بیٹھے۔ چنانچہ ذریعہ غازی خدمت سے انہیں یہاں
موقع پر جب آپ نے ایک فریب آئی وہی جہد سوار کرنے خواہیدیں چلنے لگے تو وہ شدت
اُن سے بے ہوش ہو چکا۔ (س ۲۹۰)

(۱۳)۔ ”اپنی نئی دستار سے کپڑا پھرا کر سر پہنکی پر ہر گز نیم کی چٹی
باندھتی نہ تھی۔“

مذہب حق اللہ ہے مومن مومن نے فرمایا کہ میں کی ہنگامی میں بیٹھا تھا انہیں یہ
نہ تھا یہ مومن۔ ایں پر شہید حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ”تجوید حق“
وقت اور دست نیم۔۔۔ پتہ نکال دیا۔ اپنے ہاتھوں سے اُنکے منہ میں دیا۔ اور پھر یہ
مست میں۔ اُن کو وہاں دروازہ فقیہوں نے یہ فرمایا کہ اسے اور بھی یہ۔ مگر آپ نے یہ
یہ ”مذہب“ نکھار دیا۔ اور تم کو یہ خواہی کہ اُنکے مومن و مومن یہ کہ یہی اُنکے کوئی چوہا
سنا پڑا۔ اُنکے آپ نے اُنکے میں پانچ دیر ہوئی تو اپنی نئی دستار سے پڑ پڑ کر نیم کی پر ہر گز
نیم کی چٹی باندھتی نہ تھی۔ جو نیم کی مومن میں فرمائی۔ حق وقت اور کا طور یہ کہ یہ اور ایک
اُن نے انگریزوں کو بھی فرمایا۔ (س ۲۹۲)

(۱۵)۔ ”اگر اجازت ہو تو کتے کو روٹی کا ٹکڑا ڈالا جائے۔“

فقیر ہمالیہ دارین طریچہ نے بیان کیا کہ مقام میں حضرت مملوئی جرنیل
سے حسب کی حکومت پر حاکم تھیں فرما رہے تھے کہ ایک بیکار تارو دارو۔۔۔ کان۔۔۔ نہ ہو آہیچہ
فقیر اُنکے چاہا۔ اُن کو دیکھا کہ بڑا دین۔ مگر حضرت نے اُنکے سے منع فرمایا۔ پھر
سب حسب حکومت نے پاس کیا۔ وہی فقیر اور یہ کہ یہاں سے ہوتے وہاں کی کونو
نہا۔۔۔ اس نے جواب میں عرض کیا کہ ”آپ مذہب ہیں اجازت میں یا خدمت
نہ۔۔۔ چنانچہ آپ نے وہاں کے پانچ گیارہ کتے اُنکے پاس لے کر لے۔ (س ۲۹۳)

(۱۶)۔ ”بھڑواؤں کی ساری کے حسین پیکر۔“

حضرت نے یہی جہد الرحمن (جہد اللہ علیہ) سب اُنکے بھڑواؤں کی شریف (حضرت

کی دعوت پر جب غاپور جسدہ میں شہادت کے لیے اشریف سے تو حضرت باجور
خلاف، بیداری اور کمزوری کے دو آدمیوں کے ساتھ پہنچا آپ نے استقبال کے لیے
آئے تھے۔ دو ٹہنی حضرت کی کلاہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ پر پانی پانی سہاگ
اجور دیا۔ دو ٹہنی کا کافا سلورہ لیا تو بیٹھ گئے اور آپ نے قدموں پر ہاتھ رکھ کر تے۔ اور بچے
آپ کے پیچھے پیچھے کان پڑھ رہے تھے۔ (میں ۲۰۲)

شیخ الشان حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمہ اللہ کے واقعات
(۱) ”میں تو اس در کا کتا ہوں اور مجھے جوئوں کے قریب بیٹھنا
چاہیے“

آپ نے حضرت قریشی کو پوچھا۔ یہ فرماتے ہوئے تھے کہ ”میں مسکین پرورش یافتہ (مقلد زچہ) ہوں
میں اپنے بیوی و مرشد حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ کی خدمت و اقلعہ میں رہتا تھا۔ (۱) امید
اور کمال خان ابیدل جو کہ کتا تھا۔ کتا کو لے کر لایا۔ اس کے ساتھ کتا پرانے صلی صلی نماز کیا کرتا تھا۔
کرت تھا۔ وہ وہاں مریب بھوک ستانی تو ابھی چنے چہ لیتا اور مٹی کا جریں وغیرہ خرید کر کھاتا
۔ ٹر نوٹھی سے پھوٹا کھاتا کہ میں اپنے بیوی و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوں گا۔

میرے بیوی بھائی تو سارا دن بیوی و مرشد کی مجلس میں بیٹھ کر دھوم مچا دے تھے اور
میں سارا دن اپنے شیخ کے جانور چراتا۔ جانور خود بھی چرتے اور میں بھی گائے گائے کاٹ کر
ان کے منہ میں ڈالتا کہ خوب سیر ہو جائیں۔ شام کو انہیں آتے ہوئے میں چارے کی
ایک ٹھنڈی بھی سر پاتا تھا۔

رات کو سوتے وقت اپنے بیوی بھائیوں کے درمیان بیٹھا لیکن جب وقت کہ سب سوتے ہیں تو
انہوں کو باہر چلا جاتا اور رات اندھ اندھ اندھ فرماتے ہیں تو اور پتہ بھی نہ تھا۔ جب بیوی و مرشد کی
مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملتا تو میں یہ سوچتے ہوئے بیٹھتا ہوں کہ میں تو اس در کا کتا ہوں
اور مجھے جوئوں کے قریب بیٹھنا چاہیے۔ میرے شیخ نے اس صاحب فرست اور صاحب آخر

تھے وہ عارفین مجلس سے تھے۔ میں ترسب و مانس پاتا ہوں اور اس قریشی پہنچا ہوا۔

(حیات حبیب ص 154)

(۲) ”تو مجھے تصنع سکھاتا ہے؟“

جب امت سے انہیں حیدر مآبک صدیقی پہنچے جو وہ مشہد حضرت قریشی کے رہے۔
 وہ معلوم ہو گیا کہ وہ ہے۔ پر میں نے تو سبزی کھوات کیجیہ۔ سے تعلق کے۔ وہ باتیں کلاں تھیں۔
 دیر آرام کیا۔ حضرت قریشی نے اپنے کافی میلے ہو چکے تھے۔ حضرت صدیقی نے عرض کیا۔
 حضرت! ابھی لوگ ملاقات کے لئے آ رہا میں نے اجازت دو تو آپ کو پہنچے۔ تیریں
 کرو دیوں۔ حضرت قریشی نے فرمایا ”تو مجھے تصنع سکھاتا ہے؟“ حضرت قریشی کی حاشی میں
 سادان علم نے کرم ہوئے رہے۔ جب اب اس اپنے گھروں کو مدد ملے۔ تو حضرت
 قریشی نے فرمایا ”خلیفہ صاحب! آپ کی بات بھی مان لیتا ہوں مجھے پتہ ہے تہہ میں نہ رہا
 دو“ سبحان اللہ جو کام بھی کرتے تھے محض۔ سامنے انہی کے لئے کرتے تھے۔ تصنع اور بدعت
 سے لوگوں کو دور بھانجتے تھے۔

(ایضاً ص 154)

(۳) کھانے میں سادگی۔

حضرت قریشی رحمہ اللہ کی خانقاہ پر بسا اوقات دسترخوان بچھانے کے لئے پکڑا
 نہیں جوتا تھا۔ نہ مضرین کووات میں بیٹھ کر ایک ہاتھ میں روٹی اور دوسرے ہاتھ میں کڑکا کھڑا
 دسکی کا بیڑہ پکڑ دیا جاتا جسے وہ حضرت لے لے کر کھاتے۔ کبھی نیمباڑا۔ کبریٰ کے پھول
 ابل کر کرکاری تیار ہوتی تھیں کھا جاتا۔

بعض اوقات یہ ”بہت“ کٹی کے پیڑ تیار ہوتا۔ سبحان اللہ اس میں بدو اور فانی کے اثرات
 تھے کہ لوگوں پر رقت طاری رہتی تھی۔

(ایضاً ص 155)

(۴) ”پیر اتوں پھینا جائے تو چھپ نہیں سکدا“۔

ایک دفعہ حضرت قریشی تبلیغی سفر کر رہے تھے کہ امین پور شریف کے قریب سے
 گزر رہا۔ انہی چاہتے تھے خاندان محمدی کو بابت تہذیب۔ لیکن یہ یوں کے عوام شیطان

کر جایا سوئے اوپ سمجھا۔ جماعت کے خدا سے فرمایا کہ آپ علیحدہ چلے جائیں میں علیحدہ چلا جاؤں۔ حضرت فخر علیہ السلام بہت آجین تھے عرض کرنے لگے۔ حضرت آپ اپنی ٹوپی صدفی، وغیرہ، و سرور سے تبدیل فرمائیں۔ خود زمین میں جیسے طالبی امتیاز قسم ہوئے گا چنانچہ سی، کیب سے جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت خلیفہ صاحب نے استقبال کے لئے اٹھے اور سب لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف کرتے رہے اور قریشی سے مخالفت کیا۔ حاضرین میں سے ایک طالب صادق پر چند پھاریں اور وہ عالم بے خودی میں بار بار کہنے لگا۔ ”پچھو اتوں بیچنا چاہے تو پھپھ نہیں ملے۔“

مرحمانی کی پیشانی کا نور

نہ چھپا رہتا ہے عین ذی شعور

(ایضاً ص ۱۵۸)

(۵) ”جو روح خارج کرنے میں اللہ کا محتاج ہو وہ بڑا بول بول سکتا ہے۔“

ایک دفعہ حضرت قریشی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بہتہ حاضرین حلقہ بنائے خدمت تھے۔ حضرت نے کچھ کہنا چاہا لیکن خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے پیٹ میں درد تھا اتنا شدید کہ براہِ شوشت سے باہر۔ میں کمر کے کھن میں لوٹ پوٹ ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے جان نکل رہی ہے۔ اچانک۔ شک خدائی ہوئی اور وہ رشتہ ہو گیا۔ پھر جماعت کے لوگوں سے پوچھا فقیر! ابو قحیفؑ کی تاریخ کرنے میں اللہ کا محتاج ہو اور وہ بڑا بول بول سکتا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ”نہیں“ ”نہی“ ”نہی“ ”نہی“ ”نہی“ میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی زیرِ نگرانی رہے۔ آپ نے فرمایا تو میں جس طرح متبع سنت لوگوں کی جماعت آپ نے تیار کی ہے۔ من حیث الجماعت۔ نیا میں نہیں مہجور۔

(ایضاً ص ۱۶۱)

نہیں ”سیدنا اللہ سبحانہ اللہ۔“

(س ۷۴: ۷۵)

جلسوں میں جو تئوں نے قریب بیٹھنے کی ہرکت ہے۔
(۱۰) ”شاہاں اتم نے میری غلطی سیکڑی“ :-

حضرت مولانا عبدالملک صاحب احمد پوری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ
 حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ فرارید غازی خان وغیرہ سے اپنے مقام متعلین پور
 شریف واپس تشریف لائے۔ اس عاصرتھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علماء حضرات کو
 جو فیض سفر تھے جن طلب کر کے قایا کہ یہ زمیں نے تمہارے ساتھ اس لئے اختیار کیا تھا کہ
 آپ حضرات میرے افکار سے آگاہ کریں گے۔ مگر انہوں نے آپ حضرات نے مجھے آگاہ
 نہیں کیا۔ علماء نے عموماً کیا حضرت دورین سفر کوئی نقص ہم نے دیکھا نہیں۔ فرمایا۔ کیا میں
 معصوم ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر تم نے دینا تہذیبی کا ثبوت نہیں دیا۔ علماء کا عموماً یہ ہے اور
 معذرت پیش کرتے رہتے کہ حضرت ہم نے سفر میں کوئی شرمی آپ کے کسی عمل میں نہیں
 دیکھا۔ دوسرے دن حضرت نے دستور مایہ درملہ دیکھتے تھے کہ حضرت نے گردن کے مساجد
 کے نیچے نیا پانی لے کر مس فرمایا (یعنی منہ کے لیے استعمال کے لیے ایسا کیا) ایک عالم نے عرض
 کیا حضرت یہ وہ نہ جب میں گردن کے مس کے لیے نیا پانی لینا نہیں ہے۔ فوراً حضرت
 نے ان مولوی صاحب کو دعا دی اور فرمایا شاہاں اتم نے میری غلطی سیکڑی۔

بعد میں دوسری مجلسوں میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس واقعہ کو بار بار ابرائے اور
 فرماتے کہ فلاں مولوی صاحب نے مجھے اس غلطی پر آگاہ کیا اللہ اس کو جزائے خیر دے اور
 مزید توفیق بخشے۔ اس میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم کا تعلق تھا کہ اپنی غلطی کو
 قدرت سے سنو اور اس کی صحیح ترمیم کرو۔ الحمد للہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعمیر ایک عجیب طرز کی
 ناصح ہوتی تھی۔ (س ۷۵: ۷۶ بحوالہ تجلیات س ۶۵: ۶۶)

(۱۱) دوران سفر جماعت کے کمزور لوگوں کے ہاتھ پاؤں دیتے :-

حضرت مولانا عبدالملک صاحب احمد پوری مدظلہ العالی تحریر فرماتے
 ہیں کہ بارہا ایسے واقعات پیش آئے کہ سفر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جرحہ کے

کنہ و رنگوں کی خاطر سہاری پیوڑا ران کے جو سے اور یہ سائنات نام میں ہیں محبت کے جھنڈے
 کی وجہ سے آرم کر کے ہو، غلاموں نے پانچ پانچ دے دے۔ انھیں اوقات و مہینے
 تو آپ فرماتے کہ: ”جیسے میں سے تھیں یہ قریب، تاکہ میں جیسے پانچ رہا ہوں تو مجھے
 پانچ کرنا۔“ (س ۸۳)

حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی توضیح و تفسیر
 آپ کے فرزند اور بلند شہرت و عظمت کا نشانہ شفیق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں
 میرے والد، جد حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے ہم عصر تھے وہ
 فرماتے تھے کہ

”ہم نے دارالعلوم کے وقت دیکھا ہے جس میں صدر مدرس سے نیکرانی کی حد رس
 تک اور محنت جو سے لیکر اویان اور بیچ اسی تک سب کے سب صاحب قیمت زادگان ہو گیا۔
 اللہ تھے، دارالعلوم میں نہ ان میں اور نہ انھوں اہل راست کو حقائق و معلوم ہونا تھا کہ کتنے
 تجربہ و سجادہ فرشب میں سماوت اور ذلالت کی آوازیں ملتی، جی تھیں۔“
 حضرت والد ماجد مرحوم دارالعلوم کے قرن اولیٰ کے طابع علم تھے۔

حضرت مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دارالعلوم حضرت مولانا سید احمد
 صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت طاہر محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ بوند حضرت مولانا
 محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حاصل کئے، حضرت حکیم زکریا سیدین مولانا
 تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ متصدا دارالعلوم دہلیہ
 حضرات ہر سبق تھے، تکمیل علوم سے فراغت کے بعد قصب عالم دین مولانا رشید احمد
 گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور گنگوہی کی خدمت میں بیعت کیا
 اور آٹھ گنگوہی پایادہ فرمایا تھا۔ اپنے شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عاشق تھے ہوش
 سنبھالتے ہی کہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تدریس و تلامذہ ہوں، سب کا غرض میں
 پڑتے تھے جس نے دل میں بزرگوں کی عظمت و محبت کی فکر بڑی کی اور غفلت کے اونچے

معیار پر ہونے کے باوجود اس کا ذکر نہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ اسی وقت ضرورت کے ماتحت درجہ اولیٰ میں خدمت میں لگا دیو گیا تھا۔ ہرچہ تمام حیرانی کی خدمت میں کارآمدی کا لقب دیا گیا تھا۔ لیکن کوئی حیرانہ ہوجسے ممکن نہ تھا۔ اور قریبوں۔ دارالستے نظر پر قیاس سے بھی تعجب ان کے بارے میں ہونی۔ جو بعد سے ہر بھی ہر امور میں شکر و جہد میں حق تعالیٰ نے ہزاروں کی صحبت سے ان کی تعلیم میں یہ برکت سے ملنے کی تھی ان کے لئے جو کچھ بھی پڑھا یا کیا نہیں رہا۔

حضرت والد ماجد رحمت اللہ علیہ سے درس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر علم و کتاب میں ابتداء ہی سے احوال میں سے مسائل ^{مختلفہ} کی صحبت اور بزرگان دین کی عقیدت پر تھی۔ یہاں پر ہر چہ تھی ان کے لئے آپ کے پاس اتنے قبول تھے کہ جنس فارغ التحصیل ہو بھی ٹیٹل میں ہوتے تھے۔ آپ کے ممتاز حلقہ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر بریلوی رحمت اللہ علیہ تھے اور ان میں سے احمد حسین دیوبند کی رحمت اللہ علیہ حضرت مولانا محمد حسین شبیر دہلوی اور حضرت مولانا محمد شمس الدین رحمت اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ مولانا کے علاوہ فارغ الوقت سے میں عربی۔ سابق تھی پر حقائق۔ سب تھے اور تمہارے پاس کا یہ سہرا چاہیں۔ درس سے زیادہ رہا کہ کسی مسئلہ و فہم سے مدد و نصیب تھی۔ اور تحقیق و تامل کا بھی میں قدر تامل رہتا تھا۔ اور ان کے متعدد مصنفی و علمی مضامین و رسائل میں شائع ہوئے تھے اور ان کی کتب بھی کافی مقبول رہیں۔ جو دارالعلوم۔ چونکہ سمیت متعدد مدارس میں داخلہ لیا ہے۔

حضرت والد مرحوم کا ذاتی ہیا ہے اس قدر تھا کہ روزمرہ معمولات اور مشاغل میں کثرت سے غفلت اور غماز اور غمیہ دہی نے ساتھ ساتھ ہمارا معاشرت آپ کا معمول تھا۔ ہر قسم میں چند سال صوف و بیہوشی کے ساتھ بہت سے مسائل متنازعہ لئے رہتے تھے مگر جو صحت کا وقت آتے ہی مسجد میں سب سے پہلے پہنچ جاتے۔ مرض و وفات میں وہ مایوسہ و مہملہ اور کثرت سے سہیل کا منہ پر تھوکتے اور بخیر میں مبتلا رہتے مگر لاٹھی کے سہارے مسجد میں پہنچ جاتے اور جب اس کی بھی حرکت نہ رہتی تو مجھ کو ان کے پاس لے آتے۔ آپ کی وفات

۱۰۔ یوم النہ میں ۹ صفر ۳۵۵ھ بروز جمعہ کو وفات سے ایک دن پہلے منظر سے فرما کر
”محمد آج مرا ہے۔ اے محمد! میرے قریبوں کو بلاؤ۔“ اسی وقت اس میں راجدانی نے بھول
بیٹا کر

ان کا یہ قلم کوٹ لایا پھر ایسا غصہ ہو گیا کہ اب یہاں مال ہے۔ ہر دو گنے میں مرا محمد ہے
و لہٰذا صاحب روتہ بند نہ ہو کی فراموش نہیں کیا اور خدا اپنے اہل بیت کو کایہ بھلا پہنچے
کہ آج بھی میں معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت فرما رہے ہیں۔ حق تعالیٰ اور بات بلند
فرمائی۔ (۱۲) (چند عظیم شہادتیں ص ۱۲۹، ۱۳۰)

**حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے
ملفوظات کے آئینہ میں**

”میں نے انبیاؑ حکیم الامت سے جو باتیں سنی ہیں وہ القیاس و الحدیث و اجماع سے صحیح و ساری ہے
تھانوی صاحب نے حضرت تھانویؒ سے روئے وہ ملفوظات نقل سے ہیں ان سے حضرت تھانوی
شریف نے نقل کیا ہے۔ اہل شیخ و ائمہ نے نقل کیا ہے۔“ (۱۱) آپ بار بار تہنیت فرماتے تھے کہ۔

میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے کسی کلمہ یا سطرانہ سے بھی نہیں بولتا۔ اس لیے کہ یہ صحیح نہیں
ہے کہ اب اس کا ذکر کرتے بھی۔ حتیٰ کہ اہل اہل و فصل نہیں سمجھتے اور اس وقت میں مر رہا ہے جس میں دو
نے کو بھی مجھے احساس نہیں ہوتا کہ وہ مر رہے تو یہ۔ تو اس وقت میں یہ کہنے لگتا تھا کہ میں
کی باتوں میں تھک چکا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ہر بات درست ہو۔ اس سے زیادہ ہوس نہیں
ہوتی۔ اور اسی میں بھی بڑا ماحول تھا کہ میں۔ بعد اس کے کہ وہ اپنے سطرانہ کا کلمہ نہیں اور
یہ جو میں ضرورت حد تک ضرورت سے کیا کرتا ہوں۔ تو اس وقت یہ کلمہ چھوڑ کر کہہ دیتا
ہے۔ جیسے میں شہرہ کے لئے رہا ہوں یا بھلی جاؤ و مسلم شاہی ہو اس میں حق ہے وہ زمانے
کا ہے تو چاہیں انہی چیزوں میں اس کے عمارت کے وقت میں یہ کہیں کہ وہ بول سکتے ہیں کہ
میں یہ شہرہ کے لئے لکھتا ہوں۔ غرض میں میں کہہ رہی ہوں۔ حقان ہوں اس لئے کہ میں

سمجھتا رہا۔ یہ حال پیش نظر رہا، یہاں تک کہ ان دونوں نسیمیں اپنے من پر کا لکھ میں آئے تو انہوں نے اپنے ۱۰۰ کا لکھ کوڑا سمجھنے کا۔ ان نسیمیں دو نسیمیں ہی سمجھنے کا اور دل میں کہنے کا کہ جب یہ کبھی صدیوں سے منہ نہ دے گا پھر۔ گا وہی چاند منہ نکلیں آڑ کا۔ غرض مجھے نہ فی غرض سے نفرت ہوئی ہے، ان میں سے نفرت نہیں ہوئی۔ (ص ۴۷)

(۲) ذیل کی لکھیں مستندہ یہ قول علی لکھا کہ میں آخرت میں اپنی اصل اپنے پیش نظر نہیں لگا، جو لکھیں ہو۔

اس میں رد نظر ہے۔ ۱۹۱۱ء میں اس وقت کسی خط کا جواب لکھ رہے تھے نصیب لکھتے ہیں اختیار میں نے اور چچ و مہاراج پر سخت کتا رنجست و نامت کے خطاب نہ لے سکے۔ خوب عہدیت سے پیچھے پیچھے کی قدر رکھتے تھے ان کے اور پھر تعویذ کی۔ یہ کہ ان ہیبت سے سنا کرتے ہیں رہنے کے بعد بہانہ نہ دے لیتے ہیں فرمایا۔

”انی ہاں اندھا دلی کی یاد گاہ نے اسی کی وہی غرض پیش کیا یا سکتا ہے؟“ (ص ۵۷)

(۳)۔ ایک بار فرمایا کہ جب میں کسی سے حد یہ کہ وہ نہ کہوں کوئی چیز نہیں سمجھتا ہو، لیکن پھر ڈرتا ہوں، کیونکہ غور کرنے سے ہی قدر شک کیڑا کا ہوتا ہے، جس سے نہایت خوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیے۔

استغفار اور کبر میں فرق نہایت آشکار ہے، دونوں بہت مشابہ ہیں۔ بھی ان میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ کہ جس کو ہم استغفار سمجھتے ہیں وہ دراصل کبر ہی ہوتا ہے۔ خدا ہی محفوظ رکھتے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول و فعل اس حال و دل میں سب ہی پر از فخر سے اپنی حالت نظر سے خالی نہیں۔ مجھے تو اب اہ شہر استغفار یا تو کیا کرتا ہے، جو کبھی بچپن میں پڑھتا تھا۔

میں نے کہا کہ مگر یہ پڑھو

تھیں غلام احمد خاں

بلکہ یہ انہی کے لیے لکھا ہوا تھا، مگر اس حالت کو قبول فرمائیے اور ملاحظہ فرمائیے یا تو میں۔ حالتی ہو تھیں؟۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں ہوا کا ہی سبب وہ مخالف فرمائیے، کیونکہ انہی کے حالات

سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات ہی سب ہیں۔

جس طرح کوئی بے ذمہ طور پر پتھما جھل رہا ہو یا کوئی خدمت کر رہا ہو، انہوں نے خدمت سے سخت ذریعہ ہوتی ہے لیکن محض اس شکل کی وجہ سے ان کو محض کیا جاتا اس طرح ہماری طاعات میں کوئی بھی یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے کھنڈہ بھر اٹھ، اٹھ، کیا ہے۔ یہ نہیں کرنا ہوتا۔ چھوٹے کھنڈے نہیں ہوتی۔ ایسی طاعات پر میں سمجھتا ہوں کہ اگر مومن کو خداوند کو قہر ہے۔

(نہ دے)

(۴)۔ آئیہ سلسلہ کلام میں نہایت پرانا اور بہت ہی پختہ اور شافعی ہے۔ اس میں فرمایا کہ عمل کا اعتبار نہ حال کا اعتبار نہ۔ مقام کا اعتبار اس شئی کا اعتبار نہیں، یہاں خدا کے جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے یعنی ایمان اس کے بعد۔ کا بھی کیا اعتبار کیونکہ قضا و قدر سب جہاز بند ہیں، کیا معصوم کس کے لئے یہ مقدمہ ہو چکا ہے۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جانتا ہے کہ یہ کھانا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے بچنا بھی احتیاجی ہے، لیکن پھر آئیں دیکھا ہو جاتا ہے، اپنے اختیار سے اپنے آپ کو اکسیر جتا کرتا ہے، آخر وہ کون ہے جو اس کو کشاں کشاں لے مار رہا ہے اور ہم دایلی معیہ، عقیدہ سے یہ بھی واجب ہے کہ جبر کا بھی عقیدہ نہ رکھو اور واقعہ میں بھی جبر نہیں، بہت ہی نادر کہ بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے، اور اپنی کسی بھی حالت ابھی ہو یا نہ کرے اور دوسرے کی کسی بھی بری حالت ہو، اس پر طعن نہ کرے۔ کیا خبر کہ یہ حالت اس سے بھی بدتر ہو چکے۔

انسان کس چیز پر ناز کرے۔ جبکہ جو راہ میں ہو، اس مقام سب خدا کے بقدر میں ہے

ما فتیح نلک لئاس من رحمته فلا معسل لها وما کیسک فلا مرسل له من

بغلا

ناتہ تعانی جس رحمت کو کشتاؤں پر آجائے کوئی اس پر نہ نئے والا نہیں۔ اور جس رحمت و روائے آجائے کوئی اس کو کشتاؤں پر نہ نئے والا نہیں۔

تہ دنیا رحمت کھلی ہیں جیسے کوئی شفیق طیب اپنے اندر قہوڑی سی بھی سرگوار نہیں کرتا۔
ایسے ہی ہمارے حضرت بھی خدایوں میں کسی کوتاہی کو گوارا نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو
حضرت ہذا لطف ناک کو سخت حراں اور سخت میر کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکا ذوق صحیح نہیں یا
حضرت ہذا کی کبھی محبت سے نہیں تولی۔ ورنہ ہمارے حضرت میں تو سختی کا پتہ بھی نہیں
ہر اس رحمت ہی رحمت ہیں۔

بندہ دین عزیز، ہاتھ لطفش دالہ راستہ۔ (زالک لطف شیخ و زامہ کجا دست و کجا دست
(۸) فرمایا کہ ایک عظیم سائب نے جو کہ میرے دوست ہیں مجھے دکھایا کہ میں نے الایت
سے چاہی۔ وہ بچے کو کاکیزا منگا رہا ہے۔ اسے بھیجنا چاہتے ہوں۔ میں نے دکھایا کہ میں ایک
طالعہ ہوں۔ میرے یہاں سب قسم کے لوگ آتے ہیں۔ میرے بھی آتے ہیں اور غریب بھی
ایسے شاعر رکیز۔ سے فرما پر رعب پڑتا ہے۔ میں خواہ مخواہ غریب لوگوں پر رعب ڈالتا
نہیں چاہتا۔ البتہ آپ میرے میں بھیب عثمان کی ضرورت ہے۔ اس سے آچکے سب
ہے۔ آپ استعمال کریں میں قبول کر کے مہرا پکی غذا کرتا ہوں۔

ایک صاحب چتھہ باندھے نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ مجھے اس تقسیم سے وحشت
ہوتی ہے۔ بس آج کل دم پرانی غالب ہو گئی ہے۔ صحابہ بھی تو حضور ﷺ کی تقسیم انکریم
کرتے تھے۔ مگر وہ صوفی نہ بناتے تھے۔ یہاں تک کہ دب حضور ﷺ کے مجلس میں شریف
ماتے تو صحابہ تقسیم کو کوزے بھی نہ ہوتے تھے (تو کیا صحابہ سے بھی زیادہ کوئی جانتا ہی اور
ادب کا دعویٰ کرتا ہے؟) (جامعہ) (ص ۸۵)

(۹) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہیں اپنے دین کا کام لے لیتے ہیں۔ یہ بندہ وہی نہیں کہ
جس سے کام لیا جائے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ دیکھو چمار سے بیکارنی جاتی ہے مگر اس سے
چمار کا درجہ نہیں بڑھ جاتا۔ وہ اپنی جگہ چمار ہی رہتا ہے۔

ہمارا حال بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کچھ خدمت ہم سے لے لیتے ہیں مگر اپنا
حال ہم خود ہی چننے ہیں کہ ہم کہاں ہیں۔ درجہ ہذا کے نزدیک مالمہ اہل کا ہی ہے۔

فرمایا کہ انہارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تو اشع اور فروتنی تھی (ظہر بھلا میں نہ سے بڑوں سے ممتاز ہونے سے باز رہو۔ اپنے آپ کو سب سے حق سمجھتے تھے)

اور فرمایا کہ اللہ اللہ میں کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جس پر قسطن میں حاکم اور ہر کافر میں مامور یہ احتمال سمجھتے ہیں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانے سے مشائخ و اولیا سے افضل ہو اور بہتر ہو۔ ایک صاحب نے عید گاہ کے مجمع میں حضرت کے کسی شخص پر اعتراض کیا۔ وہ اعتراض کر چد بائیں پہنچا اور ملاحظہ فرمادے۔ حضرت اس کے قدموں میں سر پرست ہوئے۔ فرمانے لگے کہ بیشک میں بڑا اذکار تمہیں کر رہوں۔ حضرت پر اس وقت اس کی حالت کا غلبہ تھا جس میں انسان اپنے آپ کو ہر چیز سے بدتر و متہ سمجھتا ہے۔

فرمایا کہ مجھ کو اپنی حالت پر کبھی تازہ اور کبھی نہیں ہوا۔ بعد ازاں وہ سے کہ خدا ہائے قیامت میں کیا معاملہ ہوگا۔ پس یہ معائنے موسیٰ کی طرح سب کو گھل گیا۔ (ص ۹۹)

(۱۰) فرمایا کہ بعض اقد تیرے ملائے سے عجب پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک تیری جو سیدھے کرنے کا کام نہ لے تو اس سے تو اشع پھر اس سے عجب پیدا ہو گا اس جگہ بصر کی ضرورت ہے کہ کسی طریق واقفیانہ نہ رہے۔ نہ کہ ازہ تو غریب کا زہر ہے کہ پتہ چلے ہوتا ہے۔ عجب کا زہر سانس کا زہر ہے کہ اندر ہی جہاں ہوتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

فرمایا کہ جب صاحب انتقال کرتا ہے تو میرا خیال فوراً اصر جاتا ہے کہ اسی سے مکافات ہوتا ہو۔ اور اگر کوئی عاصی فوت ہوتا ہے تو خیال اصر جاتا ہے کہ درگزر ہوئی ہوئی۔ کبھی اس کا تکلف نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ نے میری مصلحت فرمائی ہے۔

فہم کہ ملامت میں تو بی عیب ہونا ہے۔ مگر ایک ملامت میں عطف ہوتا ہے وہ یہ کہ تجھے جیسا ہے ویسے بد دماغ میں کہ ہم کو نہ تک نہ لگایا۔ اسی ملامت میں خوب عطف ہے۔ بہ غیرت ہو کر مال حاصل کرنے میں وہ عطف نہیں۔

فرمایا کہ انسان کو لازم ہے کہ دوسرے کی حقیر نہ کرے۔ اور اسکو اپنے سے کم نہ سمجھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کئی احوال تو یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ایمیں وہی ایک ہی بات

ایک نعرہ بول کر اٹھنے۔ سب معاشی کو مخالف کر دے اور ہر سے نعرہ کوئی ایسا نواز دے کہ طعانت
مکتوبوں نہ ہوتی ہو۔ اور مانتا ہے کہ انجمن شاید نام کا نام سے چمکا ہو جائے، مگر یہ امکان ہی
آج سے بچنے کیلئے کافی ہے یہ نعرہ جوئی نہیں کی دوسرے کو بغیر اپنے سے بچنا ہے۔

(۱۱۰۰)

(۱۱) قرآن کہ سب میں کسی کو ڈانٹتے ہوں تو تحقیق نہیں کرتا اور جھٹکوا اپنے فضیلت کا شہرہ بھی نہیں
نہیں ہوتا۔ الحمد للہ مجھے یہ نتیجہ نہ چھپے کرتے ہوں کہ اس میں اس کا کلام ہے۔ فرمایا کہ یہ سب
مثال سے واضح ہو سکتا ہے، جھٹکوا امام غزالی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس نے متعلق کسی
جرم میں بدشہرہ بنا کر بظہر دے کہ اس شخص کو اسے کوڑتے جوتے لگاتے تو وہ بدشہرہ جوتے تو
لگاتے گا مگر اس کو اس بات کا ہوسہ بھی نہ ہوگا کہ میں اس شخص کو اس سے انھیں ہوں۔ حضرت
مجدد صاحب نے فرمایا کہ مسلمان جب تک مسلمان نہیں ہوتا جب اپنے آپ کو کافر فریاد
سے بدتر نہ سمجھے بلکہ یہ کہ یہ امام کو فوہی ہے مگر استدالی بھی۔ استدالی یہ ہے کہ کوکا فرمایا
اچھا نہ ہو کر مالا اچھا نہ ہوتا ہے اس کی مثال بھی حق تعالیٰ نے قلوب پر وارد فرمائی ہے۔ وہ یہ
ہے کہ ایک شخص فزوق تو بصورت ہو مگر چہرے پر سیاہی لگا رکھی ہے اور دوسرا
فقط تو بصورت نہیں ہے مگر چہرے پر پوزر مل دینا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ہی مسئلہ اور جو نے
کے وقت و دریا دور تو بصورت ہو جائیگا اور دوسرے چہرے کے ترسے کے وقت بد صورت ہو جائیگا
اسی طرح غمگین سیاہی دور ہونے کے بعد چھانکھے۔ اور انھماں کا چہرہ اتارنے کے
بعد مسلمان نکلا نکھے۔ اور ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی میں ایک شخص ایسی ہو کر دوسرے سے
مب حسرت سے انھیں ہو۔ اور دوسرے شخص میں ایک ایسا کڑا ہو جو اس کے تمام حسرت کو
کھا جائے۔ اس حسرت ایسے شخص میں کوئی نہیں ہوتی جو اس کے سبب میں نہ پڑتا سب ہو
اس کا کسی تو پڑے۔ جب یہ حدیث بھلا دیکھتے ہیں تو خام ہے۔

فرمایا کہ اس بات کا طریق یہ ہے کہ وہ چھو، بے۔ پھر خود بخود اس میں اثر ہے کہ
دو دو میں جائیگا۔ اس واسطے سلاطین اسٹیک کی تاروں حکایتیں ہیں کہ انہوں نے تار مضیع

[illegible]

فرمایا مجھ کو کبھی کسی فاسق کو اور تیرا یہ خطرہ بھی نہیں ہو کہ میں اس سے ایسا ہو
 اس عقل کو تو برا ہے نہ دوسرے مگر فاسق کو برا نہیں جانتا اس لیے مدد سی و تو را تجھے ماضی کو نہ اند
 سمجھے۔ (ص ۱۷۷)

(۱۴) ایک حسد انگیز شخص فرمایا کہ تم مجھ کو پسند نہ کرو۔ اس نے اس کی تو اسخ تو اس میں اس نے جواب دیا کہ میں تم کو پسند کرتا ہوں۔ اس نے اس سے متواضعی کہ یہ سچی بات ہے تو اس کا وہاں اختیار کرے۔ یہ اس نیت ہے تو اسخ اختیار کرنا کہ جس سے یہ شخص نہ اسے شہت ہو۔ یہ بھی تکبر کا ایک شعبہ ہے۔ یہ بیز میں اجتہاد کی علامت ہے۔ یہ کمال میں لڑیت ہے۔ ان کے خلاف اس وضع رکھنے جو آپ کی اکل ہو اور نہ تو اسخ کی فعل تکلف سے نہ ہی جو یہ اس سے تکلف جو غلطی عادت ہو ان پر جس نے حسد انگیز یہ دونوں واقعات میں اسے اسخ تو اسخ اس شخص صورت میں بھی تکلف ہو گا۔ اسی میں حسد سے خواہ وہ ہوا مانگا۔ (ع ۱۹۸)

(۲) فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت سے واپسی کے بعد ایدہ سب کے قریب میں نے دعا کا نہیں کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے تھے مگر مجھے محنت طائفہ ہوتی تھی کہ ایسے قریب شخص سے نہ کہ وہ خطا بیٹھے کہتے ہیں۔ آید عجب بہت اصرار کیا تو میں روئے لگا۔ پھر مجبور نہیں کیا۔ ایک مولوی صاحب جو شہر صاحب بھی تھا، اتنے تھے کہ یہ ترک دعا کا جوت تو نہیں نے اپنی طرف سے خود بخود جوگوں سے یہ کہا کہ۔ آپ یہ جہالت و غفلت نہ کرنا۔ پھر یہ کہ یہ دعا تو یہنا کہ سب سے پہلے مجھ پر پڑنا۔ یہ نا محقق نہ کہ یہ کہ عجب دعا کہ میں نے ہمیشہ ان اہل حق کہا الحمد للہ۔ (۱۰ ص ۱۱۰)

(۱۴) ایک بار ایک صاحب سے فرمایا کہ میں قسم کرتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کام نہیں کرتا جس سے مجھے نہ ملے۔ نہ عاقبت نہ کمال۔ بلکہ مجھ میں ہر امر عیب ہی عیب ہے۔ میری آنکھ کوئی

حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں :

جن بزرگوں کی باتیں سن چڑھ کر ہم لوگ دین سمجھتے ہیں، انکے حالات پڑھتے ہیں، معلوم ہوگا کہ وہ لوگ اپنے آپ کو اتنے بے حقیقت سمجھتے ہیں جس کی حد و حساب نہیں، چنانچہ حضرت عکرمہ الامت مولانا شرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد میں نے اپنے بے شمار بزرگوں سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میری حالت یہ ہے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے آپ سے نفی الہال و لہو ہر کار کو احتمالاً اپنے آپ سے افسل سمجھتا ہوں۔ مسلمان کو تو اس لیے افسل سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان اور صاحب ایمان ہے، اور کافر کو اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کبھی ایمان کی توفیق دے اور یہ مجھ سے اگے بڑھ جائے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے خلیفہ خاس حضرت مولانا فخر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں جب حضرت (تھانوی) کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے ہیں سب مجھ سے افسل ہیں، اور میں ہی سب سے زیادہ دیکھا اور نہ کا رہا ہوں۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ میری بھی ایسی حالت ہوتی ہے پھر دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنی حالت کا اقرار کرتے ہیں، معلوم نہیں کہ یہ حالت ابھی ہے یا بری ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی حالت بیان کی کہ حضرت آپ کی مجلس میں ہر دونوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تو فکر کی بات نہیں۔ اس لئے کہ تم دونوں اپنی یہ حالت بیان کر رہے ہو۔ حالانکہ میں تم سے بڑھتا ہوں کہ جب میں بھی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی ایسی حالت ہوتی ہے، مگر اس مجلس میں سب سے زیادہ دیکھا اور نہ کا رہا ہوں۔ یہ سب مجھ سے افسل ہیں۔

یہ ہے تواضع و حقیقت اور۔۔۔ جب تواضع کی یہ حقیقت نہ رہ جاتی ہے تو پھر انسان اپنے آپ کو جانوروں سے بھی قہر سمجھنے لگتا ہے۔ (املائی خطبات، جلد ۱ ص ۳۰)

(۲)۔ ”حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اعلان“۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یہ بات بھی ہے کہ آپ نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ کوئی شخص میرے پیچھے نہ چلے جس سے مراد تو نہ ہے۔ سبب میں کہا کہس ہر بابوں کو پھیلے کجا جائے۔ یا کہ۔ حضرت فرماتے کہ یہ تقدائی شان کا نام کہ جب آدمی چلے تو وہ آدمی اس سے دوسری طرف اور وہ آدمی اس کے پیچھے نہیں چھوڑے۔ جس طرح ایک عام انسان چلتا ہے مای طرح پتہ چاہیے۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ اگر میں اپنے ہاتھ میں کوئی سامان لے کر رہا ہوں تو کوئی شخص اگر میرے ہاتھ سے سامان نہ لے۔ مجھے اسی طرح چاہئے۔ تاکہ آدمی کی اپنی کوئی امتیازی شان نہ ہو۔ اور جس طرح ایک عام آدمی رہتا ہے۔ اسی طرح مجھے سے رہے۔ (بکوالہ ص ۱۳۴)

پھر یہ حضرت ڈاکٹر مہدی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں تو معاملہ عہدیت اور فیاضیت کا ہے۔ فطرتی طور پر جڑی کا بیج بڑا اپنے آگے دیتا ہے۔ اور جتنا اعلیٰ درجہ کا بیج ہو۔ اتنا ہی انشائاً اللہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتا ہے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ۔

ہم خاطر تیرا نہ بیستہ ہو جز شکتی تمیر و فضل شاہ

یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا یہ راستہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بڑا دیکھو اور بڑو شیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل تو وہی نہیں پہنچاتا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے غفلت اور بندگی کا نظام و رتبہ ہے۔ ہمارے یہاں کی شان اور جہاں کی بڑائی جتنے ہو۔ شان اور بڑائی اور خوشی کا موقع تو وہ ہے جب ہماری روح نکل جاتی ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیے۔ لا الہ الا اللہ العظیم المظہم ان وحی الی ربک راصبۃ فادخلنی فی عبادک وادخلی فی عبادک (سورۃ الحج ۲۵)

دیکھئے، اسی آیت میں اس بندہ کو دعوت ہے کہا جائے گا کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ (۳۳)

(۳) "تواضع و خاشعیت کی ایک عجیب مثال"

سفلی عظیم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا بیگلہ آبادی نے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

جس زمانے میں حضرت مولانا صاحب اپنے اہل و عیال سے ساتھ تھے، جن میں مقیم تھے آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کی حالت کو دیکھ کر فرمایا کہ "اے تعلقش و شوہر! تیرے سیدھی حضرت نصیر الدین صاحب سے خدمت میں پیش آنے میں غیور ہو، اس وقت کے مفتی خانا کو جسے تحریر فرمایا کہ حضرت نصیر الدین صاحب سے خدمت میں آپ پر اطمینان نہ ہوا، اور اس پر کچھ شکاک تھا کہ وہ فرمایا کہ چنانچہ جواب لکھا اور رشا فرمایا کہ آپ یہ مجھ کو محمد شفیع کے پاس دے دیں، یہ بھیجا جائے کہ وہ جواب لکھے۔ میں نے مسئلہ میں جتنا غور و فکر کیا تو مجھے حضرت صاحب کی تحریر پر اطمینان اور ثمرت صدر نہ ہوا بلکہ کچھ شبہات و مشکوکات پیش آئے جن کو تحریر کر کے حضرت کی خدمت میں بھی بھیج دیا اور مسئلہ سے متعلق میرا جواب حضرت صاحب سے جواب سے مختلف ہو گیا۔ آپ مخاطب اور زیادہ اچھا بنیا تو حضرت رحمت اللہ علیہ نے مولانا صاحب کا حافظہ جلیل المرحوم صاحب رحمہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ خط و کتابت میں طول ہو گا۔ محمد شفیع کے تھکانے جنوں آئے گا ملاحظہ کرو اور باقی گفتگو سے بات چیت کی جائے گی۔

جب احقر تھا نہ بچوں حاضر ہوا تو حضرت رحمت اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا اور کافی دیر تک مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر بحث و گفتگو ہوتی رہی مگر شب اتفاق یہ پیش آیا کہ اس زمانہ گفتگو میں بھی کسی ایک صورت پر رائے متفق نہ ہو سکی۔ حضرت رحمت اللہ علیہ کے سامنے مجھے بے علم و عمل کی رائے ہی کیا تھی؟ مگر ختم ہو چکا کہ جو کچھ رائے ہو اس کو دیکھ کر معافی سے پیش کرنا اس میں ادب مانع نہ ہونا چاہیے، اس لئے اظہار رائے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر کے بعد مجلس اس بات پر ختم ہوئی کہ دیر کافی ہو گئی ہے اب پھر کسی روز اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ اب حافظہ رخصت ہو چکا ہے پوری بات یاد نہیں، ملاحظہ فرمائیے

کہاں کے بعد چھوٹی بیٹی کا دل شوق والا نہ رہتا ہے۔ میرے استاد کا اسے جواب ہے کہ یہ تو بڑا بڑا تجربہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہ طبیعت کا وہ مزید والا ہے۔ لہذا یہ طبیعت اس طرح ایسا عرصہ تک پھر نہیں دے گی۔ خدا تعالیٰ رب اور آخر میں جب حق تعالیٰ جوں جوں ملے گا تو مزید نور و کرم کے لئے ایک کمال کا نور و کرم ان میں بھی ملے گا۔ اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

حضرت رستم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں شہر کے چاروں طرف گھومتا رہتا ہوں اور میری رائے سے ملے نہیں آتا۔ مگر اس پر میرا دل شہر سے نہیں ملتا۔ اس لئے اختیار رکھوں اور حق تعالیٰ نے بھی اسے ایسا ہی حضرت رستم علیہ السلام کی حقیقت کے بعد صاحب مکی معصوم ہوتا ہے کہ میری بی بی ما کے بعد وہ کی گھبراہٹ اور اس کے اس کا کاروبار مجھ پر وضع نہیں ہے۔ اس پر حضرت رستم علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ابھی اسے آپ اپنی رائے اور فطرت پر رہنے دے اور فطرت پر رہوں، مستحق تو ہوں اسے اس کے لئے کہ اس مسئلے میں ہم دونوں میں اختلاف ہے اور ہم کسی کا سبب تو بہت یقین نہ رکھیں۔ پس اگر اس سے تمہیں اختیار ہے کہ جس پر چاہو اس کو رو۔

جیسے توفیق کے مستحق ہو حضرت رستم علیہ السلام نے میرے اور رفیقہ صاحبہ سے انکو یہ فیصلہ فرمایا کہ اس نے اس پر کیا کرنا ہے؟ اختیار ہے تو رستم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اس کو قبول فرما۔

یہ واقعہ حضرت عظیم علیہ السلام نے حضرت علیہ السلام کے الفاظ سے چوتھاں پہلی دفعہ بیان کیا ہے۔

۱۹۹۰ء میں شہر سے

(۴) حضرت خلیفہ مسرت اور حضرت مدنی کے درمیان اختلاف اور دونوں بزرگوں کی تواضع و تواضع

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رستم علیہ السلام اور حضرت توفیق رحمت علیہ السلام کے درمیان بھی ویسے ہی اختلاف تھے جیسے حضرت علیہ السلام اور حضرت رستم علیہ السلام کے درمیان تھے۔ مگر حق تعالیٰ نے

کاغذ محل میں غائب

(سنہ ۱۳۲۹ھ) میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے حضرت قحطی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق سوال کیا۔ تو مولانا بہت لائق ہوئے۔ اور فرمایا کہ ”یہ کیا امیات سوال ہے۔ ہم تو انکو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے کہ اپنے دور کے بزرگوں کے بعد از اس معاندینانے ان اتنا قسٹ واقعی اہمیت دئی کہ مولانا عبدالماجد مریہ دینی ایسی شخصیت تھی کہ یہ وہ زندہ اسے متاثر ہوئے بغیر نہ ہو سکتی جبرئیلؑ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

(۱) ”کافوں نے بیشک مکی سنا تھا کہ اگلے درمیان بے لطفی ہے، چاقی ہے۔“

(تہذیب امت ص ۱۶)

(۲) ”یوہند سے اس سے اللہ جاننا ہے کہ بڑائی دل بکتے ہے خصوصاً اپنے دونوں بزرگوں کے اختلاف کیلئے کرنا۔“

(تہذیب امت ص ۲۶)

تینوں جب مولانا عبدالماجد صاحب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی معیت میں پہلی مرتبہ تھے نہ جنوں حاضر ہوئے تو عبدالماجد صاحب یہ دیکھتے ہیں ان کی تفصیل خود ان کی زبانی یہ ہے کہ:

”نماز اتم ہوئی سلام پیرا۔ واما ٹک کر جوئی حضرت (قحطی رحمتہ اللہ علیہ) اٹھے۔ نگاہ پہلی صف میں مولانا حسین احمد صاحب پر پڑ گئی۔ ان کی طرف خود ہی بڑے چٹاک سے بڑھے اور بڑے اللہ سے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ بڑے شک مزاج ہیں شک مزاج ایسے ہی جوتے ہیں۔ یہ نرم ہشاش چہرہ۔ یہ ہنستا مسکراتا ہوا بشر و کسی شک مزاج کا ہو سکتا ہے؟۔ تو یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے درمیان بے لطفی ہے۔ نا چاقی ہے۔ کانوں نے بے شک یہی سنا تھا لیکن اس وقت آنحضرتؐ یہ دیکھ رہی تھیں کہ دو دشمن نہیں دو دوست لگے مل رہے ہیں تعلیم و فکر میر مولانا حسین احمد مدنی کی طرف سے تو خیر اوقتی تھی ملامت غلطی ہونے کی بنا پر بھی اور سن میں چھوٹے ہونے کی بنا پر بھی۔ لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا تھا کہ دھرت بھی آداب و ادب و ادب و ادب میں کوئی کمی نہ تھی۔“

(تہذیب امت ص ۱۶، ۱۷)

(تلف اسلاف مسکین اور غفلت و بے بندہ و بے ادب اول میں ۱۳۳۸ھ تک ص ۱۱۱۱)

اس گرامی نامہ کا جواب مولانا عبداللہ صاحب نے کی بجائے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

تھا

”مخدومی و مہملی مولانا مسکین اللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولوی عبداللہ صاحب نے نام پر مبنی نام لیا۔ اس میں مشہور و معروف نسبت کا پڑھا تو اس
 وجہ سے کہ میں اس کا مخاطب نہیں۔ بعد جواب عرض کرنے کا متعلق نہیں۔ لیکن پوچھو
 تعلق مجھ سے ہی ہے نیز اس میں بھی جو مخاطب بننے کی یا وہ بانی بھی ہے۔ اس لیے عرض
 کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ مجھ تو وہی خط رہے جو بانی عرض پر تھا۔ مرقہ۔ صاحب
 یہ عرض ہے کہ اس میں مولوی صاحب کا مضمون یہ ہے اس لیے امید ہے کہ اس مشہور و
 رجوع فرمائیں گے۔ وہ مضمون یہ ہے کہ میری خدمت و سہو خلق تو مشہور ہے مگر مولوی صاحب
 کی پر رعایت و دلجوئی جو میری محبت سے ہے وہ آپ نے اسے اس کا سبب ہے کیا
 آپ کو یہ گوارہ ہے کہ وہ اس رعایت سے محروم نہ رہے۔ میں دوسرے کو ان کو سمجھ سے وہ
 نسبت کافی ہے لیکن نفع کا وہ اعظم من ہے ہے۔ کہ میں پہلی ملاقات میں نے پڑھا تھا
 ۔ اور ان کے پر آپ نے میری سفارش و قبول فرمایا۔ جس کا میں شہر میں روزوں اور زمانہ کا
 اسے سبب فیض خیال فرمائیں تو میں بھی انکی تعویذ پر زور نہیں دیتا۔ لیکن سبب اولیٰ ہمارے
 بر قبول خود میری خاطر منظور تھی۔ سبب بھی میری خاطر منظور فرمائی ہے۔ اور جس طرح
 کام چل رہا ہے چلے دیا جائے کہ آپ ان کے منہ و سر ہے اور مجھ کو بھی ہر شے آئے۔ اس
 حد پر تہلیل میں میری اور ان کی دونوں کی پریشانی ہے۔ اس کا کوئی اور اخلاق ساری۔ سے
 بعید اور بہت بعید ہے اور سبب اس کا مجھ پر ہے اور ہمارے ہی طرف سے مجھ سے ہمارے تو مولوی
 ہی صاحب کو ایسے بات کا علم فرمایا جو ان کی قدرت سے خارج ہے تالیف مالہ اطلاق ہے جو
 پر پہلوئے منہی ہے۔

وہ اسلام آ کر وہ تکبیر مبرا اشراف بنائے چاہے اس از قضاۃ جہان ہمایا کی اول سن ۱۳۵۸ھ

(مکیہ ۱۱۰۲ھ سے ۱۱۰۳ھ) (تذکرۃ ائمہ سے مسلمان سن ۱۳۵۹ھ سے ۱۳۵۹ھ)

(۵) "حضرت تھانوی اور مجتہد دارالعلوم دیوبند کی دین پور شریف میں تشریف آوری"

حضرت مولانا حمید الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ اور سابقہ ریاست جہان پور کے ملاقاتوں میں بارہ پودہ سال جو بیانیہ و رسمہ کام کرتے رہے تھے اور ان ملاقاتوں میں قادری داعی و یار یزدگان کے توسط سے توفیق جہان طربانہ آ رہی تھی اب غرض، تھانوی کو اس لقب فخر اور اس تحریف سے ملادوان ریاست سے قاندرین بائگی واپس یا قاندر و قورٹہ آ رہے جانے جسکے خود مولانا مرحوم تھانوی ۲ تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سندھی رحمت اللہ علیہ کے انبار ۱۹۱۱ء میں خیر پور میں ان سندھ اور سابقہ ریاست جہان پور میں "دارالعلوم دیوبند" کے تدارق کی غرض سے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں حضرت مولانا شاد اشراف علی قلی قادی رحمت اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد امجد رحمت اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند (قورٹہ) سے تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مستعمل ایک سرکاری وفد روانہ فرمایا جو ان کے نامور قریبہ سب سے پیسے دین پور شریف تشریف لائے مولانا سندھی رحمت اللہ علیہ کے حضرت رحمت اللہ علیہ کو پیسے سے ان بزرگوں کی آمد کی اطلاع مروی تھی مگر حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ اور مجتہد صاحب کو یہ نہیں بتایا کہ ہم پہاڑ قیام نہیں کریں گے! یا جن کے ہم بھائی بن گئے۔ وہ کس پائے کے انسان ہیں۔ مولانا مرحوم دیوبند میں کہ جس وقت جہان پور کی سڑک بند ہوئی تھی تو مولانا تھانوی ذہبے کے باہر علاقہ میں بڑی قویہ سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا، جہاں اللہ اچھے یہاں ہی اللہ والے کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں خاموش رہا۔ جب نان چرسے انکسین پرائے تو بہت زیادہ غصہ ہوا۔ وہ فرمایا، جہاں اللہ اچھے یہاں ہی اللہ والے کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت! یہ اللہ والوں سے ابھی خالی تو نہیں ہوئی۔

رہو۔ انکسین پر حضرت رحمت اللہ علیہ کی عینک تھانوی مولانا رحمت اللہ علیہ کی عینک پر رہے

مکھڑیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی پیشوائی سے لئے دے گئے
مستقر سے چل کر سڑک پر پہنچ گئے تھے۔ ابھی ۱۱ بجے سے سا سنا ہوا تھا کہ حضرت تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ فوراً مکھڑی پر سے اتر چکے۔ بار بار دُعا سے فرماتے تھے ”حیہ اللہ“ تو نے
ایسے مادیاں ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہاں اس چالے کا ولی اللہ رہتا ہے۔ بعد میں فرمایا
کہ ”لے گئے تھے کہ فیتہ صاحب کو جہاز سے جاتی صاحبہ حضرت امہ اللہ علیہ نے لپکا یہ لے گئے
ولی کامل ہیں۔“

عرض: میں فوراً بیٹھا میں ان بزرگوں کی آمد سے ایک بڑے تعلق مودت و عقیدت کی بنیادیں
ڈال دی تھیں۔ ہاتھ لگے ساتھ ساتھ یہ تعلق بڑھتا ہی چلا گیا۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ
علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے درمیانِ احیاء کا بیام کا سہ جاری کیا۔ باپن بچہ
ایک دوسرے کو ابھارتے تھے۔ اور ”حضرت فیلہ صاحب کے بیٹے مہموم سے ان
کی یاد تازہ ہو گئی۔“

اللہ تعالیٰ ان کی برکات میں تشاغل و مشغول رہے۔ (پرانے چرخ نمبر ۱۲۳)

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ اور ان علاقے (مغربی پنجاب) کے اپنے ہمہ شدین
کو حضرت دین پوری کی زیارت اور صحبت کے لئے قائل و کید فرماتے رہتے تھے۔ ایک بار
حضرت نے حضرت تھانوی کے پاس یہاں کی ”شہوڑ مسواکیں“ بھیجیں۔ مسواکیں حضرت
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدین ہر رک سے چبا کر دی تھیں۔ حضرت تھانوی نے یہ تحفہ وصولی
فرمایا تو دیر تک حضرت اپنی آنکھوں کو نکالتے رہے اور بہت دنگار اٹا دی اور فرمادہ سے
فرمایا ”اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنا“ حضرت! اشراف علی ہر صوبہ ہو گیا ہے اور آپ
بھی ضعیف اور سہلے سہلے قہر میں غلامی ملکتیں نہیں۔ چہ میسر ہے یہ غلامی دست
شفقت رکھ دیں تاکہ قیامت میں تجاوت کا سامان ہو جائے۔“

حضرت دین پوری اسی موقع پر کہ اپنی تک ان بزرگوں کے ہمراہ بٹھریں لے گئے۔ حضرت
امرونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ساتھ دیا اور اس طرح ”سندھ ہو کر اپنی میں پہلی بار ملو اور معلوم

پوچھا اور وہی کہیں نہ سنا کہ باقاعدہ تحائف مریا گیا۔

(شیر مردانِ حق، مہدائیں، ص ۶۵۶)

(۶)۔ ”حضرت حکیم محمد ابراہیم کی قرینیت“

مطلق مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”حقیت یہ ہے کہ ۱۸۵۰ء میں وہاں کے خاص سفیرانہ وفد نے اپنے آپ کو ملالہ پٹانہ کے ایک کوچہ سمجھ کر، بسبب میں تھوڑے عرصے میں حاضر ہوا۔ حضرت رحمت اللہ علیہ کو مدنی کے ایک مشائخ اہل ابراہیم و عیسیٰ کے بہت سی فراموشی تھی۔ چنانچہ وہاں کے بڑے بڑے قاضی و وکیل وہ بہت دیر پانچ یا چھ دنوں تک رہے۔ ان میں سے ایک ایک نے اپنے اپنے وطن سے اپنے اپنے ملک کے لوگوں کو بلوائے رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت کے بہادر و جلیل القدر اور وہاں کے ایک صاحب دانا کو ملالہ کے قصبہ پر تجاویز پیش کئے۔ ان کے غرضائے پورے پانچ دنوں پہلے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت کو فوراً حاضری اور ان کے پتہ بھی نہیں کہ یہ حضرت کے والدین کے ہیں اور ان میں سے پہلے بھی اپنے ہوئے ہیں۔ بعد میں پتہ چھا کہ حضرت اپنے بڑے

چشم۔

اس سلسلے میں حضرت کی خاص مشائخ تھی۔ سو بیچ و بیا میں ان کا ذکر اور علیٰ حق ہے۔ یہ شخص صاف مدنی کے ان بڑوں کو دیکھتا تھا۔ انہوں نے اسے ہمارے پاس بڑوں کی صحبت حاصل نہیں رہی۔ یہ قہار است و مہتمم ہیں۔ وہ تکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی یہ وصف پیدا فرما۔ آمین“

(مجلسِ مفتی، نظم، ص ۵۳۰)

(۷)۔ ”بھائی ابراہیم کی نبی ہمت مردانہ کہاں۔ سنو! کس؟“

”میں نے مرتبہ تھانہ جیون میں تہہ نہ آیا۔ مولانا علی رحمت اللہ علیہ کے کسی مخلص نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کی اہمیت تھانہ جیون سے آگلی ہیں۔ نمونہ کا وقت چمکتے ہیں انہیں ہر پتے ہیں۔ ہمارے انہیں حضرت ابراہیم کی یہ بات ہے۔ انہیں تو حضرت تہہ لونی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی محنت کے ساتھ فرمایا۔ ان میں ان کی نبی ہمت مردانہ کہاں ہے۔

اوس کا (منقولہ فی حق الامت، جلد اول صفحہ ۱۶۶)

(۸) ”اپنی اخلاط کی اصلاح کے لئے ”تربیح الارواح“ کے سلسلہ کا قیام کیا۔

شیخ محمد بن حضرت مولانا محمد زریں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

میں نے اپنے ساتھ دو کام معمول بنائے۔ پہلی پڑھائے کے دوران میں انہوں صاحب علم ایسا اشکال کرتا جو کہ جواب مجھ میں نہیں تھا تو فوراً ہی سبیل میں اپنے استاد سے دعا کرتا کہ چھ سے مراد اگر تکرار کرنے پر حضرت تھانویؒ نے ہر دفعہ مقدمہ دہرائی کرتے ہیں کہ میں نے ”تربیح الارواح“ کا سلسلہ ہی کے قیام کیا ہے کہ جس کو میری تسانیف میں غلطی معلوم ہو مجھے مستحب قرار دے تاکہ مجھے کراہی غلطی کا حیمہ نہ ہو جائے تو اس سے باوجود رجوع تراویح چنانچہ مجھ سے جہاں کہیں کوئی غرض ہوتی ہے ان جہاں تمہاری نسبت فراخ دلی سے قرار دیا ہے کہ جہاں مجھے شرح صدر بنی غلطی کا نہیں ہوا وہاں دوسرے کا قول بھی افسوس کر دیا ہے کہ جو قول جسے جی نو لکھ دہانی یا خفیہ کرے میں نے ہمیشہ یہی کہ فرمایا ہو دینی بات کو غور نہیں کیا۔ یہ حرکت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ یہ بتاؤ یہ نصرت اپنے بھی کیا رہی تھی جیسا کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اس نصرت کا نمایاں تھا اور حضرت میں ایسا نہ تھا۔ دوران میں میں جہاں میں مزامیر پر شرح صدر نہ ہوا وہاں اپنے کسی مامور کے پاس مکتوب نہ لے کر دیا۔ اور یہ کلمہ کہ مولانا یہ تمام میری کچھ میں نہیں آیا۔ اور اس کی تقریر کو یہ بھیچیں۔ چنانچہ بعد تقریر کے دیکھیں آکر طلبہ کے سامنے اس کو ہر اس لیے اور فرماتے کہ مولانا نے اس وقت سنی یہ تقریر کی ہے۔ اس طرح اگر کوئی صاحب مہم کی مدد میں مولانا کی تقریر کے معارض نہ کرے تو یہاں روک دینی تو اپنی تقریر سے خود راہز ہی میں رجوع کر لیتے ہر صنف شخص میں فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی اور صرف آپ پر دینی نہیں بلکہ تھوڑی قوموں پر بعد ہر دو روز جو اس وقت اور باہر فرماتے ہیں واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ مولانا کو ایسی باتوں سے ذرا حد ملتی تھی۔

ہاتھ یہ ہے کہ جن کی بڑی شان ہوئی ہے وہ کہیں ایک باتوں سے نکلتی ہے اگر کوئی ایسا نہیں
 شان ہو اور اس میں سے ایک ترقی ملے جاسکے تو اس کو اس کی کیا پروا ہوگی۔ ہاں جن کو
 ترقی پہنچا ہے ان کی شان میں ان میں سے اور آجی پہنچا تک جاتی رہی تو اس سے پانچ
 آجی پہنچا تک غور و جاہل کی۔ (الاعانات ۳/۹ ص ۴۸۸)

(آپ بڑی جلد میں ۲۳۵)

(۹)۔ ”حضرت حکیم الامت کے نظر زبردست کی وضاحت“۔

حضرت نصیر الامت تھانوی اور اللہ مرقدہ کے دور میں سیاست پر اتنا زور تھا اور
 حکیم الامت ہونے کا تقاضہ تھا کہ مریدین مسند شہین کے اور چاہیے اور امرائے حقیر امت
 فرما دیں۔ جس کی وجہ سے غور میں ملتا تو اس بھی کثرت سے نور اللہ مرقدہ کی شان ہو جاتے سے
 نہ واقف رہتے۔ لیکن یہ ہے ان سب اکابر کے ارمیاں میں وصال حسین و بنید جس قدر
 کوٹ کوٹ کر بھرے گئے تھے بسا اوقات ان میں سے کسی کو ظہور نہیں مانتا تھا یہ منظر اس
 نہ کاروں کی نگاہ میں بھی مریب و مریحہ کہ موصوفین کے ساتھ شہر سے اور فرائض اور
 تفتیش میں تواضع اور تحکم کی کا منظر ہوتا تھا کہ کمال دیکھ اور قلیل شک تھا چنانچہ حضرت
 نور اللہ مرقدہ نے اپنے زبردست کے متعلق بار بار فرمایا کہ یہ طرز میری عہدیت کے بالکل
 خلاف ہے۔ اور مجھے جو بڑی محنت ہو رہی تھی وہی ہوئی ہے اور وہ دوسروں کو تائبوں کہ
 بچانے کے طریق تھے اس طرح بھی کہہ سکتا تھا، یہاں سے یوں سمجھنے کے ہیں سمجھا سکتے
 تھا، بچانے اس جو بچانے کے یہ تو یہ بھی کر سکتا تھا، لیکن میں اس وقت پر مصلحت انسان کا یہ غلبہ
 ہوتا ہے کہ اور کوئی مصلحت پیش نظر رہتی ہی نہیں اور یہ بھی ممکن ہے حسب تک کہ میں نے
 اپنے بسا مصلحت کی خدمت سمجھ رکھی ہے اور اگر کبھی اس سے قطع نظر کرتی تو پھر میرا اللہ
 خوش، خلاق بھی میں نہ دیکھا ہوں گا۔ ہر اصل مذاق تو یہی ہے کہ کسی سے چھ توڑی ہی نہ
 کرو۔ اور اپنے آپ کو سب سے کمزور سمجھو۔ قول اللہ ہامد مرشد اللہ علیہ۔

”تو ماضی بے شک ترا چہ کار دیوانہ باش نہ ملد شد شد شد“

(اشرف السوانح ۶۳:۴)

(”آپ جی“ ص ۳۶۹)

(۱۰)۔ ”میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا رہتا ہوں“۔
حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ مجھ میں حدت ہے شہوت نہیں۔ ہر دوسرا اس کی
جذبہ صفت تو میں اتنی رعایت رکھتا ہوں کہ دوسروں کی نظر بھی ان وقایف و عیبت تک نہ پہنچتی
ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ دو دور تک کے احتمالات اوریت پر بھی قبور امیری نظر پہنچ جاتی ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ ان سے انتہا ازکی توفیق بھی عطا فرما دیتے ہیں اور اسی لئے مجھے لوہ بھی غصہ آتا۔ ہے
کہ میں تو انکی اتنی رعایت کروں اور یہ میرے ساتھ ایسی بے فکری برقیں۔

(اشرف السوانح ۳۶:۲)

”میں تھانوی کا مشہور معقولہ ہے کہ میں اپنے برا بھلا کہنے والوں کو ہمیشہ معاف ہی کرتا ہوں
(۱۳۸/۲) (”آپ جی“ ص ۳۷۰)

(۱۱)۔ ”کیا آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے؟“

آپ کے خلیفہ چاند سہت: قدس سولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھر پوری رحمت اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔

ایک بار حضرت رحمت اللہ علیہ سڑک سے بوقت صبح گزرتے تھے۔ سہ کارہی بھی سڑک پر
جھانڈ لگا رہا تھا۔ ایک عالم تبار خنصر دم رفیق نے آگے بڑھ کر بستر سے کہا کہ بھائی ڈرامی دیر
نلتوی کہ دو جا کہ ہمارے حضرت گرو سے بچ جائیں۔ حضرت مولانا نے من مایا اور فرمایا کہ
آیکو کیا حق تھا کہ میں نے سہ کارہی کا میں بھل دیں وہ اپنی ملازمت کا حق ادا کر دیا ہے۔ کیا
آپ نے مجھ کو فرعون سمجھ لیا ہے۔

انڈیا میں عرب عہدیت کی شان تھی۔ ایک طالب علم نے خط میں باطنی حالت
اور قصی مسائل کا استفادہ و انوں جمع کر دیے ہیں پر حضرت نے فرمایا کہ میں نے ان کو یہ
بنو اب تھما کہ آپ ایک خط میں قصی مسائل کو اور انوال باطنی کو جمع نہ کیا کریں۔ اور فرمایا کہ

میں نے یہ نہیں لکھا کہ انمول ہاشمی کو فضیلت مساعی ہے۔ یہ تو بیحد بڑے گھڑیہ آدمی۔
اللہ تعالیٰ نے قدحِ نبی میں ان کا اسیابی امر و منہجی تھا۔

بڑوں سے ان کی محبت اور فہم نے استہوار سے حق تھائی من سے ساتھ۔ علامہ فرماتے ہیں۔ ایک
بزرگ نے بارش، لیلہ لیا کیا اسے اللہ شکر ہے کہ بڑے موقع سے آپ نے بارش فرمائی
یہ ازارائی کہ وہ ہے اللہ اب اور میں نے کب بے موقع بارش کی ہے۔

بقیہ رہنمائی (۲۸۰)

(۲) "ابھی تو میرا ایک خلق بھی درست نہیں ہوا۔"

دور سے نہیں۔ عید جانے صاحبِ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ احمد
دن تھا حضرت اپنے مرتے پانچ برس تک تھے۔ ان کے جان صاحب قمر آوی گئے۔ یہ
مکلف تھے۔ عرض کیا۔ حضرت آپ نے میری نہیں فرمایا۔ بڑوں کا جاس ہے۔ عرض
کیا۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بھی تو نے ہیں۔ فرمایا کہ میں یہاں ہوں۔ ابھی تو میرا
ایک خلق بھی درست نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کبریائی جسکے سامنے ہوتی ہے وہ اپنے ویرانیاں تعمیر فرماتے
ہیں۔ (۲۸۰)

مولانا بخش احمد صاحب رحمہ اللہ (حجاز صحبت حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ)
کی تواضع و ناسبت۔

"یہ تو نہایت ہے کہ میرے نام کا کوئی اور دوست کو مخالفت نہ کرے۔ یہی کیا ہوا۔"
آپ رحمہ اللہ نے اس وقت قسطنطنیہ میں تھے۔ اس وقت مولانا شریف
میں تھا تو ہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جرمہ تک حضرت قدس سرہ کی خدمت میں
حاضر رہے۔ آپ نے جرمہ بعد تکلم حضرت قدس سرہ نے اپنے فیض و الحی سے فیض یاب کیا۔ قند
جو ان میں آپ نے حضرت خیر محمد قدس سرہ کا کھانا حضرت کی دوستی کے واسطے نہایت
رحمہ اللہ۔ آخر جرمہ بعد حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے مولانا کو اپنا مریعہ بنانے سے
واقف فرمایا۔ آپ بہت غار۔ یہ وہاں تھا کہ اللہ ایک اللہ اور وہی تعلیم کی تدریس میں

مشغول رہے۔

تقریباً بیس سالوں بعد خطہ شمالی میں مراۃ کا بیٹا مہر فرخانی نے متوقع طور پر مولانا کا موصول ہوا جواب دے کر فرمایا کہ: ”میں نے سیکھ لیا ہے۔“
قدست میں عرض کیا:

ارسل فرما دے گا:

”حضرت! میں تو آپ کی ارادت سے بھی عمر و مرہا پھر خلافت کا منتظر ہوں۔“
میں نے کہا کہ میرے مرہا کا کوئی دور ہو جس کو خلافت، نہ بھیجیے کیا ہوگا۔

حضرت نے فرمایا:

”اگر اب تک میرے مرہد ہونے تو کیا مضائقہ، اب کامل ارادت و خلافت تقویٰ میں کی جاتی ہے، خدا و مبارک کرے۔“

آپ بیٹھ کاڑھے کا کرے، بیٹا مرہد صیانت جو اس مسئلہ کرتے تھے، دیکھیں و صورت سے بھی کوئی وجہ نہ تھی پائی جاتی تھی مگر پھر بھی تو ان کے قلوب آپ کی طرف مائل ہوتے تھے۔
(بزم مشرق کے چار اشخاص ۲۳۸)

بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

واقعات

(۱)۔ ”تواضع و تواضع“۔

مقرر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ آپ کے تلامذہ میں بقدر ازمین
”مولانا اپنے کو حقیقتاً کسی عزت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے، اپنے علم، شیئ اور اتنی بڑی ہمت کے لئے تلامذہ ہونے کا احساس بالکل نہیں تھا، ایک خط میں ایک مرتبہ ان کا کسارت و تواضع فرمایا تھا
”بندہ، چیز کے بارے میں بتا رہا ہوں، و قول فرمائیں تو دنی تنہا ہے کہ معمولی کام سے رائے
کسی نقد کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی ہے۔“

طبیعت کا یہ رنگ ان کے خطوط سے بے تکلف بھٹکتا ہے، شیئ احد سے ۱۰۰ کا طو زمرہ

صاحبِ مہر میں چھوٹے رشتہ میں بھتیجے اور آپ نے شاگرد بھی ہیں، ایسے خط میں ان کو تو یہ فرماتے ہیں۔

”کرامی ہمارے سب سے عزت ہوا، اس لایہ کی تشریف آوری کا یہ حد انتہا یقین ہے، اگر بتول آپ کے ہیں“ حضرت ”ہوں تو ماشاء اللہ آپ“ حضرت نے فرمایا ”مجھے مجھے اور ناکارہ کو کوئی چ پھٹا اور آپ کی توجہ اور سرمہ نہ دیا۔“ حضرت (مولانا) قلیل احمد صاحب سہارنپور کی مرحمت اللہ علیہ کے بعد سب سے پہلے آپ کی نے اطاعت و انعام فرمایا، پھر جی شیخ شید احمد صاحب نے، ظہار تعلق کیا اور یہ سب آپ کی حضرات کا تعلق ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا جس قدر انتہائی ہے اسی قدر خیال ہے کہ اس لئے ہونے سے میری گندھیاں اور خطاب اس کی خواہش اس پر جگہ چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی محاسن سے ہم تشنگی سے شایہ اپنی بھی بہت مصروف ہوئے۔“

ایک دوسرے خط میں موصوف ذکر فرماتے ہیں۔

”مضان المبارک کی دل انگیزی اور اس پاک ماہ کی برکات و انوارات سے استفادہ اہل دل مبارک ہو، حق تعالیٰ شانہ اس عزیز کو جزا و ثواب و عطاات رضا سے کامیاب و فائز و امین کرے اور روزِ قیامت قرب سے ہمراہ اندازہ کرے۔ ہم جیسے ضعیف و ناتواں لوگوں کو پچھو، جس جو اتان تیرا، قدر کی، جا و ہمتوں سے حق تعالیٰ اس ضعیف و ناتواں کی جی و پی فرمائیں۔“

یہ صاحبِ تشنگی و ہمدردی کی یاد آ کر یہاں یاد کیا

آپ نے آخری وقت تک اپنی طرف سے اطمینان نہیں کیا، اور جس کے پاس سب از کمرانی سے داخل نہیں ہوئے بلکہ جس قدر لوگوں کا رجوع ہوتا رہا اپنی طرف سے زیادہ غیہ و غصہ اور خائف ہونے لگے اور احتسابِ نفس کا کام بڑھاتا رہا، بعض اولیات اہل حق اور اہل بصیرت کو بڑی ہی جست سے اس طرف متوجہ فرماتے کہ وہ آپ پر نظر رکھیں اور اگر کہیں مجھ کو کہہ کر شاہد نہ کرے تو متنبہ کریں۔

ہر روز قیام ہوتا تھا اور ایک دن میں تحریر فرماتے تھے۔

عزیز محترم حضرت شیخ الحدیث حضرت لکھنؤ صاحب نظام مہذب و مستزاد کا تمام
السلام و تحکم و جود و سخاوت و برکات۔ امید ہے کہ مزاج سماوی بنیائیت ہو سکے گا۔ ایک مضمون جس کا
قبل از مضامین مجھے بہت زیادہ اہتمام تھا۔ اپنی قوت بشریہ کے اعلیٰ صفت انجائی کی بناء
پر بالکل تسبیح دو گیا وہ یہ کہ حق تعالیٰ کے افضل و کرم سے یہ کام نہایت وسیع ہو گیا ہے کہ اب
نکلی روز قیام فرمائی و مقبولیت و توجہ کر میں اپنے نفس سے باخفا۔ موت نہیں ہو سکتی۔
اور جس عیب و کم میں جتنا نہ ہو جائے وہ آپ ہی سے ملے۔ حق تعالیٰ کا میں سخت محتاج ہوں
اور اپنی کھراہی کا آپ معذرت مجھے۔ وقت مختار خیال کرتے ہوئے اس میں کمی نہیں ہے۔ یہ مجھے
چھنے کی تا کیوں ہوتا رہا۔ وہ اس میں کمی نہ ہے مجھے سمجھا بہت سے منع کر دیں۔

(۲۲۲ و مقرران ۲۲۲ تا ۲۲۳ ستمبر ۱۳۳۳ء)

مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ العالی نے تہذیب و تہذیب تحریر فرماتے ہیں
"الکلمۃ" نے قیام میں ایک دفعہ ایک دوست کے یہاں دھڑلے وقت پانے کی دعوت
تھی۔ میں نے کوئی مسجد نہ تھی، ان کی خوشی میں خود نہ جا رہا۔ صبح کا صبح ہوا، خود کھڑے ہو کر
ان دنوں ان دنوں نے بعد مجھے ارشاد ہوا کہ نماز پڑھاؤ، میں نے معذرت کی تو نماز پڑھا لی
میں نے کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ بعد میں ایک دفعہ میرا قیام ہوا
تجھے کہ خدا تعالیٰ تجھے میں سے تائیس۔ جب سے میں یہ دعوت نیکر لکھتا ہوں لوگ مجھ سے
مہربان رہتے تھے میں تجھے یہ خط دید ہونے لگا کہ تجھ میں جواب نہیں نہ پیدا ہو جائے
میں بھی اپنے آپ کو بڑا کم نہ سمجھتا۔ کلوں میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے
اس اہتمام اہتمام کمال میں پہنچ بھی میرے حق میں دعا فرمائیں۔"

ایک مرتبہ ایک صاحب نے ایک قریبی بدینہ کیا ہوا ان کی طبیعت پر ممتحنی قالین پڑا ہوا
میں پر ایک بڑی طیف تقریر فرمائی اور شہر سے ایک بڑے عہدہ صحت میں یہ لکھ چکے تھے
وہ کہ ہم یہ اس نے مجھ کو عالم بھی کر پیش کیا تھا۔ میں جس کو عالم سمجھتا ہوں اس کی خدمت

میں پیش کر کے تہہ و تشہہ ہو چکے ہیں۔

میرزا کو ”بوجھ“ سے پرانی نرس تھی لہذا مانتے تھے کہ بوجھ کوئی بھاری چیز نہیں ہے۔ میرزا کے منہ میں اور دھڑکتے تھے۔ یہ بھنگاں۔ میں اور جیسا بھاری بھونی ہو چکا ہے۔ میرزا کے منہ میں اور جیسا کے موقع پر بھی جیسا۔ یہ امر میں آدمیوں کا تعلق ہوتا تھا اور میرزا کا بھی تعلق ہوتا تھا۔ میرزا کا تمام رشتہ تھے کہ یہ بھاری اور تمام نہ ہو، آخری حالت میں بھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ وہوں کو دیکھ کر ہنسا رہا ہے۔

آخری حالت کے آخری ایام میں جبکہ ان کی طبیعت بھاری تھی اور حالت فی الواقع اس کی وجہ سے مصروف۔ یہ آپ و روک دیکھا تھا۔ ایک چمکی ٹھنک دیکھ کر آئے اور حاضرین مجلس کے کوپڑے چلا تھے۔ یہ مصروف کے لینے پر حصہ ایک میرزا کا دم نے برادران کو ہاتھ سے روک دیا۔ جس سے اور بہت ٹھنکا کہ ہوئے اور علماء و مہتمم و بزرگ ہوا آگیتے ہوئے بھلے ہوئے حضرت مولانا نے اس میں اہل عدم کو اٹھارہ سے بلا کے بہت شہرہ کی اور فرمایا اسی مسلمانوں کو دیکھا کہ یہاں بہت مہتمم سے چاہا کہ اس شخص سے معافی چاہو اور اس کو راضی کر سکو۔ اس کو چاہا کہ اس سے چاہا کہ اس سے ایسا ہی کیا۔ اگر جو نے بھی مسجد سے باہر یہ تماشا دیکھا کہ وہ صاحب بن اٹھان کا لیاں اب رہتے ہیں اور وہ اب چارہ میواتی ہاتھ جوڑے۔ مانتے تھے اب اور صاف یہ چاہتے کہ اس کے آپ کا اس آسایا ہے یہ تو مجھے اسی کو دیکھا۔ یہ دیکھ کر اس کا دل بڑھ گیا۔

(۱) حضرت مولانا محمد انیس، راجا کی بی بی، فوت ہوئے ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۸ء)

(۲) ”عہ جزئی و انکساری“۔

آپ اپنے ہر ایک اور خاصہ و خاصہ شے کو ایک ہی کام میں الگ الگ بھروسہ کے۔ یہ ہر شخص کی سب سے پہلی غلطی تھی کہ وہ دیکھتا تھا کہ آپ کی راجہ جانی کرتے تھے۔ وہ ان کا نام نہ منظور کرتا تھا۔ آپ زمرہ دینے کے ایک لطیف و اعلیٰ تھا کہ اس سے اس کا اندازہ

ہوگا

”خیر زمانہ عدالت ہی میں سب کو عدالت انور میں نہیں ملے تھے ایسے روز اوپر میں سنتی
 ایک عالم الدین چنگی ظلم کی نمونہ۔ نے افسانہ لکھی تھی کہ ہم حضرت و مشورہ کرتے تھے، اس
 وقت مجھ پر حضرت کی نظر پڑی اور اذیت بلایا ورنہ بایہ ”موتی بعد از سب“ خط سے خداوند
 بن عباس رضی اللہ عنہ نے بلا جو یہ خط لکھا تھا کہ ”وہ برسوں بعد فرماتے ہوئے دیکھا تو اور
 ایسے ہی حضرات جو بیکرا اور حضرت کو رضی اللہ عنہم کو کہیں۔ یہ تو تبارہ جملہ اہل علم پر حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کو موقوف کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔“

حضرت کا اشارہ یہ ملنے کے بعد جب اس شخص سے میں نے حضرت کو موقوف کیا۔ تو یہ
 دیکھا تو محسوس کیا کہ فی الحقیقت ایسی یہ دینی ہی حالت میں حضور نے حضرت سے حضور
 سے ہمیں بہت کچھ سبق حاصل ہوتا ہے۔

حضرت کو جو خوش چارہ دیا، وہ حضور کو دیا ہے، یہ سب میرا ہی ہے، ان کی مدد کرنا، شکر و قدر سے
 بڑے اور شکر و قدر کا کہ یہ بچا رہے مجھے حضور کرتے ہیں، میں ان سے بڑے ہوں کہ تم لوگ
 اللہ کے لئے مجھ سے محبت اور میری خدمت کرتے ہو اور تمہارا یہ کرم ہے کہ میں تمہارا آجی
 پاؤں ہوں، جیسی تم نہیں پاؤں سکتے، لہذا مجھے حضور اس آیت سے آراہین کرو کہ اللہ ابھرا
 کھان ہے کہ حیران اس بعد کی نماز بھی ہوتی ہے جیسی کہ نماز میں ہوتی ہے اس سے ہم حضور
 میں ہم دیکھتے ہیں تا کہ تو اس نماز کے اجر میں سہرا بھی ملے کہ وہ ہمارے ہوں
 کہ اللہ ابھرتے ہیں اور جو حصہ ہمارے میرے متعلق ہے ان کھان کرتے ہیں ان
 کے کھان کی بارگاہ دیکھو اور میری نماز کو قبول فرما کر تمہیں بھی اس میں شریک فرمادے گا۔

پھر فرمایا ”انہ میں سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان سے اچھی ہوتی ہے تو اس کے یہاں مردود ہو
 جائے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک اپنے ان مبادی و مبادی کے لیے میری
 نمازوں کو قبول فرمائے گا۔“ (اصولائے حضرت ائمہ و فقہائے مسلمان)

(۳)۔ ”آخرت کا اختصاص اور“

[illegible]

(2) $\frac{1}{2} \leq \frac{1}{2} \leq \frac{1}{2}$

(۱) "بشارتِ مجددی اور غوث کی جنتی حاکمی تصور"۔

[illegible]

اشفاق کریدتا ہے کہ میں ہاتھ کے کاموں اور شہر کی خدمتوں کی مدد کی اور تھوڑا سا مال بھی لے کر، خود فریاد کیا، اور اس پر نے کسی عقل و بات کو ماننے سے ابھی انکار کیا، یہی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہتھوڑی اس پر دیا جو اس نے غریب سے ہاتھ دیکھا، یہ اس کے پاس تھا۔ یہ کہہ کر اس نے ہتھوڑی اس پر دیا جو اس نے غریب سے ہاتھ دیکھا، یہ اس کے پاس تھا۔ یہ کہہ کر اس نے ہتھوڑی اس پر دیا جو اس نے غریب سے ہاتھ دیکھا، یہ اس کے پاس تھا۔

[illegible]

اس وقت پر زخم کیا ہے تم کو؟ تو مجھ سے کہو۔ اب اس نے اعلان کیا کہ وہ ۲۵

پہنچے وہ اندھ صاحب نے ان کی معیت میں نماز استسقاء ادا کی۔ ہادش کو نہ دونا تھا نہ ہوئی۔ ان بزرگ نے دوسرے روز کے لیے بھی نماز کا احاطہ فرمایا۔ تو اس دن بھی عقل پسند دن والی بات فرما کر نماز ادا کرنے سے بچتی گئے۔ اور پھر ہادش ہوئے واپس آ گئے۔ تیسرے روز کے لیے پھر نماز کا احاطہ ہوا تو میں صاحب تیسرے دن بھی نماز کیلئے میدان میں پہنچی گئے اور خود ان بزرگ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آج نماز میں پڑھو ورنہ ہر شخص حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ میں صاحب تو کبھی حج و عمرہ نہ لوگوں کے دھرم پر بھی نہیں پڑھتا آج انہوں نے خود نماز پڑھانے کی پیشکش کیسے کی۔ بہر کیف نماز استسقاء میں صاحب کی مہمت میں شروع ہوئی۔ یہاں صاحب کے عقیدت مندوں کے دل میں بار بار یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ آج ہادش ضرور دعا چاہے گی۔ تو یہ میاں صاحب نے کشف کے ذریعے معلوم کر لے جو تبدیلی کی ہوئی۔ لیکن آج بھی جو پاپ اسی شدت کے ساتھ چھوڑتی رہی اور ہزل کا در بھی نام و نشان نہیں تھی۔ بخیر جو کہ پورا مجمع خلعتِ دل اور معلوم ہوا نہیں ہوا والد صاحب نے اس خلاف عادت عمل پر اسٹفہ کر لیا کہ آپ تو کبھی نماز پنج گانہ میں بھی امامت نہیں لڑتے آج یہ کیا ماجرا نکلا۔ تو فرمایا کہ امیر امتداد اس کے موافق نہیں تھا کہ جو عالم دین و روز سے نماز پڑھا رہے ہیں لوگوں کو ان پر بدعنوانی نہ ہو جس بھی اس میں شریک ہو جو اس کو نہ سمجھے اور نہ سمجھتا تھا کہ ہادش اس وقت ہو رہا تھا کہ میں نہیں۔ نسبی عالم یہ مقدس ہستی کا اس میں کیا تصور ہے۔ اب اگر بدنامی ہے تو تجھ پر ایک غامضی نہ ڈالے۔

سوچتے ان اہل اللہ اور مجددین اور اس میں کس قدر ریلوے انٹر فیکشن ہے۔ ہادش کی تمام کوشش اور سعی کا محور صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کا کوئی کمزور پہلو نکالیں کہ اس کو مجروح کرنے کی کوشش کی جائے۔ داساں کیلئے یہ بے نزوۃ جائزہ ہے۔ یہ آزدیا

چائے اور اگر کا بوجھل جو کے خون کو پوری حرارت میں ورہا کر دیا جائے لیکن یہی اختلاف جب اسلامی و خانچہ میں ڈھٹا ہے تو کس درجہ حسین اور دل فریب ہو جاتا ہے کہ جس پر سینکڑوں اسی و قربان ہو سکتے ہیں۔

حقیقت کو یہ ہے کہ ان بزرگوں کو جو راند اڑا دیوں گا، یہاں میں رہتا ہوں۔ یہ ہر جگہ کا حفظ
ہے۔ یہی ان اہل اللہ کی آیت ہے اور جو لوگوں کو یہ واقعہ کہتے ہیں ان کو اس سے غلط فہمی ہوا
نہیں تھی۔ (الحجۃ، ص ۱۰۸) یہ تھے انجیل اور ان جزیہ (۱۵۰، ۱۵۰)۔

یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے جو کہ عظیم صاحب مجذوب رحمہ اللہ کی توسیع
و فی نیت ہے۔

حضرت مولانا سید سیدان رحمہ اللہ کا یہ تحریر ہے کہ میں

ان کو دیکھ رہا تھا کہ انسانی و انسانی تھا۔ یہ انیسویں کے آخر میں ہوا تھا۔ اس وقت
ہزاروں نے حج فرمایا اور ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
اپنے لئے تو یہ سب سمجھتے تھے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
سے زیادہ یہ کہ وہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے کہ وہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
آجائے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے

فرمایا ہے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
ہے۔ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
پسند کیا ہے۔ یہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے

”انہ ہائے ایمان بھی ہے کہ کسک“

حضرت مفتی محمد مسی صاحب رحمہ اللہ کا یہ تحریر ہے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے

حضرت نے فرمایا ہے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے
ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے

فرمایا ہے کہ ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے ان کے پاس سے

اس غریب مسکین کے لئے چہرہ ہو گا۔ آپ نے بڑی محبت سے خوش فرمایا اور وہ بھی یہ بھوکے لڑکے کے لئے کھانا بنا کر لایا۔ یہاں سے ملارا یہ جھوٹا دعویٰ کبھی بڑا لڑکا اس کا جودل خوش ہو اسے اور کاپیہ لڑکے نما لڑکیوں کا کہتے تھے۔ یہ کئے علم و فضل کی یہی معمولی سی بھٹک تھی جو اتنا کبھی بڑا داشتہ نہ کر سکتا کہ جیسے کبھی غربت اور مسکینی اور پچھے پڑنے والی کی اجازت سے انکار نہ کرتے۔ لیکن بارہا یہ ساری باتیں غلطی نہ ہونے۔

(ماہنامہ الزماں، پٹنہ، ۱۹۶۲ء، شمارہ ۲۶)

مولانا محمد لطیف صاحب چنگم انوی (خلیفہ محمد زکیہ علیہ السلام رحمہ اللہ) کی توصیف و تمنا تھیں۔

پروفیسر احمد سعید صاحب تحریر لکھتے ہیں

مولانا سید ابوبکر محمد علی نے حضرت قائد اعظم کی وفات کے بعد حضرت قائد اعظم سے تعلق قائم کیا۔ وہ راجہ سوکھ میں خوب بہت مشغول تھے۔ آپ کو کشف بہت ہونے لگا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی بیوی بچی بچوں کو بھی کہہ دیا کہ میں فارغ ہو رہی کا طاعت کروں۔ آپ نے ایک کاپی لکھا اس میں ہے: شک و شبہ نہ رہتا تھا میں توفیق ملی ہوئی تھی۔

حضرت خانقاہ قادریہ میں ان کا زمانہ توفیق جو انہیں میں ملے۔ دل تھا کہ میں آپ سے ملتا ہوں کہ یہ زمانہ اپنے دور پر بھیجئے کہ مرض بہت زیادہ ہے۔ امر کوئی ایسا نہیں میری سہولت میں ہے تو یہاں سے چلا جائے یہ بھی راسخ آپ کا بہت بڑا امتحان تھا کہ آیا وہ اپنی طبیعت کو دے جس میں انہیں آپ پر اور کھڑے ہوئے اور قیام کیا کہ تھیں یہ مرض بہت بڑا تھا کہ آپ پر قیام نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اس حالت میں قیام نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے وہ چھوٹی جگہ دینی اور سارا دن یہ کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے پاس کھانا نہ دے۔ اس کا انتظار نہ کر رہے کہ ایک روز حضرت قدس سرہ نے خود ہی بھیجا کہ مجھے خوش آئے کہ آپ نے انہیں اپنا دل دیا ہے۔ آپ نے سب نعم نماز پر حاضر اور حضرت صاحب دین کا ایک رخصتہ تھی۔ ان میں سے سب نے انہیں دیکھنے کے لئے ملے۔ انہیں دیکھ کر آپ خود اور ان

وزیر تھے، انہیں اپنے سادہ لباس میں بھرتے و غیرہ بھی یہی نہیں تھا تھا کہ یہ بیانی باقی
مقبول ہو رہا نہ یہ دوستی ہے۔ اپنے کام تو اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادی تھے۔ اس لئے کسی کا
کیا ہوا کا ہر مشکل سے پختہ تھا۔ (ص ۱۰۳)

مخدوم الحکمت علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے واقعات
(۱)۔ "ترمذی تصوف کا حاصل خود نمونہ ہے۔"

حضرت خلیفہ عہد انتہا میں جب ذامہ عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کے تہذیب میں تکریر
فرماتے ہیں

فرمایا کہ سید سلیمان ندوی نے حضرت عارفی سے جب پہلی ملاقات کی اور اس
وقت میں بھی حاضر تھا تو سید صاحب نے عرض کیا کہ کچھ الجھت فرمادیتے۔ حضرت نے
فرمایا کہ آپ جیسے فاضل کو کیا الجھت کہوں؟ لیکن اپنے بزرگوں سے بوسہ لے لی تاخیر
کرنا کہوں اور دوسرے کہ ترمذی تصوف کا حاصل اپنے نمونہ دینا ہے جس میں صاحب پر کریم
طاری ہو گیا۔ میں نے اسی وقت یہ شعر کہی

بہت چاہتا ہوں کہ کسی پر روضہ غم دو آئو لہر کے لہجہ نکالتے اس کا افسانہ
(عارفی)

اس کے بعد یہ شعر رنٹ ہے۔

نہ چھوڑا شاہ پہ تکہ اس میں اس سوس و دو عالم کا

معاذ اللہ محبت کا یہ انداز تریقہ

خبر کیا تھی ہمارے کی محبت ایسا دوانہ

مجھے بتا چاہے گا خود محبت ہی کا افسانہ (عارفی)

پھر سید صاحب قہان بھون گئے۔ تین دن مجلس میں شریک ہوئے تیسرے دن کھڑے ہو کر
مدداری پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔ فرمایا تمام فراموش سمجھا تھا اب معلوم ہوا کہ سب جہل
تھام تو ان بڑے میاں کے پاس ہے ورنہ سید صاحب نے فرمایا۔

دل پہ بھڑکا لگ گیا۔

ہمارے منہ سے ۱۰۱ (عید اتی حدائی) اس حسب ذیل آیت میں آ کر اٹھتے۔ بعد حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو ان مایہ کو اس کی تفسیر میں مشکل پائی۔ ایک دن دیکھا کہ خاندانِ باہ حضرت سید سلیمان ندوی مکان میں آئے وہیں سے جوتے سید سے گر رہے ہیں۔

یہ تو انیس ورنہ بیت اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پیدا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد خوشہ پھونکی ہمارا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ رہت کہاں پہنچا دیا۔

(اصلاحی طبابت بعد ۵ مئی ۱۹۳۷ء)

(۳) ”حضرت سید صاحب کی علامہ بنوری سے عاجزانہ درخواست“

مولانا محمد یوسف لدھیانوی علامہ بنوری کے تذکرہ میں لکھتا ہے:

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کی ہمارے قدر اور طور و تربیت سے

’کون کا واقف ہے‘

علامہ قول کے الفاظ میں ”علوم اسلامی کی جوے شیر کا فراہ“ میں نے سہ سہ بڑے بڑے بہاں علم ”سورہ کا تو ان“ نظر آتے تھے ان کی بےشمسی و تواضع و خلوص و طبیعت اور بھاری آخرت کی نگہ کیجئے کہ وہ آفریں مگر میں حضرت بنوری سے فرماتے تھے

”مجھ سے ابتدائی دور میں بعض قلبی لغزشیں ہوئی ہیں ان میں کچھ چیزوں پر تو مجھے توبہ ہو اور میں نے ان کی اصلاح کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ (حضرت بنوری) جیسے حضرات میری کتب میں غور سے پڑھیں اور ان میں کوئی لغزش نظر آئے تو مجھے متنبہ فرمائیں تاکہ میں ان سے درجوع کر لوں۔“

حضرت سید صاحب کا یہ ارشاد راقم الحروف نے حضرت بنوری سے سنا تھا۔

(ذیات ۱۰، علامہ بنوری بعد ۳۳ مئی ۱۹۳۷ء)

(۴) ”میں ان کی تواضع و سادگی کو دیکھ کر تو مسخر ہاں ہو گیا۔“

نہیں کہ مسلموں پر بدھ کی تعظیم، پھر سید صاحب نے نصرت اور تحفے کی صفائی کو جو اسے تھا کہ یہ یہ
 راجہ اتھا لکھن پر کاو ٹھہری میں اشتہار کی سر ڈیوال ہو گئی تھی۔ یہ عرصہ بعد حضرت مولانا
 سید صاحب (محبوب خان) نے سید صاحب کو اپنی پہنچ دیا۔ انہوں نے ان کے دوستوں کو بھی تو
 حضرت سے ملنے اور امت کے دل میں ہر ایک کو یہ بات پہنچانے کے لئے اس واقعہ پر ان کے بارے میں
 اشرف اہل انیسویں صدی کی تاریخ لکھا۔ —————

”ایک مہینہ بعد اسی طرح کوئی تھوڑا چند مہینوں کے لئے حضرت مولانا نے خدمت میں
 حاضر ہوئے اور اپنے وقت عرض کیا کہ مجھ کو ویسی نصرت فرمائیے۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔
 میں تم کو جو مال دیتے گا اس میں تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ پھر امدادیوں کے جو نامے اس
 میں ایک مضمون تھا کہ جو بعد و معلوم ہو گا کہ اس نے باطن میں سب کچھ سمجھا۔ اس نے کہا کہ
 حضرت آپ جیسے فاضل کو میں نصرت کیا کرتا ہوں نہیں ہوں میں۔ انہوں نے اپنی اس تمام
 میں سارے طریقہ کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کئے کہ میں اس کو حاصل ہو میں سمجھتا ہوں وہ تو
 و میریت ہے اس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو منور کیا ہے۔ اس اسی سے اس کے لئے
 ریاضت و مجاہدات کئے جاتے ہیں اور اس اپنی ساری عمر کو اس نصرت کی نصرت میں گزار
 اپنی چاہت اس کو کرکات پر اس درجہ شہداء کو وہ بہت بڑے ہو گئے۔“

”میں نے اس وقت میں اس نصرت کا باطن میں میرے لئے قلب نے اپنا اثر قبول کیا کہ پھر
 سید صاحب نے ان حضرات اس بات پر متعلق ہو گئے کہ ”حضرت سید صاحب نے کثرت میں جو
 کمال حاصل کیا اس کو کوئی نہ دیکھا۔“ (”تذکرہ سید صاحب“ ص ۱۳۳)

(۶) ”خلافت سے سرقراری“

اگست ۱۹۳۸ء کو حضرت سید سلیمان نے راولپنڈی میں قلمی مہم اور اب
 اکتوبر ۱۹۳۸ء آگے بڑھی۔ مسافر کے حلق و مہم کی وجہ سے ان کی تحفیں اور سب سے پہلے
 وقت حضرت تھوڑی سی ٹافہ میں رات کے سارے عجیب ہزار اور بیچ کر۔ انہوں نے وہی طریق

کے پروفیسر مادیہ یہ واقعہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کا ہے۔

شیخ اشپوخی کا تاثر۔

اس بات کے بارے میں حافظ عثمان صاحب دہلوی ہیں (جو خود بھی حکیم الامت کے فدائی اور خلیفہ مجاز تھے) کہ:-

”حضرت سید صاحب کو خلافت عطا فرما کر حضرت والا (حکیم الامت) اس درجہ مسرور و مطمئن تھے کہ بار بار فرمایا کہ ”اللہ اللہ مجھے اب کچھ لکڑی نہیں۔ میرے بعد اپنے ایسے لوگ موجود ہیں“

مرشد اور دہلوی مرشد تھے دونی جیسے شیخ محقق کی نکاح تحقیق میں یہ اعتبار کوئی معصوبی اختیار ہے؟

خلیفہ مجاز کا حال:

بہر حال شیخ کا اثر تو وہ تو خود خلیفہ مجاز کی کیفیت بھی قائل ہے یہ ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس عظمائے خلافت کے ساتھ ہی حضرت والا پر ہستی اور عزائیت بدرجہ اتم پہنچ گئی، وہ غرق عیدیت ہو چکے، اس اثر میں وہ اب کہ حضرت نے جو غول اُٹھی ہے، وہ ان کے غول پر شاہد ہے جو غول جس طرح حضرت والا کی قلمی و لفظی میں درخت پیدا کرتی یہاں نقاب کی جاتی ہے

ابھی تو مشق نقاب کتب میں بڑا کر کے اثر کے واسطے کچھ اور اناجیل کر کے
جو آج لذت درد نہاں کا جو پایا ہے وہ پہلے سوز سے دل کو تو داندہ کر کے
انہیں کے دینے سے دتا ہے جس وقت ہے وہی نہ چاہیں تو کوشش و ملی بڑا کر کے
ادب سے دیکھ لیں مشتاق دور سے ان کو مجال ہے جو کوئی ان کو ہمکنہ کر کے
منا تو وہ انہیں لہذا غم بھران وہ اعتبار کر کے پانڈ اختیار کر کے
وہ اپنے کان سے سنتے ہیں میرے تاویل کو وہ طرز عالمہ جو جان کو تہ قرار کر کے
تری نظر میں ہے تاخیر سستی صہبا تری نگاہ سے چاہے وہ غوار کر کے
تری نگاہ میں رہوں خواہیں رکھے ہیں وہ چاہے مست نہ رہے چاہے ہوشیار کر کے

(پانچواں) ”تذکرہ جیدوں“ (۱۶۵۱ء تا ۱۶۶۰ء)

(۷) ”جہان و ذمہ ایک“۔

مقام سے ۱۶۵۰ء میں ”ترتیب“ محمدیہ کے ایک اہل مقام سے کمر خرواں مقام میں بھی رونق لے رہا ہے۔ اہل رطل کا فرق یہاں ہو جاتا ہے۔ ”کامل متنازع“ وہ ہے جو کسی کے اشعار سے ہلکا دیا ہو جو نے دینی اہم دیرت شریف میں ”تجربہ شمس“ کے قیام فرمایا۔ ”نورِ عقل و حیرت“ ”آدابِ شمس“ ہے۔ ایک ”محمدیہ اہل انداز“ کا کمال اہل ان کے یہ ہے کہ اس سے کئے گئے جہان و ذمہ ایک کی یہ ہوتی ہے کہ وہ وہ : سے ہو چھوڑا ہے اور نہ طاقت سے مرہوم ہے۔ ”نورِ عقل و حیرت“ کو اس مقام تک رسوخ کئے آگاہت اور اہل ان میں کہ جہان و ذمہ ایک کے آں کی حق میں اس مقام کو بھی فتح کر لیا۔

”اعتراف سے ۱۶۵۰ء کی اس پر آپ نے دیکھا کہ یہاں کی شمس نے اپنے کمر خرواں بھی محمدیہ شمس کو بتایا ہے۔ ”نورِ عقل و حیرت“ ”آدابِ شمس“ ہے اور ”شمس“ ”تجربہ شمس“ کے سنی شمس کی بھی فرمایا ہے۔ ”نورِ عقل و حیرت“ کو اس مقام تک رسوخ کئے آگاہت اور اہل ان میں کہ جہان و ذمہ ایک کے آں کی حق میں اس مقام کو بھی فتح کر لیا۔

”تجربہ شمس“ ”نورِ عقل و حیرت“ ”آدابِ شمس“ ہے اور ”شمس“ ”تجربہ شمس“ کے سنی شمس کی بھی فرمایا ہے۔ ”نورِ عقل و حیرت“ کو اس مقام تک رسوخ کئے آگاہت اور اہل ان میں کہ جہان و ذمہ ایک کے آں کی حق میں اس مقام کو بھی فتح کر لیا۔

نہایت شفقت سے سمجھایا کہ یہ افکار ازراہ شریعت و احکام کے تحت "کفر" سے
 ہیں۔ فی الواقع اس کے بعد نصیحت فرمائی کہ پہلے عربی زبان، پھر متعلقہ علوم قرآنی کے اتصال
 طریقے جوہر کی بات اور پھر قرآنی پائے میں خود بخود مریدانہ _____ اس کے بعد
 سے حکام و دہو و نوں حضرت علامہ اور شیخین کے بعد بعنوان "مدرسہ" سے ان کے بعد پائے
 مرشد جناب پرانے کو معلوم کیا۔ وہ سید احمد علی کہ تازہ "طلوٹ" کا رہنما ہیں۔ پانچ کے حضرت
 ۱۹۰۷ء کے اسلامی برسرِ کمرے ہوئے نہایت سخت پانچ آدمی اب و بعد میں ایک کو لے لے کر اس کا
 حاصل یہ تھا کہ ہمارے دو آدمی ان سے بات کر کے لے گئے تو وہ نہایت بد اخلاق سے پیش
 آئے، اصل ہفتہ ہا کل علم الہ از مری۔

ان شد و نو پانچ مرید تھے، ان کے سب کی جانے اور جانے والوں سے دلی عزت و تعلق
 برصغیر اور علموں سے۔ باقیوں میں انہوں نے حضرت و راہے میں کی تھی۔ ان کا بیان
 ہے۔ اہم ہر کام جو اب سرور و پا جانے چاہیے۔ حضرت اقدس کے نہایت زور کی۔ جیسے میں
 فرمادے۔

"میں ایسا چاہیے۔ کسی ایک شخص نے بھی کوئی بات خلاف تعلیمی تھی، چاہے اسے اسے اسے
 کوئی تعریف سے میں ہاند جیتے ہیں تو اس وقت بھی بھی نہیں آتا ہے کہ یہ معلوم کیا کہ ہمارے
 اذیان میں اتنے اہم و نہیں ہیں۔ دراصل آج اس وقت میں اس سے فرما رہے تھے۔ مگر
 اس جواب میں کہ وہ سب اس میں ہر ہر آدمی میں ہے کہ چاہے اس کے ہر ہر آدمی
 طرف، یہ کہ سب کو اسے ہر ہر آدمی نے ارشاد فرمایا۔"

"اگرچہ میں اس لئے اس قسم سے دنیا اس میں، جو بھی اپنی قوم میں ہر ہر آدمی نے
 کرتے تھے کہ یہ تعلیم دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے
 یہ علماء ہر ہر آدمی میں۔ اب تو ہم کو اس میں ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے
 ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے
 ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے ہر ہر آدمی نے دینے کے لئے

وہیں انھیں حضرت مولانا سید مہر الحسن گیلانی رحمۃ اللہ کے واقعات۔

(۱) ”مولانا گیلانی کی صاف دلی“

عطش پہ مرتا ہے کہ مولانا گیلانی نے دکن و لاکھنؤ اور مہاراشٹر و محصولات فی و صحت اور
ہجی کے ماحول میں کئی وقت گزارنے کی جو مجتہدین صلیحیت تھی، آپ نے ہم مصر، عراق اور کلاذہ
رووں ہی اس کے قائل ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ مولانا کا دل ایسے قدر خالص اور بے نعل و نعل تھا کہ کبھی اپنی بڑائی و راستہ پر
میں، غرور کا شائبہ بھی نہیں پائی، بلکہ سب پر اپنا تواضع سے رہتے، اپنے چہلوں کو خوب
بھارت، ان کی موصلا فراہمی کرتے، اپنی کبھی کبھی کمزور و نا کچھ ہوتے، تو بے ہمتی میں ہوتا
ہوتا۔

مولانا گیلانی نے لکھا ہے۔

”میں جلتے، بجھتا، تھکتا، اسی چیز میں اپنی دلیوری میں دلیوری برتری میں دلیوری و
ان کی کمزوری میں نہیں رہتا، بلکہ خردوں، مشائروں کو اکابر سے کہتا، دلیوری و
کے لئے زبان و وقت جواب دے جاتا، حضرت حالی کی طرح حضرت گیلانی کے بھی کون
چاہیے اپنی ”خاندانی“ کشمکش کا مہر یہ بنا تھا کہ ہر حال و دلیوری میں دلیوری و
ناتہ میں۔“

خاکساری اپنی کام آئی بہت

مہر نے دلیوری کو اپنی لکھو

(یہ ہے مولانا گیلانی مہر نے ۱۲)

(۲) ”کشش پر قابو“

مولانا گیلانی و کشش مسلمان ہو چکا تھا، اور کائنات و کائنات میں دلیوری و کشش
قطعہ موقع نہیں، یہ بلوغت میں نہ دلیوری اور نہ ہی تعلیم و تربیت، اس لئے کہ اس وقت وہ ان امور
حسن صاحب قدر میں سے جب شکوفہ و کھجور کی شکایت تھی اور یہی وہ وقت تھا کہ وہ دلیوری

ہے اس کی اصل حقیقت وہی ہوتی ہے۔

آپ جیسے صادق الامین والدین کے حسن نھن کو دیکھ کر اس کی امید قائم کر لیتے ہیں کہ شاید معاملہ کرنے والا حسن نھن کی رعایت فرمائے مگر یہ سے زیادہ اسی کی امید ہوتی۔ جی ہے کہ
(مکتوب ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء) (ص ۲۵۹)

(۶) ”باوقار اور سادہ زندگی“:

میدرہا کے قیام کے دوران مولانا گیلانی نے مہربان سے مشورہ سے نمبر دار ایک دفعہ جو خرید کی تھی۔ کچھ ٹکس اس سے کام لیتے رہے مگر اس اہمیت و توجہ میں نے ابو کو فروہات کر دی، اور وہی مولویا نے طرہ بقدرت جو پہلے تھا۔
مولانا گیلانی نے لکھا ہے

”یہ رہے کہ شیخ باوجود جلالت و رسالت میں ان کا سر نہ تھامتا تھا، نہ بچے ہمسروں سے بچا نہیں رکھتا تھا۔ لیکن غم و غم کیا کی میں اللہم احبنا مکہ و امتا صلحا کا ہی بنے رہے۔ طالب علمی سے جامعہ عثمانیہ، شعبہ دینیہ کی صدارت تک اس مسکت میں آرام و راز و فرقی کسی دیکھنے والے نے نہ دیکھ سکا۔ پھر میں مدخر اور مہور میں چل کر بھی وہ یوں بند کے حجرہ میں رہنے والے اور اس کی گلیوں میں چلنے والے مسکین ملا جمل ہی معلوم ہوتے رہے۔“

اس کا یہ مطلب یہ نہیں ہے کہ ذاتِ حال لوگوں کی طرح ربح و ربح میں تھا۔ یہ فکریا ہے کہ دل میں آہ و تحوت کا بھی شائبہ تک نہیں آیا اور نہ اس شیعہ قطع اور ربح میں نہ اعتبار سے ایک بار عیب۔

جیسے تکلیف پو فیض اور علمائے کمال سے ایک عالم باقی نظر آتے تھے۔ (ص ۲۶۸)

(۷) ”سادگی کا ایک واقعہ“:

میرتہ ابن عبد الرحمن صاحب نے مولانا گیلانی کا ایک واقعہ اپنے مضمون میں درج کیا ہے۔

لکھتے ہیں۔

”معاذ اللہ! مصنفین اعظم ہر جہی مجلس اجتماع کے رکن تو حراست تھے۔ پیشینہ سے یہ
بعد مجلس سلسلہ تک بھی رکن رہے۔ مارچ ۱۹۵۰ء میں دار مصنفین کی مجلس اجتماع
کا ایک اہم جلسہ تھا جس میں شرکت کے لیے وہ کئی جگہ سے اعظمیہ تشریف لائے۔ وہی
مست فی اجتماع رہی جب انہوں نے میری قیامت کا وہیں قیام فرمایا۔ اس جلسہ میں مولانا
نے جادو والا علم سید محمود اٹالہ، دوہی، عمران خان بھی تشریف لائے۔ وہ سب ہم کو یہ ان
حضرات کی پیشوائی کے لئے انکشاف میں تھے تو مولانا کی سہولت و کجی نہ رہے کہ ان سے
راجہ مصطفیٰ ایک دوری، ایک چار ایک علیہ المونیم کا ایک لونہ اور ایک پیڑ لے کر اپنے
ہوئے ایک دو چور لے گئے۔ (معارف، اپریل ۱۹۵۰ء)

جب مولانا کیائی دار مصنفین کی رسمیت کی اطلاع پہنچی تو آپ نے سیدہ حبیبہ سے کہا۔
”یہ دار مصنفین کی رسمیت کا کیا قصہ ہے کچھ میں نہیں تو یہ کس تعبیر سے؟“
میں نے اس اجتماع میں مجلس ہے انھوں نے یہ لگا کر مجھے سوا ل کس چیز کا تصور کروں۔“

(مترجم ۳، ج ۱، ص ۱۹۳، شائع شدہ معارف، مارچ ۱۹۹۳ء) (ص ۲۹۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے واقعات
مکارم اخلاق

حضرت مدنی کی زندگی کا یہ باب بہت وسیع ہے۔ اسی سلسلے میں آپ کے فضائل
و محاسن کے لئے ہزاروں صفحات کا کار ہیں۔ حضرت نے لمبی عمر پائی اور اپنے لیے عرصہ میں
آزاد میں انسانیت سے ملاقات کی۔ ہم کو آپ کے حسن اخلاق کا دعوت تھوڑا سا ہے۔
ہر کوئی حضرت کی توہین، اعتباری اور حسن خلق کا یہ تصور سنا ہے مگر ان تمام واقعات و
تبع کیا ہے جو مختلف لوگ بیان کرتے ہیں تو صرف ان وقیمہ بندہ نے لکھے ہیں ایک دفعہ
چاہیے

اس سلسلے میں مولانا عبدالمجید ریاضی کا نام لکھ فرمائیے

شیخ العربہ و انجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدظلہ العالی سے نقض و کمان مرتبہ مقام پر
تفتک تو، و کرے جو خواہی لکھ جو۔ یکجہ ذاتی تجربہ۔ اور یحییٰ مشاہدہ و موزان سے ایک شہدائے
اور ایک ہی نواہست کا ہے، اور وہ آپ کی بے نقسی اساتذہ کی، و اخص، و انکساری، خدمت
خلق کا مشق ہے۔ کجنا ہوں اور گویا نہ شہادت میں کفر اہل بیان و سرب ہوں کہ وہ
بہترین دوست ہیں۔ بہترین رفیق سزا ہیں مہمان ہو تو آپ کی میز ہانی جس اپنے
معاذات کو ترک کر دیں گے، واپس چھوڑنے کی ضرورت پیش آئے تو خود بخود رہا ہو جائیں
گے۔ لیکن آپ کی حاجت ضرور کسی سے پوری کر دیں گے۔ خدا نخواستہ بیمار پڑ جائیں تو
سہارواری میں دن رات ایک کر دیں گے کوئی نہ کی ضرورت پیش آئے تو اپنی مقدمہ کراہو
کسی استخوان میں بیٹھ جائیے تو سہارواری میں اور کسی دوز و صوبہ میں نہ اپنے مرتبہ کا نہ
کمزور گئے نہ اپنی صحت کا اور ذوق کھا۔ جس طرح بھی ہو گا۔ آپ کا کام نکالنے پر جس
جا رہا ہے۔

اپنے بزرگوں کے ساتھ جو معاملہ بھی رہتے ہوں۔ اپنے خردوں، دل، خردوں اور سرخروں
سے، تجھ یہ دشا رکھتے ہیں کہ خاصہ و عہدہ بنا کر ان چھوڑتے ہیں، ان کے شعر کے شعری لب
جا کر روشن ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ اپنی کو ابھی مر دیا۔ _____ خاصہ کی چابی
کاہ آئی۔

بہت نہ ہے کہ یہ شان محمود الحسن شیخ ابند دینہ کی قوت تھی۔ امر یہ تھی ہے تو ہائیلی کا حق ان
سے نہ انہی کو نہیں پہنچتا۔ فرصت میرا آتی تو اس مشن کی شرح بھی اپنے قسم سے کرتا اور پھر
نوبت شریعت پر عواظ آتی۔ و ایک مختصر، المعانی یہ تھی مفصل اور مطول تیار ہو جائے۔

(پس یہ سلسلہ میں ہے ۱۹۷۹ء)

سینہ چاہیے اس پر بکروں سے گئے۔
(۱) ”درویشی اور ولایت“

مدنی درویش مغربوں میں جاننے کی باتوں میں پلیٹ فارم پر کسی کو نہ میں
مصلیٰ پر تھڑے ہو کر قہد میں مشغول سے خدام کو کوشش کرتے کہ وہ بیٹھ، وہ میں کیوں نہ

کہنے سے جو بڑے "تو بواب" بنائے لوگوں کی خند خراب ہوتی۔ مجھ جیسے شیخی خور۔ اور دیار
الہ ان کو یہ حق ہے کہ وہ اندازے بندوں کو پریشان کرے۔

"اچھے ذات و بھائی خریفہ، بادر، خیر فارغ ہوتے ہیں یہ سب سے بہتر نہایت میں میں
تشریف لاتے ہیں۔ مہمانوں سے نہایت اور نگیوں کی دنیا بھال کرتے ہیں ایک دیر پا
مہمان کو تکلیف میں پاتے ہیں پتہ چھتا ہے کہ یہ شخص خدا کا عادی ہے۔ فوراً اچھ سے کہہ دیتے
ہیں اور اپنے ہاتھ سے خدا بھر کے پلاتے ہیں۔ حق کی طرف توجہ کچھ یہاں کہ ایک قدم
شریت سے اس کی خلاف ورزی نہیں۔ مزہ پر آرونی تو خریفہ آتا ہے تو کھ سے ہو کر۔ تہہ روک
اسیے ہیں۔ مجال نہیں کہ کسی پر کوئی شاعر کی حق میں کوئی تعہد و پڑھے۔ جہاں کسی نے
خریفہ میں زمین کھولی۔ درمیان درمیان کا جلاں بھڑک اٹھ۔ ہندی کا اتنا گہرا رنگ کہ اگر
کوئی عقیدت سے خوش ہیں۔ تھہر چر سنے کے لئے ذرا جھکے تو ہاتھ کھینچ لیں کسی کو بچے رہانے کی
بازت نہ دیں اور خود اس سے کہتے ہیں۔ پتے مہمانوں کو ہمیشہ پاتے رہیں۔

(ایضاً ص ۴۸۹)

(۲) "تواضع اور انکساری"

انسان کی انسانیت اور برتری و سر بلندی کا اصلی راہ تواضع اور انکساری میں مضمر
ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے
اللہ تعالیٰ اس کو ضرور رفعت و سر بلندی عطا فرماتے ہیں: یہی تواضع و انکساری اصل شان
عبدیت ہے جو شخص بھی اپنی حقیقت کا شہرہ بوجھ دو مجسم تواضع ہو کہ اور کبر و غرور سے ہٹ کر
مراہم کا جو عبدیت ہے۔ بالکل منفي و متضاد ہے۔

حضرت مدنی کے متعلق مذکورہ طور میں مولانا عبد الماجد دریہ بانی کی تحریر مذکورہ جی سے کہ
خادم و مخدوم نہ کر چھوڑ گئے تھے۔ واقعہ حضرت مدنی تواضع انکساری کا ایک مجسمہ تھے جسکی
صدر مقام پر نہ پہنچتے تھے اور ہمیشہ نشست کے لئے مجلس کا گوش اختیار فرماتے تھے۔

آج چھوٹے بڑے "تو آپ" کے غبار سے خطاب فرماتے تھے اور ہمیشہ اس انداز سے

”مشتو غزوات تھے کہ کویہ چھوڑا اپنے بارے سے کچھ نہ بولے اور ایک نے ساتھ لشکر
 دیکھی انداز لگا۔ تو پان کی لکھوں میں سب نے رات بھر یہ غاروں

پہنچا کر کے لے کر، سیرت کرتے اور وقت بہ وقت لے لے اپنے اپنے وچلے رہتے
 ۔ محنت تو اضع و غمزدگی کی وجہ سے بیٹے ”خان خٹک“ و ”میرزا“ و ”میرزا“ و ”میرزا“
 (اور برتے اور کسی دور سے لگا لے دیا نہیں رہتے تھے حتیٰ کہ ان کے سب سے پہلے جرات
 کرتے آپ کی خدمت میں چلے گئے تھے۔ میں کو بھی پیشہ ہماری میرزاں اور ان کے فرما پڑتے
 تھے۔ اور یہ اس لشکر میرزاں کو رات میں میں چڑھ کر دھڑکتے اور بعد میں فقر میں اور غارت
 ہوا یہی تھا کہ سب پہلوں خوراک لاش ہو کر تھا۔ آخر سب کی کی نہیں لے سکی اور ان کے بارے میں
 اس نے غلطی نہ دیا آپ کو یہ دیکھ کر بہت غصہ ہوا تھا اور آپ نے یہ سب سے مراد یہ کہ
 پہنچا رہے تھے۔ (ایضاً ص ۲۹۸)

(۳) ”وہ بریلی سے راجہ پور تک واپس رہے۔“

میں نے سوانہ کاٹھ راجوں کے سپرد اس حق معافی کے سے بجا لے کر کہہ دیں۔
 مجھ کو ان کے محبت و عقیدت آتی تھی۔

میں اپنے سر پہ لکھنؤ سے میری طبیعت خراب تھی۔ یہ وہ زمانہ کہ سیرت بریلی پر رہا تھا۔ اس
 طبعی تھی۔ میں نے آکر جتنا بھی تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کچھ کیا اور ان میں کیا ہوا۔

نہیلی کے سیکشن کے بعد ایک شخص نے میرے چہروں اور سر و پاہ شادی کی۔ بہت راحت
 ہوئی چیکا لینا۔ بہادر وہ ہوتا رہا۔ مجھے وہاں کل پانی مانگو تو اس نے اپنے سر سے اسی سے کھاس
 پانی دیا اور ہاتھ۔ میں نے ان کو دیکھا تو مایوس ہوئی تھی۔ مجھے نہایت معنی اور حضرت
 کی میں انہوں نے میں سب کچھ دیکھا میں چاہتا تھا کہ وہ راجہ پور تک نہ آکر مجھ کو ملے
 رہے چر میں ان کو نہ چھوڑا۔ (خاصی طور پر اس کے بعد پورہ کی) (ایضاً ص ۲۹۸)

(۴) ”حضرت میں نے کیا غلطی کی ہے؟“

مہربان سیدہ ظاہرہ شاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ فیہ آپ کھنڈ
میں فی تقریحی رات تھیں جبے تقریر سے فوراً دو آریٹ کیا میں ایک کلمہ و غور کھنڈ و غور
میں کہ کوئی مجھ سے پاؤں نہ دے۔ میں نے کہا کہ لوگ اس طرح کہتے رہتے ہیں کوئی
تخلص ہو گا۔ مگر میں نے نہ تو یہ معصوم ہو رہا تھا کہ یہ منگی تو مجیب قسم کی ہے ہر دور راست
ہے۔ کھنڈ رخصت ہو رہا تھا ہے سر نکھایا تو دلچسپا کہ حضرت مدنی ہیں۔ فوراً کھنڈ کہ یہ
پال سے اتر چکا اور انعامات سے عرض کیا۔ حضرت لیا ہم نے اپنے سے قہر جانے کا خواہ
مزدوں پہلے سے کہہ کر کہ اسے آپ بھی ہر نوادہ کا۔ نے ہر جہنم بھیج رہے ہیں۔ نے جو با
فرمایا آپ نے دیکھا۔ تقریر کی تھی آرام کی نہ دہشت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی اے کھنڈ
سعادت کی ضرورت نہ ہوئی تھا زکا دقت قریب تھا میں نے عیسائیوں۔ آپ کی لڑائی بھی
جائے تو جیسے حضرت میں سے کیا غلطی کی ہے

نہ فرمایا یہ ہے۔

(بیاض ۵۵)

(۵) ”مہر نروگہ“ کھنڈ و حسین احمد کا جوتان اٹھاؤ گئے۔

مہربان سیدہ ظاہرہ شاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے
میں ہر سب سے کھنڈ ہے۔ انکا بیان ہے کہ میں نے کھنڈ کو دیکھا اور مولا مدنی کہ
قیام کیا۔ ایک روز یہ مولا نے ساتھ مسجد نبوی میں لہر پڑھنے گیا تو میں نے مولا کو جوتان
اٹھا لیا۔ مولا اس وقت آٹھ گھنٹہ رہا۔

دوسرے وقت یہ مولا لہر پڑھنے کے لئے گئے۔ تو مولا نے میرے جوتان اٹھا لیا۔ یہ مولا
پا میں چھپے جوتان۔ مولا نے جوتان چھپا کر شروع کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ جوتان لے لوں۔
نہیں پھینکے۔ میں نے کھنڈ کے لئے سر پڑھا۔ اٹھیں۔ فرمایا کہ مہر نروگہ۔ کھنڈ حسین احمد کا
جوتان اٹھاؤ گئے۔ میں نے مہر لیا۔ جب مولا میرے ساتھ آئے پھر کھنڈ۔ (بیاض ۵۶)

(۶)۔ "خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟"

تھکدہ الہی و بیخود تھی۔ "سب اوقات نماز میں جب آیاتِ باری تعالیٰ قاریت فرماتے تھے تو بے اختیار روئے لٹکتے تھے۔ وفات سے ایک دو تین دن پہلے میرے عزیز امہ اعلیٰ صمد عداش دارالعلوم ا

کو بلایا اور فرمایا کہ چند روز نماز پڑھ کر قرآن سے پڑھ رہے ہوں۔ بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کو کیا جواب دے گا؟ فرمایا کہ پندرہ آواز سے روز شروع کرو یا اے اس قدر روئے لگاؤ سے پیشہ کسی تجارت ہے جو بے شکر و بیجا ہو۔ [ص ۵۵]

(کے)۔ "آپ اطمینان سے ابھی طرح کھا پیئے؟"

چند شکر و یہ ٹون بخراچہ دست کے مصداق آپ کا ٹون ہم اپنے پاس ہے ایک کے لئے آٹھ دہرے تھا۔ مہاشاں کا پیشہ تھکدہ رہتا تھا۔ اور افسوس کہ جیسے ہر روز میرے عزیز عالمِ عقلم باوجود ہر روز دعا میں آپ دست ٹون پر حلقہ کی شکل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لکھتے نظر آتے تھے۔ ہر روز کی بجائے ٹون بونی تھی سنت کے مطابق بونی کی شکل میں بیٹھے بیٹھے کھانا کھا لے فرماتے رہتے تھے۔ اور نکاحیں چاروں طرف سے کھاتی رہتی تھیں۔ ان کے ایمان کے سامنے بونی ختم ہونے لگی تھی۔ فوراً اپنے پاس سے روئے لگاؤ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیتے تھے۔

مہمان کو دینی کے حالت کے مطابق اور اس طریقے سے کہ بونی مہمان بھوکے نہ رہ جائے کھانا فرمائے کھاتے رہتے تھے۔ حالانکہ سب نے کھانا کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ خانے کے مہمان پر ایک صاحب جو بوسیدہ کپڑوں میں بیٹھے بیٹھے تھے۔

وہ نے حضرت کے سفید پوش اور معزز ہونے کی وجہ سے مرعوب ہو کر جانے کے چلنے کے سے چپکے پیچھے گئے حضرت نے دیکھا تو اس کو کھانا لے لئے فرمایا: "خدا کی تہہ یہ صاحب پاس آئی ہے جو بہت معزز اور سفید پوش تھے۔ اور ان کے رہنے کے ساتھ ہی ہوتے معلوم ہوتے تھے۔ اول اہل کراچی کو محسوس کر کے کچھ پڑھائی سے مرعوب ہو کر

فرمانی تھی حضرت مولانا مدنی بھی تشریف لائے تھے۔ مدرسہ کے مستقیم اور جلسے کے منتظمین نے اجازت سے ایک دن دوپہر کے وقت کھانے کا انتظام کیا۔ والد ماجد نے اپنے پیالہ پیا تھا۔ جلسہ گاہ اور ان اخراجات کی قیام گاہ سے ہمارے مکان کا فاصلہ آٹھ میل سے تجاوز نہ تھا اس لیے سب مہمانوں کو سواری کے ذریعہ لے کر انطاہم کیا گیا تھا اور سب تقاضات سواری ہی سے آئے۔ ٹیکسٹ حضرت مولانا مدنی نے یہاں کے سنیچل کے پتے ایک چار سے شہزاد اور نیا زمند کو بطور راہنما ساتھ لے کر ساموئی سے نکال کر گھر پر لے کر تشریف لائے۔ ہر ایک موسم شہزادہ تھا اور ہر ایک کے بعد کا وقت تھا اور جیسا کہ عرض کیا تھا سال میں چار سے بھی زیادہ تھے۔

(۲)۔ سنیچل کے اسی سفر میں ہمارے یہاں کے ایک صاحب نے جو بیچارے ملو دینی دیوبندی کوئی بھی حاصل پیشیت نہیں دیتے تھے اور حضرت مولانا سے ان کا کوئی تعارف بھی نہیں تھا۔ جلسہ ۱۱۰۶ھ کی رات درختم ست کی کہ میرے گھر چل کر پہنچے۔ مجھے یہ سب کہ سن کر یہ بات سب کو ناہو عجیب سی معلوم ہوئی لیکن مولانا کے بغیر کسی حد و مذمت کے نہیں فرمایا اور ان کے ساتھ ان کے گھر پہنچا کر ہر ایک بوقت چائے اور سال چائے پلائی۔

(۳)۔ ایک عزیز اہل قندھار بنے۔ حضرت مولانا تشریف لائے خود اپنے قدم پائے یہاں حضرت مولانا سے مذاق مایہ تھے اور یہ صاحب خادیم کی حیثیت سے خدمت لے رہا تھا جسے ہمیں کچھ کائنات نہ تھی۔ کائنات کا دروازہ کھولا تو انکو بہت ٹھیک اور تندہ ہو گیا اور اس نے آئے اور اپنی ہڈی پر آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا تشریف لے کر آئے اور اپنے ہاتھ سے اچھے اور بیٹ انطاہم میں داخل ہو کر نمودار ہوئے۔ مولانا نے ہندو لایا چند منٹ کے بعد تشریف لے گئے تھے اور جب مولانا نے خبر پر کے بہت سا دلی بہادری اور ان کو صاف کر کے پوچھا کہ تشریف لائے۔ اور اپنے سامنے سے کہا کہ اب پہنچ جانا۔ انہوں نے جی کر لیا کہ معلوم ہوا کہ حضرت ان کی واحدی بیوی جمہور کے سے بیٹ انطاہم صاف کر کے ہی کے لئے اندر تشریف

ہوئے کچھ حد "ناس" و "نفس" کے ٹھیکہ کی گئی

(۴)۔ "نفسی" حال پہلے کی بات ہے حضرت کے خدوئے چربی اور بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر حضرت کے اندر بڑا غم و غم نے انہیں جس عاجز بھی شامل تھا، یہ مشورہ ان کے ایک دیکھ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ صرف وہ سزا دیا کریں جس کی وہی خالص سزا دیتے اور اہمیت بدوہ یہ نہ ہو رہا ہے کہ لوگ سمجھتی معذرتی معافی نہ دے۔ اور جاسوں کے لئے حضرت کو تحریف دیتے ہیں۔ اور حضرت قبول فرماتے ہیں کہ اور کسی طرح یہ سختی میں بعد کے یہ ان کو نہ تو رحم دہری ہونا ہے، یہ مصلحت ہے، یہ نہ فراموش ہو گیا، حضرت نے فرمایا میں یا انہوں کو گناہ آپات ہیں اور اسے ان کے لئے جس عرض میں کیا کہ ان کے لئے طے فرمایا کہ ان میں سے کوئی نہ لڑتا ہے، تو تھوڑے عرصہ تک تو ایسا نہ گا کہ لوگ انہیں کے اور حضرت کے انکار فرما دینے پر باوجود چلے جائیں گے۔ اس کے بعد عام طور سے دونوں کو معلوم ہو رہے تھے کہ حضرت نے اب یہ فیصلہ فرمایا ہے تو پھر اس عرض سے لوگ آیا بھی نہیں انہوں نے فرمایا بھوتے تو یہ ہو چکیں گے کہ اللہ نے بندے انہیں اور وہ انہیں چھٹے کے لئے اسے انہیں اور میں انکار پر ہمارے عرصہ میں کیا کہ حضرت نے سمجھتے اور حضرت کا وقت بہت قیمتی ہے اس وقت میں ضرورت اور موقع ہی پر نہ کہ دانا چاہئے۔ حضرت نے انہیں اور تواضع میں ادا ہوئے، لیکن میں نے مایا آپ کو یہ کیا کہتے ہیں میں کیا ہوں اور میری کیا قیمت ہے یہ مئی کا صبر ہے جب تک چل رہا ہے اس سے کام لے لیتا ہے۔ (ماخوذ از "تحفہ پیشہ نعت" ص ۲۹۹-۳۰۴)

(۱۱)۔ "آپنے سر پر پانی کا مٹکا رکھ کر اپنے شیخ کے گھر پہنچا ہے۔"

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ جہد حضرت فرماتے ہیں

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الزیلعی کے ان باتوں کو کہ میں سے تھے جنہوں نے شیخ سے سنا تھا کہ یہ مدنی جھوٹے ہیں اور ان کے مقصد زندقہ کو پھیلانے کے

لئے جان و جان نہیں سمجھ۔

انقرے باد و جد و جہد، ادا و انقضات، مہربان محمد یاسین صاحب۔ متفقہ، عید سے۔ اہمیت کرتے ہوئے کہ حضرت مدنی دامت اللہ علیہ جب شیخ العربیہ النعمانی پڑھے تھے تو حضرت شیخ ابند نے کہا میں نکاح کی وقتی تقریر، تصدیق اس موقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مدنی خود اپنے سر پر پانی کا ٹوکھا لے کر پہنچے تھے۔ یہاں سے تھے۔ (جہان، عید ۱۳۰۲ء)

(۲) "سہارنی وجہ تکلفی"۔

حضرت مدنی سہارنی اور پانچگلی میں رہتے رہے۔ شیخ طریقت اور عالم رہائی ہونے کے علاوہ حضرت مدنی کی حاکمیت تسمیت ایک ہے۔ یا کسی دھندلی بھی اور یہ یہی ایک "مصر" و "مصر" اور علی کو یہ تھے تھے۔ "نہایت" کی وضاحت اور یہاں سے لے کر حضرت علامت مدنی حضرت ابوبکر علیہ السلام سے آپ جنت کے موافق پڑے کا حکم، استدلال کرتے تھے اور پڑے کا قول و حدیث استعمال کرتے تھے۔ آپ جنت کے موافق پڑے کا ہوتا تھا اور پڑے کے کلمے میں کہ ان کے میں و حدیث و حدیث سے کہہ دیجئے کہ ایک ہی رہتی ہیں جنت تھے ان میں سے ایک اس بات بھی جوتے تھے اور ہاتھ ملتا تھا جتے تھے۔ صحیح قول تھے میں مدنی اور مدنی کا اپنا ہوتا تھا۔ کی عظمت کا اور تمام سببوں کا ثابت ہوتا تھا۔

نیک و نیک حضرت نے سچے انہوں کو آپ نے دیکھا کہ آپ حضرت نے کہہ دیں جو۔ تو میں تو آپ سرش کو دوسوے چارے ہیں اور یہاں وہ مدنی و اپنی مرضی سے یہاں سے یہاں سے ہیں۔ (املائے کے حیرت انگیز واقعات ص ۶۸)

(۳) "خلوق مہیدہ"

بلوچستان کے مشہور کمونٹس میڈرنا والا محمد شریف حضرت مدنی کے بارے میں اپنے چائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء میں کمونٹس پارٹی نے ملاکوں سے تارکخی میں منظر پر پہنچا ہوا محمد اکیں کا سر پر مقرر کیا گیا کہ اس نے بارے میں رپورٹ

پیش کر دیں۔ میں اس موافقی فراموشی کے لئے دو بار بندہ نظر ہو اظہار میں مطالعہ کتب و محکم
موقع ملے۔ موانع کے یہاں تہہ بیاہر نوک تیرم لکھل کے۔ اس تھے۔ ایک دن تو میں رات
کو بھٹکل ایک تختہ موہی تہہ کے وقت تکبیر و تہیر سے خیمہ ڈیخا۔ دوسرے دن بھی یہی کیفیت
ہوئی تو حضرت سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری عاقبت تو درست ہونے ہو
میرا ہی صحت کو ظہر و شہر میں رہنے کا حضرت نے تم کو فرمایا اور تہہ دیکھو میں بدولت
آرا دیں۔ دیکھو کہ قیام میں ناہم چوکی شہر تھی کہ میں اپنے دست پر وہ رات رات کے اس کی
چلے تھے تھوٹے پھر نے لیمپ سے چمک چمک کر یاد تھی چنانچہ لیمپ کے آگے اور سونے لکڑی والے
تھلہ جتا تھا جھکے کچھ غنودہ کی ہوئی کہ میں نے ایک ہاتھ لٹکنے پر ٹھوس سنا پھر وہاں باغیچہ
سے کی گئے یہ۔ پاؤں بھانڈا اور تہہ کے لئے میں چوکھڑا ہوا۔

وایتھوں نے اظہار میں۔ پاؤں میں اس کی ہیکہ کے پاؤں وہ نے میں ملے والے ہیں۔ میں
نے صبر کی ہے پاؤں میں لیے اور ہے۔ اب وہ بہت سے حضرت کو وہ ہوا تھا کہ
حضرت نے فرمایا کہ آپ لٹکا کر اٹھیں۔ ان کی سرکاری کرتے ہیں کہ یہ میں نے قیام
بھی نہیں کہ آپ جیسے مہمان کی خدمت فرمائیں۔ مجھ پر اس دشمن نے بعد جو تہہ میں ہے
نے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

یہ ان کے اظہار اور اہل کا موافقی رہا ہو تھا۔

(۱۳۰) (۱۳۰) کے لئے تہہ واقعہ ص ۹۵

(۱۳) (۱۳) تہہ کی خدمت:

حضرت نے۔ ہاں اہل کی خدمت سے رہا ہے کہ جب حضرت مدنی تہہ کی
سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے
میں ہے ایک صاحب اور تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے
کے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک بندہ دیکھا جس نے تہہ کی خدمت سے تہہ کی خدمت سے
رفعی خدمت سے لئے رہا تھا۔ میں گئے اور نے پاؤں وہاں تھا اور وہاں

ہوئے۔ حضرت مدنی سمجھ گئے۔ فوراً چند سکریت کی لہجوں اور اوجھڑے سے آنکھیں میس اور بھونک کر لپٹا۔ ان میں سے راجھی طرح صاف کیا اور جلد دوست سے ملنے لگے کہ جو یہ۔
 یزید بن ابی اسحاق صاف ہے اور بڑا سادہ اور سادہ ہے۔ پھر پور حقیقت کے ساتھ عرض کرنے لگا یہ حضور بن
 بندہ کا فری ہے جو کچھ سے وہ ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر اسی نے یہ کہ میں ہم جو خود یہ کچھ صاف دین تو
 سہوئی کے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کھدہ پوچش کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ مولانا حسین احمد
 مدنی ہیں جو یہ سب کے اس وقت کے انتہائی بزرگ حضرت مدنی کے پاس آجیوایا اور پادشاه
 سے اپنے اردو کے نغمہ حضرت کے جلدی سے پاواں چھڑائے اور پوچھا کیا بات ہے؟ تو
 جواب دیا کہ سب کے سب یہ ہیں۔ اختلافات سے یہ سب سے ملنے آپ کے خلاف فتنہ مینے اور برا
 بھلا ہونے کی وجہ سے آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر سب نے ہوش تو شاید سیدھا جنم میں چا
 تا۔ حضرت نے فرمایا کہ۔ بھائی میں نے تو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے اور وہ سنت یہ
 ہے کہ حضور ﷺ سے ہر ایک بیوروی مہمانان کے دست پر پائنت کر دیا تھا۔ جس جلدی انکو رچا
 گیا۔ اس بات پر بھی ہوتی تھا کہ لینے آتا تو یہ تھا کہ حضور ﷺ جس شخص سے ملنے سے مبارک
 سے دستہ کو حضور سے ہیں۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو یہ (اسلاف کے میرت، نگینہ، مہمانان، ۱۰)

(۱۵) مجھ سے اتنا ہی سنت کہاں ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مدنی کے یہاں سائنس اور فلسفہ میں تئیر فاسٹ
 یونس ایک سائنس دان تھے جس نے کہا کہ اسی کے چاروں طرف سب بڑھ کر کھڑے ہوتے
 تھے اس دفعہ مدنی صاحب پر ہتھے ان کے واسطے سائنس میں تئیر فاسٹ تھیں جو انکو کھینچیں
 صاحب نے کہا کہ حضرت اب سائنس دانوں کا بیان کیا کہ انہیں حدیث میں اور سائنس
 حاکم حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ اس پر حضرت مدنی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان
 نہیں فرمائی جس میں وہ سائنس کا نام دیتے ہیں بلکہ یہ فرمایا مجھ سے اتنا ہی سنت کہاں ہوتا ہے کہ

تو بہت کا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے غلط فہمیاں دلائی ہیں۔

(۱۶) ”میرے کتبوبات قابل مطالعہ کہاں ہیں؟“

دراؤ، یہ کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین ندویؒ نے عظیم تر مصلح کے ایک درجہ سے بلند میں تشریف لے گئے تھے، وہاں حاضر ہوا میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ نے مکتوبات لاہور کا ذکر کیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ میرے مکتوبات لاہور کاغذی کہاں ہیں؟ تو جواب میں کہیں ہوئے ہیں، مجھ پر مل گئے ہوتے ہیں میں نے عرض کیا پھر اس کے مکتوبات کیسے؟ تو فرمایا کہ مجدداً لکھ دوئی کے مکتوبات دیکھئے دوسرے نسخہ ہی کے مکتوبات سے لیتے۔

(حوالہ: ص ۱۵۱)

(۷۱) "معلوم نہیں وہ کیوں روئے۔"

ارشاد فرمایا کہ حضرت ندویؒ ایک مرتبہ کسی تقریر پہلے تشریف لے گئے وہاں فرمایا کہ بھائی تم لوگ جیتی رہتے ہو اور جب تک روز ہو جو چاہتے ہو تو لوگ اسے پہنوز دیتے ہو اس لئے مجھ کو روز کاغذی سمجھ کر ہی چھوڑ دیتے۔ چار پارچے سنت کے بعد سب ٹوک روئے گئے پھر حضرت زادچند محمد نے ارشاد فرمایا کہ معلوم نہیں وہ کیوں روئے؟ یا بات کبھی نہیں نے؟

(مکتوبات فقیر احمدؒ ص ۱۱۱، دوم، قسط مصلح ص ۹۹)

(۱۸) "شیخ الاسلام حضرت ندویؒ کا حضرت علامہ انور رحیمی کے نام ایک مکتوب"

شیخ الاسلام حضرت انور رحیمی نے حضرت ندویؒ سے نام ایک عرض تحریر فرمایا جس میں حضرت سے دعوت کرنے کی درخواست تھی حضرت ندویؒ نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ وہاں میں تمہارا نقل کیا جاتا ہے:

تھم تم تمام ذریعہ مجید کم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوستانہ سے و عرض فرمائی ہوئے میرے اعراض کرنا صرف اس لیے تھا کہ مثل مشہور ہے خاک ہر آنہ تو بارگاہ نبیؐ۔ یہ عبارت اسی وجہ کی چیز سے حضرت تھانویؒ نے عظیم کا مقام امتحان مرتبہ تصوف و روح میں معصوم ہے۔ اس کی موجودگی میں ہم جیسے نوجوانوں کی طرف سے

دیکر ناخوشت یہ موزوں امر ہے آپ جب کہ سوال کی بارگاہ میں سوچ رکھتے ہیں آئیوں
 نہ وہاں سے ہی اعجاز فرمائیں۔ مولانا محمد شفیع الدین صاحب (معلوم) کے پاس سے
 آئے ہوئے جناب کو ہم سزاؤں کیا اور قانون کے بعد دو تین دفعہ زیارت کی بھی نوبت آئی
 ہے مگر بھی نہ کر سکتے تھے۔ آپ تھا۔ بہر حال اگر جناب کو مجھ کو لائق اور نیک سداق سے مس
 عین ہے اگرچہ یہ فیہ واقعی ہی ہے میں اپنی اسطرح سے اور فکری قابیلیت سے مانتہ خدمت
 کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت گنبدی قدس اللہ سرہ و اعجاز کو حضرت سیدہ امہ خدیجہ قدس اللہ
 سرہ العزیز سے بہت زیادہ مناجات تھی اور سلوک میں انہی کے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے
 تھے۔ اگرچہ ہمدی کے لئے چشتیہ کے اذکار و اعمال کو زیادہ تر سفید فرماتے تھے۔ مگر انہما میں
 حضرت سید صاحب ہی کا طریقہ ان کو پسند یہ تھا بہر حال ہمہ صورت یہ ہوتی کہ آج جناب
 سے یا مشافہ گفتگو ہوتی مگر اب اس وقت اس کام کو نہیں ہے۔ آپ روزانہ ذکر قلبی رسم
 وقت کا پانچ بج کر دیکھ کر میں یعنی قلب کی طرف جو بائیں پستان سے پار انگلی کے چوتھے
 فرما کر یہ خیالی مدد میں کہ قلب سے لفظ اللہ نکلتا ہے اور حسب قاعدہ جس احب صفا اکمل
 ازہر قلب نہایت ہے چھٹی سے اتر محبت سے اس محبوب عقلی کا نام لیتا ہے یا اگر با وضو قبل
 روزانہ چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ مقدمہ نہایت ہی محبت میں جو جس طرح آسانی ہو خواہ
 ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کریں۔ اگر آثر شب میں ہو تو بہت بہتر ہے مگر اگر نہ
 ہے جس وقت بھی آسانی سے ہو سکے۔ بہت اس وقت بعد پر نہ ہو گا چاہیے کہ یہ مقدمہ
 روزانہ پوری آسانی سے ہو۔ اس سے زیادہ جس قدر بھی آپ چاہتے پھر گئے۔ اچھے چلتے ہوں
 ضرور کریں اس میں کمی نہ کیجئے۔ اس قدر تو غل کیجئے کہ طبیعت میں یہ ہو نہ با وضو ہمیشہ رہنا
 اس کے لئے سفید قر ہے۔ تاکہ وہ وقت ملاقات

عرض کر دوں گا۔ اگر خواب وغیرہ کو بی چیز معلوم ہو تو نوٹوں سے تذکرہ کریں دعوات صادقہ
 سے اس رویہ کو فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام۔ تک اسراف حسین احمد غفرلہ ۳۰ شعبان ۱۳۹۹ھ

(۱۹) "یعنی تعریف کی بات سنتا ہوں تو مجھے غلت مرنے لگتا ہے۔"

حضرت مولانا دینی کی جدو ہار دینی شرمی مسجد میں نماز جمعہ نے بعد ازاں یہ بھی
تقریر سے قبل ایک صاحب نے آپ کی شان میں نعرہ شہسوار کی۔ ابھی چند ہی اشعار جو نے
تھے کہ حضرت انکسرت اترے ہو گئے اور صاحبِ عالم پڑھنے سے روک دیے اور تقریر
مبارک فرمائی تقریر یہ میرے اخذ کی یہ تقریر آیات و احادیث کی روشنی میں نہ تھی بلکہ شخصیت
پرستی اور منہ پر تعریف کی نہ تھی۔ جس کی۔ فلسفہ یہ ہے کہ یہ تقریر کے پڑھانے میں غلطی ہو
والہو! اسود ہی علیہ السلام اور میری باتیں شام کی تھیں، ابھی تقریر میں آپ نے یہ بے ہمتاں، شامی اور

میں کسی سے اپنی تعریف سناؤں تو سخت مرگ جوتا ہے کہ لوگ اسود اپنی ہیشتہ ^{سالیہ} اہل سنت و جماعت سے اسود اللہ تعالیٰ بخیر انعمین و بھول گئے۔

وہاں آیت میں خصوصاً تقدیر الی تعریف ہے۔ وہاں محفل تھوڑا سا صلیب قوس اور مینوسٹیل سے حضرت مولانا کی امت کا عوام پروردگار سے شریعت تھا۔

(روایت نیز ساجد نسیم صاحب بیوگرافی)

الشیخ الامام محمد بن ابی حامد مدنی کے ترجمے میں واقع ہے۔

(۲۵) "دوستوں سے بے تکلفی اور تواضع و انکساری"۔

تھام فٹن مل اور آلات کے باوجود، تواضع و انفرادی اور دستوں سے اپنے نظمی
 آپ کی طبیعت کا بڑا اور مختلف تھی، آپ کہیں نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ امتیازی طبیعت کے
 ایک ہیں۔

راقم الحروف کے والد جناب حافظہ زاہد حسین صاحب امر دینی سے اسی قسم کے مراسم تھے والد صاحب چونکہ حاجی محمد ادا خان صاحب اور حضرت مفتی علی اور حضرت شیخ احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت میں مغموم رہے تھے، اس لیے حضرت کو ان سے بہت متعلق تھا۔

۱۹۳۵ء میں امرود میں جمعیت علماء کا اجلاس ہوا اور وہاں آج بھی موجود مسجد، شہر سے یہاں

حضرت فی دجرت کی مٹی حضرت کے ہاتھ مفتی اعظم، جانا گناہیت اللہ صاحب بھی تھے مگر
میں جب حضرت کو اپنے لئے قیادت کی حیثیت پر مقرر کیا گیا۔

حضرت نے ذرا خوش ہوئی براہ راست حانڈی سے شور مچانا شروع کیا اور پچھلے
کچھ ارشد بھائی بشمول حضرت مفتی عظیم اللہ صاحب نے ہاتھ قیادت لگاتے پر مجبور
ہو گئے۔ (حوالہ بالا ص ۲۸)۔ روایت مولانا سید محمد حسن صاحب)

(۲۱) ”اُستیار پسند نہ فرماتا۔“

حضرت ایک تقریب میں پھر ایسا تشکیف لائے ہوئے تھے۔ مولانا سعد میاں صاحب
بھی ہمراہ تھے۔ میزبان صاحب نے ایک خاص کمرے میں ان کے کھانے کا انتظام
کیا۔ اور بعد ازاں کہا کہ حضرت وہیں تشریف لے جائیں۔ چونکہ ان میں بل قصبہ جاء ہے
تھے۔ اس لئے حضرت نے اس اہتمامی شان کو اظہار پسند نہ کیا۔ اور سب روم اور کمرے
کیا فرمایا کہ قضاے حاجت کے لئے کبھی انسان میں جانا ہے جہاں سب جانتے
ہیں۔ الغرض آپ مجمع میں تشریف لائے اور سب نے ساتھ ہی جادوئے لوگوں پر صاف کافال
فرمایا۔

(حوالہ بالا ص ۲۸)۔ روایت مولانا سید محمد حسن صاحب)

(۲۲) ”مٹھی تو لین پر بیٹھنے سے انکار۔“

کئی سال کی بات ہے حضرت نے نئے سنہیں تشریف لائے۔ حضرت کے میزبان کی
جانب سے اسی بات کی اجازت نہ تھی کہ کوئی دوسرے صاحب حضرت کی دعوت
کریں۔ البتہ چنے کے سلسلے میں ان کی جانب سے عام اجازت تھی چنانچہ میں نے حضرت
کو بلائے۔ پھر دعوت پر آپ نے میری درخواست منظور فرمائی اور آپ نے نماز بعد کے بعد
فاوقت مقرر فرمایا۔ میں نے حضرت کی نشست کے لئے جازم پر مٹھی قالین چھادی۔ وقت
مقررہ پر جب حضرت تشریف لائے اور جازم پر مٹھی قالین بچھا ہوا دیکھا تو بہت براہین
ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قالین کو اٹھا کر قیادت لگایا۔ میں نے بہت اندر

یہ اور کہا کہ حضرت ام ازہمؓ کو بھی بیچنے کی ہمارے ذوق ہے۔ لیکن حضرت نے فرمایا
کوئی ضرورت میں ہی تحفہ دینا ہوا ہوگا

(۲۳) (الحسن ۱۲ روایت مولانا فضل احمد صاحب)

(۲۳) ”خود جائز پائی چاہیے۔“

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ام ازہمؓ کو عرض کیا کہ میں تمہارا تحفہ دوں۔ تو آپ نے فرمایا
اگر تمہارا ہونا ہوگا کہ مجھے پائی چاہیے اور حضرت نے فرمایا میں بہت سے آدمی دیتے تھے۔ مگر
ملاقات سے کسی کو خیال نہ آیا۔ حضرت اس کی آواز سن چکے تھے۔ خود غصے ہو کر گریں سے
دوسے میں پائی بچا کر رکھ دی۔ اب تو وہ شخص بوجھ ہو اور ہر شخص نے آپ سے کوئی لینا
چاہا مگر حضرت نے کسی کو نہ دیا اور نہ دیا مگر وہ شخص کو پائی چاہی۔

(۲۴) (الحسن ۱۲ روایت مولانا فضل احمد صاحب)

(۲۴) ”خوبی تعلیم پسند نہیں فرماتے تھے۔“

کسی شخص کو جس سے وہی یا قدم بازی کا دعوت نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک غیر
مسلم نے آپ کے قدموں پر دھنچکا پڑا تو آپ اس طرح تڑپ کر صحت کئے جیسے قدموں
کے ساتھ آگیا ہو۔

آپ چاہ پائی پر تحریف فرماتے تھے۔ ایک شخص نے قدموں پر پائی چاہی تو آپ اس طرح
پونے کہ وہ شخص تڑپا۔ اور مٹی میں مسافر کر کے اسے قدموں پر چھپے ہوئے آپ پر تیرے
فرماتے۔

وہی مرتبہ ایک شخص موقتہ پر فرمایا کہ۔ آدمیوں کی طرف سے

(۲۵) (الحسن ۱۲ روایت مولانا فضل احمد صاحب)

(۲۵) ”دست مبارک سے مالی صاف کن۔“

ایک دفعہ کہا کہ آپ نے احادیث میں شیخ الحدیث نے پختہ کی مالی صاف
کرنے سے نئے پختہ صاف فرمایا۔ حقیقت اس وقت پختہ کی کہ تو حضرت شیخ الاسلام نے

نہیں آپ نے اس میں کوئی مداخلت فرمائی کہ جب مراد آباد میں ایک عید وہاب (۱۰) محرم الحرام ۱۲۸۱ھ میں صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک روایت پیش کیا تو حضرت نے اسے سہ جہان اچھا فرمایا۔ (حوالہ بالا ص ۱۳۱)

(۲۹) ”تعوید کے لئے خود در خواست۔“

ایک مرتبہ حضرت نے یہاں فرمایا کہ آپ نے ایک بڑا بک حاشیہ مبارک محمد صاحب فعلی تشریف لائے تو حضرت نے اس پر بحث نہ کی۔ حضرت سے عرض کیا کہ حاشیہ صاحب سے بچوں کے لئے تعوید اور اپنے اہل گھر فرمائیے۔ جس کے آستانے سے روزانہ تعویذ تقسیم ہوتے ہوں۔ روزوار دوسروں سے تعویذ کا سوال کر رہے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے وقت جبکہ مہمان خانہ فقہین سے بھرا ہوا ہے۔ (ایضاً)

(۳۰) ”دیکھنا بیاد ستر خوان بچہ دار ہے میں۔“

تیسرا رسم کا واقعہ ہے کہ ایک دن تراویح سے فارغ ہو کر آپ گھر سے میں تشریف لے گئے ہم لوگ تو بیچنے میں تھکے ہوئے تھے۔ جب ہم لوگ اندر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت دست خوان بچہ دار ہے ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۱۳۲)

(۳۱) ”مزور کے مکان پر تشریف لے گئے اور معذرت کی۔“

دلی بند کا واقعہ ہے میدو پہلے دار نے ایک مرتبہ حضرت کی دعوت کی اور وقت پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہوا کہ حضرت کھانا تیار ہے تشریف لے چلے۔ حضرت کے یہاں اس وقت مہمانوں کا کافی جھوم تھا اور حضرت کی کام میں مصروف تھے۔ آپ نے اسی سے فرمایا کہ میرا اس وقت جانا نہیں جو نہ تھا تم کہنا۔ سیر بھیج دو! چنانچہ میدو ایک لے کر حاضر ہو گیا۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد خلاف توقع اور اچانک میدو کے مکان پر پہنچ گئے اور کئی جملے سنائی۔

میدو نے کہا کہ ہوا تو جانتے ہے کہ حضرت بڑا تھکے ہوئے ہیں اور نماز رواج کم مرتب اور چند مدت ۶۳ سے روکنے لگا۔ آپ کو مکان میں لے گیا حضرت نے فرمایا

بھائی! تم فریجہؒ کی بیوی ہو۔ میں نے کل تمہارے یہاں آنے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ تم
خواتین کی بیوی ہو۔ (ایٹ)

(۳۲) ”ہم تمہیں قلم کے لئے حاضر ہیں۔“

جب حضرات مجتہد صاحب پاکستان جا کر دوبارہ دیوبند شریف لے آئے اس
سلسلے میں حضرت نے کافی جدوجہد فرمائی تو بددعویٰ کی آمد کے سلسلے میں ایک جسد
نور حضرت نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو آپ کے نوکر ہیں اور آپ ہمارے آقا
ہیں آپ ہمیں حکم دیں ہم قیبلے لے لے حاضر ہیں۔ ایک عظیم مجمع میں اس قدر صراحت آپ
کی کا مصداق۔ (ایٹ)

(۳۳) ”موقوف کیجئے گا! میں بالکل بھول گیا تھا۔“

مولانا عبدالحمید سہروردی (مجدد حضرت علیؑ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو اپنی
حالت سے پہلے میں پرچہ دیا۔ حضرت نے فرمایا۔
کہ میں ”سپہ و زور جبری“ کا۔ اس کے بعد حضرت بھول گئے۔ جب آپ سامنے پہنچے تو نیک
وین مولانا عبدالحمید کو دیکھ کر فرمایا۔

”موقوف کیجئے گا! میں بالکل بھول گیا تھا۔ آپ نے بھی یاد نہیں دلایا۔“

اتفاق سے حضرت کو جس وقت یاد آئی اس وقت آپ کے پاس چند انصران بھی پہنچے
تھے۔ انہی نے سامنے حضرت کے نیک خدوم اور مرید سے معافی مانگی

(حوالہ بالا ص ۳۰)

(۳۴) ”امیڈاری برتو“ سے اتفاق ہے۔“

ایک مرتبہ حضرت بہار کے اور دیوبند شریف آئے اس وقت میں
نے مولانا حسرت اللہ صاحب دہلوی سے درخواست کی کہ چوبندہم میں مقام سراج (ضلع
مونیہ) کو اپنی مثال پر جب تک کہ اہل العلوم و معیشت کی سنگ جماعت حضرت اپنے دست مبارک

ہے۔ جس زمانہ ان کے اذکار و شغف تھے میری درخواست منکر فرمائی۔

برسات کا زمانہ تھا۔ اس سے پہلے آدھ گیل تک جی پائے تخت نامہ سوار تھی۔ آتے ہوئے ہارنے والا رہا۔ گئے بہت کی۔ اور کسی صدمہ کا ذوق مسکھ تک سے آیا۔ کچھ اب بھی تم ہمیشہ قیام کا دم تک لیتے رہے۔ اب کا خاصہ باقی تھا۔ حضرت سرچا سے آئے۔ جانے کیا مکتبہ بیہل کی تشریف لائے۔ وہاں اب بھی میں قیام کا اتنی مکتبہ۔ دوکانی کوچہ میں واقع تھا۔ اس سے پھر میری نے بہرہ۔ اشفاق وہاں تک پہنچے تھیں کہ باغیچہ بند تھیں فرمایا کہ میں پورا بیٹھنے لے تو ام۔ چینی کچھ سو یا تخت لڑی تھی۔ اس کے پلوں جھونے۔ لے لے دی کہ ہوا تھیں آپ نے اس وقت سے کہ یہ ہو کر آیا کہ یہاں پتھر وہاں وہی بیٹھنے ہوئے ہیں کیا انھیں اتنی نہیں تھی۔ انہوں نے بہت کچھ آرا یا کچھ آپ نے اپنا تہہ مرمت فرمائی۔

(روایت ام۔ ناظم الدین صاحب۔ مکتبہ دارالافتاء دہلی۔ ج ۲ ص ۱۲۳)

(۳۵) "ایضاً روا ہے کہ"

آپ نے یہ بات کہ یہ منبر وہیں موجود تھا۔ کبار مسلک کے متبعین پر عام بھی تھی۔ یہ کہتے تھے۔ مکتبہ ان کا بہت ضعیف اور کمزور تھا۔ اس لئے اس سے مراد یہ کہ اس وقت تک کہ تمہیں مسائل کا کام نہ تھا۔ مکتبہ میں نہ تھا۔

اس لئے ان سے فتویٰ پہنچا مل اور اتفاق نہیں رہا۔ تھے جیسے مفتی شافعی وغیرہ نے دیکھا ہے باقیہ اس وقت کہ یہ منبر وہیں تھا۔ آپ سے اتفاق کی یہ سب باتیں ملتی تھیں اور ایک ان مفتی ان کا نے فرمایا کہ آپ چونکہ بہت ضعیف تھے اس لئے ان میں سب سمجھیں تو میں فتویٰ لکھا۔ یہ کہیں۔ آپ اس پر دیکھا فرمایا کہ میں اس کی اشاعت ہوئی آپ ہی کی جانب سے مفتی صاحب نے یہ بات بخوشی منظور فرمائی۔ غلطوں پر سزا جاری رہا کہ فتویٰ حضرت کو پا کر گئے اور ان کا مفتی صاحب کو پا کر گئے لطف یہ کہ انہی دنوں زمانے میں اس بات کی خبر تک نہ ہوئی۔

اس طرح حضرت نے اور سے شہادت دو قادی بھائی کے لئے لکھا۔ جہاں سے مسلسل

صاحب نے اسے پیچھے ہٹنے کے لئے اشارہ کیا۔ تو حضرت دجس کھڑے ہو گئے اور ان کو روکنے والے صاحب پر سب سے مارا۔ اس نے اور فرمایا کہ: کیا سچو نہیں ہے؟ پھر اس کیوں روکا گیا؟ (۱) (ایک حدیث میں اس شخص پر عذاب ہوئی ص ۵۷)

”مکتوبہ تہذیب الاسلام“ سے چند اقتباسات۔

(۱) ”اصلاح نفس کا خیال ایک نفس پرور سے کیا کلمب!“

”مجھ کو نہایت توبہ نے کہ آپ میرا آج یہ کارنامہ نہ ہی کر لی اور نہ ہی سے وقف

اصحاب علم و شعور اس میں ملوث نہ تھے۔ یہ کہ لفظ اہل نے خود ارادہ تھی ہے

”عمر سے اصلاح نفس کی غرض تہذیب و عیسائی کا کارنامہ نہیں ہے۔“

میرے محترم! اصلاح نفس کے لیے کسی ملک دین و نفس پرست نہ کار و کمال کے پاس آنا

کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ سب دین کا قصد کرتا ہے، آتش (آگ) کا قصد نہیں کرے۔ میں عالیہ

کتابوں کے میں اپنی پیادہ دینی اور پیادہ دینی سے خواہشمند ہوں اور یہاں وقت سے رہا ہوں۔

محترم! اس وقت کمالیہ اصلاح و اصلاح کا کارنامہ بھی ہو رہا ہے۔ اب بھی مجھ جیسے کمالیہ

طرفی نظر اٹھانا جائز نہ ہوتا۔ مجھ خیال اصلاح نفس ایک پرور سے ”یا محبوب! اس سے یہ

تقصیر نہیں کہ آپ اکتہ ایسا دینی سے روکا جائے۔ حاشا و کمالیہ اپنی حالت کو نہ برکت دینا

تھوڑی ہے۔ بعض خدات و خدات میں ہوتا ہے۔ یہ وہاں ہے کہ مجھ کو چند مقدس شخصوں کی

خدمت میں ایک نہایت تک پہنچائی ہوئی ہے۔ ان سے یہ نہ کہ پائندہ اور کمالیہ ہوگی۔

مقدس اور پیچھے ہٹنے سے بہرہ مند۔ کمالیہ خیر اندہی ہے۔

تہذیب و اسلام قسمت و راجہ ہو۔ زور ویر کامل

کہ خیر از سب میدان توحید کی و ہر مقدس

(مکتوبہ تہذیب الاسلام، سطور ۱۵۰ تا ۱۵۵)

(۲) ”تعمیر کے لیے ترقی مگر توحید آخرت کا پتہ نہیں“۔

”بتدا سے نہایت نفس پرست اور اعمال میں کمال و تہذیب ہوا ہوں، تمام عمر

مٹا ہوں اور جو پرقی و ذلیات میں مذہبی ہے۔ اب عمر سترہ برس میں تھا یہ گزشتہ بنے طور پر
آخر میں کچھ نہیں ہے۔ طاہری اب باب پہ لکھتے کرتے ہوئے معتدلت فی ثوبی اید نہیں ہے لوگ
ثابت کرتے ہیں کہ میں آج ہوں رکاء اللہ اہل اللہ نے اوصاف دیدار احوال جاری ہے
یا کل مرقہ اور خانی ہوں۔ (سبک دار بیست میں ۱۲۷)

(۳) "توبہ فی اللہ اور اصلاح نفس کی مجھ و فرست نہیں ہے۔"

"میں مختلف امور میں ہنگاموں، سیاحت میں صبر و شکیبائی، واپس ہے۔ وہ
ظاہرہ کا احوال مجھ ہے، اسفار و اقوس سے فراغت اور مطہر و تہذیب و تعلیم و کمال میں قدر
کثرت ہے جس کی وجہ سے توبہ فی اللہ اور اصلاح نفس کی فرست نہیں ملتی تھی۔ یہاں
۳۰ روپے ماہور، تنخواہ، ٹیکرا، ویرتہ، یونیورسٹی، تعلیم دیا ہوں اور اس میں بھی اس قدر وقتا ہوں
ہوئی ہیں، اگر رحمت خداوندی نے دیکھی نہ فرمانی تو یہ کمال نہیں ملتا۔ یہ تمام پر موقوف
وارثہ و کتب مناسب ہے۔ میں تو صرف حضرات اکابر سے تعلیم پر بیعت کرتا ہوں، ہرگز ہرگز
اس لائق نہیں۔" (س ۳۰)

(۴) "محروریت نے دامن نہ چھوڑا۔"

"ہم جب حضرت عاتق اہل اللہ صاحب مہاجر کی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو تقریباً ایسے ماہ سے چھوڑا کہ وہ کلمہ میں رہا نہیں رہا، مگر عاتق کی
مشغولی کی بنا پر اس مدت قلیلہ میں بھی حضرت عاتق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
روانہ حاضر کی نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت مولانا راہید اللہ علیہ الرحمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے تاحہ مست میں
ذہائی مہینہ سے رہنا نصیب نہ ہوا۔" حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
علیہ کی خدمت میں ایسے چھوڑا، رہتا نصیب ہوا تو عمر ویت نے دامن نہ چھوڑا۔"

(س ۳۰)

(۵) "آپ کا مجھ سے بیعت کرنے تحت غلطی تھی۔"

"مولانا صاحب (علیہ الرحمۃ) نے تاحہ مست میں تاحہ مست میں (س ۳۰)

لگتے ہیں، ساری مخلوق میں جو پھوڑا سرسبز باطنی شعلہ میں منہبک ہیں۔ ان کی بارگاہ میں
بڑا دوس کو قیض حاصل ہو رہا ہے، اس لئے موقع مت تشکوا ہے، ان سے استفادہ کیجئے۔

آپ سے قرب ہیں وہ بات ان سے دریافت کر سکتے ہیں، وہ زمانہ ان کی خدمت میں
حاضر ہو سکتے ہیں، میں اتنا کہہ رہا ہوں کہ یہ دنیا آسمان ہے اور نہ جھوٹے جواب حاصل ہوں
آسمان سے، ان کے لئے وہی ہے کہ آپ انھیں کی طرف رجوع فرمیں۔ (۳۰ ص ۱۰۰)
(۲) ”بانشین شیخ الہند“ لکھنے پر اظہار رائے ہو سکتی ہے۔

”آپ حضرات آئے اور گئے۔ دوسری ملاقات میں پہلی ملاقات کی ابھی ناقص
چھوڑا، میں پہلے ہی پہلے خلاف قانون دوسری ملاقات سے مایوس تھا، پھر آپ نے اعتبار نہ کیا
خیر کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔

مجھے آپ کے لئے جو نے، دعاؤں کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا، حالانکہ خوش ہونا چاہیے تھا۔ ان
رسالوں کے لئے ”بانشین“ اور ”بانشین نامہ“ کا لفظ جو نام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
یہ کس قدر غلط لکھ ب ”راہۂ“ ہے جس کو آپ حضرت نے خود لکھا ہے۔ آپ کو معلوم ہے غلط
ہوئے بغیر لکھنے کے ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے سب اور کس وقت بخلو
اینا غلط لکھا، میں تو اس سے بے بیعت بھی نہیں مانکر چاہتا ہوں کہ اپنے کرم و مہارت سے
میرے عمل کی جاتی، باطنی تربیت فرمائی جس کی وجہ سے مجھ کو یہ حروف نامہ حاصل ہوئے۔

مذہب کی اسیر تہ کے زمانہ میں یہی باطنی اصلاح کے لئے بھی طریقے پر توجہ مبذول رہی ہو
کیوں نہ رہے، میں ان کا ہی تھا اور ہوں، آخر میری قابلیت نہ تھا اور استعداد کم نہ ہوتی
یقیناً آج میں؟ وہی ہوتا ہو روحانی کمالات کا ایک گلدستہ نظر آ رہا، ہر قسم کا ملان کیا
ہے۔

یہ تصانیف نہ ہر مہر و مہر نہ سایہ دارم

درجہ قلم کہ دینوں بچہ کار گشت ہزار۔

جیسے کالے تہ پر روشنی ڈالی جائے اس کا روشن ہونا اور اس کا روشن کرنا دونوں مختلف

ہے، یہی طرح مجھ جیسے نالائق و ناکارہ کی حالت واقع ہوئی ہے۔

۔ کعبہ بھی جسے پرہ چھٹا عشق بنوں کا

و حرم بھی بچا پرہ نہ بھی آگے جگر کی۔

مہربانی کر کے س کے اسناد کی فکر کیجئے، جتنے ناکمل ہیں انکو داد دیجئے اور دوسرا ناکمل چھوڑ دیجئے جس میں ”خادم“ یا ”شاگرد شیخ الہند“ تحریر فرمایا ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد ۱ ص ۳۳۷)

(۷) ”اگر آپ حضرات کا یہی معاملہ رہا تو بہت جلد تمھارے ہندوستان چھوڑنا پڑے گا۔“

”اگر آپ حضرات مجھ کا سنے میں سے شمار کرتے ہیں تو خیر، ورنہ میں یہاں سے نکلتے ہی چوڑکی فکر کروں گا، میں خود اپنی نفس انگار میں جتا ہوں، مجھ کو عند اللہ اپنی خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میں تمھیں کہہ رہا ہوں کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے کس کا، پر میرے ساتھ یہ (یعنی خلافت کا) معاملہ فرمایا، اور لوگوں میں کیوں اس کی اشاعت ہوئی؟ کاش! مولوی بہشتی صاحب وغیرہ کسی سے اس کا تذکرہ نہ فرماتے۔ ایسی باتوں کی وجہ سے بڑوں پر رعب آتا ہے، ان کی وقعت نظروں سے گر جاتی ہے۔

خدا نے تین ایسے بزرگ و بزرگ سے جو کہ حقیقی تائب و متسلح تھے، مجھ کو دکھائے اور کم و بیش ان کی صحبت عطا ہوئی مگر عروسی کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہ لگی۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے اور اس قسم کی تشددوں سے عالم کو گمراہ نہ کیجئے۔“ (مکتوبات، جلد ۱ ص ۳۳۸)

(۸) ”نہ میں محسوس ہوں، نہ رشیدی ہوں، نہ قاسمی ہوں، نہ اسنادی۔“

”آپ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے بہت سی باتیں تکلفات کی نگاہ سے

جہاں ہر میں ان سے دھوکہ میں نہیں آ سکتا، مجھ میں کوئی قابلیت کسی بزرگ کی چاشنی کی نہیں ہے، بلکہ خلاف اس کے اپنے لوگوں سے حساب میں بھی مجھ کو سخت ندامت کا سامنا

ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے آقا رحمہ اللہ کا قیام بھی یہی حالت کو اس نے خلاف پاتا ہوں اس لئے مجھے اس کے کہ ”تک اکابر“ تہیں اور کیا تہیں ملتا ہوں۔ مجھے تو اپنے وہ محمودی عقبہ بھاتا ہے۔ نہ رشیدی نہ قاضی نہ امدادی اور نہ اس پر بھی جرات ہوئی۔ ہاں اگر خداوند کریم ان بزرگوں کے کائنات معرفت و اخلاص اور عمل بقول کی جس سے کچھ غریب فرما دیں تو اس وقت میں کوئی مضائقہ نہیں، میں ان بزرگوں کو بدنام کرنے والا ہوں، کیسے نام نہ نہ والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۴۴)

(۹) ”ما جانہ کلمات لغت سے اہتمام کیجئے۔“

”مجھ کو اس سے سخت صدمہ ہوتا ہے کہ ما جانہ کلمات لغت میں اور اس سے تخالف برت رہے ہیں کہ جناب مولانا محمد علی رحمہ اللہ نے ماہین کے لئے اس قدر محنت کلمات ارشاد فرمائے ہیں اس لئے آپ کو بہت زیادہ اہتمام چاہیے اور سب سے زیادہ افسوس کہ بات یہ ہے کہ آپ اطراء و اس کرتے ہوئے زبان کلمات مثلاً ”خیر الدین“ ذات نور علی نور“ قبلہ تعالیٰ عبادت وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس قدر عقبہ کی بات ہے کہ جس چیز کو ہم اس لئے لکھنا چاہتے تھے اور ان اوقات میں وہ فوج میں اس امر کو دیکھا کہ اس سالہ و تفسیر و تفسیر لکھنا باتوں سے سخت مرید فوج ہو۔
 عذرا بکم ان انت کم من الابرار و انتم جنتہ فی
 بطنوت اہناکم فلا تترکو! انفسکم ہو اعلم بعثت انقوی
 الحذر“ ”حذر“ کا جواب معلوم نہیں، جب تک خاتمہ اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک اشراف لکھنا کلمات ہونا بھی صحیح نہیں۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ ص ۱۱۵)

(۱۰) ”آپ جھولی مدح سرائی چھوڑ دیں۔“

”جناب مولانا محمد علی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”حذر“

اس مرتبہ میں اس قدم پر بھی چلتی ہے اور آخر بھی جھٹی ہے۔ یعنی اس نے طائفہ ہے
 بھی کچھ وہ نہ کہیں اور یہ لڑائی اور انصاف کی جیتھائی ہے۔ ہندوؤں کی ہندوؤں کی
 سے لے کر۔ (اس میں اس میں ۱۳۷)

(۴) آپ کے خلیفہ حضرت ذوالکھضر علیہ السلام مبارک ہوئی ہندو خلیفہ فرماتے ہیں کہ
 حضرت مفتی صاحب ہندو خلیفہ فرماتے تھے کہ "اگر میرے پیروں کی کسی کو اطلاع ہو
 جائے تو میں میرے اہل خانہ کے بھی نہیں کہ جب ہمارے ہندو یہ حال ہے تو ہمارے ہندو
 خلیفہ ہندو مسیحی خلیفہ ہے۔ (اس میں اس میں ۱۳۷)

(۵) ایک دفعہ ایک شخص نے میری خدمت میں آئے ہیں کہ حضرت نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں
 ہندوؤں کی روٹی کھاتے ہیں اور ہندوؤں کو کھاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے۔ (پہلی ۱۳۷)

(۶) ایک دفعہ ایک شخص نے میری خدمت میں آئے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ

میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ

(۷) حضرت مفتی صاحب ہندو خلیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ

(۸) آپ کے خلیفہ حضرت ذوالکھضر علیہ السلام مبارک ہوئی ہندو خلیفہ فرماتے ہیں کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ

میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ
 میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ

مولاؑ کو نیک انداز میں سب فرماتے ہیں، حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کے صاحبزادے نے مجھ سے بھی کہا، اس پر فرمایا: ”تمہاریسے میرے پاس یہ قسم لے لو کہ آج سے میں تم کو اوس کے قدر امیر، عزیز، اعلیٰ القدر، مہار، عزیز و محترم رکھوں گا۔“ اب میں یہ پرچہ دیکھ کر یہ لکھتا ہوں کہ ”خیر اللہ صابر کے ایک بھائی سے ہیں صاحبزادہ مدظلہ العالی سے میں اس کا جو سب موجود تھا کہ ایک چھٹی میں مقدر ہوا کہ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں، جب میں نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت نے فرمایا: ”خیر اللہ صابر سے میرے پاس یہ ہے۔“ چھٹی نہیں لیکن لوگوں کو شہید ہو گیا ہے کہ میں انہی کو یہ سن کر تو گویا یہ لوگ، دین کی سب سے میرے پاس آتے ہیں میں نے لکھا کہ ان کو دین میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے۔“ دین چھٹی نہیں بھڑک چاہیے اور دین اللہ کی رحمت و ہدایت کا رہنما ہے اور اس کوئی چیز نہیں ہے۔“ اس پر اسے جو غلطی کی طرح نقل ہوئی ہے۔

(۴) ”تو یہ تو یہ! آپ نے بھی آخرت کے لئے کسی ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا۔“

حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ”صاحب مدظلہ العالی اللہ تعالیٰ کو بہتر سمجھ فرماتے ہیں۔“ ایک روز حضرت مدظلہ العالی نے اپنی شفقت کے ساتھ حضرت کو اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا، قریب بیٹھا تو قریب قریب ہونے کے لئے ارشاد فرمایا: ”تم رہو اور قریب نہ آیا۔“ اس پر میں نے کہا: ”جو کچھ تمہاری چھی ہو رہا ہے وہاں پہنچی ہو، میں نے حضرت کو اس طرح اپنا قریب دیکھا کہ میں نے حضرت کو اپنے قریب میں بیٹھنے کے لئے کہا، میں نے کہا: ”تو یہ تو یہ! آپ نے بھی آخرت کے لئے کسی ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا۔“ (۴۸۳)

(۵) ”حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی علیہ کی کھانسی تو قطع۔“

ایک دفعہ دوسرے دن کو مدظلہ العالی نے حضرت مدظلہ العالی کی خدمت اللہ میں

ایک مسئلہ دریافت کرنے کی فطرت سے حاضر ہوئیں، حضرت والا نے اپنے صاحبزادہ صاحب کے ذریعہ کھلویا کہ پردہ کر کے آئیں۔ انہوں نے جواباً کہہ دیا کہ ہم سے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے پردہ کیا جاسکے۔ اس پر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ہی اپنے چہرہ مبارک پر دھال ڈالی اور فرمایا: ان سے کہو: جانیں۔ جب آکر بیٹھ گئیں تو حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔ ایک نے عرض کیا یہ میرے ساتھ میری چھوٹی بیٹی ہے اس کا شوہر نہ تو اس کو ہاؤس کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو چھوڑتا ہے اور اس کو تنگ کر رکھا ہے اس کے چنگار سے کی شرعاً کیا صورت ہے۔ فرمایا اس سے چنگار سے کسی صورت ایک ہی صورت ہے اور طلاق ہے۔ تو اس سے کسی خرافہ طلاق حاصل کر لو، جس سے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ مگر دریافت کرنے پر کہ رہائی کی کوئی صورت نکال جائے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا میں مسئلہ تینوں بناتا نہیں، اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ جب وہ جھگڑ چکی گئیں تو حضرت والا نے اس وقت تک اپنے چہرہ مبارک سے دھال نہیں اتارا جب تک کہ بیڑیوں سے ان عورتوں کے ترسنے کی آواز نہ سن لی۔ پھر فرمایا: بویکو ان عورتوں کا ظاہر تو بیسا ہے جو کائنات غارت ہے مگر ان کے دل میں دین کی محبت و عظمت ہے، مگر دین سے محبت اُتعلق نہ ہوتا تو میرے پاس مسئلہ پوچھنے نہ تھا۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا اپنی کمال تواضع کی بنا پر کسی کو دلیل اور کمتر نہ سمجھتے تھے بلکہ اس کی خوبیوں کا زبان مبارک سے اظہار فرما دیتے۔ (۲۸۶)

(۶) ”لاہور کے جامعہ اشرفیہ میں درس قرآن“۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

پاکستان بننے کے بعد شرقی و پنجاب میں مسلمانوں کے فتنے عام کے زمانے میں میرے کراچی آنے سے پہلے آپ لاہور میں آکر مقیم ہو چکے تھے اور عرصہ کے لئے شہر کی ایک

عبارت نیا آئندہ کے متعلق حاضریٰ نہ پہنچے تھے، اور وہ اس غلطی کے مکمل انتظام کے ساتھ خود درس قرآن دینے کا مشفقہ جاری تھا، مگر حضرت مفتی صاحب کی بے نفسی اور لطیفیت کا ایک نمونہ انداز تھا کہ جب کبھی اعتراض کوئی دوسرے اہل علم لاہور آتے تو اس درس قرآن کے لئے ان کو بڑے ذوق و شوق سے دعوت دیتے، وہ خود درس میں شریک ہو کر ایک ایک جملہ پر داد و تحسین دیتے تھے، نیا جس کوئی بھی امر شد یا عام اپنے معتقدین، مریدین و شاگردوں کا اتنی تفکیر و تکریم نہیں کیا کرتا جس سے معتقدین کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو تھا۔۔۔ بزرگ سے زیادہ بزرگ ہیں، مگر یہاں تو اپنی خدمت چاہ کو لہ نہ لے سکے قربان کئے ہوئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رقت اللہ علیہ یاری کشادہ دلی سے ہر اہل علم کے ساتھ بھی معاملہ فرماتے تھے، مبارک بالی کو بہت بھی آتی کہ اختر سے مدرسہ کی عبارت میں درس قرآن دلایا اس میں جو تقریر ہوئی اس کو نہ صرف مقامی طور پر احسان فرمایا بلکہ اس کا انتظام کیا کہ یہ تقریر پورے مجمع کے سامنے نیا گنبد کی جامع مسجد میں دوبارہ کی جائے۔ ایک مرتبہ اشتراکیت کی تردید میں ایک تقریر دی تھی تو جامع مسجد نیا گنبد میں باقاعدہ اجتماع کے ساتھ رات میں جلسہ کا انتظام کیا اور شہادت چیتا لے لیا کہ میری اس تقریر کو منضبط کر لیں، اس کے عطا ہونے پر اجتماع میں دوبارہ یہ تقریر ہوئی اور شہادت چیتا والوں نے اس کو منضبط بھی کر لیا۔ (چند عظیم شخصیات ص ۷۷)

(۷) ”جینا مجھے معاف کر دو، میری خدمت کی وجہ سے تمہیں بے آرام ہونا پڑا۔“

حضرت مولانا ابوبکر خان قدس سرہ و القدر رحمہ صاحب نقشبندی مدید محمد مصروف مانتے ہیں:

حضرت مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ کے بیٹے مولانا سعید اللہ صاحب دامت برکاتہم و آلہم کا کہنا تھا کہ میں نے انہوں نے ایک مرتبہ اس عاجز کو بتایا کہ باپ کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ گھر میں سوئے ہوئے گرمی کا موسم تھا، یاد ابعدی شروع ہو گئی، اماں بھی اٹھیں اور انہوں نے اپنی چورپائی کو برآمد سے منہ رکھ لیا اور باپ کی چونک پاؤں سے منہ دھو

تھے۔ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ لہذا مجھے والدہ صاحبہ نے بلایا یا نہیں ہی پڑا دیا تھا اور میں نے یہ ان امر تھا۔ مجھے چکا کر کہہ کر چلا تھا اور اپنی کونجی کی وجہ سے آٹھ سے بیس سالہ اور تھیں انہیں انھا اور میں چار پائی برقعہ سے میں اور اپنی سہاروں کی۔ میں نے انہیں دیکھی کہ انہیں نہیں والدہ صاحبہ نے چار پائی۔ آٹھ سے میں کو پچائی میں نے جب دیکھی تھی۔ اس وقت پہلا یا تا اپنی کی آنکھوں میں آنسو آئے، مجھے فرما نے سے میں مجھے۔ عارف نے کہا۔ دیکھو عارف کریم میری خدمت کی بدست آپ کے آرام میں غلے آئے ہیں۔ میرے آگے میں غلط تھیں۔ یہ آرام ہو تا پڑا۔ یہاں اللہ یہ بوقت ہے بے غصہ۔ (خطبات فقیر کی۔ ص ۱۳۶)

(۸) "حضرت مفتی صاحب اور حضرت ابوبوری کی ایک بڑی کامیابی تھی۔"
حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرزند ارجمند مولانا کا حوالہ نقل کیا ہے کہ صاحب

تحریر

فرماتے ہیں حضرت مفتی صاحب اور حضرت ابوبوری کے پاس یہ تعلقات اور محبت کا کثرت ہیں

آنکھوں نے دیکھا ہے، سے الفاظ اور زبان اور آواز سے ہی سمجھیں۔ جب بھی کوئی دینی مسئلہ یا کوئی ایمر بات منکر عام پر آتی تو یہ حضرات شیخین ہر جزو کو سمجھتے اور اس وقت کے اکابر و ایک جگہ پر اکٹھا کر بیٹھتے۔ میرے والد ماجد حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کیونکہ ایک مائت سے معذور تھے اس لئے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے فضل و کرم سے میرے اس حدیث کی بناء پر مجھے میرے کلمہ کے اندر آپ حضرات کی سچائی کا شرف حاصل ہو رہا ہے اور آپ حضرات میرے اس حدیث کی بناء پر شفقت فرماتے ہوئے جو مواضع پر تیار کیا کہ تشریف لے جاتے ہیں۔

قلبت وقت کی بناء پر ایک وقت اختصار کے ساتھ عرض کرنا ہوں کہ میں ۱۹۶۹ء میں اپنے برابر بزرگ حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ پہلی مرتبہ حرمین شریفین میں حج کے لئے گئے ہو تھا کہ حضرت مفتی صاحب ہمارے استقبال کے لئے لاہور سے سفر

اچھی تے کے لئے اپنے آخری سفر کا پروانہ مانچے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنا امور والوں کو آخری سلام پیش کر دیا ہے تھے تو انہوں نے الامور میں اپنے

اجواب اور پزیرگوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا جس میں مرحوم مفتی صاحب سے الامور کی بعض ملاقات تھی بعض شخصیں نے شہر انوار میں کی۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت امامی کو پیغام بھجوایا کہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں، جواب میں حضرت امامی نے یہ جواب دیا کہ آپ تشریف لائیں، میں خود آپ کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے جامعہ اشرفیہ بلاشبہ آجاتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب نے دوبارہ جواب دیا کہ قلمی خواہش ہے کہ اپنی ہائے سے پہلے خود شہر انوار میں حاضر ہوں، حضرت امامی نے یہ اصرار دیکھا تو جواب دیا کہ تشریف لائیں، پھر۔۔۔ لئے آپ کی آمد باعث خیر و برکت ہوگی۔ چند روز باقی جامعہ اشرفیہ حضرت امامی سے آخری ملاقات کے لئے شہر انوار میں تشریف لے گئے۔ 7 ذی القعدة 1385ھ میں جنہوں نے اس ملاقات کا نقشہ کھینچا ہے کہ جب یہ حضرات شخصیں آپس میں مصافحہ اور حقائق کے بعد بیٹھے ہیں تو دیکھنے والوں نے بیان کیا کہ دونوں پر رگوں پر خاموشی کی ایک عجیب کیفیت کا کافی درجہ جاری رہی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے بے زبان، بغیر الفاظ و بغیر بات چیت کے ساری باتیں آپس میں شفا ہوتی ہیں۔

مولانا مودودی نے شریعہ کی موقع کے لئے فرمایا ہے۔

اللقائے تو جواب پر سوال مشکل حل شود ہے قال و قال۔

ملاقات کا اختتام ان کلمات پر ہوا۔ بانی جامعہ حضرت امامی کی خدمت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ یہ۔۔۔ یہاں آنے کا جب جہاں آپ کی ملاقات اور زیارت مقصود تھی وہاں سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ آپ سے اپنے مسن خاتمہ کے لئے دعا کا لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ جل شرتہ میرا خاتما بیان پر تمہیں کرے۔

حضرت امامی، عرض نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ”حضرت! اللہ جل شانہ نے آپ

بند و نوٹائی ہو۔ یہ دیکھیں ہے کہ میں نزعِ حلقہ سے نفی سے آپ زادانہ چلی
حالت کا اتنا بدلتا ہے۔ پتہ چھوڑ دینا، اپنے غرض یا محنت سے آپ بندے کے
کاٹنے پر تفریق نہیں کرتے۔ یہ دیکھ کر چھوچھو سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے دل میں
ایک مسلمان نے نہ صرف اس کے ساتھ ہوس میں کیا حال ہوتا ہے۔ (اعلامت مسلمان ص ۳۳)

(۱۰) "اگر میری تعریف میں ہے تو نہ لے لی قطعاً اجازت نہیں"۔

والا زنا محمد صاحب مدظلہ فاضل اس قدر سے موبوٹو سارہ سید ایلہ، نندہ
رحمت اللہ علیہ نے ایک بے چارہ کو لکھ کر دیا جس کی عبارت درج ذیل ہے۔

۱۹۵۷ء کو ذکر ہے کہ حضرت مفتی صاحب (آراہی تشریف لائے جو تھے اور عاقبت محمد
تقی امرتسری نے کہہ دیا کہ میری ایک روز میں مشغولی میں افسریت مناسبت پوری تھی کہ
مستحق تشرف قرار دیا جاسکتا ہو مگر اس کی ایک کیفیت عارضی ہوئی۔ جب اس وقت
جو ایک عوامی زبان سے ہے مانتے ہیں یہاں تک کہ وہی جو شکستہ لگا لگا اور فرمانانہ اور کھانا
تو وقت بروز جمعہ رومی ہستی

وہ روز و موقع ان کی مستی

جو ہے نہ کہ قدر باران ان کی

سے تو کہ کیا اس پر غلبہ ہوئی

یہ حضرت نے تو جو پہلے کا کرشمہ تھا جس سے مسلمانوں کی فکارت سے کام لیا جا رہا تھا ابھی اس
سے بعد میں پورے مصلحت جو اس کے اثرات کو دور کرنے کے لیے جاری تھے اس وقت سے پہلے
تھی۔ بعد میں حضرت نے میرے پرشیدہ و خیرہ مجاز مانتی اور حضرت صاحب مدظلہ آپ اور
حضرت نے ان کی خدمت میں نہ لے کر لے کر انہوں نے عرض کیا کہ حضرت نے ایسا ہی کیا ہے
صاحب نے حضرت کی شان میں بڑی ہی اچھی دہائی ہی ہے جو پیش کرنا چاہتا ہوں تو مع
قرینہ اور سادہ شاد واد

"اگر میری تعریف میں ہے تو نہ لے لی قطعاً اجازت نہیں"

یہاں تھی کویت کی اور نہ ایشیہ کی تو اس قسم کی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(ایضاً ص ۳۵)

(۱) "اس جگہ میں سب سے زیادہ حقیقہ میں ہوں۔"

کوئی جگہ نہ کوئی تھی جس میں پستی کا آثار نہ ہوں اور اس عریق کی ہدایت کے
سے یہ شمر کا باقاعدہ پرچہ کرتے تھے۔

یہ کی پستی مستحقہ انچاد واد کو دور سے شفا آتی رہے۔

آؤ فرمایا کرتے تھے کہ "خاتجہ میں بیٹھے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہیں نہیں ہیں
سب سے زیادہ حقیقہ میں ہوں۔"

(ایضاً ص ۳۶)

(۲) "میں کیا ہوں جو میرے مخطوطات لکھتے ہو مست لکھو!"

جناب اعلیٰ الرحمن صاحب رحمہ اللہ حضرت مفتی صاحب فارغہ مرتدہ کے
کوثرین میں سے تھے اور گزشتہ سال جب حضرت اقدس رحمہ اللہ عظامہ نے ان کی طرف
سے مخطوطات کے جوہات بھی لکھتے تھے۔ ایک صاحب نے درخواست کی کہ ان کے صاحب
نے حضرت سے اجازت چاہی کہ حضرت کے ارشادات کے ان "مخطوطات" نقل فرمایا
کریں۔ حضرت قدس فارغہ مرتدہ نے فرمایا "میں سے مخطوطات" پر فرمایا "میرے
مخطوطات" نہ لے کر "مخطوطات" سے مراد ہے مرشد کی تھی کوئی نہ اس لیے کہ میں کوئی نقل
نہیں کرتا ہوں۔ میں کیا ہوں جو میرے مخطوطات لکھتے ہو مست لکھو!" (ایضاً ص ۳۷)

(۳) "حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقہری کو اس طرح چھپوایا ہے جیسے
مرغی اپنے چوڑوں کو اپنے پر وال میں سے لٹکتی ہے۔"

حضرت مفتی صاحب نے ان کی شان میں یہ بات فرمائی کہ "آج ہر روز وہ کہتے
تھے کہ حضرت نے یہاں سے لکھا۔ میں پھر ۱۹۳۳ء سے ۱۹۵۱ء میں، جب کوئی

بارہ تکلیف دہ روزہ یا کوئی ایسا کرم ہے جو بتائی باتوں پر عمل کرنے سے بچنے کا تقاضا ہے
ہم کام نہ کرنے کی معافیت نصیب ہو جائی ہے۔ یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اس بارہ
کالیہ کی معافیت مل جاتی ہے۔

(۲) حضرت کوثر رحمہ اللہ کی تکلیف دہ روزہ یا کوئی ایسا کرم ہے جو بتائی باتوں پر عمل کرنے سے بچنے کا تقاضا ہے
ہم کام نہ کرنے کی معافیت نصیب ہو جائی ہے۔ یہ تو آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اس بارہ

بسم اللہ اللہم انی اعوذ بک من الخسوف والخسوف اور نورانی روزہ کے بعد
غفر انک الحمد لله الذی اذهب عني لادى و غفاني

اس طرح یہ تکلیف بھی میرے لئے رحمت بن گئی کہ وہ روزہ دوم چار (۴) دنوں کا تھا جس سے
اربعہ (۴) دن آتے اور کالیہ کا نصف نصیب روزہ نہ ہے۔

دیکھئے: عمدتہ بنی بیت المقدس، تعلیم سائنس، ص ۳۹ (ایضاً ص ۳۹)

(۱۵) ”بھائی! معاف کرو، میں اس کے لئے تمہیں بہت تکلیف دینی ہے۔“

چونکہ حضرت مفتی صاحب ایسے اہل سنت سے چلنے پھرنے سے اچھا سمجھے
تھے، ایسا صاحب جن کا شمار علماء میں ہوتا ہے۔ اپنے کلمات بیان کرتے وقت فرماتے
ہیں کہ میں نے ان میں بھی فرار نہ کیا، بخواتین اور شیعتین نہیں پائی اور کالیہ معافوں میں قیام
والی کے ان رفیقوں رسوں کا کسب تھے جن میں صاحب رس انتہائی خوش چینی کا شرف
خاص ہوا۔ اس لئے ”چپا کے چلیں“ قدر مسابہاء سے انہیں کالیہوں پر بٹھا کر چار پائی
ولیمہ پہناتے اور دعائیہ شہرہ یہ سے قراحت میں معاون ہوتے تھے۔ آخر آپ نے یہ رحمت
تھی کہ جسے خدا کا من سے قدم قدم پر معافی ملے خواستہ کر بولتے، فرماتے ”بھائی! معاف کر
دینا میں نے تمہیں بہت تکلیف دینی ہے۔“

(اعتراف، ص ۱۰۰، مفتی محمد اسحاق قرنی نورانی کے مکتوب، ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء، ص ۹۳)

(۱۶) ”میرے کیا بساط ہے کہ دین کی خدمت کا کوئی کوچہ علمی فکر سکون؟“

ایک روز ایک انجمن کا نامہ نکاح حضرت کی خدمت میں نہ مقرر ہوا اور حضرت نے کیا کر

رحمت اللہ علیہ میں احقر نے جسے محسوس کیا وہ تو اسے بھی اور نہ فی الشیخ کا یہ روزی اثر تھا۔
 نہ یوں تھا کہ فی الشیخ نے سے شیخ کے کلمات غالب میں آتے ہیں ”خروج سے وہ نکلتا
 نہ رہتا اور نہ کچھ کرتا تھا۔“

حضرت تھانویؒ نے تو اسے لاجواب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آتی تھی وہ
 آتی۔ پھر فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں چونکہ بہت تو اسے بھی تو
 سب اہل مجلس میں تو اسے آتی تھی اور حضرت تھانویؒ کی مجلس میں بہت مجلس اپنے آپ کو سب
 سے متعلق ہوتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں اتنی تو اسے بھی کہ
 اگر طالب سے تو اسے آتی کہ وہ نہ میں سب سے حقیر کون ہے؟

تو سب سے پہلے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں ہوں۔“
 حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”بعض لوگ جب وہ ہوا نقل پڑھتے
 ہیں تو (ٹوٹا ہوا) پڑھتے پڑھتے فرمایا کرتے (ٹوٹا ہوا) پڑھتے پڑھتے ہیں یعنی کتبہ ضریح سے رخصت
 کیے جاتا۔“

عامیاء حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل فرمایا کرتے تھے ”حضرت تھانویؒ کی مجلس سے بہت سی
 فقرے نکلتے ہیں۔“

یاد رہتا ہے کہ بعض دفعہ اپنی طرف سے یا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف
 سے یہ بھی ہوا کہ ”ہم انہی جنہوں نے افعال کی خدمتیں پوچھیں تو یہ ایسا ہے جیسے پانی
 نے قطرہ میں ہار لیا جڑا نہیں ہوتے ہیں۔ ان میں سے کبھی سراجھ کر یہ کہہ کہ انسان کے
 فرائض کا سر میں یا غفلت ہے۔“ یعنی جیسے پانی کے قطرہ کے ہر ایک جڑا نہیں انسان کے
 سامنے اوقات نہیں ایسی ہی انسان کی حق تعالیٰ کے سامنے کچھ وقت نہیں کہ حق تعالیٰ کے کسی
 فعل پر اعتراض کر سکے۔ (فیض الکاظمی ص ۱۱۹، ۱۲۰)

(۱۸) ”سمان اللہ اعلیٰ کی بھی تعلیم فرمائی اور تکبر سے بچنے کی بھی تدبیر سکھلا دی۔“
 ایک مرتبہ جبکہ احقر (حضرت صدیقی صاحب دامت برکاتہم) فیہ المذہب میں پڑھتا تھا تو

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حق سے فرمایا کہ ”غلیب“ سے اُنکے رہبانوں اور یہ نہیں
 کرنا کہ جیسے جتنی دوسرے لوگوں نے ایک ریٹائٹ کے اس کی کٹائی سے اور وہ ”تخلیف“ نہ
 پہنچے ہی طرح تو بھی اُنکے ”برائے“ صاحبِ حُجَّان ”لئے خلوت کی بھی اعلیٰ مقررہ کی اور غلیب سے
 پہنچنے کی بھی تدبیر سکھادی۔ (ایضاً ص ۷۱)

(۱۹) ”جسب سہ“ وہ میں ہی کچھ نہ ہو تو بد نے میں کیا آدینا؟

ایک دفعہ خیر احمد دس محل حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے
 اختر چاہنے کے برقی دستوں پر مدد با تھا حضرت دوا تائیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختر
 کو کچھ خط لکھا فرمائی اور ساتھ ہی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خط لکھ کر دے ہوئے
 فرمایا ”کن“ ”پھنے“ ۔۔۔ آپ کے مرید ایسے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 نے عجیب جگہ میں فرمایا کہ ”جسب سہ“ وہ میں ہی کچھ نہ ہو تو بد نے میں کیا آدینا؟ ”مفتی اس
 مسئلہ پر سے اوسنے میں پہلی انا ہے کہ یہ اس مسئلہ میں پہنچے نہ ہو کہ حق دے میں نہ
 آدے گا۔

عجیب لوگوں سے اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا۔ سبوح احمد۔۔۔ اولیٰ اللہ میں ہستی
 حق تعالیٰ کی معرفت برحق پائی جاتی ہے تو جمع بھی برحق چلی جاتی ہے۔ اس بات میں اور
 قدم بھی کر۔ ہے اور آخری حال بھی لگتا ہے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ ”جسب سہ“ اُنکے
 تو اعلیٰ حاصل نہ کی۔ کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ (ایضاً ص ۷۱)

(۲۰) ”میں تمہیں ڈانٹ کر بچھڑایا بہت“

ایک دفعہ ایک صاحب کو کسی کوتاہی پر انا اور فرمایا ”تو نے نہیں جیسا کام کیا“
 یہ بھی نہ فرمایا کہ تو غیبت ہے۔ پھر شاید یہ خیال فرمایا کہ اس کا قصور نہ تھا تو اُنکے دین بلا کر
 فرمایا ”کن“ ”میں تمہیں ڈانٹ کر بچھڑایا بہت“ ”جسب سہ“ اُنکے جمع بھی نہ کی تو اُنکے
 بھی بلا کسی نے سنا ہو گا۔ آپ نے اپنے آپ کو باطل ملایا تھا اور شاید حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 اور تنہائی پسندی ہی کی خواہش حق تعالیٰ سے یوں پوری فرمائی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قصور

کراچی میں ہو اور بہت جلد نہایت سادگی سے جامتہ المسلمین کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مذہب میں کھائی آٹاں کیسے کیسے (ایضاً ص ۷۱)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) "عسرت اور سادگی۔"

مفسر سلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ہم لوگوں کو خوب اندازہ تھا کہ مولانا کے یہاں عسرت اور نہایت سادگی کیساتھ عز و ان ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ انتہاء حال اور تکلیف سے بچانے کے لئے مولانا اپنے عزیز مہمانوں کے کھانے کا انتظام باہر کرتے اور انھیں کے کسی خادم یا مسجد کے کسی منتظم کو کچھ وقفہ عطا فرماتے، جس سے ان مہمانوں کی سہائی ہوتی رہتی۔ مجھے ایک مرتبہ اچانک اس کا اندازہ اور علم ہوا کہ مولانا کے گھر میں عام طور پر کبھی نہ ران اور نیا معیار زندگی ہے۔ رمضان المبارک میں غریب مسلمانوں کے یہاں بھی کچھ نہ کچھ اہتمام اور تکلف ہوتا ہے لیکن مولانا کے یہاں میں حد اتنا بھی اہتمام نہیں پایا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ رمضان مبارک میں مولانا کی خدمت میں قسیم تھا، مولانا نے ایک روز فرمایا کہ آج صبح میرے ساتھ کھانے کا انتظام لو، میں نے ہاتھ کے رونے کے مطابق مسجد میں پانی نہ پھو بارے سے کر لیا تھا، مغرب کے بعد مولانا کو داخل میں مشغول نہ کئے، فارغ ہونے تو میری طرف کیجے کر فرمایا کہ مولوی صاحب میں کچھ میں اطلاع دینا چھوٹ گیا کہ آج آپ ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر مجھے اپنے ساتھ چھنے کا اشارہ فرمایا، مولانا کو صرف روٹی اور وال کا چال تھا جو کھانا ہاشمی تھی۔ اسی وقت وہی کامیاب رہا۔ سے اضافہ کیا گیا۔ مولانا نے کھانا کھاتے ہوئے فرمایا کہ مولوی ابوالحسن صاحب! (مولانا مجھے انظر ہی طر سے فرماتے تھے) ہم سے تو یہ وال اچھی ہے کہ یہ جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی تھی اس کو اس نے پورا کر دیا، ہم نے اپنی زندگی کا مقصد پورا نہیں کیا۔ اس کے بعد میری کسی مصلحت کے کھانے میں شریک نہ ہوئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آج کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔

(حضرت: ہارنی رحمۃ اللہ اور ان کے خلفاء صلی علیہ وسلم)

(۲) ”حد درجہ تو انفع اور انکساری“۔

مولانا جہاں دینی اور اہل دین کے سامنے بڑے خوددار اور غیور واقع ہوئے تھے۔ اہل دین اور خصوصیت کیساتھ ان حضرات کے سامنے جنگو اپنے مشن اور انکساری کی صف میں شمار کرتے تھے۔ حد درجہ تواضع اور مناسبت مزاج تھے۔ علمائے حق سے نہایت جنگو کر اور فراموش کیساتھ ملتے تھے اور ان کی نہایت تحقیر کرتے تھے۔ دیکھئے ”اے دواپا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا ان کو اپنے اساتذہ کے صف میں سمجھتے تھے اور اپنے کون کے سامنے قیام طالعلم سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔

معاہدہ علم و مشائخ میں۔ مولانا کو دو شخصیتوں سے بڑھ کر عقیدت تھی اور وہ ان کے ساتھ اپنے مشن کا معائنہ کرتے تھے۔ ایک حضرت مولانا مسکن، محد صاحب مدنی رحمۃ اللہ اور ایک ہمارے

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ۔ دیکھئے والوں نے بار بار دیکھا ہے کہ مولانا حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت ادب کیساتھ دواؤں اس طرح مراقب ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی مرید رشید شیعہ کے سامنے۔ اکثر حضرت نے کوئی بات چچی تو نہایت ادب کیساتھ غصہ اور ہتھکڑی ضرورت جواب دیا۔ پھر خاموش ہو گئے تھے یا نہیں کی ابتدا کوئی سوال کیا ہو یا کسی گفتگو میں حصہ لیا ہو۔ (حوالہ بالا ص ۱۱۵)

(۳) ”کمال سا ولی“۔

آپ سفر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ خواب بہاول پور کی دعوت پر بہاولپور تشریف لے گئے خواب صاحب کی صرف استغناء کے لئے دیر سے استسکان پر اور براعظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے۔ حضرت جب پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے تو آپ کے ہاتھ میں چڑے کا ایک مضمی تھا جس کے ساتھ ایک جیب سی ٹی ہوئی تھی اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لی کرتے تھے۔ ہر صاحب

نے حضرت رحمہ اللہ کے معاصرین کو سامان و رضامت سے کہا ہے کہ ”حضرت رحمہ اللہ“ نے فرمایا۔

”میرا سامان صرف یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ نہ دام، نہ بیرونی ساتھ گلاں

چٹا نیچہ

اس کا وہی میں کتبہ بیف لے گئے۔“ (مرتبہ نمبر ۱۸۰)

(۴) ”ایک اشخاص پہلے اتر کر پیدل چلے گا۔ پچھلے۔“

آپ رحمہ اللہ علیہ یا ملوث کے قریب (نو شیر کے زریں) میں حضرت کا وعدہ تھا، تاکہ وہ لوگ گاندی کے وقت شش پا استحقاق کے لئے گئے تھے۔ حضرت کوٹ یا زوروت آئے۔ آخر کار جلد شروع ہوئی، یہ آیت قرآن پر کسی کی سعادت ہوئی تھیں اور خیریں پر بھی تھیں۔ مولانا شہرہ پر مبنی رہا۔ یہ نے تقریر شروع کر دی تھوڑی دیر بعد، پہلا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ”آپ“ میں نوٹ کی جہاں لکھی۔ کسی نے عرض کیا حضرت ہم تو شخصیں پر استحقاق کے لئے گئے تھے اور ہوس کوٹ آئے حضرت نے فرمایا میں اسی لئے تو آئے ہوں جہاں سے آپ قرآن میں سے یہاں تک پہنچاؤں، میرے منتہا کی کیا طاعت تھی، ان باتوں سے طبیعت کو فانی کر دیتے ہیں۔

(بندہ مرزا فتح محمد بہت جلد ۹ شمارہ ۸۰)

(۵) ”اکابر سے عقیدت مشائخ کا ادب۔“

آرام و قسب، لہذا حضرت شاد و عید القادر را پوری رحمہ اللہ سے یہ تھا۔

(۱)۔ ”بہت بیکار ہوئی تھی حضرت شیخ اشفاق سید الدین صاحب، رشتہ دارانہ شہ عبدالقادر کے پورے رحمہ اللہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے پوری دماغیہ کے بعد متعلقین میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ مشائخ کا ادب منقسم تھوٹا، وہ حضرت مولانا محمد علی زورکی سے سیکھتے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ان زور میں بھڑکے، انہوں نے اس امر کی کائناتیں بہرہ کی تھی

یعنی اس وقت وہ اس حب صدق و ایمان کے قلوب کی کمرانی دریاؤں اور سمندروں کی گہرائیوں
 سے بھی بہہ رہے تھے ان کے دلوں کی گہرائی کی تہ میں کیا تھوہ ہے مگر اسی جیسے بات کہتے
 ہیں وہی کہ آئینے میں پارٹی تصویر بخندہ والے و صاف شفاف الیٰ سے سامنے تھے
 دانیوں نے باہم کیا کیا دیکھا کیا کیا دیکھا اور کہا کیا کیا دیکھا: اسے تو ظاہر کی
 آنکھوں سے صرف یہی دیکھ رہے تھے کہ افسوس یہ کہایت کے دونوں آفتاب و جناب
 نظریں نیچے کے سر جھکائے بیٹھے رہے اور باہمی دیر بعد پہلے عبارت شیخ انصاری رحمہ اللہ یہ
 نے سرا پر خدایہ اور اس یہ فرمایا: "حضرت اب اس وقت چہ بتا ہوں" (سوال بالاس ۲۳۰)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت

(۱)۔ حضرت اقدس شیخ انصاری مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین
 احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے روحانی کمال کی نسبت سے بے انتہا مانس و عقیدت تھی۔ اس
 مسئلہ میں حضرت شیخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طوطا غانا آپ کے اکابر و اہل علم و فضلین نے
 بارہا تو کا کر میں و رہا کہ حضرت انیسویں وہاں اہل اللہ نے مجتہد سے مجتہد ہوتے ہیں نہ
 میں نے حضرت مدنی کے اواز و مرتبہ کا کوئی الیٰ نہیں دیکھا۔

اس سے خود حضرت شیخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی انوار و مرتبہ کا مقام سمجھ میں نہ رہے کہ آپ
 رحمۃ اللہ علیہ کس بلند و بالا مقام پر فائز تھے کہ اولیاء کرام کے مقام و مراتب کو فوراً پہچان لیتے
 ہیں۔ (بیضی ص ۲۳۱)

(۲) "نشست گاہ کا بھی اکرام۔"

ایک دفعہ حضرت شیخ انصاری مولانا احمد علی ابوبوری رحمۃ اللہ علیہ چند شخص کے لئے
 جمعیت اعلیٰ نے اسلام کے ایک جلسہ شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے اور ان کے اہل حق و شر
 یف نے ان کے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ ہے۔ تھے۔ مدرسہ کے مجتہد مولانا عبدالحکیم صاحب نے عربی
 الحمد للہ اس لئے ایک حجرہ کی طرف شہرہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے
 میں کمر و شہر ایک گھنٹہ تک فرمایا اور پھر بہت کام میں بیٹھ کر شروع فرمایا: "تھا اتنا سننا تھا"

کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ بے اختیار اس کم سے ٹھیکر لے چکے۔ حضرت مدنی رامت
اللہ علیہ کی شریف کا مصنفہ مائتہ ثلثت سے وہیں شریف فرمانے کے اور فواد کا لکھنے کا جو
انجام دینے، پھر معمولی ہو کر ۱۰۰ سے زائد اشعار میں بھی دقت فرمایا۔

۱۹۵۷ء میں شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کے حساب کے بعد ۱۹۵۹ء کی پہلی سہ ماہی
میں حسب مدرسہ اہل حدیث کے چلنے میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الغمیر کلہاڑی تفریق
کے لئے توجہ دیا۔ مگر آج بھی قرآن اور احادیث کرنے کے لئے عرض کیا گیا۔ حضرت شیخ الغمیر رحمہ اللہ
علیہ نے فرمایا کہ میں تو وصال کے اظہار زبان پر اسے سے قاصد ہوں تو قرآن و پڑھ دو
میں حاضر ہوا۔ (ص ۲۲۲، ۲۲۳)

(۲۳) حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں ہمیشہ دو زانو بیٹھنے کا ہشام تھا۔

حضرت مولانا قاضی نصر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین
رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الغمیر مولانا احمد علی لاہوری رحمت اللہ علیہ کو
حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ سے ایک مخصوص قلبی تعلق تھا جس کا آپ
رحمہ اللہ علیہ اثر الخیر فرماتے تھے۔ ایک دفعہ مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی مدظلہ
العرض حضرت لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مدنی
رحمہ اللہ علیہ کا دست مبارک اٹھایا جو قیام پاکستان کے بعد یوں بند ہے بھیجا تھا غائبانہ حضرت
لاہوری رحمہ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ سے اس کراچی عامہ کو قیامت
میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

ایک دفعہ حضرت اقدس لاہوری نے فرمایا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض
دعوتِ ہدایت والے علمائے ہند نے ہمارے میں تھیں یوں جو دیکھتے دیکھتے چاہتے ہیں ہمیشہ
دور خوشی بیٹھتا تھا۔ (ص ۲۲۲)

(۲۴) "تواضع و کھڑائی"۔

حضرت مولانا صاحب دہلیاں رحمہ اللہ علیہ امیر جامعہ مدینہ لاہور نے فرمایا۔

حضرت شیخ الغفیر مولانا احمد علی دہلوی رحمہ اللہ علیہ اٹھ فرمایا کرتے کہ میں ایسے ہی نہیں بلکہ میری وجہ اخصیصرت کہتے ہیں کہ اس وقت وہ زمین پر حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ جی کوئی دوسری جامع و بلند پایہ شخصیت نہ دیکھ سکتے تھے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کے سامنے شخصوں کی انویسٹمنٹ پر تو ہمیشہ ملاحظہ ہو جیتا اور میں نے یہ خواہش کی کہ میری ذرا سی کچھ مال حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی مہارت پر جو تو مجھے دیکھ کر دیتے جا میں اس سے جہاں حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ کی بلند مقام کو پہنچاؤں تو میں بہت خوش ہوں۔ حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ حیدری غایت درجہ توانا شخص و اعلیٰ درجہ کی شخصیت تھے۔ ان کی بہت زیادہ حضور و قدر و جانب رسالت ﷺ کا یہ فرمان عالی شان ہے کہ جو اللہ و خوش کرنے کے لیے توانا شخص اختیار کرے وہ اللہ تعالیٰ اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ یہ تحکات بہت ہی عظمت و رحمت کا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ علیہ کو اس حق پر عطا فرمایا کہ پاکستان میں پاکستانی مشائخ طریقت میں سے کسی سے اتنا فاضل نہیں تھا۔ ایشیا حضرت شیخ الغفیر رحمہ اللہ علیہ سے پیلا اور آپ سرگرم علماء قرار پائے۔ (ص ۲۳۵)

(۵) "درس تو سید کی وجہ سے چھوٹوں کا انکسار و تعظیم"۔

پروفیسر محمد عسکری صاحب شریعت و قوانین اسلامیہ نے جس کی تجویز تھی ۱۱ نومبر ۱۹۵۷ء کے کانچ کے قیام کا فیصلہ کیا۔ تو ان کے رحم و کرم سے وہ کوئی کام سر پرست یا مرنے اور مولانا احمد علی دہلوی نور اللہ رحمہ اللہ کا اقتدار یا اختیار منتخب کیا۔ ان کا یہ عمل مرحوم کے ایماء پر نہیں کی سہمی کے لئے میں نے بھی درخواست کی۔ باقی وہ خود دست اندار اور تحریکیں قرقریال میں سے عام ۱۵ چنانچہ نومبر ۱۹۵۷ء میں نے اپنے مہمان کا چارچہ لیا میرے فرائض منصبی میں یہ بھی تھا کہ راز سنا میں سے کیا وہ جبکہ نے دوران میں حضرت اقدس دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا تھا تو اس کے متعلق یہ وقت حاصل کرنا تھا۔ وقت حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ کی کوئی ذاتی گفتگو یا نصیحت نہیں فرماتے تھے لیکن بہت بعد نہ زمرہ ذاتی ملاقات یا شام کو مجلس ذکر میں ہوتا تو حضرت کا طرز عمل یا کس مختلف ہوتا

آپ رحمہ اللہ علیہ باصحا اس + بنو عاد کا، بلکہ سب کا مقررہ ہے عقدا کو اکیلے کرنا۔ یہ بات مصلحتی کے بعد انشاء معائنہ بھی فرماتے اور فرائض کا یہ عالم تھا کہ ۹۹۷ھ میں جب باجمہ مولانا خیر محمد جاندھری رحمہ اللہ علیہ کی دعوت پر مدینہ منورہ میں کچھ عرصہ تک رہے، ان حضرات اقدس مولانا ابوہریریہ رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ جسد میں شریک تھے۔ دوسرے ان حضرات اقدس مولانا ابوہریریہ رحمہ اللہ علیہ کے بھی کچھ عرصہ تک رہے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو آپ کے ساتھ خدمت لیا، میں نے انہیں داخلہ دیا تو آپ سب معمولات میں یہ کارواں لے کر نکلتے ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی عرصہ نماز کا سہارا بن کر کھڑے ہو گیا، بھگت بڑی خاموش ہوئی میں نے سب سے کہہ کر کہے اور یافت ہی کر چٹھا کہ حضرت! میں نیک فطرت کی اسی قدر سر فرمائی اور حضرت افریقہ کا پتہ کچھ ہے؟ یہ نیک حضرت اقدس رحمہ اللہ علیہ نے مجھے اہل حق اپنے دست مبارک میں لے کر محبت آمیز لہجے میں فرمایا "میں تمہاری تعلیم نہیں کرتا، اس شے کی تعلیم کرتا ہوں جو تمہارے سینے میں ہے۔" دو شے تو حید ہے... میں نے پوچھا حضرت آپ کو کیسے معلوم ہوا فرمایا کہ آپ مسجد پیش نشا میں درس قرآن دیتے ہیں اس درس کے شرکاء مجھے جانتے ہیں کہ ثبات تو مدعا اظہار شرک و بدعات میں آپ بھی وہی پہچہ فرماتے ہیں جو میں کہتا ہوں جب میں ان لوگوں کی گواہی سنتا ہوں تو تمہارے حق میں بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے اللہ اپنے نفس سے اس عقیدہ کو مدعا کو تہد و احاطہ بنادے... آمین۔

(ص ۲۵۲)

(۶) "اگر اہل مولانا خیر محمد جاندھری رحمۃ اللہ علیہ..."

انقرآن دین افکار سمجھتے ہیں کہ نیک و فلاح حضرت ابن حضرت اقدس ابوہریریہ رحمہ اللہ علیہ کی مبعوث میں "تا خدا یا نواسہ" سے "دار برائی" واپس آ رہے تھے، حضرت مولانا خیر محمد جاندھری رحمہ اللہ علیہ بھی شریک غرض تھے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنا لونا پکڑ کر نئی (بیٹ لکھا) کی طرف جاتے تھے تو حضرت ابوہریریہ رحمہ اللہ علیہ ان کی تعلیم کے لئے پانی چھڑک رہے ہوئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے دروازہ بند کر لیا تو ہر روز حضرت اچھا کھڑے تھے۔ جب حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ علیہ نے دروازہ کھولا تو ہر روز

سید امین مکیا لئی لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس الامام کی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز
 حضور میں سلسلین اور اخلاقیات کے مضمون پر باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مولوی
 صاحب اپنی تعداد میں ہمیشہ ٹھیکہ کرتے تھے۔ یعنی مطلقاً شیعہ اور دشنام لکھتے نہ کرتے تھے۔
 میں نے بھی انہی باتوں کا جواب نہ دیا نہ برا نہ کچھ۔ ایک روز اتفاق سے مرادوان کا آنا
 سامنا ہوا تو انہوں نے مجھے دیکھ کر فوراً ایک دورے باز روک کر فرمایا میں جی اسحق
 مریکا وہ ایک مسجد کے استاذ خانے میں پہلے مجھے میں مسجد کے یہاں اظہار نامہ بابا صاحب دہم
 آئے تو اس امر پر کھڑکھڑا کر میں ان کے ساتھ چل چلا اور یہ کہ مولوی صاحب آپ مجھے بتا
 تے تھے چاہے ہوا تھا کہ یہ نہیں مجھے بتا رہے تھے یہ تو انہیں کہ باہم سہم دیا تھا۔ یہ دیکھا
 تو بے رحم کرتے ہیں مگر کیا یہ کرنا اور مجھ پر کیا اثر پھوڑا ہے؟ آخر آپ یہ سنت وادی سے
 میرے عقیدے کو خلاف شریعت سمجھ کر تجھے برا بھلا کہتے ہیں تو آپ کے سختی ہیں
 ذکر خدا نہ رہے وافتح قلوب سے ایسا کرتے ہیں تو خدا کو ادا میں نے آپ کو موصول کیا۔
 یہاں غلطی کی کہ وہ بہت ناموسوں اور کئی مولوی صاحب آئندہ میں بھی آپ
 کے خلاف یہ نہ کہوں گا بغل گیر ہوں اور انہوں نے اپنی رائے میں ہے۔ یہ جاتی
 انہوں نے بھی مجھے برا نہ کیا۔ (دو بڑے صفحے ۴۴)

(۱۱)۔ اصد غرلو نری فی عیوب مثال۔

والغرض انہی باتوں سے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کسی سنی شخصیت کی کہ
 چھوٹی مسجد میں ہر کے دن مسورات آتی شروع ہوتی ہیں لیکن یہاں کے کاٹھن مچھلی
 بہت ہی سنہ و سال ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات میں خود انہیں کا آپ رحمۃ اللہ
 علیہ نے دس ایک سو شکاریت کی تھی۔ آپ نے خود مسجد بابا فضل دین و صاحب ہدیہ غلیہ اور
 اپنے حجرے میں چلے گئے۔ زمرہ سے بعد بابا فضل دین و پھر بابا بہت دین و دین و دین و دین
 سے باز آئے تو ایک اور دوستوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا یہ تھی "پہلے تو حدیث و فضل
 سے کام لیتے رہے اور ان کے رہے دس بابا زید و دس بابا زید و دس بابا زید و دس بابا زید

دو پہر کے پہرے والے ائمہ چاہتے تھے شفقت سے معافی مانگی ہے۔

حقیقت حضرت الامام ابوہریرہؓ نے اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رحمت کا ایک سہارا بن کر
تھے۔ (خداوند تعالیٰ نے اسے ۱۹ برس ۱۲)

عارف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ ہالچوی رحمہ اللہ کے واقعات

حضرت مولانا امجد علی صاحب دامت برکاتہم قرطبہ مکہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔
سایہ سایہ بوقت جس کے سامنے حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی محضبت ہوتی ہے محبوب
وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت مستغنی رہتی ہے سب کچھ میں ماری دنیا بے بس اور محتاج
انقرضاتی ہے اور سب سے بڑھ کر اسے اپنا نفس اور اپنی ذات نہیں دیکھتا محسوس ہوتی ہے۔
اللہ کی بڑائی کے سامنے وہ اپنی ذات میں کسی طرح کی کوئی بڑائی اور قوت نہیں پاؤں۔ بلکہ کسی
خوبی و کمال کی آگاہی صاحب نسبت کی باقی ہے تو وہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا ہے اور واقعہ بھی
یہی ہے کہ عارف کے سامنے نام و یاد میریت سے بے نیکی ہو جاتا ہے اور اس وقت اپنے مولیٰ کی
معرفت نہیں حاصل ہوتی بلکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں جو کلام اپنے آقا کی
معرفت رکھتا ہے وہ تمام خیر و کمال کو صوفی کا سرمایہ سمجھتا ہے اور خود کو بالکل تنہا و اسن اور تنہا
مانے لیا کرتا ہے۔

حضرت اللہس عارف کامل تھے حق تعالیٰ کی محبت و معرفت پر بعد تمام رکھتے تھے اس لئے
تواضع و انکسار ان کے قلب فی سبائی میں رہتا تھا

فرماتے تھے کہ۔

”انہو کس دے پر تکیہ و خود بینی کہے دور نکالیہ اندر پاخانہ و پیشاب مجھ زودا ہے و تاک
اور دماغ ظلم سے پر ہے“

مرا فراوانہ آج یا رہی میں منطش قدم است و ذرا چھوٹا

ابوہریرہؓ کی اور خودی کا ان صرف اس لئے کہ وہ کسی کی حکومت قدم ہے اور اس کی ذات حق
(تجلیات اللہ علیہ وسلم میں ہے)

(ہے۔)

”اس مسئلہ میں ایک ائمہ دین اس سے کہے کہ ایک شخص ایک چم سے پانی پی کر کہا کہ مجھ اپنے سر پر دس برس انھیں لکھے۔ چم کے پچیسے دو لکھ تو میں پھر وہ اپنے ذیل ترین سے میرے پاس لے کر آؤ پھر یہ بات مبرا ہو گا۔

مخلص نے اور اس فراموشی سے کہ اس کی قسم ایک عبارت لاوا کرتے چم پر حق جو نہایت گراں قدر حالت میں پڑا اور اتوار اس نے دل میں خیال آیا کہ اس آیت ”وہی معاد ہے“ سے پاس سے چلتے جا چکے، تو کبھی اپنے نوبت کو بھول گئے۔ اسے ”والا آئی کہ میں فرستے کہ“ یوں اٹھنے کہ میں یہ ان دنوں خدا تعالیٰ نے یہاں مجھ سے کوئی سزا نہیں ہو گا مگر حق سے امکان کی ہزار پاس قیامت میں بدلے ہوئے ہے چم میں اس طرح سے نکلتے داخل میں۔ اس شخص نے لکھ لیا کہ آقا خفیف کچھ ہے چم اس نے۔ چمنا کہ ایک جتنی جاہلست اعادہ بناتا ہے۔ نے خیال کیا کہ یہ جاہلست مجھ سے فاس ہے۔ اسکو چم سے سب سے پاس سے چمنا چم یہ۔ جاہلست سے ”والا آئی کہ میں تم سے غلط نہیں کروں۔“ سنے کہ میں خود حق دیکھو۔ جب تم نے کھو دیا۔ میرے دین میں پہنچ کر تم سے بدعت سے بچنے نہیں کراد۔ وہی تمہارے مجھ سے بدعت کہ مجھ جیسے پاکہ دست سے وہ شخص اور چم نہ دیا۔ اس سے بعد وہ شخص اپنے پاس سے پاس ہونے سے سال کیا کہ اپنے سے کھٹ کوئی چیز لا لے اس نے جواب دیا۔ اپنے سے بدعت اور کھٹ میں کئی چیز کو کھٹس پڑا جو نے جواب دیا۔ چم سے بدعت کر کے ہوں۔

حضرت امام نے فرمایا کہ سائل کو چاہیے کہ خود کو سب سے کھٹا دیکھ کر سمجھے۔

(”کنز الدقائق“، مجموعہ ۱، ص ۱۵۱ تا ۱۵۲)

(۱) ”میں اس گدھے کا یہ توقف نہ نہیں ہوں کہ آپ کی تعریف سے میرا نفس پھول جائے۔“

بعض دوستوں نے نقل کیا کہ ایک مرتبہ قاضی اعظم پنجاب سے تعریف اے انیسویں نے حضرت امام سے ایذا سے کہ تعریف میں ایذا سے امام نے جواب دیا کہ تعریف تو سیف لڑائی۔ جب وہ تعریف کرتا رہے ہیں تو کچھ حضرت امام اور یہ تعریف

سرفی بہت باہمہ تھی اس لئے غم و کسہ مولی نہ کیا آپ نے اس قدر تعریف کی تو میں اس کدھے کا یہ قوف مالک نہیں ہوں کہ اتنی تعریف سے میرا نفس پھول جائے۔
 ”سینہ غریب میں ہوا“

اور آپ نے اس کدھے کے مالک کا قصہ سن کر حیرت بیان فرمادیا کہ یہ شخص نے جس نہایت غریب اور بے کار کدھار کو ادا کیا ہے اور سوار کی زین تو سوراخ میں پڑا ہوا ہے اور وہ دن تو اس دہشت گرد میں یہ جھٹکتا رہتا ہے وہ شخص اس کدھے سے بھلا کچھ لے لے گا چاکہ تیر میں لے جائیگا وہ وقت کدھار ہے۔

راستے میں یہ غمناک کی خرید و فروخت کرتے اور ایک مال ملا اس نے پوچھا کہ اس کدھے کو کہاں لے جا رہے ہو اس نے کہا کہ فروخت کرنے کے لئے۔ والی نے کہا مجھے دینی ہو میں فروخت کر دوں ہوں۔ اس شخص نے منظور کر لیا۔ وال کدھار کو بازو میں لے گیا اور اس کدھے کی بہت تعریف کرنے لگا کہ سوانی میں نہایت تیز رفتار اور نہایت عمدہ دار ہوا ہے اور یہ چھاب اور یہ ہچکا ہے اس کدھے کا مالک والی کی تعریف سن کر ایسا سطرہ ہوا کہ وہاں سے کہنے لگا کہ یہاں کدھار میں کیوں بیچوں میں اس کو نہیں بیچتا۔ اس نے کہا میں تمہارا کدھار دینی ہے جو زمین پر گر دیا کرنا تھا۔ میں نے تو بیچنے کے لئے اس طرح تعریف کی اور تمہارے حق ہو کہ اس کی تعریف میں تمہارا کدھار بچتا ہے لہذا ہر

(ایضاً ص ۱۵۶)

وہ۔

(۴) ”میرے اعمال تو ایسے ہیں کہ زمین پھٹ جاتی اور مجھے دھس دیا جائے۔“ حضرت والی نے یہ سناں سے تو اٹھ کر ہنسکی نکلتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی فیاض نور سے جب (بول چلتے) وہ ان کے مریدوں میں تھے اور حضرت کے ہم سفر تھے انھوں نے حضرت والی سے یہ کہانی کہی کہ موت دین پرانتہ ہوں۔ حضرت والی نے فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ کی زمین پر جس رہا ہوں اور اتنی دینی ہوئی روزی کہ رہا ہوں اس سے بڑھ کر امت کیا ہو سکتی ہے ورنہ میرے امان تو اپنے چہرہ کہ زمین پھٹ جاتی اور مجھے دھسا دے۔“

(س ۱۵۷)

چاہتا۔

(۳) ”میں کون اور میری رائے کیا؟ جو علماء و حضرات فیصلہ فرمائیں میں ان کا قیام ہوں۔“

مرشدی حضرت مولانا محمد ولید صاحب مدظلہ نے یہ فرمایا کہ میں ایسا نہ کروں۔ حضرت مولانا کی مجلس میں موجود تھے۔ مسلمانیت النبی نے بارے میں طلب کے اندر مامور ہوئے وہاں نہ رہے تھے۔ وہی زمانے میں حاضرین مجلس میں سے ہی شخص نے سوال کیا کہ حضرت مولانا اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ”حضرت نے فرمایا کہ میں کون اور میری رائے کیا؟ جو علماء و حضرات فیصلہ فرمائیں میں ان کا قیام ہوں۔“ (س ۱۵۷)

(۴) ”بھئی لوگ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ صرف ایک میں کچھ کارکن ہیں۔“

مولوی محمد زکریا بونجی نے بیان کیا کہ میں سال حضرت مولانا نے فرمایا میں بھی حضرت مولانا کے ساتھ تھا۔ حج سے فرار کے بعد حضرت مولانا آپ کے بعد میں تشریف فرما تھے مولوی محمد اسماعیل صاحب شکار پوری بھی جدہ میں آئے۔ مولوی صاحب نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس سفر میں اندھ پنچھ خاص بندوں کو دیکھا؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ۔

”مولوی صاحب: جو لوگ بھی دنیا میں رہیں ان سے کچھ بھی نہ کہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ صرف ایک میں کچھ کارکن ہیں۔“ مولوی صاحب نے کہا کہ بیش آپ کی رائے تھی کہ کچھ کام نہیں ہے آپ میرے سوال کا جواب دیجیے۔

حضرت نے فرمایا کہ اللہ کے چند آدمی کو دیکھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ان لوگوں کو کہتے ہیں ان حضرات ۱۲۰ نے فرمایا کہ ان کا قیام جو وقت اپنے رب کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کے ہوا پانی زکوٰۃ سے تیسرا ہے۔ وہی ہے۔

مولوی زکریا نے کہا حضرت مولانا میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جو شخص

مفید رہیں۔ ساتھ ہی تھے ظہیم بھی تھے اور اند نے ڈانہ بند — تھے۔

(س ۱۵۹، احوال قبائلیات ص ۷۰۳۵)

(۵) ”حضرت اقدس کی چورنی زندگی تو اشع و ناصیت کا عکس عکس تھی۔“

تو اشع و انکسادی کی حکیم ہر شے اپنے سر پہ بول کوڑتا تا بامریہ اپنی استعداد کی
بقدر اسے حاصل کرنا۔ حضرت اقدس کی چورنی زندگی تو اشع و ناصیت کا مکمل عکس
تھی۔ حضرت سہارا سید تاج محبوب و مروتی مایہ از دستہ نے ایک عجیب عنوان سے اس کی تصویر
اپنے صاحب کمال مرید و نائب کر کے دی تھی۔ حضرت اقدس کی زندگی تو اشع و ناصیت
کا عکس و تصویر بننے والی تھی، ایسا کہ ان پر ہوا ہے۔

فرماتے ہیں۔

”میں اپنے اعتقاد سے ساتھ تھا، ان کی خدمت میں صبح سے آٹھ بجے شرفی کا شہ
ہے۔ وہی حضرت صاحب نے دو لوگ حضرت کے خصوصی معتقد تھے۔ وہاں آجیہ ایسا
تبدیلی تھا جو زمین کی مثال میں دن رات سرگرداں رہتا تھا۔ اس نے جو سے سفر کئے تھے۔ پورا
بھر وہ نکل میں بونیاں ۳۱ ش میں خور و کس۔ یہ کمال رہا اور پوچھتا ہے کہ کہیں سے کیسے ہوا
لگ جاسے۔ حضرت صاحب ان سے پوچھتے رہے کہ کہاں کہاں کے سفر کئے ہیں اور وہ بتاتا
رہا۔ آخر میں حضرت صاحب نے یہی طریقہ نتیجہ کو فرمایا۔ ”معاذ اللہ بیٹے! کیسے سرکار ہے
کیونکہ یہ شخص خدا کی ذات میں شریک جزو چاہتا ہے۔ یہ صرف اس کی ذات ہے اور وہی ہے
یہ راستی ہے۔ وہو کسی کا حق نہیں، اسے مخلوق الہی کی صفات ہے، بندوں کو ظلم ہے کہ وہ سب
بندوں کی صفات ہیں۔ اور اسی سے مانیں۔ اس کو یہاں گرا خیاں ہے کہ مجھے انہی چیز ہاتھ
جئے کہ میں پھر کسی کا حق نہ رہوں اور لوگ میرے محتاج ہو جائیں۔ تو تو یہ وہ اللہ کی صفات
صہبت میں شریک بننا ہی ہوتا ہے۔ بندے کو حکم ہے کہ وہ نیچا پن اختیار کرے۔ یہ غامض خیال
اسنے دل میں نہ آئے کہ کوئی میرے تابع ہو جائیں۔ اتنی دنیا میرے پاس نہ کہ لوگ
میرے محتاج بن جائیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے۔“

جو ہادی باقی ہوئی ہے اس کو سب سے ہادی غوثی امت و امت پر ہوئی ہے کہ اس نے
 آئے آدمی اپنے آپ کو امت ہو کر جو صحیح رہتا ہے وہ اپنے آپ کو بندہ نہ کہ خدا کے بندہ
 امت سمجھتے ہیں اور عجز و حقیرانہ ہے اسی قدر انکی طاعت خدا کی امت متوجہ ہوتی ہے۔ مطیع
 و فرمانبردار ہونا بھی اس امت کی قدر دانی ہے۔ بندہ بھی ہادی کی امت ہے اور ہر وقت مطیع
 رہے۔ یہ سب معرفت الہی۔ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے جو کچھ ہو رہا ہے۔ سب اس کی طرف سے
 ہو رہے۔ انسان میں یہ فصلت پیدا ہو جائے کہ وہ خدا کے امت کی اور متبرکات ہو اسی پر
 فقیہ سب کام میں اسی پر ہمارا کمر ہے۔ یہ فصلت بندہ کی خدا کے امت نہ کہ ہے۔

(میں ۱۹۵۹ء کو ۱۰ جولائی سے ۱۳ اگست اور ۱۰ اگست سے ۱۳ اگست)

مناظر اسلام حضرت مولانا عبد الکریم صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی فتاویٰ میں۔
 مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شاہ (مولانا محمد یعقوب مجددی) صاحب روضۃ المومنین لکھنوی کی ہے
 نفسی کے واقعات بھی سناتے تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے کہنے پر محمد کی نماز پڑھائی
 سورۃ فاتحہ کے آخر میں بجائے قلہم ائیسر "غیر منسوسون" کے لفظ
 ائیسر "منسوسون" پڑھا دیا۔ مقتدیوں میں ایک صاحب بڑے سا دل و دل و جلد باز تھے۔ یہودی
 طریقہ سے سلام بھی نہیں پھیرا تھا کہ پکار کر کہا "صاحبو! لکھ جاؤ نماز دوبارہ ہو گئی۔" مولانا
 نے میری طرف دیکھا اور فرمایا "دوبارہ نماز پڑھاؤں؟" میں نے کہا کہ آپ ان باتوں کا
 پتہ نہیں لے سکتے کہ یہ بڑے بھولے آدمی ہیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا اپنے جلیل القدر عالم اور علم الفقہ کے معترف
 تھے لیکن بڑے ہی اورو تو ضلع کا یہ عالم تھا کہ یہ نہیں فرمایا کہ ہادی میں بھی کچھ پڑھا لکھا ہوں
 نماز ہو گئی۔ (برائے چراغ ج. ص ۳۲۲)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے واقعہ ت
(۱) "بے شکسی و ہند متی"۔

پھر آپ نے یہ کہہ کر جس عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے واقعہ کے لئے
آویں میں بھی ایک لکے نے لے بھی تو کتب میں یہ دو اپنی ذات ہاں و خیال کے لئے
بھی تھی اجریہ معاوضے کا حساب کارندہ ہوا یہ حساب تک کہ زندگی کے ہاں آخری اوقات
میں وہ چپ چاپ کراٹے لے ایک کچے مکان میں مقیم ہو گیا اور بھی پریشانی کی کہ اسے کوئی
درمیان نہ جبکہ مکان تھا اسے ہوا چائے کا لکھ لکھ کر وہ پیش و رو تیرہ سال تک حالت
مشغول کا ایک ہنگامہ پڑا۔

دو غیر معروف ذرا نہ تھا۔ بدامروں میں کے دل فرد عقیدت سے اس کے لیے
براہ تر پتے رہے۔ وہ اب جس عقیدہ میں بھی اسے شامانوں، بلکہ عقیدت مندوں کی گئی تھی
تو اس نے اپنے لیے زندگی کا جو سانچہ جو کر لیا تھا اس میں اس کی باتوں کے لیے کوئی جگہ نہ
تھی۔ اہل حق اپنی بہت سی اہل حق کی غلطیوں سے لے کر نکاتے رہتے ہیں۔ مگر خود بھی کوئی
میز نہیں لیتے۔ اور اگر اس ہوتے۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ طبعاً لکھنے کا پتہ نہیں تھا
انہی درمیان تھی۔ وہ اسی سلسلے پر جس طرح کاٹا اور مصلحتیں دیا کہ وہ اب اقتدار کو اپنی ہاتھ
پایہ مندوں پر بیٹھ کر بھی دیکھیں ان شایہ علی قیصر ہو اور اسی مقام کے وہ اب جملہ غرض
کیا گیا ہے

کر دو است اس واک پارویش سے وحید

بلیع مرستین جو کے رہا تھتے خورشید

(جمال کا نام رسول میرا)

توحید کی پرورش اشاعت اور سنت کی ترویج بھی جس وجہ سے اللہ ان کے انہوں نے حصہ
اس سے انکار نہیں کیا۔ مثلاً رسول کی نذر اکٹوں اور توحید نے اسرار و مروت کو اسکی میاں
سے بیان کرتے تھے جو نہ تھا۔ انہی کا حصہ تھا۔ اور وہ لکھتے تھے تو معلوم ہوئے تھا کہ

ہوا وہی قیام۔ حرف بھی قبول ہو گیا تو یہ بات ہو جاتی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کی امید تھوڑی
 کتنی ہوں۔ نہ کھانا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس نے سو آئیں وہ اٹھائیں نہ اور میاں سبلی
 اللہ تعالیٰ ہم سے بعد اس کو ان کا راز یہ ہے۔ لیکن میں یہ کہتے نہیں کہ اس کے اور کوئی عمل
 میرے سب سے نہیں۔ اس میں اس کے فضل و کرم کے سوا۔ یہی رہا ہوں۔"

(ماہنامہ تحریک نثریہ، شریعت، ستمبر ۱۹۷۰ء)

(۳) "شاہ جی اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے۔"

آپ نے بھی خاص شاعر و ملام کتاب محمد امین کی لائی صاحب مرحوم کو فرماتے

وقت آخر وہ نے یہ واقعہ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے کہہ کر سنا۔
 اللہ ان کے جسد میں شریک تھے۔ کھانے کے دسترخوان پر تھے تو اس وقت ایک
 نوروز میں پختی کو دیکھا اور وہی رحمت اللہ علیہ نے کہا کہ قہر بھی لکھا کہ لکھا۔ اس نے عرض کیا
 کہ میں تو پختی ہوں۔ شاہ جی نے دردمیڑ لپٹے میں فرمایا "انسان قہر ہو اور پختی تو لکھی
 ہے" یہ کہہ کر اٹھا، اچھے لباس کے ہتھوڑا کر ساتھ بٹھا لیا وہ بچہ۔ دیکھ کر کانپا تھا اور کبیر
 جا رہا تھا کہ جی نہیں تو پختی ہوں۔ شاہ جی رحمت اللہ علیہ نے خواجہ تھوڑے کچھ سے میں ہلکے
 اس کے منہ میں اسے دیا۔ اس کا کچھ کباب دور ہوا تو شاہ جی نے ایسے آواز سے کہ منہ میں
 ازل و ازل نے جب آدھ تو لکھا تو اس سے کام نہ لیا تو بقی آدھ کھا کھڑا اس طرح اس
 نے پانی دیا تو اس کا پیو پانی خود پی لیا۔

وقت گذر گیا وہ کھانے سے فارغ ہو کر غائب ہو گیا۔ اس پر وقت طاری تھی وہ خوب

روایات کی کیفیت ہی بدلتی تھی۔ عصر کے وقت اپنی نوجوان بیوی جس کی شہر میں ایک پختہ

ساتھ لیکر آیا اور شاہ جی اللہ کے لئے ہمیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیجئے اور میرا بیوی

اسلام لے آئے۔ (بقی رحمت اللہ کی، جنوری ۱۹۷۰ء)

مولانا سید حسین صاحب رحمۃ اللہ (مجاز صحبت خدیم الامت حضرت تھوڑے

ماجد ذالک رشتہ سے میرے پاس بھائی فقیہ شیخ احمد صاحب آکا یہ پیغام مجھے پہنچا کہ
بیٹائی سے گزروں گے ہامٹ میں خود فرماؤ گے حضرت کی خدمت میں ملاحظہ سے معذرت
ہوں کہ حضرت کی خدمت میں میری خدمت کا حال عرض کر کے درخواست کیا کہ میری
نیست مانا نہ قبول فرما کر مجھے بھی حضرت اپنے خدام میں شامل
فرمائیں! _____ میں نے ایک دن سب وقت چائے حضرت کی خدمت میں ان کا حال
عرض کیا کہ "ابنہ" تعلیم میں ملازم صاحب لڈل اسکول بیڑا ملے تھے اللہ کی توفیق سے اس زمانہ
نہیں بھی بہت دیر اور خوش اوقات تھے، ایک رات اپنا کف بطور کسی نامہ تکلیف بیان کی
بیٹائی چھٹی اور صبح صوم ہوا کہ کان پانی اتر آیا ہے بولہ جلان سمجھ چکا ہے۔ لہذا لکھنؤ سے
میں نے ہرجا ہوا اور میں میاں دقت کی نیت سے ان کے پاس گیا تو وہ بیمار ہو گئے اور انہ
قولی سے اس فیصلہ پر دل سے راضی ہیں بعد ان کو ایک درجہ میں اس خوشی سے کہ اب
میرے والدہ نے مجھے ایسا کر دیا کہ جو صرف سے تیس سو کے بس اس میں مشغول رہوں۔"

نجران کے جو قائل رشک اپنی حالات اور معمولات میرے علم میں آچے تھے وہ بھی میں نے
حضرت سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ بیٹائی کی مجبوری کی وجہ سے ہونٹوں میں سے
معدہ، تیسرا دن حضرت سے غائبانہ بیعت کی درخواست کرتے ہیں حضرت رحمت اللہ
علیہ پر ان کا حال سن کر رقت طاری ہو گئی اور ٹھوگر آواز میں فرمایا: "ان کا راجہ بہت اونچا ہے
مگر کہ آیت بندوں کو بیعت کرنے سے شرم آتی ہے انھیں اس کی ضرورت بھی نہیں آپ
میں جواب اٹھو لکھو یہاں۔"

حضرت نے اس وقت یہ بات کچھ اس طرح فرمائی کہ میں اس سے جدا ہونے نہیں کر سکا
اور غامض ہو گیا۔ چند عتبہ کے بعد حضرت نے خود مجھے طلب فرمایا اور رشاد فرمائی کہ "وہ
اللہ تعالیٰ سے بہت ہی اچھے بندے ہیں شاید انہی کا تعلق میری مغفرت کا نام ہے۔ وہ
جانتے آپ انھیں لکھیں کہ میں نے ان کا تعلق قبول کر لیا۔"

امداد میں حضرت نے اللہ علیہ کے کشف و کرامات کا بھی بار بار تجویز اور بلیغ چھانچہ میں

کی روانی کا ارتھام میں سرخسائی میں آئیں نہیں بھی ہوں۔ باوجود اہل تو جیہ نر یا وہ پڑھا نہیں، انجے جو کچھ
چاہتا تھا وہ بھی نہیں کیا۔ سب تو یہ بھی کھینچے چلے گئے اور کوئی اور لے جانا چاہتا ہے کوئی
رہتا تو یہ بھٹس اس کی ہر بات۔ بہتر چہرہ و اندکانا مریا مگر خود سنا اس نے ساتھ چند روز کا
کا نہ ماریوں نہیں لیتے کہ وہ مطلب میں جاؤ۔

یہ تقریر یہ بھی سادہ اور ٹرٹے ساتھ آسانی کی بعض صفت کی آنکھوں میں "سوا آگئے۔
سورہ لکھنوت پر ملی جاتے ہوئے مریوں بھی سے فرمایا کہ آپ کوک اہل م ہیں، آخر آپ
نے مجھے کیوں آتے کرو۔ در کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں، ایک ستر شدہ ام کو جو اپنی
حقیقت اور اہلیت سے کہہ نہ سکتے تھے، اس کا جو جواب دینا چاہتے تھے وہ عرض کیا گیا۔
۳۔ ایک مرتبہ آزادانہ سب نے گفتگو کا سبب کر کے ایک غزل کو جس کا مطلع تھا۔
یہ کیا تم ہے کہ آزاد تھے۔ جوتے ہوئے ہے میکہ میں بھی اور نکوت کام ہے

ساقی

یہ شعر سن کر فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو پائی بھی نہیں، یہ شعر تو شیخ الحدیث کو سنا، یہ دراصل
حضرت کا حال تھا جس میں کسی قسم کی مسکرت بینی کا دخل نہیں تھا، ابدیت اور وجد الی طور پر
اپنے کو نہال سے غارتی سمجھتے تھے اور اہل نظر کے نزدیک یہ مقام بزرگراستوں اور بزرگ
علوم و معارف سے ارفع ہے۔

۵۔ یہ نفس اور فطانت کا ایک واقعہ جو میرے نزدیک بیکروان عبادت اور صدا کرامات
سے بھی بلند اور بیش قیمت ہے یہ نفس کیا پاتا ہے، اس واقعہ سے اندازہ ہو گا کہ حضرت کی
طبیعت وقتی نہ نکرات و عبادت سے اس قدر غیر متاثر و متغیر ہوئی تھی اور آپ کا سر کی نفس ہے
نفس اور فطانت کے کس ادب پر پہنچتا تھا اور آپ کی طبیعت میں کس درجہ صفا رکی، یہ وہی
نوت اور حق شناسی تھی۔

وفات سے چھ چار ماہ قبل کا واقعہ ہے حضرت رمت اللہ علیہ کے اور خادم جو ساری عمر نہ نفاہ
کے کھانے و پینے کا ذمہ دار رہے اور اپنی ملازمت کے ان کی بیوی نے اپنے لڑکے کے

اور تیار نہیں تھا شاید آپ و یاد: ذکر حضرت کی خدمت میں ایک غلام بار بار آتا تھا وہ نہ
 نیک کبریٰ ہوتی تھی اور قینہ باندھے ہوئے فرمایا ہاں کچھ یاد آتا ہے۔ فرمایا میں اسی ہوں
 ۱۲۔ حضرت اپنی انتہائی تواضع کی ہی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نگاہوں میں نہایت
 چلے گئے اور ساری خصوصیات خداتعالیٰ حضرت کی خدمت میں پوری کی طرف نکلتی۔ وقتی
 جمعی میں یہ واقعہ پہلے بھی گزر چکا کہ اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے آفرام میں
 اپنے کپڑے بھی حضرت رائے پوری ثانی کو بے کرا دیئے تھے کہ اپنی حلقہ میں بکھترہ ہے لیکن
 غایت تواضع سے حضرت اپنے شیخ کے کپڑوں کو استعمال نہیں کرتے تھے، یہ پرتکرامامت بھی
 حضرت ہی کے سپرد تھی اس کا ایک قصہ خود بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ ہم پر پڑے ہوئے
 گیا ایک ہی جواز پہن رہا تھا اسی کو دھو کر پہن بیٹا، اس دن وہ گھر میں ڈراویں ہو چکی
 ، جمعہ کا وقت ہو گیا، بعد میں شیخ پڑھا کرتا حضرت میرے انتظار میں تھے جب نماز ہوا
 فرمایا مولا، کہوں رہ گئے تھے، میں نے سکھت کیا دو بارہ پھر دوبارہ فرمایا، میں نے
 سکھت کیا، دوبارہ اسرار سے پھر دوبارہ فرمایا تو عرض کیا حضرت کپڑے نہیں سوکے تھے
 اس لیے حاضر میں دیر ہوئی، حضرت نے غصہ سے فرمایا آپ کے پاس میرے کپڑے
 موجود نہیں ہیں انکو کیوں استعمال کرتے، کیا اذکار آگے لگاتے ہے، مجھے اس سے تکلیف
 ہوتی ہے۔ اس کے باوجود بھی حضرت کے کپڑے پہننے کی جرات نہ ہوئی۔

۱۳۔ اعلیٰ حضرت رائے پوری نے قولاً فعلاً اشارۃ حضرت رائے پوری ثانی کو ہم نظیر بنانا
 تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کی ایک صدی بعد کئی سال تک حضرت رائے پوری پہلی نے رائے پور
 کا قیام اختیار نہیں فرمایا، وہ دو پنجاب کے اسٹار اور دکان پر رہتے اور جب رائے پور
 کی زیارت کا اشتیاق غالب ہو تو بیٹ صاحبہ الحاج شہزادہ نسیم صاحب مرحوم نے
 -کلاں پر چند روز قیام کرتے اور شاید صاحب کی گاڑی میں اور کبھی پیچہ دو زانہ چاہتے اور
 واپس آ جاتے کہ کسی ویڈیو پر نہ ہو کہ مولا اپنے نو لکھی نصیحتیں سمجھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے وصال کے قریب چوبیسویں صدی قبل مسیح کی زمین میں

یوں کہ اسے متصل تھی ایک مکان پر، سینے پر، بائیں تھ، اعلیٰ حضرت نے قدس سرہ نے احوال سے بعد صاحب پورہ جی صاحب نے صاحب دہشتہ مکان پر، ۱۰۰۰ روپے قعہ ۱۱۱۱ کے فرمایا کر میں سے لیے مکان کی ضرورت تھیں، میں سے یہ تو صرف ایک چھوٹا سا قعہ دیکھ کر پڑوسی صاحب اعلیٰ حضرت کی بیست تھی اس لیے مولانا نے ایک قعہ خریدتے بھوکا ایک دیکھ کر، ان کا یہ ایک سو پوری اس کی اندر ایک سو دو دروازوں صاحب ایک ایک چار دیکھ کر، ایک سو دو چار ایک ایک تھی، اسے پوری پالی کی تھ، وہ اس کے سے مشہور ہے۔

۱۰۔ یہ قعہ اس کے سے لے کر میں صاحب اعلیٰ حضرت سے پڑوسی نور الدین قعہ کا قیام بھی مدنیہ پاک میں تھی حضرت رائے پوری قدس سرہ دیکھا وہ اس وقت امتحان میں سے حضرت سہارنوی کی خدمت میں دروازوں پر دو دروازے تھے، آج بھی قعہ میں ایک سو ہے۔ اس قعہ اس سے اتنا صاحب نہیں ہو رہے تھے، اسے پوری سے لے کر تھے، تھوڑے کچھ اور قعہ اور حضرت رائے پوری کی قیام تھا، کہ ان کے متعلقین حضرت سے پڑوسی کی خدمت میں اس وقت اجتماعت میں یہاں نہیں حاضر ہوتے۔

۱۱۔ ایک دفعہ حضرت نے ارشاد فرمایا میں اپنے حضرت کی تعریف اس کے نہیں کر سکتا۔ اس میں بھی جیسی تعریف ہے وہ نہ ہو، اسے حضرت تصوف نے، ہم تھے، اور تو کہہ نہیں سکتے، اچھا، نہایت اچھا جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرت کی خدمت میں رہا، ان سب قعہ میں میں نے کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے نہیں سنا، اس میں اپنی تعریف کی تو نہیں آتی تھی۔

۱۲۔ حضرت رائے پوری نور الدین قعہ کی قسم بیستہ سو بیستہ ہی نمایاں تھی کہ موعود انہوں میں بھی جس کسی کا ذکر ہو حضرت نے ہاں ہوتا تھا، وقت یا تو وہاں ہوتا تھا، ایک مرتبہ اپنے شیخ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان کے زبانوں میں سے میں نے یہاں آپ کا ذکر نہیں ہوتا تو معلوم ہوتا کہ کسی شیخ وقت کا ذکر نہ ہو رہا ہے۔

ایک مرتبہ کوئی شخص تھوڑے بھون سے ناراض ہو کر آئے تھے، حضرت نے اس کے سب کوئی

کے ساتھ وہاں کا مذاکرہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت تقی اللہ صبرؒ۔ بھی شیخ ہیں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

حضرت مولانا محمد امجد علیؒ کے ساتھ محبت و مشیت ہے، التزام و امانت اور غیر معمولی شجاعت ہے۔ ان کا دنیا پر وہابی ہے۔ جس مجلس میں مولانا کا کوئی کاغذ یا مخالفہ نہ لگا وہاں اور نہ وہ بیٹھیں گے۔ ساتھ ان کے فاضل و سناٹا بیٹھ جاتے اور ان کے غلوں و تقبویات کا اعلان فرماتے۔ ایک مرتبہ مجلس میں مولانا کے سامنے ایک سیاق مسئلہ اوردان نے سیاسی امور کے پانچوں اعتراض کیا تو فرمایا کہ:۔ مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ان کے منوں میں ہی مرنے کی طرف ان سے مدد فرماتا اور ان کی دینی دینی حد تکس انجام دیتا۔

حضرت مولانا محمد امجد علیؒ صاحب کا تعلق ہائی تعلیمات صحیحی نے ملت سے بہت متعلقہ تھے کبھی ”حضرت دہلوی کے روز اور حضرت کاکا صاحبؒ کے اپنے خط امجد بہت کاغذیہ و استہرام سے ملتا تھا حضرت مولانا سے میں یہ سیکھتا رہتا تھا اور خود بھی جڑ سے استہرام کے ساتھ کلام الدین تشریف سے دے اور دینی کی روزیہ مفرماتے۔ (آپ جی جلد ۳ ص ۲۹۹، ۲۹۸) عزیز ”چھپر کا مکان جو تو اور بھی جی خوش ہوتا۔“

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے ہمارے صاحب برکت صاحب نے ایک مکان تیار کیا اور ان پر ایک کمرہ حضرت شاد سید القادر صاحبؒ کی پوری رہنمائی کے لئے تیار کر دیا اور حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے کمرہ چھپر لکھیا ہے۔ جب کہ شریف انیس کے یہاں ہر پینچے پر حضرت مولانا صاحبؒ کے جواب میں لکھا کہ ”جی خوش ہو اور اگر چھپر کا مکان جو تیار بھی جی خوش ہو گا کہ ہر سات میں ایک کمرہ میں بیٹھا آدھ گھنٹے میں جاتے ہیں حضرت مولانا صاحبؒ کے لئے یہاں چھپر۔“

5:- ”یہ مجلس برآں اپنی نفی میں مشغول ہے۔“

ارشاد فرمایا کہ مولانا صاحبؒ نے دعائی صاحب سے ”ان کے کسی بے تکلف دوست نے کہا، ابھی صاحب نے بیعت تھے کہ تم کسی سے بیعت نہیں“ فرمایا ہاں میں حضرت مولانا صاحبؒ نے

سے نکالتے ہیں۔ اور حضرت رابعہؓ کو بھی امر اللہ ہی نہیں جس کے دھرم سے
مطابق ہے۔ لیکن ان کے لئے اس کے احوال اور قیام و مکہ میں رہنے کے لئے جو وہ قولی
تھے وہ کمال سے اچھے تھے۔ ان سے چار سو سال پہلے سے پہنچنے کے لئے ایک روز
پہلے ان کے لئے کہتے تھے کہ وہ اپنا مکان ایسا اعلان میں سے لے لیں جس جگہ وہ یہ
شخصیت نے اپنی کئی میں "مجلس" ہے۔ جس کا ذکر میں بلکہ نہیں جانتی کہ چار سو سال پہلے
بھی اتر پڑا ہے۔ (فتاویٰ فقہیہ، ج ۱ ص ۱۰ ص ۸۹)

6۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
تھا۔ انھوں نے جس کا قریب ہے۔

قریباً ۱۰۰۰ سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رابعہؓ کی خانقاہ کے قریب
محمد الیاس صاحب نے یہ خانقاہ بنائی جس میں قرآن کی احکامات اور قولی اور
حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ درمیان میں یہاں اختلاف ہے۔ اس پر مولانا الیاس صاحب نے فرمایا
ہے کہ قرآن کی خانقاہوں میں یہاں بھی نہیں کی کہ یہاں سے اس کے قریب ہی ہے۔ یہ خانقاہ
بھی رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔

اس سے بعد حضرت رابعہؓ کی خانقاہ کے قریب ایک خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ
حضرت تھانویؒ کی خانقاہ ہے۔ اس میں ایک خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
سے خانقاہ کے پاس ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
ہو کہ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
ہے جس کو کہتے ہیں۔

ایک خانقاہ ہے حضرت تھانویؒ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
سے یہاں سے حضرت تھانویؒ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
معلوم ہے کہ یہاں سے حضرت تھانویؒ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔ یہاں سے حضرت رابعہؓ کی خانقاہ
میں خود رابعہؓ کی خانقاہ ہے۔

حضرت کا یہ مقولہ یہاں مبار پور پہنچا اس وقت تک دونوں حضرات اب تو ایسا چلتے تھے ہم سے تکلیف پہنچے نہ پانی ملے گا نہ ہم تکلیف پہنچائے کسی جا رہے ہیں، آخر بچوں کو بڑے گود میں لیٹے ہیں تو وہ ان پر میٹھا بھنی کر دیتے ہیں، سر حضرت کے نیچے ہیں۔" چنانچہ تھانہ بھون میں گئے، جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی کہ فلاں و فلاں آ رہے ہیں تو مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی اپنی جگہ اٹھے سب اپنی جگہ بیٹھ رہیں، میرا اللہ سب کا اٹھنا شروع ہو گا، چنانچہ حضرت اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازہ پر تشریف لائے، ملاقات کی، معائنہ کیا اور ساتھ لیا کر اپنی منہ پر بیٹھایا، کچھ دیر سوکھت رہا کوئی کچھ نہیں بولا، آخر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتداء فرمائی کہ بڑے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے، جس میں حضرت شمس الدین رسل اللہ کی وفات کے بعد ان کو اپنا بزرگ تصور کرتے ہوئے ایک مرتبہ رات پور حاضر ہوا، اس کے بعد وہاں جا کر بہت دیر نہیں ہوئی وہاں آپ کو، کھانا دیکھ کر پڑتا، حضرت رات پوری، رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ انہی تھکی جس کے باعث مجھ پر انہی تشریف نہیں لے سکے، فرمایا انہوں نے میرے ساتھ حاملہ میری حیض سے بہت دن بچا کیا، لیکن بدداشت کر کے مشکل ہو گیا، تاہم رات دیکھ کر دیکھا، کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی، میں نے دیکھا کہ کوئی صاحب میری چوڑائی کے قریب کھڑے ہیں، معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب ہیں۔ میں سمجھا کہ اچھا۔ حضرت آیات ہے؟

فرمایا کہ یہاں کے دُک ایسے ہی بے سیدہ ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی چلے در پر کی آہٹ سے آپ کی خیر اچانک ہو جائے، میں نے کہا کہ حضرت! میرا آقا تو بس قسم ہوا، اس کے بعد نہیں کیا، مگر اس وقت وہاں آپ کو دیکھنا یا نہیں پڑتا۔ حضرت رات پوری، رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے ان حالت یہ دیکھنے شروع ہو گئیں، آپ کو خیال ہو گا ایک شخص آگئی آستینوں کمری اور ٹخنوں تک پہنچا رہے ہوئے، مہمانوں کے لیے چار پائی بچھاتا تھا، سبز بچھاتا تھا، ہاتھ دھلاتا تھا، دسترخوان بچھاتا اور کھانا لاتا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے غور کر کے فرمایا

کہ مان اس میں ایک آدمی پنجابی شکل کو تھا تو سبھی دعویٰ کیا حضرت محمد بنی مہدی
تھا حضرت قاضی نے اسے اللہ سے فرمایا

جو کہ خدمت لراہ محمد و محمد باشد

پھر اسب وہاں سے چلے گئے تو حضرت قاضی نے محمد اللہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر حضرت
کی وجہ سے اللہ دارا شکل جو رہا تھا حضرت را پوری نے بغل میں مانتھو ال کر لیا۔ اس
پر حضرت قاضی نے اسے بڑا عجیب و غریب جملہ فرمایا کہ "تو بھی خیالی دین بھول ہے
ہاں۔" (معتقدات فقیر امت جلد 1 حصہ راجح ص 74، 72)

(اس واقعہ میں اعلیٰ حضرت را پوری، حکیم الامت حضرت قاضی، حضرت مولانا محمد الیاس
صاحب اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب را پوری رحمہ اللہ چاروں بزرگوں کی بے شکسی
و قنیت وضع ہے۔ مرتبہ)

عارف باللہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھونپوری رحمہ اللہ نے فرماتے

۱۔ حضرت دالان سارہی نے

آپ کے شاگرد صاحب حضرت اقدس مولانا شاد حکیم محمد اختر صاحب

کے حکم پر اسے توجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

حضرت اقدس پھونپوری کی مراد کے متعلق خود حضرت حکیم الامت مولانا قاضی نے فرماتے
اللہ صاحب یہ کمالیہ مطلقاً زباناً نقل کرتا ہوں:

نقل ملفوظ مطلقاً سے حسن اعجاز ص 83.

فرمایا (یعنی حضرت حکیم الامت قاضی نے مولوی عبد الغنی صاحب، شاہ اللہ
چاندی آدمی ہیں: کے مستعد ہیں۔ سلوان آدمی ہیں پھر ملکی کول بدامعہ وضع سے مطلق نہیں
معلوم ہوتا کہ یہ کچھ بھی ہیں یا کہ کچھ اتر ہے) ذکر عجیب چیز ہے۔

سب اسلحہ اس سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مولوی عبد الغنی کس قدر سادے ہیں کہ یہ بھی نہیں
معلوم ہوتا کہ یہ بڑے حد تک بھی ہیں۔ ذکر بدست کو تو بھگوان اسی رہا ہے۔

تعالیٰ شہادت اللہ سے لڑا اور آپ وصال مرگتے فرما گئیں۔ اہل بیت یہ نصیحت دانا کار و بہت حق تعالیٰ
 توبہ اور دعا ہے خصوصاً ان لوگوں کے حقوق کی وادائیگی کے لئے جس میں (جن میں بہت اہم
 آئینی ہستی ہے) بشکل اس دوسرے اہل کمال سے اس نے فروغ کی صورت اختیار لی اور
 اندر سے مرحوم انکوار۔ چاہتے تھے۔ آپ کا بہت ہی احسان ہو گا کہ آپ اپنے ان خصوص
 اوقات میں میرے لئے رہا۔ اس بار۔ میں اللہ رب العزت سے کڑا نذر اکرل پاتی ہوں کہ
 حق تعالیٰ شانہ میرے لئے حق جی ہی و مرحوم شہاد کے دروازے کھول دے اور صوبوں
 میں باسیرت و عمل کی توفیق بخشیں جس میں اہل بد و غیر سے اس کام میں پوری طرح حجت ہو
 سکوں اور ان کی توجہات سے یہ کام سر نہ اور میری کٹھنوں کے اندر ہو کر چلا کر ہر نفع یافتہ
 نہ ہو جائے۔ آپ کا دل ہا۔ بالآخر بیٹھا کچھ مٹنے کی بات سے نہ پائی۔ دو بار دو بار چھوڑ دیا۔ آپ نے
 حقوق کی وادائیگی سے پر۔ میں جو ایسی حجاب بنی۔ آپ نے کھینے درخواست بھی اس دن سے
 کروں۔ جوائے پورے۔ تو پھر سیکھی نہیں اور اس سے کچھ ہوتا نہیں۔ فقیر نے اپنے
 پردوں کو چاک کر لیا۔ ہر شب پڑا کس طرح اسٹنڈ پر لے۔ علاج پر اہل نصیرت اور اہل فہم
 و رائے مطلع نہ ہونے اور غوطہ ہونے تو ان کا اختیار اور اختراع تو نہ داعیہ ظہیر حافظہ استوار
 فراموش حضرت۔ و ایسی ہمیں مشکل راہ ہو سکتے ہیں جناب، کی کی تھریف آدمی کے خیال
 سے بھی بڑی مسرت ہوئی اس ان تو اپنے کام اہل سے کریں ہم جیسے بے دل کیا کریں محبت
 آپ کی اپنے دل میں نہ۔ نہیں تو پھر مرنے کے بعد کے سہارے کے لئے یہ چیز ہے۔ آپ
 کے دل میں اپنی بہت و بہت ہی مبارک دیکھتا ہوں حق تعالیٰ شانہ چاہتوں کے لئے ترقیات
 کا دروازہ کھولیں۔
 بندہ و کچھ یوسف

2: کسی سے استفادہ کرنے میں بھی حجاب نہیں ہوا۔

مولا حجتی۔ لکے یہ جو رائے طرہ نشانی نے استفادہ کرنے میں حجاب نہیں ہوا
 انیسویں اپنی مشہور کتاب "دینا و اصلاح" لکھتی شریعہ کی تو انہیں بھی بھی پس و پیش نہ پ
 کر کسی اہل غم کے سامنے اس کتاب کو پیش کریں اور انہیں اصلاح کے طالب ہوں یہ وہی

مخلص آزمائش سے گزرے گا۔ یہ آزمائش اس کے لیے ہے کہ وہ اپنے ایمان کو ثابت کرے۔ اگر وہ اس آزمائش سے گزرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے نوازا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

یہاں ایک کتاب لکھا ہے کہ حالات یہ تھے۔ میں آپ کے اس دور میں تھا۔ یہ وہاں سے
اولیٰ و ثانی کو لکھ کر رہتے ہوئے انکی رہنمائی کرتا تھا۔ اس سے پہلی قانونیت جو بنی تھی کہ
شرعیہ کو اپنی جہتی و اس سے مراد جہتی کہ اس نے اپنی جہتی کو اپنی جہتی سے دیکھ کر
ان کے اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

3 "میں نے تمہارے لیے اور تمہارے سہم والوں کے لیے دعا کی۔"

پنج و شش سالہ بچوں کے لئے

مٹھی اس وقت تک چھو رہا تھا کہ اسے ساتھ لے جی وقت تک یہاں بیٹھ رہا تھا۔ جب مٹھی سے باہر نکلے تو حضرت مولانا بھی اس کے پاؤں روک کر آئے۔ اور جب مٹھی نے رخصت ہونے کے لئے آگھر سے روانہ ہونے پر اسے دعا پڑھا اور وہاں سے مٹھی کو لے کر فرمایا "مٹھی جی! اب اس لیے اور تمہارے گھر لوگوں کے لیے دعا کرتا ہوں۔"

4 "مجھے تو ابھی تک چھ نمبر نہیں آئے۔"

[illegible]

5 "اس بات کی کہ انہوں نے کاغذات و خط و کتابت پارہا میں"

[illegible]

ایک سب سے پہلی صورت میں دیکھیں کہ وہی چھوٹی سی بچی ابھی میں نے اپنے سے
بڑی لڑکی میں سے دیکھی ہے۔ یہ وہی ہے جو اپنے ہم کلاس کے ایک بڑے بچے کے ساتھ
وہاں اب تک رہا ہے۔

6. کئی دنوں تک مہمانوں اور گھر والوں کی نجاست اٹھا کر چٹاں میں بچھتے رہے۔

خود سے غرضی، اور رخصتی کا چاہنا ان کے اندر ہے۔ پھر یہ تھا کہ اس طائر
میں وہ دونوں ہی دونوں خدائے نے نہیں تھے۔ انھیں کسی جہت میں کرمات
عام نہ تھیں۔ ان کے چلنے کا سبب اور پہلے نظام سے کمر سمجھتا ہے۔ لیکن وہ ان کے
خود کا وہ ہے جو ان میں نہیں ہے۔

[illegible]

کیا باہشتی کلاس مدینہ میں مبتلا رہے۔ تہذیبی ترقی کے لیے ان کی سبھی ضرورتوں کو پورا کیا گیا۔ ان کو تعلیم، روزگار، اور سب سے زیادہ اہم، صحت کی نگہداشت کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ ان کے لیے طبی مراکز، دواخانے، اور طبی کونسلیں قائم کی گئیں۔ ان کے لیے ان کی سبھی ضرورتوں کو پورا کیا گیا۔ ان کو تعلیم، روزگار، اور سب سے زیادہ اہم، صحت کی نگہداشت کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ ان کے لیے ان کی سبھی ضرورتوں کو پورا کیا گیا۔ ان کو تعلیم، روزگار، اور سب سے زیادہ اہم، صحت کی نگہداشت کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔

الزمن: ٢٨٠: ٢٨٤

مذہب کے تحت سے تو ان مہذبہ الحقیقی سے جب کائنات پوری رہے نہ ہوئے واقعہ سے

کا وقت میرا بہت قریب ہے زندگی نعمتوں سے مالا مال ہے آخرت کا جوئی خوش رہیں نہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی مہربانی میں مشغول کرے۔ اسے اور دنیا کی سب چیزیں بخوبی سے نصرت دے۔ اور بقید چند روز زندگی تمام اور اطمینان اور اپنی مہربانی میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

اللہ اللہ! حضرت کا یہ اونچا مقام اور یہ مسلسل دینی خدمات اور بھرپور دینی کام یہاں محض (جسے مردان حق ایضاً 1 ص 983)

2: طلب پر شفقت۔ مولانا محمد اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا طلب سے باب کی طرح شفقت فرماتے ان کی ضروریات و حاجت کا خیال رکھتے طلب کے ساتھ بہت تواضع اور انعام دیکھیں آتے۔

مولانا محمد اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں

”حضرت کی زندگی میں تواضع اور طلب سے شفقت دیکھی جو اور نہیں بہت کم دیکھی۔ ایسے دفعہ حضرت سے پاس دربارہ (جامعہ اسلامیہ اوزبک) کے چھوٹے طالب علم آئے۔ وہ مدرس کے مہتمم صاحب کے پاس کوئی درخواست لے جا رہے تھے اور حضرت مولانا نے اس پر کوئی فیصلہ لینا چاہتے تھے۔ جب یہ بچے کمرہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ جاسٹے چارپائی ٹھان لی تھی۔ حضرت کو طلب علموں نے سراہ لیا۔ حضرت نے سلام دعا جواب دینے کے بعد ان سے ڈاکیومنٹ چارپائی پر بیٹھ کر باخبرہ نہیں بیٹھے تو حضرت بھی چارپائے اتر کر نیچے بورڈ پر فریڈ پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر طلب سے شفقت آجیڑ میں میٹھی ہوئے کہ یا خدمت ہے۔ یہ حضرت کی بیحد مہربانی تھی کہ جب بھی کوئی ان کے پاس آتا تو حضرت اُتر چارپائی پر بیٹھتے تو نیچے اتر جاتے اور آئے واپس سے ٹھکانا دہانے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت ٹیکہ لگائے ہوئے کسی سے ٹھکانا فرماتے ہوں۔ یا کوئی نیچے بیٹھا ہو اور حضرت اوپر چارپائی پر بیٹھے ہوں۔“

(مکملہ ۱۰، ۱۱ ص 986)

۳. شانِ آواضع۔

آپ جاننا چاہئے کہ یہودی کلمہ و تفسیر سے ”اور نہ تو کہو“ سے تصور کیجئے۔ ۱۱۰۰
محمد یوحنا صاحب بنوری کی ترمیم فرماتے ہیں
عمر، فضل و ورثہ اس کی ہے، تاہم انصاور تو وضع کیا، مٹی کی مٹی، مٹی کی مٹی ایسا نہ کہ
راستہ تھی۔

مولانا سید محمد ابراہیم صاحب قمبر ترمیم فرماتے ہیں۔

”اس سے مولانا کا بھی اور مولانا کے دوستوں کی طرح کہنے کا ہے۔ اس کی تفسیر
کیا کرتے تھے اور نہ صرف اسی بلکہ یقین کامل اور نور پر مبنی جو وہ تفسیر کی تھی اس کی اور
شے سے پسند فرماتے تھے غرضیکہ اس طبقہ سے ان کا وہی تعلق نہ تھا جو
اس کی فی الواقع پریشان کسی کا دامن پیاں
عمر کو کوئی تماشہ بناتے پچھتے

”

حضرت مولانا کی طبعی تواضع میں قطع و تکلف نہ تھا اس لئے ہوا مستحب یہ تھی اور طبعی و عادی
تو مجمع میں دعاوت نہ بن سکتی۔ اس وقت حضرت مولانا مکی ہوا معلوم ہے ایسے مصروفیت یہ تھا
تھے اس وقت کے، اس وقت کے امور و اوقات کا سبق پہنچا رہے۔

1۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ عید الفصحی کے موقع پر آپ نے مولانا صاحب نے حضرت احمد
اسحاق صاحب کو مولانا سید محمد علی صاحب احمد سے برہنہ نماز اسی بار میں ملاحظہ ہو سید محمد
قریبی نے انھیں سر میں شلوں تھے ایک سہارے کی بنا پر مجھے حضرت احمد سے قدامت صاحب
حضرت احمد سے قدامت سہارے پر چھپ گئے ایک فرمایا۔ میں حضرت احمد سے قدامت صاحب
اصلی دار میری انھوں نے یہ لکھا کہ حضرت احمد صاحب کے پاس رہا ہے جس میں احمد
احمد اپنا وہاں سے مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ
لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ
لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ مولانا صاحب نے لکھا کہ

یہ تھے میرے بعد جمع قیام رہے ہوئے۔ حضرت صاحب ہدایت خدائے مہربان پر بھی وقتوں کی باتیں ہوتی تھیں۔ وہی صاحب الیقینی ہوتے درجہ شرف تھے تو غلط بات نہ کہ بعد پھر خاموشی جاری رہی۔ بعد پھر وہاں رہنے میں درجہ شرف کی جرات نہ ہونے کی وجہ سے خاموشی کا تسلسل رہتا تھا۔ اس پر، اہل علم و اہل علمیں صاحب مجھے کہتے کہ تم کچھ کچھ شروں کرنا تاکہ میں تم سے بات کر سکوں۔ افسوس کہانی انہوں نے یہی حالت دی۔ آخر حضرت نے جواب دیا کہ میں نے تو تقریریں جمادی ہی نہیں رکھتے۔ وہاں کار کیا رہا۔ یہاں آؤں اور وہی درجہ شرف میں وہ اوقات۔ برکت تھے جو ان کی تقریروں میں نظر نہ آتے۔ جمع ان بہت زیادہ تھا۔ چاہے تا اور اور ان کا کام نہ تھا۔ چاہے چاہے اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے جہان کے ہوتے۔ اس قدر اپنی نے موقع پر حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب نے حضرت مولانا اعجاز میں چاہنے کی وجہ سے انہیں مقرر کیا۔ دارالعلوم کراچی میں دسب حضرت نے حضرت مولانا سے فرمایا کہ حضرت یہ سب آپ کے مولانا تھے۔ اتفاق میں۔ حضرت نے صاف انکار فرمایا کہ میں تقریر نہیں کر سکتا۔ حضرت مفتی صاحب نے ان الفاظ سے حضرت مولانا کے سامنے اور اہل علم و اہل علم کا اہل علم اور حضرت مولانا کو خراج تہنیت پیش فرمایا کہ۔

”حضرت خدائی کے اقتدار کے بعد ہم سب میں تقیہ آیا رہا۔ نہ کہ حالت سے متاثر ہونے اور حضرت مولانا کو کہہ کر کہ آپ میں کوئی تقیہ نہیں آیا“۔ حضرت مفتی صاحب نے ان تہنیتی کلمات میں ان حضرت مولانا کی چودہویں اور انہیں صاحب نے ان الفاظ سے انہیں خبر آئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر حضرت مولانا غریب دہلوی صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے خبر لے کر کہے ہوئے سے قبل حضرت مولانا کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں کیا عرض کروں۔ مولانا نے اشارہ کیا کہ مفتی صاحب نے جو عرض فرمایا ہے اس کی توبہ کریں۔ مگر حضرت غریب دہلوی نے فرمایا کہ حضرت کے وہ صاف بیان فرما۔ جو ہم نے بھی سنے بھی نہ تھے۔ بلکہ ان کے یہ بھی

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی نے جس اذہبیعت ہی حضرت مولانا کو خلافت عظامیٰ تھی۔ اسے تقییب کے دوران حضرت کے چچ ویراۃ رشتی انجمن صنف نظر آ رہے تھے۔ جب حضرت عظمیٰ بیٹے سے آموغان نے فرمایا کہ آپ اذہب میں نے ترویج کے لئے کیا تھا آپ سے اجازت ترویج کے نام سے شروع کر لی یہ تھا حضرت کا خیال تھا۔

مگر ان کمالات کو اپنے اظہار دینا اور ایسا کامی اور نمائش کی بالکل کوئی ضرورت نہیں۔ عظامیہ عوام سبامہ پور جیسے واقعہ اسلامی مدرسے کے صدر مدرس حضرت تھانوی — مجاز حقیقت حضرت عظامیہ انور شاہ صاحب کشمیری کے شاگرد اور تیلوال علماء کے استاذ ہونے کے باوجود مولانا کی زندگی عظیمہ سادہ دہان کی جاسکے۔ ہائش بہت معمولی ادوات کی پوری زندگی اسباب واسوال سے ڈھائی تھی۔ چنانچہ ہنسنا بیٹھنا۔ معمولی برتنوں میں اچھا پینا اور توکل وسادگی مگر اذہب مولانا معمولی تھا مولانا کے نزدیک یہ زندگی ایک قیام گاہ اور ایک منزل نہیں تھی بلکہ ایک راستہ اور رہ گئے تھی اور ان کے انداز و اطوار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت سخی کے ساتھ اس راستہ اور شاہ سے گزر رہے تھے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔

”ایک دفعہ مسجد کی عید گاہ میں نماز پڑھنے کا قفسہ ہر پیش ہوا۔ بہاری ہستی بیہودگی میں عید کی نماز مسجد میں ہوتی تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ لوگوں کو فرمادیں تو عید گاہ میں ایک جگہ نماز کیا کریں گے۔ فرمایا کہ یہی بات کون مانتا ہے۔ میں نے کہا حضرت واقعی شان معلوم نہیں بہت اسرار پر فرمایا کہ بہت اچھا۔ مولانا عبد الشکور صاحب اور حضرات نے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ عید الرحمن بھی سہہ لئے۔ وہ فرمایا کہ میں خوش ہو گا۔ چنانچہ مسئلہ سالی ہو گا۔ حضرت کا فرمان تھا کہ سب سے مان لیا اس کے بعد عید گاہ میں اہستہ کا مسئلہ تھا۔ یہ تکرار اند میں یہ ایک اہستہ کا فرمان تھا ہے اس مسئلہ کا میں نے حل پیش کیا کہ حضرت عید کی نماز پر حائش مکرر انکار کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے اہستہ نہیں ہوتی میں نے عرض کیا کہ بغیر آپ کی اہستہ سے اور کسی پر اتفاق ہو

کرم ہوں۔ اپنی اصلاح و فطرت ہی کی خدمت پر راضی ہوں، جسے ہر لمحہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کو خدمتِ بے ہمت میں چاہتہ ہے کہ اپنی زندگی کا پورا حصہ اخلاقیات کی خدمت و فطرت میں صرف کر دے تاکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کی رست میں رہنے کی رست سے حق تعالیٰ مسلمان فرمادیں۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا:
 "یہ آپچھ مسلمان ہیں۔ ہر ایک ائمہ جلیلہ تعالیٰ۔ اور نہ میں تو ایک بدکار و مشافقت انسان ہوں۔ ہر مسلمان کے لئے یہ بھی کہیں نہیں ہوں۔"
 مولانا محمد سید تقی صاحب ازبکستانی نے تحریر فرمایا: جیسا

حضرت مولانا نے فرمایا تھا: "اپنے نفس کی اصلاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں اور ساتھ ساتھ روحانی اصلاح بھی لیوں۔" یہ حضرت نے تحریر فرمایا کہ مجھ جیسے کوئی کلمت ہی کی اصلاح سے کبھی برتنقی ہے۔ تم کسی قبیح کلمت کی طرف رجوع نہ کرو، لیکن میرے اصلاح پر آپ اصلاح سے تعلق و قبول فرمائیے۔

اپنے اسراف میں دلالت مولانا محمد تقی صاحب نے فرمائی کہ حضرت شیخ الحداد مولانا محمد علی دہلوی نے فرمائی تھی کہ مولانا عاشق الہی سے حسب سیرت محمدیہ و مہد علیہ السلام۔ یہ تذکرہ درشرحہ "میں حضرت شیخ الحداد علیہ السلام مولانا محمد علی دہلوی سے حسب مہد علیہ السلام کے بارے میں فرماتے

تھے کہ "نفس اور ذوالنفع کا مقصد آپ نے خود مقدم پر نہ لیا، ورنہ اس سے حاصل ہوتا ہے وہی ہر

چیز سے لینے سے ہوتا ہے۔ وہی ہر چیز پر ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے ہر ایک کو ہر ایک کی

چیز ان میں پہنچا ہے۔ تعلیم اور تربیت بھی نہیں رہتا۔" (۱۹۸۴-۱۹۸۵)

حضرت مفتی سعید احمد صاحب (مفتی مظاہر علوم سہارنپور) کی تواضع و فتائیت۔

جامع الکلمات ہونے کے باوجود اپنے شاگردوں سے بیعت ہوئے۔

آپ دھڑے پلیر "اوستہ" تھے، ولی اللہ اللہ نے مجاز صحبت سے، آپ ہمہ فضا میں یگانہ روزگار تھے، اہمیت نہ صرف تھی، بلکہ برقی میں نال حاصل تھا، اس کے باوجود آپ تواضع و کسر کا پیکر تھے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت سلیم ایاز صاحب تھانوی بدرائے کی اوقات کے بعد آپ نے اپنے ہی عزیز رشید حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن شہدائی دہلوی (ضیاء المجاہدین) سے "واللہ" سے رجوع کیا، اور مجازیت قرار پائی۔

سابقہ ائمہ کی بریں، آثار میں اور فقہ و حدیث کی خدمات میں مصروف رہتے اور آخر دم تک چار سو مثنیٰ (۱۰۰) جلدیں (۱۰۰) کے مثنیٰ (۱۰۰) جلدیں اور عربیوں کا بیان ہم حدیث و فقہ کے آپ سے سب فیض کیا اور ہنگاموں، ماکان، طریقہ سے آپ سے روایتی فیض حاصل کیا۔

مفتی رشید احمد صاحب دہلوی اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن شہدائی دہلوی سے تشریف لائے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نے تھانوی، مولانا مجاز صحبت حضرت حکیم "اوستہ" تھانوی و شیخ احمد رضا صاحب دہلوی سے علم حاصل کیا، انہی سے "آداب و فرائض" تلمذ اور بعض امور پر خدمت قدم میں رہنے کی سعادت حاصل کی ہے، آپ میرے شیخ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن شہدائی دہلوی سے تشریف لائے، انہوں نے کئی سال تک حضرت مفتی صاحب سے علم حاصل کیا اور انکو وراثت میں لیا، مولانا صاحب نے ان سے اپنے دامن میں حضرت مفتی صاحب سے "واللہ" سے رجوع کیا۔

حضرت مفتی صاحب دہلوی نے اہمیت و کثرت، علم، اوقار، اخلاق و اوصاف عظیمہ میں اپنے وکابر کا نمونہ تھے، ایچ، درجہ، مختلف اہمیت تھے، باوجود اس کے کہ حضرت مولانا

(موا) مسیح نے جو ان کے ساتھ رہا (اللہ) سے تھا، جسے نور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے دیا تھا، وہ اللہ و
 رحمت کے بعد آپ کے لئے تھا۔ وہ اللہ سے تھا، جو ان کو دیا تھا، اللہ رحمت سے نہیں ہوا، وہ
 اللہ کی طرف سے ہے، جو رحمت سے ہو چکے تھے۔ حق تعالیٰ پر ہے، اللہ فرما میں۔
 (کاروان محمد ثانی ۱۶۳، ۱۶۴)

حضرت مولانا فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت
تھانوی رحمہ اللہ) کی تواضع و فتانیت۔

۱۰۔ یہی حضرت مفتی مہد القادری صاحب رحمہ اللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ الدین صاحب رحمہ اللہ
سے منسلک تہذیب و تمدن کے ہیں۔

حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ نے تھے کہ مولانا فخر الدین شاہ صاحب ٹھوکی
نے حالات کے ذمہ دار تھے اور سید ہونے کی وجہ سے عوام میں بے مشیور تھے۔ حضرت حکیم
الامام رحمہ اللہ سے زیارت ہوئے اور حضرت نے ہاں آہ و وقت نہائی، حضرت نے ان کے
اصالت کی طرف توجہ دی۔ یہ سطور کی منزلتیں تھیں اور بغاوت و بغاوت کا وقت
قریب تھا تو حضرت حکیم امست رحمہ اللہ حضرت فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ و فخری
تھانوی سے بہت مہارت سے پارے کئے، وہ وہیں طرح کو حضرت نے فرمایا کہ "میں نے سنا
ہے کہ آپ لوگوں کو مرید کرتے ہیں حالانکہ آپ کی ابھی اصلاحت نہیں ہوئی ہے" کا جواب دیا
کہ میں تو کسی نوید سے نہیں کرتا اور نہ لان کو مرید سمجھتا ہوں، لیکن خاندان سے انکار سے نہایت
فی سب سے وہ جملہ اپنا ہی سمجھتے ہیں اور عقیدت رکھتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا، تم ان سب کو لکھ دو کہ میری اصلاح نہیں ہوئی، میں میرے
کے قائل نہیں اب نہ تم اپنا اصلاحی تعلق کسی اور سے قائم کر لو۔ حضرت نے پوچھا کیا ایسا کرو
نے کا حق یہ ضرور کروں گا۔

چنانچہ کافی قعدا میں کارنامے کئے اور کارنامہ پڑھتے پھا، یہاں پر مصلحتانہ
شروع کر دیا، وہی "نہ اس" اور "نہ اس" تھے ہوں گے کہ حضرت نے اپنے خاتم و بیچ بچا۔ چنانچہ
دیکھو؟ کیا کر رہے ہیں، انہوں نے دیکھ کر بتایا کہ خطوط لکھ رہے ہیں۔ حضرت نے جامع اور
سب خطوں کے لئے اور کارڈوں کی قیمت دیدی اور فرمایا "اجتہاد جتنا تھا، تذلیل مقصود نہ
تھی۔ یہ ایک اہم امتحان تھا جس سے سب جانوی جز کر گئی۔"

پھر حضرت فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت نے خلیفہ بن کر ہوئے۔

شریف فتح پوری ہے۔ دُر بناب بھی شہادت فرمائیں تو خوشی ہوئی، حضرت سیدتی خوں (آسمانی) کا ہندوئی کی بناء پر لوگوں کے نکل ملاقات کا مزاج میں نہ رہتے تھے۔ اس لئے ان ہر سرے میں سے کسی کو تو بھی شہادی کہہ دیا، تھوڑا سا منہ سبب نہ ہر موت کے ہاں ظہر سے ہونے ہیں۔ اس لئے ان حضرت کی طرف سے کوئی دعوت بھی نہ تھی۔ بلکہ یہ بات بھی تھی کہ اس وقت واقعہ مستند رہی تھا۔ آج کل کی طرح اس کی سرش اور شہید کہیں ہوئی تھی۔

بہرہیکند سے لے دینے بدل تھی

احقر کی درخواست پر حضرت نے بے نام شہادت پر آمادگی ظاہر فرمادی، مگر دوسرے ہی لمحہ یہ سنیں بھی فرمایا کہ ”جہاں بیٹھ جاؤ نگاہیں۔“ اے اللہ! تمہیں، ”بیٹھنے کو تو نہ کہا جائیگا“۔
احقر نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکے گا دو گنگ جناب کی شایان شان جُہ پر تو ظہر نہ چاہیں گے۔ یہ من کرانہ فرمایا، ”کچھ تو ہم نہ جاؤ گنگ (عذات صلی اللہ علیہ وسلم) (۱۶)
جامع العقول، المستقر، علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلینوی رحمہ اللہ کی فتاویٰ۔

استاذ امارہ کے صحت و ادارت میں۔

صالح المصنف حضرت مولانا شاہ محمد وحسی رحمہ اللہ صاحب الہ آبادی لی انبیاء کی خصوصیات میں سے ایک بہر خصوصیت پر بھی ہے کہ ان جن اوقات و فراموشی سے سامنے آپ نے طالب علمانہ راجوئے تعلیمات کیا تھا، ایک دن وہ آج کے نہیں میں سے ایک نہایت مشکل القدر استاذ، استاذ الامامہ، جامع العقول و منقول بزرگ، اور باظہار و جہد کے صدر المدبرین حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلینوی نور اللہ مرقدہ اپنے اس عظیم المرتبت شہداء کی خدمت میں مسرت شدانہ حاضر ہوا ہے۔

تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں باب نہیں تو کیا بضرور ہیں۔ ہر غائی یہ شہادت ہے کہ علامہ بلین نے اپنے شہداء و مر خطبہ تہذیبی سے مکتوۃ تشریف تالیف کر کے خود اس کی شرح لکھی۔ رضی قریب میں حضرت مولانا مطلق النبی بخش کاندھلوی، جنہوں

کہتے ہیں جو ایک سر پر ہوا ہے مجھ نے ساتھ محفوظ رکھنی چاہی ہے اور دوسری طرف حضرت مسیح
الامت با نکل ایک تمیز رشید اور شہداء کی صف میں بیٹھ کر رہتے رہتے ہیں جیسے کہ احادیث
حق سے اور حق سے کہ دونوں بزرگوں نے اپنی دونوں حیثیتیں مانتی یا دلی ہیں۔

ان مکالمات سے استنباط کرو اور دوسرے کے پائے اور یہ تعلقات کا جیسے
تو جو اندازہ دیتا ہے۔ ان میں ان کی مثنیٰ آپہ و صوفیہ سنا چاہیں تو شیخ معنی سے وہ
نیک و بیستاب ہیں۔ حضرت علامہ کا یہ کمال ہے کہ ان کا ہونے کے باوجود اس قدر
ایشیہ ہی رہنے رکھتے ہیں۔ اور کمال و کمال ان سے کہ ان کے انداز کا ہے وہ اور
یہ شیخ و شیخ ہیں۔ ان کی تعلیمات و شیخ کو میں فراموش نہیں فرماتا۔ یہاں اب وہ اس امر
وہ خوب اہم ہے۔

حضرت علامہ کے ساتھ حضرت علامہ کو جو عشق و تعلق تھا۔ دیکھنے والوں نے ان
کے آداب اس وقت نہ دیکھا ہو یہ دیکھے جب حضرت علامہ کے وصالی کی خبر دی۔ پھر کچھ
ہو۔ اس وقت حضور رہ گئے۔ جو کئی یہ خبر صاعقہ اثر خوش زاد ہوئی۔ وہ اب انہی
سے چھوٹ گیا اور اسی وقت فرشتہ ملائکہ پر جو رست ہیں تو ایک ماورجی دنیا کے غانی میں قیام
نہیں فرمایا اور بہت جلد حاتم پر رست میں اپنے شاکر و شکر سے جا ملے۔ جہان انہی۔ بتوں
مکرمہ رحمہ اللہ

کوئی مزا نہ ہوگی۔ کوئی خوشی نہیں۔ میرے بغیر زندگی موت سے زندگی نہیں

(علیم الامت رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات ص ۹۷)

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی کے واقعات

(۱) حضرت! یہ لوگ مجھے پچھتے ہیں اکی لئے کہہ رہے ہیں۔

حضرت مولانا صاحب علی قریشی کی خانقاہ سکین پور شریف میں ۱۰۰۰ سے زائد سالین و اکریم
رہے اور تالیف نہیں اور تفسیر صبیح کی محنت کرتے تھے۔ عام بھر پر یہ حضرات جب لڑتے
وقت فضائے حادث کیسے پہنچتے سے باہر و برائے میں رہتے تو وہی ہی پر جو مشکل فزونی بھی

انہوں نے آتے۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی کی عادت شریف تھی کہ گزریوں کا بہت بڑا گٹھڑا ہر گنا کر لے آتے اور انہیں گٹھڑے پر دیکھ کر کہہ دیتے اور انہیں میں طے و حرات کرتے۔ یہ باتیں سن کر ارباب علم نے حضرت قریشیؒ کو پتھریں تو حضرت نے حضرت مولانا عبد الغفور مدنیؒ کو یا آنحضرتؐ یا مولانا آپؐ کا تذکرہ کر کے کہہ دیا کہ یہ انہیں جس تہذیب ہی گزریاں ہیں انہیں کے تو کافریہ میں شرکت ہو جائے گی۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنیؒ نے عرض کیا، حضرت! مجھے اس میں کوئی مشقت نہیں افغان، پڑتی۔ میں اپنے شوق سے لے آؤں۔ حضرت قریشیؒ نے فرمایا: ”وہاں نے مقامی لوگ جاہلی ہیں، یہ لوگ آپؐ کی قدر نہیں جانتے لہذا آپؐ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت مولانا تو پوچھا: حضرت آفریاد میں کرتے ہیں فرمایا کہ مولانا! جب آپؐ کا تذکرہ گٹھڑے پر ہوتا ہے ہوتے ہیں تو یہ لوگ آپؐ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں، ”کچھ بوج قریشیؒ نے خراسان سے کدھا حاکم کو لیا ہے۔ حضرت مولانا عبد الغفور مدنیؒ نے فرمایا، حضرت! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اسی لئے کدھا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ تو انہی کا کیا حال تھا۔ (حیات حبیب ص ۱۵۶)

(۲) ”اگر ان حضرات کی ترابِ نعلین ہو جاؤں تو میرے لئے جیسی فخر ہے۔“

دارالعلوم اورنگی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو مدد کرنے کی دعوت دی۔ ایک حقوق تھی جو وہاں آئی ہوئی تھی، سینے کا سنا تھا۔ مسجد میں بیان ہوا اور حضرت نے بیان کیا۔ پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کا تعارف ان افکار میں کروایا۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الغفور صاحبؒ حضرت کی تعریفیں کیں وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلبی اثرات تھے جو زبان سے فرمایا ہے تھے اس کے بعد حضرت سے بیان کی درخواست کی حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا: ”میں شیخ ہوں، نہ میں شیخ المشائخ ہوں نہ مولانا ہوں، نہ مولوی اگر ان حضرات کی ترابِ نعلین ہو جاؤں تو میرے لئے

یہی فقر ہے۔ حضرت ملتی صاحبہ دست برکاتم نے جو کچھ فرمایا یہ ان کی میت ہے میں کچھ بھی نہیں" (حیات اور نبی ص ۷۷)

(۳) ہاتھ چومنے والوں کو تنبیہ۔

جو لوگ فرط عقیدت سے ہاتھ چومتے یا پاؤں پڑتے تو انکس فرماتے:

"ہاتھ تو یہ کہ اپنے حق کو جسٹ میں پہنچاؤ، خدا کے بند! اس کو جہنم میں تو نہ پہنچاؤ، ہاتھ چومنا اگرچہ جائز ہے مگر اس طرح کہ ہاتھوں کو لب تیس چیشانی نہ ہی ٹھے، چیشانی صرف اللہ کے آگے جھکاؤ۔"

(تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنی ص ۲۹)

(۴) "مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے۔"

مولانا غلام محمد صاحب نے ایک تقریبی شعر پڑھا کہ پچھلے بارے میں آپ کی موجودگی میں کہا کہ "مولانا عبدالغفور صاحب اولیا، میرا سے ہیں، عالم ربانی ہیں، مجھ سے ہیں۔"

نماز کے بعد آپ نے فرمایا:

"مجھے اس بیان سے سخت تکلیف پہنچی ہے، میں نہ مجھ، ہوں، نہ عالم ربانی، میں تجھ کی کوئی باتیں کرتا ہوں جو مجھے مجھ دکھائیں۔ یہ میں تو شریعت کی باتیں، نظارت ہوں اور شریعت کی تبلیغ کرتا ہوں، الحمد للہ یہاں کے سب علماء و علما ربانی ہیں، میں تو اُنز اولیا کی جوتوں کی خاک بھی بن جاؤں تو ہزار بار شکر کروں، آئندہ کوئی شخص میری نسبت ایسی باتیں نہ کیا کرتے" (حوالہ ہلال ص ۳۰)

خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے واقعات (۱) کمال تواضع:

جلسہ کے دنوں میں جیسے باقی اساتذہ کی دعا کا میں مومنین مل کر ام کیلے غالی کر دی جاتی ہیں۔ حضرت والا دارالاجتہاد غالی فرمادیتے، انہی اپنے لئے کوئی

فاحس کمر و تعین فرماتے تھے۔

معمول پہنچ کر رات کو تمام مہمانوں کے کمرات و آرام سے مطمئن ہو کر خدا سے در پاخت فرماتے کہ کوئی ایسے کی جگہ ہے؟ آپ کے معمول سے واقف ہوئے کی وجہ سے خدا کا کٹھن اس کا اہتمام کرتے کہ آپ کیلئے کوئی کمرہ بنائی رہے۔

ایک دفعہ حسب معمول مولانا محمد صدیق صاحب سے بچ چھا کہ کوئی جگہ ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ کوئی جگہ خالی نہیں تمام کمروں میں مہمان آرام فرماتے ہیں۔ رضا کاروں کے کمرے میں ایک آنے میں یکم جگہ تھی۔ حضرت نے دیکھ کر فرمایا یہ بھی تو بند ہی ہے۔ چنانچہ اس میں ایک کمرہ بنایا۔ بعد ازاں کمرہ بنائے گئے اور صبح تک ذکر کرتے رہے۔

(۲) ادب و تواضع:

حضرت میں نہایت وجہ تواضع و انقیاد تھی جو اہل بدعتی و امت اور اصحاب معرفت کا قیام تھا۔ جب ایک دفعہ جامعہ مولانا سلیمان ندوی جامعہ کے حالات جانے میں تشریف لائے تو جامعہ میں چار پائی پر آرام فرماتے تھے۔ حضرت قدس سرہ سے ملے جانے سید صاحب کے پاس گئے۔ یہ خدا کو ادب و تواضع اور کرام طیف کا عملی درس تھا۔ (مکاتیب پارہ ۳۴)

3 ایک سبق آموز واقعہ:

حضرت مولانا خیر محمد چاند خاں کی ایک مرتبہ دہلی سے واپس آئے تھے۔ دو دن آرام کرنے کے بعد ان کا حال ہمارے ہوا کہ اس کا حال اچھا نہیں تھا۔ کئی روز گزرے جو یہاں ہو تو وہ پتہ ہی نہیں آتا۔ پتہ ہی نہ چلتے دیکھا کہ یہ بھی کوئی سبب نہیں ہے۔ غصہ کیا تو کیا پتہ نہ پڑا۔ وہ پتہ نہ پڑا۔ یہ تو استاد کا کام ہے کہ پتہ پتا نہ کرے۔ غرض وہ حضرات اٹھ گئے۔ یہ سبب نہایت بڑی ہے کہ استاد کے ذہن میں خود ان کا حال و بار نہ ہو۔ ادب بھی سمجھ میں نہ آئے اور غلو، کوتاہی بھی نہ جانے۔ ان حضرات سے تو وہ تعلیم نہیں دیتی تھی

- چنانچہ آپ نے علیہ السلام کو ہرگز بتا دیا کہ اس وقت میرا یہ اشکال اور اور ہوا ہے مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کائی دیکھ کر حجاب بھی غامض رہے اور حضرت بھی غامض رہے۔ آپ ہر وہ اس کو پوچھ رہے ہیں۔ انکی سطحی علت یہ ہے کہ اب انکی سی کو حد شیعہ کیجئے۔ یہ ہیں اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ چلیں میں انہیں مولانا سے پوچھ لیتا ہوں۔ یہ وہ ہوا کرتے تھے جو حضرات سے تشریح اور حدیث کر لیتے تھے۔ وہ حضرت کے شاگرد تھے۔ اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نہ پایا کہ میں قرآن سے پوچھ لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ اٹھنے لگے۔ اتنے میں ایک عذاب بھٹک کر رہ گیا اور اس نے جان کر دانا کو بتا دیا کہ حضرت پہلے پاس اس مقصد آئے آپ ہیں۔ مولانا ان کو آپ کے بندہ کے قور حضرت کے پاس پہنچے۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کیا فرمایا ہے۔ فرمایا مولانا یہ بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے۔ انہوں نے پڑھا اور سمجھ کر گئے مگر بات یوں کہ حضرت اب جب میں پہلے پاس پہنچتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہوئے کہ تم کو اس وقت یوں ملے گا کہ فرمایا تھا اور کہ ان کا جواب دے دیا۔ اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ انی میرا مطلب تو یہ کہ اب سنا بھی مجھ سے پوچھتے آتے ہیں۔ نہ۔ نہ وہ محبت یافتہ تھے۔ تربیت یافتہ تھے۔ انہیں کچھ جس قصوف اور یہ ہے

(خطبات فقیر، جلد (۳) ص ۶۱)

4 اجتماع شریعت و سنت

بھائی حضرت حکیم الامتہ کے قوم سولہویں و ستر شہین علی انوار شریعت و سنت میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان میں حضرات خلفاء و مجاہدین نے شان کیم اور انکی نمایاں ہے۔ یہی رنگ ہمارے حضرت میں بھٹاتا تھا۔ مذہب و خبیثت۔ قطعاً شائع ہم قبل و بعد اور خدا ترسی کا نمونہ تھے۔ رتوانع و انکسار آپ کی طبیعت بن چکی تھی۔ ایسی کسی شخص سے درختی در ترش روئی سے پیش نہ آتے۔ آپ کی اس شری خوش نصیبی اور تواضع کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص و عا اور درعب مطلق فرمایا تھا۔ خود سرائی اور خود نمائی کی نہ دت بد

حضرت کو چھوڑ بھی نہ کر دی تھیں، کامیابین کی منت کے مطابق طبیعت پر ہمیشہ تواضع اور
مہاشی کی ایک خاص کیفیت طاری رہتی، گفتار اور رفتار میں تواضع وغیرہ میں ہرگز تواضع نہ
تھا۔ یہ نسبت شریف کے ایک بلند پایہ شیخ تھے مگر ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب
حسب کا مسلک کی خلیفہ مولانا حکیم ازمت کی موجودگی میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے پوش
میں فرمایا:

حضرت (نیکر الامت تھانوی) کے اقوال سننے میں تو ہم سے ہی ہوں
اور فعل میں وہ ہیں، لیکن ہے تو مولانا عبدالرحمن صاحب کو دیکھو!

یہ اشعار حضرت کے کماں بکھار دیا تواضع کو طے ہر کر رہے ہیں۔

(میں ۲۰۰۰ء، حق ص ۷۷)

حضرت حاجی عبدالغفور صاحب بودھیوری رحمت اللہ علیہ کے واقعات۔
(۱)۔ بے نقسی۔

حضرت مولانا محمد منظر نعمانی صاحب رستہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

طابق صاحب کی زندگی میں جو ایسی صفات میری نگاہ میں بہت ہی نایاب و نمایاں
ہوئے وہ ان کی بے نقسی ہے، انہیں تو کسی ایسے کام میں جو عرف عام میں بہت ہی پست ہو، کھینچ
بھجوا دیا اور جس نے کرنے سے ہوؤں کی نظروں میں آدمی بے وقعت ہو جاتا ہو اور
غرضی اور دینی طبع کا کوئی پہلو نظر آنے کو وہ اس کو بڑی بے تکلفی سے لڑوٹ و شوق سے کرتے
ہیں اور اس کی بالکل پروا نہیں کرتے کہ کوئی کیا سمجھے گا اور کیا کہے گا۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ جس سے مجھے بڑا سبق ملا اور جس کا میرے دل پر اتنا

نکس اثر ہے یہاں بھی ذکر کرتا ہوں:

یہ بات مجھے چھپے سے معلوم تھی کہ حاجی صاحب نے خیر کے جو مختلف سلسلے قائم کر رکھے ہیں
ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ نیکو دینی اور اسلامی کتب میں کافی تعداد میں کتب خانوں سے

اعجاز و ہونے کے یہ شخص اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کا تو افسوس اب سمجھتے ہیں تو اس کو وہ کتاب کی قیمت پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کو فروغ دینا اصل قیمت پر دیتے ہیں جس پر وہ کتب خانہ سے آئی ہوتی ہے اور ابھی حزیہ لکھنؤ بدداشت کر کے اس سے بھی کم قیمت پر دے دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت ملائی صاحب کے ہاں سال ۳۰-۳۱ء سے قائم ہے۔

میر نے نزدیک تو یہی بڑی بے نفیسی کی بات ہے کہ کسی شخص کو کتاب خریدنے کی ترغیب دیکر خود ہی اس نے ہاتھ کتاب فروخت کی جائے لیکن اس سلسلہ میں اب سے میں ۳۰ سال پہلے مجھے ایک بڑا ہی حیرت انگیز اور بہت ہی سبق آموز تجربہ ہوا۔

حاجی صاحب نے مجھے جو پورا کرنے کے لئے لکھا، میں نے اردو تو لیا اور فارسی کے مشورہ سے مغرب کا پروگرام اس طرح طے کیا کہ پہلے میں ”پنی پاز“ آوازوں اور دونوں زبانوں پر قائم کر کے جو چھوڑ دوں، حاجی صاحب نے مجھے لکھا کہ میں ان کے لیے ذریعہ ۲۰۰۰ روپے تک فی نسخہ اور عام نمبر یعنی اور اصلاحی کتابیں بھی کتب خانہ ”الذکران“ سے لیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں ساتھ لے لیں۔ پروگرام سے مطابقت میں ”پنی پاز“ پانچیا تو دیکھا کہ حاجی صاحب وہیں تشریف فرما ہیں، انھوں نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا کتابیں ساتھ آئی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لیا ہوں، فرمایا تو مجھے ابھی یہ سمجھنے میں نے عرض کیا کہ کتابیں جو پوری ہو چکی ہیں اس طرح میرے کمر میں چلی جائیں گی، فرمایا تمہیں مجھے یہاں ہی یہ سمجھنے میں نے ساری کتابیں حوالہ کر دیں۔ فرمایا جو پیشکش دیا ہے وہ ۱۰۰ روپے ہمارے کتاب کی قیمت مجھے بتا دی جائے۔ میرے ایک رفیق نے حساب لگا کر ہر ایک کتاب کی قیمت بعد منہائی پیش لکھ دی، یہ بعد کا دن تھا اس کے بعد سب میں بعدی نماز کے لیے مسجد گئے تو دیکھا کہ مسجد کے احاطہ ہی میں ایک درخت کے نیچے کچھ بگھی بونی چادر پر وہی کتابیں اس طرح گئی ہوئی ہیں جس طرح بعض خراب کتب فروش زمین پر چادر بچھا کر اپنا کتب خانہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، میں نے سمجھا کہ حاجی صاحب نے یہ کتابیں انہی صاحب

کے پر آمدی ہیں اور دیکھو اس طرح ان کو فروخت کر رہے ہیں۔

اگلے دن حاجی صاحب نے دریافت فرمایا کہ ان ۱۰۰ کتابیں بھی ساتھ ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں اس بھی نہیں، مگر یاد تو کیجئے کہ ان میں سے بعض ۱۰۰ روپے کے ہیں اور بعض ۵۰ روپے کے ہیں۔ اور خود ہی بیچ کر کتبہ فروشی، مگر فی الحال یہ بے اختیار پایا کہ ہرچے سے نکلے شخص، خود بخود ہاتھ دے کر ایک دو کتابیں اس کو خریدے، کہ ان کو دیکھو، جی جانتے تھے کہ یہ ۱۰۰ روپے کی تھیں اور خرید سوتو قیمت ۱۰۰ روپے اور اگر خریدنے والے اسے ۱۰۰ روپے سے کم دے گا تو اس کی دیکھائی نہ ہو اور نہ ہی اسے دیا جائے گا۔

صاحب یہ بات سمجھ کر حاکم کو بتائی کہ حاجی صاحب نے خود ہی بیچنے کے سبب فروشی کی ہے اور اس طرح کی بیعت و بیعت پر ایک تو اس کا بوجھ پڑا کہ میری کتابوں کی وجہ سے انھوں نے اتنی خریداری اٹھائی اور دوسرا دوسرا دل میں یہ آیا کہ شاید ہم سے انھوں نے سمجھا ہو کہ بیچنے کے لئے میں اپنی کتابیں مغروں میں بھی ساتھ لیے پھر جاؤں اور یہیں میں نے حضرت حاجی صاحب سے یہ سمجھا کا مایا ہے۔

اب مجھے یاد نہیں کہ اس بار میں نے حاجی صاحب سے کچھ عرض کیا اور موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا یا از خود مجھ سے فرمایا۔ کہ ”حضرت! میرے پاس اتنا علم تو ہے نہیں کہ میں ایسی کتابیں لکھ کر بیچ سکوں کہ بیچنے والے کو قطعاً پسند آئے، اور اس کا ثواب حاصل کر سکیں، لیکن یہ کر سکتا ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہوئے ان کی اشد محنت میں وہ نفع سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کر سکیں، ان سے کوئی بچاؤ نہیں ہو سکتا، اور اس طرح آپ صاحب کی شریف ہو جائیں، میں اس بار بھی ایسا کرتا ہوں۔“

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت حاجی صاحب نے جس کتابی بازار میں اس زمانے سے یہ کتب فروشی کا عمل کیا، وہاں کے لوگ عموماً حضرت موصوف کو ایک شیخ و مرشد اور جوہد پورتنی ایک معزز اور باوقار شخصیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہیں، اور اصل میں انھیں وراثت حاصل وہی قطع کر سکتا ہے جس کا انھیں بالکل کٹ چکا ہو، اور جس کی نظر ہر طرف سے ہٹ کر

اِس اللہ تعالیٰ کی رضا و رازِ آخرت پر یکتائی ہو۔

اللہ تعالیٰ اِس دولت کا کچھ حصہ اس چیز کو بھی عطا فرمائے۔ (تقدیرت نمبر ۳۳)

۲۔ حضرت عظیم الامت ورحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت:

عاجی صاحب نے یہ فی فی پایا کر ہا اکل اچانک حضرت کا اواز آیا جس میں تلقین بلا ہمت کی اجازت دی گئی تھی۔ مجھ پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ غلافِ مادہ سے نچا نکل گئی۔ پھر میں نے حضرت کو لکھوایا کہ ”میں پڑھا لکھا کچھ نہیں ہوں، میں نے ذکر و حقل بھی نہیں کیا ہے پھر میں ایک جھوٹی ذات کا آدمی ہوں یعنی تیلی، البتہ ظاہر صوم و صلوٰۃ کی پابندی اللہ تعالیٰ نے نصیب کرنا لی۔ بار و بار جب کہ بار و بار بھی پچھو مٹی موٹی معلومات ہیں۔ ایسی حالت میں اگر یہی مناسب خیال فرماویں تو خدمت سے لیے رہا ہوں۔“

حضرت نے حسب معمولی ای پر جواب دیا ”پڑھا لکھا نہ ہونے کے بارے میں وہ ذکر و اشغول نہ کرنے کے بارے میں ہیں۔ نہ جو لکھا تھا اِس کے متعلق حضرت نے کچھ تحریر نہیں فرمایا اور نہ پتے تلے ہونے کا میں نے جو ذکر کیا تھا اس پر تحریر فرمایا“ یہی راجع ہے، بھٹکے نہیں تھی سے بھی زیادہ قیمت کے ہوتے ہیں ”ظاہر صوم و صلوٰۃ کی پابندی نصیب ہونے کا میں نے جو ذکر کیا تھا اس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ کیا یہ تھوڑی نعمت ہے نہ بار و بار جب و غیرہ کے بارے میں جو میں نے لکھا تھا کہ اس کے متعلق بھی ”ولی موٹی معلومات ہیں۔“ اس پر تحریر فرمایا ”پھر تو نورانی نور“

اور آخر میں یہ ہیں نے لکھا تھا کہ ایسی حالت میں بھی نہ یہی مناسب خیال فرماویں تو خدمت سے لیے حاضر ہوں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ ”باب نہ در ان شاء اللہ برکت ہوئی“ (تقدیرت نمبر ۳۳)

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی چاندھری رحمہ اللہ کی تواسع و فیہیت: کتاب ختم اللہ علیہ صاحب پنجرہ اور جامعہ اسلامیہ، لاہور نے پیش کیا ایک دفعہ حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ نے ان کے ”کلام“ ”عبود“ (ضلع جھٹ) میں ایک جگہ سے

قرآن مولانا کو بھیجے یوں اٹھایا ہوا ہے۔ "اب تو اس کے پڑانے سے زمین ٹکرائی مگر اسے اعتبار نہیں آتا تھا۔ وہ دوبارہ "آئندہ باخدا" لکھتے تو آپ نے مولانا محمد علی باندھنی کو لے کر لکھا تھا بھلا مولانا ایسے "..... آپ نے فرمایا "بھئی اس کا تصور نہیں تصور تو میرا ہی ہے" میں نے اسے اپنا نام ہی نہیں بتایا تھا اب تو اس کا احسان ہے کہ مجھے باندھنی سمجھ کر بھی دینے سے انکار کیا۔" (ماخوذ از ہفتاد و نہویں سن اسلام آباد، شمارہ نمبر ۶۷)

شیخ القمیر حضرت مولانا محمد اور نسیں صاحب کا ندہلوی رحمۃ اللہ کے واقعات

تواضع اور فنائیت کے حسین نمونے:

سفلی عظیم پاکستان حضرت سفلی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں

(۱) قیام باہمد اثر فرید کے زمانے میں الحمد للہ بار بار باہمی ملاقات اور مسلسل خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باہمی تعلق روز بروز بڑھتا رہتا ہے وہ ہر تصنیف مجھے سناتے اور چھپنے کے بعد دعا فرماتے تھے۔ یہی سلسلہ آج حضرت بزرگ سے جاری رہتا تھا وہ جو اس نوعیت کے جوالہ قدوسی نے یہ علم فہم اور اس اور اخلاق میں انکو مجھ پر عطا فرمائی تھی اپنی تواضع کی بنا پر فتویٰ میں مجھ پر اعتراض فرماتے تھے، دوسری تہ تصانیف کو اجازت کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ ولادت سے غالباً ایک ماہ پہلے نسب میری تفسیر "معارف القرآن" مکمل ہوئی اور آخری صفحوں چند سوراخ موصوف کی خدمت میں بھیجی تو اس پر اپنی استغاثی خوشنودی کا اظہار فرمایا جس کو دارالعلوم کے ماہر اہل علم میں شائع کر دیا گیا ہے، اسی کے ساتھ ایک خط میں تحریر فرمایا کہ "میں تمہاری یہ تصنیف کے وہ نسخے رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کل شیء خلقنا ذوی حین" (سورۃ موصوف کی ہر مجلس اور محفل میں غمی چاشنی اور قرآن وحدیث کے جیسے بڑے موقع ہوا کرتے تھے۔

(چند عظیم شخصیات ص ۱۰۵)

(۲) میرے لڑکے مولوی محمد تقی سلاب سے چند روز پہلے یہ بود گئے تو مولانا کی

نہ مدت میں حاضر ہو۔۔۔ اپنی خلعت کے ساتھ اچھا اور لمبا کپڑا پہن کر اور سر پر کلاہ پہن کر
 پوشاک ہو کر آئی ہے مگر اندھونی کا شائبہ کہہ کر میں اور ملحق صاحب میں بھی اس کا نام نہیں
 آیا۔ جب کوئی فقیر صاحب کی طرف سے مدد کرتا تو میں اس پر اپنی ہی طرف سے کہتا ہوں
 کیونکہ میں صاحب نے کاپیہ میں قواعد بیان کے تحت حضرت کی جوتیسوں کو ہی پس میں
 ایک حضرت متعلق دعوت میں ہے جیسے زید العارف، نو و جلی نذیر، مس کا بھائی، مہم ہے اس میں
 بھائی کے نام دو گئے کو نور زید کی حضرت فرادید ہے تو میں مفتی صاحب کی حضرت کو اپنی حضرت
 کہوں نہ سمجھوں؟

حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ سمجھنا کہ کاپیہ کیا ہے نہ تو اندھونی کے ملحق
 حالات میں اپنے حق معاصرین میں خاص امتیاز اور تعلق نہ فرماتا تو کمر اس کے ساتھ
 ہر جہاں کی سمیت نے تاسع اور دہائی کی بھی وہ حضرت صاحب کی بھی یہ کہہ دیا کہ وہ
 نہ اس امتیاز تھا کہ کہیں میں نے جواب دہ میں اپنی فوقیت کا کہیں کوئی ٹاپ نہ تھا نہ تھا۔
 ہے کہ المعاصریت معاشرت کی بنیاد ہوئی ہے "مکرمہ" والوں کی شان میں صاحب نے اس سے
 بلند ہوئی ہے اس میں نے مولانا موصوف کو ایسا ہی نہ دیا تھا جس نے آپ کی ایک کتاب میں
 افعال میں شہرہ پڑا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ملحق حالات بھی بھی چار ٹیمہ کرتے ہیں صاحب اٹے ساتھ تزیین
 باطن اور تقویٰ و جدیت ہوسہ: ہوسوں کو حق تعالیٰ نے جس طرح ملحق کلمات میں ملحق
 فرمایا تھا اس طرح انکو ہا بھی نہایت سے حریر فرمایا تھا۔ (ایضاً ص ۱۰۶)
 (۳) تخت و لوں سے بھی اونچے چپے سے خاصے اشعرت۔

جب اب کوئی تازی ملام آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں

مولانا کی درویشی کا وہ لمحہ تھا کہ انکو نہیں پاتے تھے ہی کوئی اور کوہ چاہا میں ایہ بھی
 نہ ضرر ہوتا چاہتے "مولانا صاحب کی شہرہ کیا ہے" میں دست دین تفصیل عرض کرتا ہوں۔ ایسا ان
 میں نے عرض کیا "حضرت! راہبازت ہو تو میں شہارنگو نہ یا کروں آپ کا روزینہ سات

سے ہاتھ رہیں گے۔" فرمانے لگے "مولوی صاحب! ہمراہیہاں ایسے بڑے ہیں ایک تو اس میں
 قسمی اشتہار ہوتے ہیں دوسرے تصور میں تیسرے۔ خبریں ہوتی ہیں خبر راولی نا معلوم! خدا
 یا نے یہ نکتہ ہے کہ نہیں ہمیں تو اس میں طرح طرح میں خبریں ہوتی ہیں اور انہیں خبریں ہیں کہ
 میں بات تو حضرت کا نہ معلوم کیا ہے حق جانا اس پر عمل کر سکتی کے ساتھ یہ کہ تصویر اور قلمبر
 پارے میں رائے تو دوسرے علماء کی بھی تھی اور اس وقت بھی رائے میں وہ اعتراض بھی
 رائے رکھتے ہیں انہر سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کتنے صاحب کا ہے؟ کون ہے جو تصویر نہیں
 کھینچوا؟" کوٹ ہے ہوا پتی خبر یہ بات میں تو نوکر افراد کو نہیں بلکہ "کون ہے جوئی کی کو غلط
 جاننے کے باوجود اس پر غلط افراد نہیں ہوتا؟" کون ہے جو جیتا تک ستم و اضطراب اور اپنے کے
 باوجود بنوں میں اپنے کفایت نہیں معلوم؟ "کون ہے جو یہ تعلیمات اکالاف جوین کے
 باوجود اپنے بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں نہیں بھیجتا؟" جیسا کہ مذہبی حلقوں کا تعلق ہے
 رائے سب کی دلی تھی اور اسی ہے جو حضرت کا نہ معلوم کیا ہے قس فی فرق صرف اس کا تھا۔ وہ جس
 بات پر "مقدار رکھتے تھے اس کے اٹھاتے تھے، جو کہتے تھے اسی کے مطابق ان کا عمل تھا۔ اسوہ
 یہ خاصیتاں جہاں عزت کا ہے مجھے جیسے اصحاب و خدمت خدا اس راستے پر چلنے کی ہمت رکھتے
 ہیں اور اس میں وہ ہیں اس کی ضرورت ہی سمجھتے ہیں۔ ہماری بات جاننے دیکھتے۔ سوال تو ان
 حضرات سے ہے جو انہیں بات مانتے ہیں اور پھر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس معیار پر میں
 نے تو اپنی زندگی میں ایک ہی شخص کو تمام ایمان پورا کرتے دیکھ اور وہ حضرت کا نہ معلوم
 تھے۔ تصویر کو نہ جائز تھا تو پھر خبر تصویر نہیں کھینچوالی، جیسے میں بھی نہیں نے تصویر لینا ہی تو
 اسے دیکھنا ذات دیا۔ دعوے سے کہہ سکتے ہوں کہ خود انکی اولاد کے پاس بھی انکی تصویر نہ
 ہوئی۔ کرنی گھر میں رکھن خلاف سنت سمجھتے تھے تو پھر ساری عمر پنہانی اور ایک معمولی سی ادوی
 پر ہی بیٹھ کر گزار دی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک زمانہ میں اپنے وقت کے صاحبزادے حاجی ملک امیر محمد خان نواب
 آف کالا بارغ نے جو اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے۔ آپ سے ملنے کی خواہش کی جو

نامور روزگار شخصیتیں سب صدیوں میں پیدا ہوئی ہیں اور ایسے مردانِ حق آگے نکلتے ہیں کہ ان میں سے کسی میں شک و شبہ نہیں رہتا۔ (پیشوا صاحب دہلی، ۱۹۶۸ء)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دہلی، رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

”حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دہلی، رحمۃ اللہ علیہ، ایک بے مثال و ممتاز عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو علمی و عملی مقدمات میں ایک نہایت عظیم و عظیم الشان صلاحیت عطا فرمائی تھی اور ان کے ساتھ ہی بزرگانِ دین کی تربیت نے تواضع اور فروتنی کی بھی وہ صفت عطا فرمائی تھی کہ جو علماء دین کا خاص امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی کمالات کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی مزین فرمایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع علم و عمل خدائے تعالیٰ کسی بزرگوار میں پیدا کرتی ہیں۔“ (ایضاً ص ۲۵۶)

(۱) اب ایسے متواضع اور متواضع انسان بزرگ کہاں پیدا ہو سکتے ہیں؟

آپ کے فرزند اور جہد مولانا قمر احمد عثمانی صاحب دہلی، رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

۱۹۶۹ء کے اوائل میں حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دہلی، رحمۃ اللہ علیہ، صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لاہور تشریف لائے جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے بہت بڑی تعداد میں شرکت فرمائی تھی۔ مشرقی پاکستان سے مولانا، حضرت علی ہسینی (خلیفہ ارشد حکیم الامت) حضرت محمدانوں قدس سرہ اور مولانا صدیق احمد چانگاری بھی تشریف لائے تھے۔ مولانا دروازہ کے جلسہ عام نے مرد و عورتوں کو مخصوص اجلاس چاندی شریعت مسجد نون میں منعقد ہو رہے تھے جن میں صرف سرکاری قائدین ہی شرکت کرتے تھے۔

مشرقی پاکستان نے عالم کرام کے قیام کا انتظام بھی نہیں کیا۔ وہاں کے علماء کرام کو خصوصی اجلاس میں مدعو ہوا کہ مولانا، اظہارِ علی شریعت شب سے دراز کردہ کی تکلیف میں مبتلا ہیں اور اس وجہ سے وہ اس اجلاس میں شرکت کے لیے نہیں آ سکتے تو مولانا نے یہ سنی کی ان کی

جہاں قیامی طرف روانہ ہونے کا ارادہ اسی ۸۰ سال کی عمر میں ضعف و بے توانی ہو گئی تھی۔
 میں نے ان کی شہادت کے باعث حضرت مولانا رحمہ اللہ سے لیے ان لوگوں کا نہ قدم چلنا بھی
 مشکل ہو رہا تھا دوسری طرف جو کئی مہینے کا طہر علی صاحب رحمہ اللہ کو معصوم ہوا کہ مولانا ان
 کی عیادت کے لئے تشریف لارہے ہیں تو وہ چاہتا تھا کہ اللہ پیغمبر اور خاتم النبیین کی خدمت
 سے جا کر کہو "میں آپ بالکل ٹھیک ہوں اور اجلاس میں شرکت کے لئے حاضر ہو رہا ہوں۔"
 اور وہ وقتی اسی حالت میں اپنے سرہستہ پہنچے تھے کہ وہی طرف ۱۱۰۰ کی طرف بھی
 تھک چکے تھے ان کے کہیں مجبوراً وہیں جانا پڑا۔ پھر دیر تک معذرت خواہانہ انداز میں
 مولانا رحمہ اللہ کی خدمت فرمائی پر انھیں رات تک فرماتے رہے اب ایسے خواضع اور منکر
 لہو من بزرگ کہاں پیدا ہو گئے؟ (چالیس بڑے مسلمان جلد اول ۲۹۳)

(۲) "ان شاء اللہ ان حضرت کی علمی و دینی خدمات میری مغفرت کا ذریعہ بنیں
 گی۔"

ان کے تحریر فرماتے ہیں۔

راقم الحروف کا بارہا تجربہ ہوا ہے کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی مجلس میں جب
 بھی کسی شریک مجلس کی طرف سے حضرت مولانا رحمہ اللہ کی مجلس میں جہاں مولانا رحمہ اللہ حضرت
 مولانا عبد الرحمن کاسطی ری رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت
 شیخ الحدیث مولانا محمد ذریابا کاندھلوی مبارک دینی و فاضل کے اساتذہ کی خدمت سے مولانا کے
 شاگردان و مشیخہ کے ذمے میں بیان کیے جاتے تو آپ نے اس امر واقعی پر بھی کسی
 اعتراض و مہاجرت کا اظہار نہیں فرمایا۔ ہمیشہ یہی ارشاد فرمایا کہ۔

"میں تو ان حضرات و اپنا معاصروں ہم چشم خیال کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حق
 تعالیٰ جل شانہ ان حضرات کی علمی و دینی خدمات جلیلہ کو ان شانہ و ذمہ فی مقلات و بخشش کا
 بھی وسیلہ و ذریعہ بنائیں گے۔"

اللہ اکبر! یہ ہے اس جلیل القدر عالم دین اور محدث اہل حق کی تواضع و بے تفری کا

عام جس کے لیے فی احادیث اور فقہ فی کلام میں کو برصغیر کے اکابر علماء نے عاودہ عام اسلام کے عام ہونے کا بھی تسمیہ کیا ہے۔ بلکہ اس فی کلام میں حدیث و تفسیر کے خزانے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ اس حدیث کے بارے میں علماء کرام نے بھی بحث کی ہے۔

(موالہ نامہ ۱۹۵)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے واقعہ ہے :
(۱) تواسخ اور سوانح کے بارے میں۔

یہ واقعہ ہے کہ مفتی صاحب عارفی رحمہ اللہ کے تاسخ میں تحریر فرماتے ہیں :

آپ اور واقعہ یہ آیا جس سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا حضرت نیکم الامت قدس سرہ کے فوضی تعلق واضح ہوتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ سے یہاں دو تسمیہ مجسٹریٹ ہوتی تھیں، ایک مجسٹریٹ عام ہوتی تھی ایک مجسٹریٹ خاص، عام مجلس میں بھی حضرت رحمہ اللہ محسوس حضرت کو اپنے ہاں میں جانب نکالیا کرتے تھے، مفتی صاحب رحمہ اللہ بھی نئی حضرات کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، ایک روز مفتی صاحب رحمہ اللہ آتے ہیں کہ یہ ہونے اور جب وہ پہنچے تو مجسٹریٹ ہونے لگی تھی، اسے اپنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی مفتی صاحب رحمہ اللہ پہنچے پہلے تھے، حضرت رحمہ اللہ نے اسے اس کے ساتھ لے کر اپنے پاس چلے گئے، چنانچہ مفتی صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا : ”مولوی شفیع یہاں آج“۔ مفتی صاحب نے اسے مہر دیا کہ : ”حضرت آرام سے بیٹھیں“ حضرت اس وقت خاموش ہو گئے، لیکن یہ کہ وہ بعد میں بہت مسرت کے ساتھ فرمایا : ”مولوی شفیع! میری چاہتا تھا کہ تم یہاں میرے پاس بیٹھو۔“ چنانچہ جب مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت رحمہ اللہ کا اسرار انکشاف ہوا تو ان کے دل پر یہ واقعہ ہے۔

اس واقعہ سے حضرت نے دو نتیجے نکالے، ایک تو یہ کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طرف حضرت کی اس قدر محبت تھی کہ وہ حضرت اس مجلس میں پہنچنے پر مفتی

صحابہ کو سمجھتے تھے اس لیے چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح قریب رہیں اور میری طرف سے
اس سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تواضع کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ انہیں اپنی تواضع کی بنا
پر آئے ہوتے ہوئے شرم آتی تھی کہ میری کیا خصوصیت ہے جو میں اسے لوگوں سے آگے
جاء کر چکوں۔ تمام حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا یہی حال ہے کہ انہیں اپنی باطنی جود
و کمالات سے ہر جمعہ سونے کے باجوہ تواضع اور سادگی سے ملے رہتے ہیں۔

(الہدایہ مفتی اعظم رحمہ اللہ ص ۴۰)

(۲) مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوئی۔

یاد آ رہا کہ ایک مرتبہ دارالعلوم میں ایک مجلس تھی۔ اساتذہ اہرام اور طلاب و اہل بیتہ میں وہیں
پہنچا تو فرمایا میں نے یہ اصحابی عالم کو نہیں مگر ان شاء اللہ علماء کرام کی جہتیں روشن
فرمائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ”حضرت ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہاں تک ریف
تہر تھیں۔“ چنانچہ حضرت مفتی صاحب تشریف لے گئے اور میں نے ”مستحق“ کوئی قدر
سزا ہی باتیں شروع کر دیں، کیونکہ میرا مطلق علم تو صرف اور صرف حضرت تھو توئی قدر ہی سہی
تھی باتیں ہیں۔

مجموعہ گل میں پوچھتے ہوئے یہاں حال تمام میں دیا ہے کہ

جس نے ایک ہی گل کے اندر ہمارا گلستان چھو ہے

میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بعد میں خاموشی نے رشتہ مجلس میں چھپنے شروع
کئے۔ مجھے ان کی اس تواضع پر بے حد شرمندگی محسوس ہوئی (۳۳)

(۳) بے تکلف اور سادہ زندگی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کی وسعت بھی
فرمائی ہے۔ ساتھ ساتھ خرافاتی تھی۔ علوم باطنی کے بغیر علوم ظاہر اپنے جہت سے بے فائدہ ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی روح بھی مزین فرمائی تھی۔ آپ

نے تکلف نہیں فرمایا اور میری ساری باتیں آپ نے جہ انداز قبول فرمائی جانتی تھی۔

(२५)

(۴)۔ پھر نے بات کوئی نہ کیا۔ آخرت نہیں ہے، میں نے فرما دیا۔

جب آپ پر پہلا بل کا دورہ ہوا تو اس وقت میں حضرت بابا محمد حسن صاحب رحمت اللہ علیہ کے ساتھ عیادت کے لیے تھے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ مدفون کو کچھ آدھریہ بانٹنے اور نہایت ٹھنڈے اور نرم قہوی چولی آواز میں فرمایا کہ میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادیں۔ میرے چار بیوی سرہایا آخرت نہیں رہیں گی۔ میں نے مزاحیہ انداز میں کہا کہ اللہ تعالیٰ انہی کو قبول فرمائیں تو ان کی رات نہ بنے یہ بھی ایسی نصیب تو خیر اور اپنی بہ ماغلی کا احساس ہے جس کو مقام مہریت اور ان کی انشائے فصیحہ کرتے ہیں۔

تذکرہ فضائل الدیناریہ ص ۱۱۱۔ (۵۰)

۵۔ حضرت مفتی حماد علی صاحبزادہ کا اصرار ہے کہ:

مفتوح ہو گا اور ان کے حضور حقائق صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے ہیں

برصغیر میں مہم و تحریک کے سب سے بڑے سرکردہ اور اہم ترین مہم و تحریک کے قائد
 خانبےہ کی حیثیت سے قائم و دائم طور پر رہے۔ ان کی قیادت میں ۱۹۴۷ء میں
 داخل ہوئے تھے۔ اس وقت ہمارے بانی خانبےہ کی قیادت میں ۱۹۴۷ء میں
 کا بہت بڑا رشتہ اور ان فنون و مہم و تحریک کے سب سے بڑے سرکردہ اور
 خانبےہ کی قیادت میں قائم و دائم طور پر رہے۔ ان کی قیادت میں ۱۹۴۷ء میں
 کی جماعت میں شریک رہے۔ ان کی قیادت میں ۱۹۴۷ء میں

یہ مذاہنہ قومی سے ہمارے سابق میں دور کے اور احکام سے الگ اور اس کا خدا
 (۱) ماہر حضرت مولانا محمد الہود شاہ کشمیری، حضرت مولانا مفتی حجاز الرحمن مفتی، حضرت
 مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سراج احمد کشمیری، حضرت مولانا رحمان خان بڑاوی،
 حضرت مولانا اعجاز علی احمد دیوبند، حضرت مولانا محمد ابراہیم علی دیوبند، حضرت مولانا

ہر صحت کے لیے رات کو سونا ضروری ہے۔ سوئے ہوئے جسم میں خون بہا کر کے تھکے ہوئے جسم کو تازہ کرتا ہے۔

اپنی جانب بھی ہے۔ اس اور اس میں آج کی دنیا کا یہ حریف تھا (اب بھی اس حال ہے جو یہ ہے۔ یہ تیار نہیں ہے۔ یہ ہمارے ہر حال کی تعمیر پر ہی کی گئی حالت ہے۔ یہ ہے (الاعلام)۔ اس کے لیے حضرت ابی بن کعبہ کوئی خاص قسم اور رابطہ نہیں رہا۔ ان کے کوئی جتن پرت نہیں۔ اس میں حتمی نہیں رہی، ان کے ساتھ وہیں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بھی تھے جو وہ رابطہ ہے۔ ان کے ساتھ وہیں اپنے علم اور سیرت و صلاح کے لحاظ سے اس وقت بھی وہ تیار نہیں رہتے تھے۔

[illegible][illegible]

(۲)۔ 'ان کے پاس' سے ہمیشہ شمار ہوتا:

دانا افسوس کی دھن کی تپ مٹی کا وہ رشتہ ہے جس کے بعد راقم - حضور جہاں بھی رہا۔
 اس میں ملبہ وہ لحد چوڑی ہے جس کی چاروں طرف سے محسوس رہا، ان حاضرین میں بھی حتیٰ الامکان

حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کا اہتمام کر دیا۔ ہمیشہ اس میں پیش آتے کہ گویا میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں۔ ہم ان کو اہتمام میں سے ہوں۔ ان کے رویہ سے میں ہمیشہ شرمسار رہتا ہوں۔ یہ تو افسوس کا لمحہ ہے۔ ان کا یہ دلائل کا حامل و رشتہ تھا اور حضرت مفتی صاحب نے اس سے حصہ وافر پایا تھا۔ عارفین اور حکماء اخلاقی کا مشہور مسلمان ہے کہ وہ ایمان و اخلاق و اسل اور ہر ہمت "تواضع" ہے۔ اس طرح تمام مسوی اخلاقی فی جزا اور دنیا "تواضع" ہے۔

(س ۵۵)

(۷)۔ خدمتِ خلق اور بے انسی کا ایک سبق؟ موز وائقہ:

استاذِ محترم حضرت اقدس مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زیرِ مجہم تحریر فرماتے ہیں: سرحدوں کی ایک رات میں والد صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل تھوڑے جوتن انیشن پر اپنے اہل و عیال کو یہ ایک پھونکا سا قہقہہ ہے جس کا انیشن بھی بہت چھوٹا اور آہنی سے بنی ہوا ہے۔ رات میں کھیت اور غنیمت آیا، زمینیں ہیں وہاں اس زمانے میں بھی کئی کئی تھیں۔ رات کے وقت قلی یا سوازی ملنے کا بھی امکان نہ تھا کیونکہ اس وقت کا زمانہ کوئی مسافر آتا تھا۔ تو رات گزاری دو تھیں مٹ کر کہہ رہا ہوں اب انیشن پر ہو گا عالم تھا۔ ہر طرف جنگل، بلند میری رات اور خانہ انیشن سے قیام گاؤں تک آمد و رفت کھو گیا وہ پابوئی تھی، والد صاحب رحمہ اللہ تنہا تھے، اس میں بھی ساتھ نہ تھا اس لیے کوئی فکر نہ تھی، اچانک آواز آئی "قلی" "قلی" "یہ آواز ہمارا، آ رہی تھی اور اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہوئی تھی، انہی صاحب مع اہل و عیال اسی کا زنی سے اترے تھے، قلی جس مل رہا تھا جو آدھی تک سامان کا بچہ رہا۔ یہ والد صاحب رحمہ اللہ نے ایک واقف کا رشتے اور عقیدت مند انہی تھے والد صاحب رحمہ اللہ سے لپٹا ہو کر انہوں نے پر ہیز نہیں نہ ہوتے یا مگر ہر اندام سے زبرد میں رہتے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جلدی سے سر پر رد مال لپیٹ کر اوپر سے چڑھ لیا اور درودانِ حیات میں تیزی سے پہنچ کر کہا "سلمان رکھو وہ کہاں جا رہے ہیں" انہوں نے یہ ختمہ اٹاتے ہوئے میرے سر پر سلمان ۱۰۶ شاعری کر دیا، یہاں

نہیں ہی اتنا بھاری تھا کہ میں نے کبھی نہ اٹھا دیا تھا۔ ماس پر دوسرا کبھی نہ کھا، تیسرا عدد میرے ہاتھ اور بغل میں تھمنا چاہتے تھے، میں نے دونوں ہاتھوں سے ہٹا کر ان تینوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ ”حضور! میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اٹھا سکتا یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں۔“

یہ مختصر اقبالہ روانہ ہوا، یوہنت پاؤں کا گنگا گھر ہے تھے مگر میری ماس کمزوری کو میری ماریج نے چھپا لیا تھا جو انھیں راستہ دکھ رہی تھی اور میری طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی، ان فی قیام کا وہ چار سالانہ اتارا وہ یہ کہ ”روزانہ رخصت کے“ انھی آخر پیسے دیتے ہیں۔“ میں موقع پا کر وہاں سے غائب ہو گیا، اگلے دن وہ صاحب خانہ میں مس ساقی بڑی تقسیم سے ملے مگر انھیں یہ معلوم نہ پایک، ”قلی“ سے مل رہے ہیں (ص ۱۲۰)

(۸) ادب ہی ایک اور واقعہ: آگے لکھتے ہیں:

اسی موقع پر ایک اور واقعہ بھی بتایا کہ ”میں دیوبند میں ایک دن لڑائی کے لیے جا رہا تھا، اس نے آئیہ بہت ہی ضعیف بڑی بی کو دیکھا جو پانی کا گھڑا کنویں سے پھرا رہی تھی، گھراٹھا، دو بھر ہوا، ہاتھ بخٹل، چند قدم چلی کر بیٹھ جاتی تھی، مجھ سے دیکھ: ”میا، پاس جا کر کہا“ ”اوقات میں یہ گھراٹھا ہمارے گھر پہنچا دوں“ یہ کہہ کر میں نے گھڑا اٹھا لیا، ۲۰ جون ۱۹۰۸ء میں نے محلہ میں انہیں اور اسی برادری سے تعلق رکھتی تھیں، جب میں گھر بڑی بی کے گھر میں رکھ کر باہر نکلا تو وہ نہایت احسان اور الحاج کے ساتھ وہاں میں دینے لگیں، جو مجھے کافی آئے، تک سالی رہیں، اگلے دن پھر اسی وقت اور اسی حال میں تھیں، میں نے پھر گھڑا اٹھا، ان کے گھر پہنچا، وہ ابھی پہنچ رہی تھیں، ان کی عمارتیں دو تہہ ستہہ رہیں، نے یہ سوچ کر کہ یہ سودا سستا ہے کہ چند مدت کی محنت پر اتنی دہائیں ملتی ہیں میں نے روزانہ کی معمول بنالیا، بڑی بی بھی اس کی مدد ہی ہوئیں، اب میں کنویں پر ہی کھینچنے کی کوشش کرتا تھا، تاکہ انھیں ڈول بھی کھینچنا نہ پڑے، پھر قند یہ معمول عرصہ دراز تک جاری رہا، یہاں تک کہ بڑی بی نے اتنی ہی چھوڑ دیا، شاہ ان کا انتقال ہو گیا تھا۔“ پھر فرمایا کہ یہ واقعہ بھی آج کوئی بار تم میں کو بتا

رہا ہوں کہ کچھ حق حاصل کرو۔ (۲۲)

9۔ اجازت، بیعت اور خلافت سے برافرازی

حقانہ جہوں میں چونکہ حاضری ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۲ھ میں ہوئی تھی اور اب ۱۳۳۹ھ میں رہا تھا، سلوک، اخلاق اور عشق و معرفت کی پریچ راہوں سے گذرتے گذرتے اب وہ مقام آ گیا تھا جہاں حکیم الامت مجدد ملت حضرت حق نوکی حبیباً ربیبہ اور نامیہ طرح امتحان کرنے کے بعد مطمئن تھا کہ جس ماب فرط بیعت سفوان کی انگلی پکڑ کر اپنے سفر کا آغاز کیا تھا اب وہ راستہ کے تمام شیب و فراز اور چڑچڑھم سے نہ صرف پوری طرح باخبر ہے بلکہ وہ امتحان کی رو بہ نی کے ساتھ بھی اس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ میں اچانک حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا مکتوب نرانی دہلی بند پہنچا جس میں والد ماجد رحمہ اللہ و تلمیذین کی اجازت سے برافرازی و مکتوب نرانی یہاں جیل نقل کیا جاتا ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ کا نرانی نامہ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

..مکلفی۔ دہلی محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دہلی بند رحمہ اللہ

۱۔ امام محکم!

بے خدہ قلب پر ارادہ ہوا کہ آپ کو مطلع کر دوں کہ احباب کے بیعت و تلمیذین کی اجازت ہو چکی تو کھلا علی اللہ اس ارادے کو کرنے کے لئے آپ کو اطلاع دینا ہوں کہ اگر کوئی طلب حق آپ سے اس کی درخواست کرے تو قبول کر لیں اس سے حکیم کے ساتھ معاملہ بھی نفع دہکتا ہے جس بھی وہ نہ کرتا ہوں اور اپنے خاص تلمیذین پر اس کا حکم بھی نہ دیتے۔

نظم احتیاط یہ نکتہ خافی بھیجتا ہوں

والسلام

بند و شرفی از تہذیب و تمدن ریح الشانی ۳۳۱ھ

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ علیہ کو وفد جلی شانہ نے تحقیق و تکلیف و تہذیب و تمدن سے نوازا تھا۔ ان کے دست و پیر میں بھی شوق تھا کہ کبھی یہ نوبت بھی نہ آتی تھی کہ حکیم الامت رحمہ اللہ اپنی خلعت سے راز اظہار میں شہداء اپنے تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے نوازا تھا۔ ان کے دست و پیر میں بھی شوق تھا کہ کبھی یہ نوبت بھی نہ آتی تھی کہ حکیم الامت رحمہ اللہ اپنی خلعت سے راز اظہار میں شہداء اپنے تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے نوازا تھا۔

محبت و مہمانیت

مکتوب ۱۰۔ مہمان کی صداور ہو، اوکھ کر حیرت میں رہ گیا کہ کار و دارا اور شفیق اور بیعت و تعلق کی بہارت۔

صراح کار و دارا میں تہذیب و تمدن

میں آواز دے باغ کسی ہر گز سے نہ دیتا ہونے کا حلیہ بھی نہیں آتا۔ ملوک کے اہل و عیال میں سے بھی وہ ہٹا کر نہیں آتا۔ دوسرے کو نیا تعلق کر دینا گوارا نہیں۔ ان کی یہ قول ہو گا تو جگہ سے درخواست دیتا کرے گا کہ رہا نہ والا نامہ کو دیکھنا اور اپنی یہ کاری پر نظر کرنا ہوں تو حیرت۔ نہ سو آجہم ہاتھ نہیں آتا اور عوام ہجوم ہوتا ہے کہ تجھ جیسے خدمت شہر سیر کا ہونے کے منصب سے نوازا نہیں اس منصب کی بدنی کا سب سے ہر

اور خیال سے یوں ہی چاہتا ہے کہ اس کی اشاعت نہ تو اچھا ہے۔

جواب: "میں تو یہاں ہے اس بہارت کی کہ آپ اپنے کو ایسے سمجھتے ہیں۔"

مکتوب ۱۱۔ مہمان نے بعد سے ہر قدم پر اپنی کار و دارا کو مزید حساس ہونے لگا۔

جواب: "ان شہداء بہت نفع دے گا۔"

مکتوب ۱۲۔ و بعد سے انگریز کی احتیاج بھی اور زیادہ محسوس ہونے لگی۔

جواب: "میں دیکھوں۔"

مکتوب ۱۳۔ یہاں تو ہمارے ہمارے ہیں۔

جواب: "مہمان کی تہذیب و تمدن یہ ہے کہ ان شہداء نے تہذیب و تمدن کی تہذیب و تمدن سے نوازا تھا۔"

اسی طرح کا ایک اور مکتوب

نیکر ہمدانی النہایہ ۱۳۳۹ھ

مکتوب ”جب سے حضرت علامہ نے خطاب خاص سے اعزاز فرمایا ہے میری
سب سے بڑی اور اچھی بات کے لئے ایک تازیانہ ہو گیا ہے کسی وقت اس کا تصور انہوں سے نہیں ہوتا
کہ مجھے چین مانا کارہ و آوارہ و مریخی سے نا آشنا اور ہر گزوں کی یہ منہایت نہیں سمجھ پڑتی تھی نہ
ہوں، یہ خصوصیت جب سے یہ بندہ میں غیر اختیاری طور پر اس کا چاہی ہے۔ یہ وقت اس سے
ڈرنا نہیں کہ وہ مجھے دیکھ کر میرے بڑا ہوں کو بدنام کریں گے۔ میں علامہ سے تقاضا کرتا ہوں
ہو ایک کتابوں سے بچنے کی یہ ہمت نہ ہو سکتی اور غماز میں چھوٹی ہیں جب اللہ تعالیٰ حضور کی
ایک کیفیت پیدا ہونے لگی جو پہلے کس بھی بندہ پہلے یہ کیفیت نہ ہو سکتی تھی اور اب اللہ تعالیٰ
اس سے بڑھتی ہے۔“

جواب ”مجھ کو بھی ایسا ہی تھی۔“

مکتوب ۱۳۳۹ھ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

مکتوب ”وہ گاہ سماں میں حاضر ہونا حضرت کی جوتیوں سے طہاں سے آمدت
یہ تو ہو کہ ”خبردار“ سے ایک کون نجات ہوئی اور اپنے کچھ محتاج کو یہ مشغول ہو کر
شرمندہ و شغل رفتی آئیت دیدہ ہوں

یہ کیفیت پیدا ہو گئی اور یہ ابھی غرض واضح جو دنیا کو تمام اہل کمال میں سب سے زیادہ
نیکارہ و آوارہ و بدنام کنندہ خانقاہ میں ہی ہونی لگی ہو رہی ہے۔ ان کی کیفیت و آمدت سے بڑھتی
ہے کہ جب آفتاب ہدایت کا سماں میں بھی میری تاریکی کا یہ حال ہے تو کدو دیو ہونا۔
جواب ”یہ استعداد شہم قریب ہے، یہ پناہ اللہ الہ سے کہ تار و تہ کے جب
آفتاب نے مانتے ہوئے نور ہوں تو شب کو کدو دیو ہوں گا، انھیں اوتی سے بعض جوان کا
نصیر و قرب میں نہیں ہوتا وہ بعد میں ہوتا ہے اور جب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں ہی
میں نہ پڑا یہ ہے جو ہو سکتے کرتا رہے نہ ہو سکتے ہوتا ہے۔“

مکتوب: قرب علی دہانے اسن ویدمہ دیان سرتی
 دانے پشوکارت انراکناں نچواہ شد

حضرت کے سبہ خدام اپنے اپنے کام میں ہیں اور رافع عبادت میں اور اس
 ناکارہ کا کام صرف یہ ہے کہ کام کرے وہاں کو رقیق اور غلط کرتا ہے، وقت کچھ ایسا تنگ
 معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کام نہیں ہوتا اور ایام مہر گزارتے جاتے ہیں، غیند کی کھڑت نے اور بھی
 تم کو رو دیا، اب بچ اس کے کہ غمت سے اس سے استیغنا کر اس عالم سہا بہ میں کیا چ رہا ہے۔
 جواب: "سب کا جواب معروض ہو چکا ہے۔"

مکتوب: زمان رحمت کو وقف عام کر دی، جہاں راد دعوت العام
 کرنی

فہمی انہی چہ انکر دم باندنم
 ماندم

جواب: "ب" فہمی باندنم" ہے پھر فہمی نہیں، مصیب "فہمی" باندنم میں ہے
 مکتوب: "یہ ہے کہ اس مال کی خدیم کی خاص طور سے دشمنی کر دینی جو نیکی
 کی

جواب: "طہینا رہتا ہے کہ باطن ترقی المہینان مستحق کرامت کتبہ
 اسند علی پ، موقوف ہے۔"
 (۱۳۵۰، ۱۳۵۱)

(۵) یہ استغناء کی خواہش و اشیئت و تواضع۔

آپ نے فتاویٰ و واقعی تحقیقات کو اس زمانہ کے فقہاء و ارباب فقہی اور آپ
 کے بزرگوں نے جس انداز میں سراہا اور دلی کھوں کو اور دعوائیں دیں، اس کی تفصیلات
 بہت ہیں جس کا یہ موقع نہیں بلکہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ علیہ کی خشیت اور تواضع کا یہ عالم تھا
 کہ ہر وقت اس فکر سے پریشان رہتے تھے کہ کسی فتوے میں غلطی نہ ہو جائے، چنانچہ حکیم
 ازمت حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے نام ایک خط (ماری ۱۳۵۱) دیکھنا ۱۳۵۱ھ میں تحریر

فرماتے ہیں کہ:

”اس وقت لتوتی لکھنا آئی کہ پر ”معلوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام یہ ہے جس کا نہیں اس لیے حیران ہوں کہ کیا کرواں آئی یہ آخر اسے کہہ رہا ہے اسے مجھے اس سے معافی دیں اور مجھ ورس میں لے لیا جائے“ لیونہ اب اسے غصہ سے چلا نہیں تھیں شاید دپند میرے لیے بہ نسبت اس کام کے وہ کام زیادہ اونچا ہو؟“

سرشد تھا نوی رحمہ اللہ نے تسلی دی کہ!

”جب غلہ تعاقب نے غشیت کا یہ غلط دیا ہے تو اجانت بھی ہوگی جیسا احادیث میں وعدہ ہے، اگر مذمت مستند بہا کے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی بعد میں مشورہ وقت ممکن ہے۔“

اپنے سرشد اور بزرگوں کی ایسی عقلیوں اور جہاں کی بنا پر آپ اس کام میں تھک رہے مگر یہ سمجھنے کے لیے آپ کسی طرح تیار نہ تھے کہ اس کام کی الجیت بھی میرے اندر ہے، اسی غشیت و تواضع کا غصہ تھا جس نے مقدمہ ”اداء الحقیقت“ میں آپ سے یہ نکلوا دیا ہے کہ

”میں اپنی ملی بے بضاعتی سے بے خبر قوت تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ اس کام کے نیچے علم کے جس پر یہ منزلت کی ضرورت تھی اس سے پرہیز واقف بھی نہ تھا، انہیں ضد متوں کی طرح حضرت اساتذہ اور بالخصوص سیدی و استاذی حکیم الامت مجتہد و امامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی اداء اجانت کے بغور اس پر دوسرے اٹھالیا، کئی سال تک کام کرنے کے بعد اس علم تک رسائی ہوئی کہ یہ کام سمجھ جیسے ہے بضاعت و بے لیاقت حوٹوں کا نہیں۔“

۔ کبھی اتنا کہ دیکھ نہ سکتے تھے

سو بھی ایک دوسرے میں ہوا معلوم

(اعلیٰ)

۱۔ حقیقتِ علم

شیخ احمد رضاؒ فرماتے ہیں کہ حقیقی محمدؐ کی سادہ زبان پر مجھ سمجھ کر فرماتے ہیں :
 از شیخ محمد رضاؒ نے جس حضرتؑ کے بارے میں نے قی اور علم و وحی کے بارے
 میں بہت سی باتیں تفصیل سے فرمودی ہیں جن میں یہ بات واضح ہوئی ہے کہ آپؐ کی
 شخصیت بڑی بڑی سہولت پر ایک میں عنایت تھی، آپؐ کی ساری محرومیتوں اور کمزوریوں
 باوجود آپؐ کے ہاں میں ہر لمحہ، ہر لمحہ میں بے شک و رازوق معارف کے بارے میں ایک نئی
 فکر پیدا ہوتی تھی۔ ان باتوں میں کوئی گہرائی نہیں تھی لیکن ان کی درست علمی انداز
 سے وہ جو آپؐ کے ہاں آپؐ کے ذہن میں مختصر رہتی تھی کہ یہ آپؐ کے ہاں وہ علم و حکمت کا
 ایک نیا عالم تھا، اور آپؐ کے ہاں میں عقل اور حقیقت اللہ کی وہ بے پناہ اور بے انت
 کتب انہی کو وہ قدر اور اہمیت ملتی تھی جس سے ان کی ساری علمی تحقیقات بہت آسان اور
 سہل بن جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ آپؐ کے علم کے بارے میں بھی ایک حقیقت ہے کہ آپؐ کے علم کے لیے کافی اور آ
 شیاں بھی بڑی کم تھیں، اور آپؐ کے علم کے لیے جو علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں وہ
 بھی بہت سادہ و سہل علم تھے۔ آپؐ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے علم کی کیا
 قدر و قیمت ہو سکتی ہے جو ان کو ایمان کی دولت نے بخش ہے۔ ان کی طرح جو علم ان کی علمی
 زندگی پر اثر انداز ہوا ہے وہ آپؐ کے علم ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ آپؐ کے علم کے لیے جو علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں وہ
 آپؐ کے علم کی زندگی میں یہ بات بے حد سہولت ہو جاتی ہے اور حضرتؑ کے بارے میں یہ حقیقت
 جلوہ گر ہوتی تھی کہ آپؐ کے علم کے بارے میں وہ ساری باتیں تھیں جو آپؐ کے علم کی حقیقت
 سے نکل جاتی تھیں اور خود بخود پیدا ہو جاتی تھیں۔ آپؐ کے علم کے بارے میں یہ بات
 میں پڑنے کے لیے مشاہیر و متفکرین کا پیش کرتے ہیں لیکن مجھے ایسے متفکرین اللہ والے
 چاہئیں جو علمی سمجھ، خود دلی، خود پسندی سے پاک ہوں اور اپنے شمار کو مسلمان مانا

سکیں خواہ علم و تحقیق میں ان کا پایہ کسی قدر کم کیوں نہ ہو۔

خود آپ کا یہ حال تھا کہ علم و تحقیق کے اس مقام بلند کے باوجود جو اس دور میں خال خال ہی کسی کو حاصل ہوا ہے، آپ کو اپنے کسی علمی کارنامے پر کوئی ناز پیدا ہونے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اپنی بڑی سے بڑی خدمت کو پہنچ سمجھتے رہے، انسان کو عام طور سے اپنی تحریروں اور اپنے لکھے ہوئے مضامین سے ایک انس پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ مصنفین میں عام طور پر یہ شوق پایا جاتا ہے کہ ان کی تالیفات کا تذکرہ کیا جائے، انہیں سراہا جائے، چنانچہ مصنفین کی محفلیں اپنی تصانیف ہی کے ذکر اور ان کی تعریفوں سے لبریز ہوتی ہیں، بعض لوگ جا بجا اپنی تالیفات کے حوالے دیکر ان کے اقتباسات لوگوں کو سناتے رہتے ہیں، کبھی کسی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ کرنے کا اصل کام وہ ہی تھا جو اس نے انجام دے دیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے یہاں اس قسم کی باتوں کا نہ صرف یہ کہ کوئی سوال نہ تھا بلکہ آپ کو اس قسم کے ہر طرز عمل سے سخت کراہیت تھی۔ آپ بڑے سے بڑا تالیفی کام مگر گزارنے کے باوجود اسی فکر میں رہتے کہ نہ جانے اس کا حق ادا ہوا یا نہیں؟ محض لوگوں کی تعریف سے آپ کو خوشی حاصل نہ ہوتی، ہاں! اگر کسی جگہ سے یہ اطلاع ملتی کہ فلاں کتاب سے فلاں شخص کو کوئی عملی فائدہ پہنچا ہے، اس کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے، یا اس کے نظریات بدلے ہیں تو آپ بہت خوش ہوتے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس خدمت کے لیے اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کی دعا فرماتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم خیال لوگوں سے کچھ داد وصول ہوگئی تو کیا فائدہ؟ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے کتاب لکھی گئی تھی اسے فائدہ پہنچایا نہیں؟

”تفسیر معارف القرآن“ کی شکل میں آپ نے جو عظیم علمی کارنامہ انجام دیا، آج بفضلہ تعالیٰ وہ ایک دنیا کو سیراب کر رہا ہے اور عام مسلمانوں سے لے کر علماء تک سب اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں، لیکن جب کوئی شخص آپ کے سامنیاس تفسیر کی تعریف کرتا تو یہی فرمایا کرتے کہ:

”تفسیر نہیں کیا تو میں تھک رہی نہیں اور نکتہ تھا، اہل بیت میں نے حکیم امام سے حضرت
 تھانوی قدس سرہی ”تفسیر بین القرآن“ کو بہتر سمجھا، انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی
 ہے، علماء کرام نے لپٹے تو شاید اس میں فائدہ کی چیزیں زیادہ نہ ہوں، اہل بیت میں نے امام
 مسلمہ کو اس کے لیے یہ کتاب بھیجی ہے، خدا کرے کہ اس سے استفادہ نہ پہنچ جائے۔“
 ہوگہ تو عام طور پر وہ مال سے افغانی بولی باتیں اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش
 میں رہتے، حضرت والد صاحب کا معاملہ یہ تھا کہ پوجہ دیر کر کے ”حافظ القرآن“ میں وقت
 کی ضرورت کے لیے شہر سے مہاکمل و مہاشہ موجود ہیں جو ”یون القرآن ابو“ اور ”میری
 تکسیروں کے مبادیہ سے زائد ہیں، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہہ دیتا کرتے کہ اس کتاب
 میں میں نے کوئی نیا نہیں لکھا، ”بیان القرآن“ اور بعض دیگر تصانیف کی تفسیر کر کے ایسا
 نسخہ عام فہم انداز میں بیان کر دیا ہے۔“

اور یہ شخص نہایت باتیں نہ سمجھتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کا حقیقی ثمرہ یعنی تواضع
 کا وہ مقام بنو وسط قرار دیا تھا کہ اپنے آپ کو کسی کام پر نہ آپ کی قمری لکھی ہو جاتی ہی نہیں
 تھی، اور بڑے سے بڑا فائدہ اٹھا جاوے دیئے کے بعد خود اپنی ہمتی کا کوئی شائبہ پیدا ہونے کی
 بجائے آپ کی سب شخص میں اعراف کی ہو جاتا تھا۔

بعض علماء اور مصنفین کو غرور کا شوق ہوتا ہے، اور جو کوئی تحقیقی یا علمی نکتہ از خود
 ان کے ذہن میں آ گیا، وہ اسے وہ اپنی طرف منسوب کرنے میں غر محسوس کرتے ہیں، اور
 اسے بیان کرتے وقت یہ کہتے ہیں اطف آتا ہے کہ ”یہ بات مجھے کہیں بھی نہیں ملی، لیکن
 حضرت کا معمول اس سے برعکس یہ تھا کہ اگر ان کو کوئی تحقیقی نکتہ ذہن میں آتا تو اس تلاش
 میں رہتے کہ یہ نکتہ مین میں سے ہی کے یہاں وہ منقول میں جائے، اور اگر وہ منقول مل
 جا تو ہے کہ مسرور ہوتے اور اسے اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اسی کی کتاب یا
 عالم کی طرف منسوب فرماتے جن کے کلام میں وہ ملے ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ ”مزدے
 مجھے بڑا دلتا ہے، اگر کوئی شخص آپ کی کسی تحریر یا تقریر کے بارے میں آپ کو حجتہ کرتا کہ

اس میں نماں فلاں بات غلط و سب دیکھنی ہے۔ کوئی ہے تو قطعاً اس سے لڑہ پھوٹا ہے یا
 ہو۔ اس کے منوں ہوتے، اور بات سمجھوں تو چاہتی اور فوراً بالکل اس میں تبدیلی فرما دیتے
 ہیں۔ لہذا نہ تو سے ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کی گفتگو میں کوئی بات کسی نے اعتراض کر دیا ہے
 روئے کر رہا ہے۔ اس عرض سے لیتے یہ بے فہم انسان۔

حضرت محمد کوئی قدم سرمدی انوار میں اپنے سر نہ دیا۔ نہ کوئی "میں" میں اپنے منہ میں داخل
 "اختیار" کیا۔ آپ کے نام سے جاری فرما دیا ہوا تھا۔

پھر اگر آپ اپنے کسی کام یا تالیف یا تصنیف کے علمی حلیہ کے بارے میں مطمئن
 بھی ہو جاتے تو یہ حقیقت ہر آن مستحضر رہتی کہ اس کام کی اچھائی پر آپ کی کامل مدد اللہ تعالیٰ
 ہی دے گا وہیں قبول ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ اس بار بار میں قبول ہے تو سب کچھ ہے اور
 خدا نخواستہ قبول نہ ہو تو یہ سرمدی علمیت اور تحقیقی کوشش کو دوزخ کی آگ میں ہے۔

آخر میں آپ آٹھ فرمایا کرتے تھے کہ "میری ساری عمر
 کا خدا کا کرنے میں زبردستی تھا۔ لیکن میں ضروری قبولی تو شیخ نے وہاں بھی کاغذ کا آٹھ کر کے
 اس کے کام میں لگا دیا۔ اگر اس میں کوئی حرف اللہ تعالیٰ نے یہاں قبول ہو جائے تو چہرہ پر
 ہے اور نہ اپنے سارے اعمال کی وجہ سے معصوم ہو۔ یہ ہے "اور یہ فرما کر آپ اکثر بڑے سوز
 کے ساتھ حضرت خدیجہ ابیہ اللہ مبارک فرمائی کہ اس سرمدی کتب خانہ پر لکھا کرتے تھے کہ۔
 میں نے اپنا ایک ہی انکر پٹیاں بنائی۔

یوں تو کرتے ہیں بہت سے "انکر و فرما" (۲۹۶ تا ۲۹۷)

۱۲۔ کو وضع و ناسبت

اللہ تعالیٰ نے حضرت والدہ صاحبہ کو وضع کا جو مال و طاقت دیا تھا، وہ یہی تھا کہ علم
 و فضل کے دریا میں نہ بہنے کے باوجود انہیں دس بات کا وقت یقین اور امانت
 تھا کہ میں کسی رخصت و تعلیم کا ہر زمانہ نہیں۔

صرف ایک بات خدا کا پیش کر رہیوں۔ ساری عمر آپ کا معاملہ یہ ہوا کہ طاقتوں کے لئے کوئی

خاص وقت مقرر نہیں فرمایا۔ بلکہ جب کوئی آگیا۔ خواہ کتنے ہی عرصہ اس کام میں مشغول رہا۔ اس سے ملاقات نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں اسے نتیجے میں آپ کو سنت و شادی وغنائی پائی تھی۔ بعض اوقات تصنیف و تالیف نے وقت اوگھ بچھ لیا ہے اور کام میں رکاوٹ پڑ جاتی اور بعض مرتبہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتے اور کوئی شخص اپنی معمولی سی ضرورت ٹھکر آجاتا تو اس کی ضرورت پوری کر دینے کی وجہ سے وہ انہیں کام مرکب جاتا۔ اہم لوگوں نے پرہیز عرض کیا کہ ملاقات کے لیے ایک وقت مخصوص فرمادیں تاکہ جس کسی کو ملنا ہو اسی وقت آکر مل لے کر سہارا دے اور بے وقت نہ پہنچائی نہ ہو۔ لیکن آپ ہمیشہ اس بات کو مان جاتے تھے۔ جب ہمارا حال بہت بد حال تھا ملاقات کا وقت مقرر فرمایا۔ لیکن اگر کوئی شخص دوسرے وقت آجاتا تو ملاقات سے الگ رہ کر بھی نہ فرماتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت کا وہ نقصان پیدا ہوتا تھا، جب تک لوگوں کے بے وقت آنے کا سلسلہ برکتا ہی چلا گیا تو ہم نے پھر کئی شراعتیں کر کے جب تک آپ لوگوں سے بے وقت ملاقات سے انکار نہ فرمایا۔ اس وقت تک انھیں وقت کا معاملہ خود بخود ترجیح نہ دیا۔ وہ تو اس بات کے جواب میں آپ ہمیشہ طرح دیتے جاتے اور پہلے انھیں کوئی خاص وجہ بھی بیان نہ فرماتے۔

آخر ایک روز میں نے اپنی حماقت سے یہ عرض کر دیا کہ ”اوجی! حضرت تھانویؒ کے سرور کے یہاں تو یہ چیز کا اندھا اندھ وقت مقرر تھا اور کسی کو اس کی مخالفت کی اجازت نہ تھی۔“

انھوں نے اس بات پر حلف دیا کہ ”اگر وہ سب دھماکہ اس روز بھی بارگاہی اور فرمایا: ”اگر یہ جانی بھڑکتی دھماکہ کے مقام و منصب کی ہوں تو اس کو کچھ سے نہ دیا۔“

اتنی دنوں ہو کا ”مصلحت“ نہ دیکھو کہ انھوں نے جو مقام عطا فرمایا تھا اس کی بنا پر انہیں حق پہنچا تھا کہ وہ انھوں کو اپنے نظام ملاقات کا تابع بنائیں، انہیں جو مقصود تھی کاموں سے لیے اللہ نے پیدا فرمایا تھا وہ اس کے بغیر کیسے انجام پائے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں کو ان سے اصول فائدہ پہنچا تھا۔ اس لیے اگر اس فائدے کے حصول کے لیے انہیں کچھ مشقت اٹھانی پڑے تو کچھ رنج نہ تھا۔ لیکن میں کیا ہوں؟ اور میرا مقام کیا ہے؟ میں خلق خدا کو جس بنیاد پر

(۱۶) حضرت مفتی صاحب کا اپنے بعض ہم عصروں کے ساتھ معاملہ۔

حضرت مفتی صاحب کا معاملہ دوسرے بزرگوں نے مارتھ بھی لیا تھا تو عکس میں حضرت صاحب کا تھا۔ مریدوں نے ہل میں آپ کے اٹاؤٹیشن میں ایک بعض ہم عصروں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے تھے۔ حضرت سید نعیم حسن صاحب ندوی رحمہ اللہ حضرت مولانا نعیم احمد صاحب قندھاری رحمہ اللہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کمال پوری حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ حضرت مولانا شبیر علی صاحب قندھاری رحمہ اللہ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمہ اللہ مفتی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت قلوبہم اجمعین اور مفتی عبدالسید مفتی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اہل الدین اور فقیرانہ کے ساتھ ہمارے آپ کو یہ معاملہ کرتے دیکھی جیسا اس تذکرہ میں بھی لکھا ہے کہ ان حضرات کی خدمات میں جو بے جا احترام پتھر بن کر بار اعلیٰ میں جانے لے رہے تھے حضرت مولانا کا معمول تھا کہ انکے ان میں سے ایک آپ کے پاس جاتی اور بعض تو محلہ میں بیٹھتے تھے اور حضرت مولانا کی خدمت میں ان سے بہت گفتگو کرتے تھے۔

۱۳۷۳ھ میں مولانا صاحب نے ایک مختصر ماحولہ لکھی اور حضرت مفتی محمد نعیم صاحب رحمہ اللہ اور علامہ سید ابوبکر محمد علی صاحب رحمہ اللہ بھی تصدیق لکھے۔ قرآنات کے بعد جلد کا وہی ہی کسی سند کی توثیق میں حضرت سید صاحب رحمہ اللہ نے "شامی" لکھنے کے مطالبے کے مطابق شروع فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ان کے سامنے اس طرح دلائل و ثبوت لکھے تھے جیسے شہداء و مستندین کے سامنے ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طرف بیان کیا تو حضرت نے یہ صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ جس کا اہم ذرا تھا کہ سید صاحب کی جہالت کے بغیر میں کہتے ہو کہ وہ ۱۲۷۱ھ میں ۱۳۸۳ھ میں اسکا ترجمہ محمد کے کامل فقیر محمد حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ در علوم میں تالیف فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ان کے سامنے توثیق لکھوا دی جیسا ماحولہ فرماتے تھے۔

(س ۸۹۷)

(۱۵) "مفت میں چٹو کا غذا کا لے کر بیٹھ بول اور کیا کام ہے گا؟"
 آپ نے غیظ و غضب سے منہ ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ میں
 روٹی سے روٹی میں چٹو ہے ایک ٹکڑا۔ پھر چٹو چنے لگا اس نے اس سے کہا کہ
 کیا کام کرتے ہو؟ فرمایا "جس کا مکی - دھل بولی قدرہ قیمت نہیں لگائی سبھی پر اس
 نے پونہ قفر دیا۔

"مفت میں چٹو کا غذا کا لے کر بیٹھ بول اور کیا کام ہے گا؟" آپ نے فرمایا -
 پانی تھا جس نے چٹو کا ٹکڑا لیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ وہ ان کو روٹی میں
 کوئی میں ہاں کر دیا ہے۔ "عادی ہاں تھی۔" قطعاً حضرت امام احمد - تازہ مدتی تھی۔
 ہر کام میں توفیق کے لیے اللہ تعالیٰ سے التماس کرنا۔ (س ۸۹۷)
 (۱۶) حضرت کی شان و توقیع :-

آپ نے غیظ و غضب سے منہ ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ میں
 ملخص طور پر بیان کرتا ہوں۔
 حدیث شریف میں ہے من مات و اصعب لہ رفعہ اللہ و انما تہل العقی فی نفس اللہ تعالیٰ
 کے ہے تو اشع کرتا ہے کہ تعالیٰ اس کو جنت قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث میں تو اشع نور اس کا
 ثمر و بیان کیا گیا ہے۔ تو اشع کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ سے ملنے کے لیے
 دوسرے کوئی عمل نہ کرے۔ اس سے بڑھ کر بھی اس کا ثمر ہے۔ ہر شخص اپنے نفس و
 بلند مرتبہ و روحی مقام کا قربا کرے۔

یہ وصف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و جہات و صفات و احوال پر ہے
 یہاں ملنے والے فرقے کے لئے ہے کہ بالکل اٹنی نفس سمجھتے تھے۔ اشع اشع اشع
 اعمال قول و فعل و تقریر و کلام پر ہے۔ یہ وصف ان کے اعمال و جہات و صفات پر ہے۔
 چار پائی پر بیٹھنا گوارہ نہ فرماتے۔ آخر عمر میں اس کے چار پائی پر بیٹھ کر فوت ہوئے اور اکثر

اس پر بیٹھ کر عرض فرمایا کہ ”خفیہ فرماتے ہیں جس سے کہ اس دعا کی تسبیح صدیقی مجلس ہوتی ہے کہیں باوجود اس وقت کہ اس وقت کے چار پائی سے نیچے فرش پر کھڑے ہیں۔ فرما ہوتے اور پھر یہ فرماتے کہ مجھے آپ حضرات کے سامنے اوپر بیٹھنے کے لئے شرم آتی ہے، تمام اس دعا کو فرمایا کہ ”اس فرماتے ہی کہ اس دعا کے لئے چار پائی پر کھڑے ہوتے اور اس وقت بہت خراب ہوتی اور نیچے لے کی سخت نہ ہوتی تہ چار پائی پر کھڑے ہوتے ہوئے چار بار دعا فرماتے رہتے اور ہر بار دعا کے ساتھ کہ ”اے اللہ اس میں خوش آئے اور اتوار کو جو مجلس عام ہوتی اس میں بھی حضرت چار پائی پر بیٹھنے کا طرز پر بار فرماتے کہ میں اپنی عدالت اور غصہ کو جب سے اچھا ہوں وہ وہ آپ حضرات سے بلند ہو کر بیٹھنے کو کہ ”نکل نکلو اور نہیں نرم اور نرمی و رفق یہاں تک فرماتے ہوئے سناتے کہ میں آپ سب حضرات کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور آپ حضرات کو آئے سے خوش ہو جائے ہو کہ میں ہم میں نہ ہو قطع محسوس کرتا ہوں۔“ چنانچہ حضرت اس جگہ کی بعد قدر فرماتے اور کبھی کا دعا نہ ہوتے رہتے۔ اس دعا کے مکی طوالت نہ ہوتی تو خدمت میں بیٹھ کر بیٹھ کر فرماتے کہ ”سب لوگ پتھر کے لئے دعا نہ ہوتے اور دعا نہ ہوتے اور مصائد کرتے جاتے اور حضرت والا کبھی فرماتے کہ ”قطع باطنی کے لیے یہ دعا ضروری نہیں، البتہ اسے بھی (یعنی) قطع ہوتا ہے۔“

چوکی پر بیٹھنے کی وضاحت: حضرت کدہ مانہ میں محسن عام سے وقت ایک ہفتہ ہفتہ بیٹھ فرمایا ہوتے اس بارے میں بھی حضرت رحمہ اللہ علیہ نے مجلس ہی میں فرمایا کہ ”آپ حضرات سے کہہ دو۔“ بیٹھنے کا طرز یہ ہے کہ اس میں کبھی بیٹھنے میں اور وہاں کو بیٹھنے اور بیٹھنے میں تکلیف ہوتی اس لیے اس پر بیٹھنا ہوتا ہے۔“

جب کوئی نہ رکھ سکے یا نہ لپٹی سکے اور کسی دوسرے شریک طلب سے کہ بیٹھ لائے تو حضرت رحمہ اللہ علیہ بہت ہی عاجزی کے ساتھ ملے اور یہ تک تنہائی متواضعانہ گفتگو فرماتے اور یہاں تک فرماتے کہ ”حضرت میں اس قابل کہوں؟ کوئی میری ملاقات

کو آئے، آپ نے مجھ پر بڑا ہی کرم فرمایا، میں خود ہی حاضر ہوتا مگر ضعف و علالت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ اللہ! اللہ! کیا ٹھکانہ ہے تواضع کا۔

بچوں پر شفقت:

تواضع کا غلبہ اس قدر تھا کہ اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود چھوٹوں اور بچوں سے انتہائی شفقت فرماتے، اور بڑی محبت فرماتے، گھر کے بعض بچے ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کے شوقین ہوتے تو حضرت والا آ لے والے خطوط سے وہ ٹکٹ محفوظ رکھتے اور ان کو عطا فرما کر انہیں خوش کرتے اور ان سے بھی شفقت بھری گفتگو فرماتے۔

احقر حضرت رحمۃ اللہ کے پوتوں کے ہم عمر تھا، احقر کے ساتھ بھی بیٹیاں اور

پوتوں کی طرح بے انتہا شفقت فرماتے، ایک موقع پر اپنے صاحبزادگان سے یہاں تک فرمایا کہ یہ (یعنی احقر) میرے بیٹے ہی کی طرح ہے اور احقر اکثر نماز فجر کے بعد گھر جاتے ہوئے راستہ میں ملتا تو راستہ میں بڑی محبت سے مزاج پوچھتے اور اکثر یہ جملے ارشاد فرماتے ”ملا سکھ“ یا ”ملا مسکین“ کیا حال ہے؟ یہ جملے ایسی شفقت و محبت بھرے انداز میں فرماتے کہ احقر کی روح اور رگ رگ وجد کر اٹھتی اور آج تک ان جملوں کی شیرینی قلب میں محسوس ہوتی ہے۔ آہ! اب یہ جملے سننے کے لیے کان بے قرار ہیں مگر کوئی کہنے والا نہیں!!

حضرت کی شان تواضع یہ ہے کہ ایک روز فرمانے لگے کہ بھئی آپ لفظ ”ملا“ سے دلگیر تو نہیں ہوتے؟ یہ لفظ تو بڑے بڑے علما کے لیے استعمال ہوتا تھا، احقر نے عرض کیا حضرت اس جملہ سے دلگیر ہونا کیسا؟ میں تو اس کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہوں، اس پر بہت خوش ہوئے، بعض مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی احقر پر اتنی شفقتیں ہوتیں کہ والدین کی شفقتیں بھول جاتا اور بے انتہا سکون اور عافیت محسوس ہوتی اللہ اللہ۔

ڈاکو کا واقعہ: ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ یہ واقعہ (جو ابھی آتا ہے) میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت گنگوہی

اپنے شیخ کا مقام

ہر وقت کہتے رہے مگر سر آؤ گوشل کے یہ جو وہاں کے مقدس مقام، عالمی نام بھی، آفریدہ حق سے نکلے ہوئے سب پر ہی اس نسبت کا اہم ہونے اور کہنے کے بعد سے نسبت استغاثی ہوئی، یہ اس قدر بلکہ کہاں کی حضرت کا مقام معلوم کریں حضرت کا مقام اتنا بلند ہے کہ بعد میں اس نے معلم مکر نے ہی استعداد ہی نہیں، چل کر حضرت سے مدافعی یعنی چاہیے وہ نہ ہیں اپنا نہ ہو کر ہماری اس مستغاثی سے یہ عیا شدہ دولت ہی پہنچ جائے۔

چنانچہ خدمت میں یہ سب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استغاثی ان کے مدافعی چاہتے تھے، ان کوئی توبہ و مسامحہ کا وقت آپ کا تھا فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو آئے اور آپ نے اپنے شیخ نے کئے اور اس نے کہا کہ تم کوئے یہ مقام نہیں اہی حکمت میں تلاش کرتے ہو گئے، یہ مقام تو بس مغل الما لعلین میں محفوظ ہے تو میں قیام ہوں۔ مدافعی زندگی کا کہنی میں نرمی جب ہر حال میں کیا اور ذکر الہی میں رہا تو زندگی گزارنے کے لیے یہ مصنوعی و جتن کا مجموعہ، چاہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے آپ نے غلوں کی بدولت نواز دیا ورنہ میری حقیقت میں سے زیادہ نہیں جو میں نے بیان کی اور یہ بڑے پھوٹے پھوٹے کر، ان کے لئے کہہ کر، میں آج صدق دل سے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ۔ صراحت ہوتی ہوں، آپ حضرت ابی میر سے اپنے دعا کر رہے تھے کہ مجھے عاقبت کر کے دار میری توبہ قبول فرمائے، میری ان کے سب اپنے شیخ کا یہ حال سنا، نے غم سے ان کے دل میں گھر اور اب بھی سب روئے گئے اور دل سے اپنے شیخ کے لیے نہایت مضطر ہو کر کہنے لگے۔ اللہ پاک نے ان کی دعا دل کی برکت اور شیخ کی خالص توبہ سے شیخ کو اسی وقت الہی کا طہین کی سف میں داخل فرما دیا۔

حضرت ہمت علیہ السلام نے یہ اہم سارے فرمایا کہ تمہارے کان اپنے آپ کو اسی طرح پیچ کر پیچ اور کسی قابل سمجھتے ہی نہ تھے، وہ سب کچھ طے طے کے آقا کو یہ کہ جناب تھے مگر اپنے آپ کو داخل نہ کرنے تھے۔

مذکورہ مشائخ نے کہ "اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا قبول بھی یہی حال تھا۔ آپ نے
 زیادہ دقت وضع کرنے سے کسی نہ نہ بچا۔ آپ نے یہ کہہ کر عہد امانی صاحب مدظلہ العالی کا یہ وارث
 بالکل صادق ثابت کیا کہ "مذکورہ بالا ضمیمہ میں "پہا نچہ کمال تو اضع کا شرم مند ہے۔ کیا ہی
 میں خیر فرمایا نہ پاؤں۔ بعد میں ممتاز ترین شخصیت بھی نہیں بلکہ علی گڑھ کے لیے اللہ تعالیٰ نے
 حضرت مولانا صاحب شہریت رکھا تھا۔ اللہ پاک "اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ" بل بال "اللہ تعالیٰ
 فرمائے اور لہو سے اس کے ہاتھ نصیب فرما کر آپ اپنے مریدانہ پختہ پختہ فرمائے آمین

۱۹۹۵ء

(۱۷) یہ میری حقیقت ہے۔

حضرت مولانا صاحب شہریت صاحب "اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ" امت حضرت مولانا
 رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

حاجی شہر محمد صاحب (غیر مجاز حضرت مولانا رحمہ اللہ) اور یہ ناچیز قلمت بھوان نے حضرت
 مفتی صاحب بھی تو "بل" سے سوکھے تھے۔ یہ وہ "بل" پر قریب قریب وندوکر ہے۔ یہ تھے
 حضرت مفتی صاحب کا مقررہ زمانہ قیام اور ان کی قرابتوں میں وہ "بل" کس کی "بل" تھی۔
 حاجی شہر محمد صاحب نے عرض کیا "مفتی صاحب ایہ قدر صاف فرمائیں کہ حضرت مفتی
 صاحب نے فرمایا "یہ میری حقیقت ہے۔"

۱۹۹۵ء

(۱۸) ہمیں خدا کے گھر کے قریب وچڑوس میں جو راحت نصیب ہوتی ہے وہ
 سرکاری عمارات میں نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ محمد خان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی "اس نچے ایلیہ کھٹے۔ ہزار انسان کا ساتھ وچر
 طبیعت میں اس قدر ممانعت نہ دیتی، عاجزی اور اعساری قسم کی شخصیت پہلی۔ بلکہ میرا ان
 دیکھنے میں یہ حال بھی نہیں رہتا تھا کہ یہ وہ عظیم شخصیت ہے کہ جس کو چاہے انسان میں "مفتی
 عظیم" کے نام سے پکارا جاتا ہے اور انہی اہل اللہ کا شیوہ و فریق ہے۔ ان کے ساتھ دنیا کی

شان و شوکت اظاہری مضافہ بائحدہ ہندی سامان کی آرائش و زیبائش، ترنم و بحم کی بود و باش اور کبر و نخوت کی نشاندہی و برنامہ است پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔۔۔ ہمیشہ "بالا آفرج خیر واقعی" کے فارمولے کو اپنی عملی زندگی میں رہاتے رہتے ہیں اور دنیاوی سہمائی سے بھائی اور ناپائیدار ہی پر ہمیشہ غصہ رکھتے ہیں۔

اسی گفتگو میں شہر میں میری زندگی کی راتیں

بھی سوز و ساز و دی بھی بچھ، تاب رازی (۱۰۶۶ء)

سردار عبدالرب اختر مرحوم نے اپنے دیر اقدار میں اسلامی قوانین کی تدوین کے لیے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی اعظم سر امداد عورت دی دہلوی حضرت رونا پنڈی میں تشریف لائے، لیکن اختر صاحب کے پر بار تقاضے کے بدستور کسی نہ کاری بلذتھ میں رہنا جاری نہ کیا اور دہلوی حضرات نے صاف صاف اعلان میں کہا کہ ہمیں خدا کے کلمہ قرب و پڑوسی میں جو راحت نصیب ہوتی ہے وہ سرکاری فرائض میں نہیں ہوتی چنانچہ سارے دن کی مصروفیات کا۔ کے بعد اسلام آبادی یہ دہلوی تنظیم بستیاں میں غریب کہے پر تشریف لائیں اور میرے پاس ہی رات کو آرام فرمائیں، فقیری میں بادشاہی کا نمونہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ سردار میدان پر نقشہ بڑاتے خود، توں نوکار میں بھانکر رہے۔ ہاں چھوڑ جاتے تھے بندہ پیچہ دن ان، ونوں امتدادی ورنووانی اور محنت و درافت کے اس بار، سامان۔ سے کبھی عہد ویرا نہیں ہو سکتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور بٹکاناٹے بشریت جو ان سے نکالتے ہوئے ان سے اپنی رحمت کاملہ سے درگزر فرمادے۔

۔ و رہ و بستیاں اب کس دلیں بستیاں ہیں

کہ جن کے دیکھنے تو نکلیں، بستیاں ہیں (۱۰۶۸ء)

(۱۰۶۸ء)

(۱۹) "اصول فقہ پر تہوارے دروس میں بھی شریک ہوا کروں گا۔"

جناب ذوالسعد محمد تیدالہ صاحب (وہیں) تحریر فرماتے ہیں

دوسری صفت جس سے میں ہمیشہ متاثر ہوتا ہوں وہ ان کی وسعت قلبی تھی کہ
چھوٹوں سے بھی اچھے سے سمجھنے میں کبھی خفیف ترین تہذیب نہ ہو۔ وہ بڑے فقیہ اور مستند مفتی
تھے۔ ایک دن میں نے رسول بخشہ پر کچھ کٹی خیالات ظاہر کرنے کے بعد (کہ یہ علم قانون
میں مسلمانوں کی بہت بڑی بدلتی تھی جس کا نہ یونانیوں اور مسیحیوں کو بھی خیال آیا اور نہ
ہندوؤں، جینیوں، بھائیوں، بابلیوں کو) جب یہ عرض کیا کہ کاش اپنی میں کوئی نیکو بندہ مافی
کوئی بلند میار کا علمی مدرسہ بن جائے تو میں بھی آں محترم کے اراد میں حاضر ہوا۔ انہوں
اسیے یقین آنے کا کہ مفتی صاحب ذوالسعد نے جواب دیا کہ "اصول فقہ پر تیار۔ دوسرے
میں بھی شریک ہو کر اس کا" (ابھی دارالعلوم بنانا تھا)

دسمبر ۱۰۹۰ھ

(۲۰) فروقی است دلیل رسیدگان خدا:

مولانا طاقت الرحمن سواتی صاحب تحریر فرماتے ہیں

مرحوم کے قرب الہی اور خصوصیت و ملتہات سے تعبہ کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ اپنے تمام
تر علمی عظمت و وقار اور ہر طرح کی عزت و افتخار اور منہ و مائیکل و استادانگل ہونے کے باوجود
شہادت متواضع اور سادہ طبیعت کے رکھتے تھے۔ خدا اور شاگردوں سے منقسم یا پرہیزگار
نہی قسمی بہتری اور پختہ نہ ہوئے گا۔ اس واسطے کہ موقع نہیں دیتے تھے۔ ایک
بار مجھے مرحوم کے گھر کے قریب محلہ والی مسجد میں ان کے ہمراہ کچھ کئی نماز میں آنا جانا پڑا اور
وہاں ہا لوں میں جب میں نے جوئے کو سعادت و برکت جان کر اٹھایا تو انکار فرماتے
رہے۔ عرض یہ کہ مرحوم کے اقارب جمع کی یہ فراتجی بھی عظمت و رفعت کا شاہد ہے۔

فروقی است دلیل رسیدگان خدا : سوار چونکہ پہ منزل را مدید و ہوا

(ص ۱۰۹۰)

(۲۱)۔ حضرت مفتی صاحب کی سب سے محنت زدہ اور نمایاں خصوصیت:

استاذت و محنت۔ وہ ان شخصیات صاحب زادہ (سابقہ قائم تعلیمات باہرہ دار العلوم لکھنؤ) پر فرماتے ہیں

ان خصوصیات میں سے ایک امتیاز اور نمایاں خصوصیت اس کام تکلیف مشاہدہ کرتے ہیں۔
مناظرہ کے بغیر کسی ریاضہ کی طبیعت سادگی اور سہ تفہیم زندگی تھی۔ نہ پہنچنے والے تھے اور
کھانے پینے میں کوئی تکلف تھا اور نہ رہن سہن میں کوئی کرشمہ یا ریل پل سے ہٹنے والا
فصل آپ کی سادگی اور تواضع و انکساری دیکھ کر دیکھ رہا ہوں کہ اس نے جو کچھ بعد از طبیعت
اعظم کی اس خیالی صورت پر وضع قلع کے باقی خلاف ہے جو وہ اپنے ذہن میں بنا کر اور
تجربہ و بیان و جذبہ و متاع بہرہ وقت اجتماع تھا اور نہ تھا۔ انہماک میں کوئی نقص نہ تھا۔ ایک
کی مدت کے لیے وہ نہ بڑھا تھا۔ اس پر غریب کا کوئی امتیاز نہیں۔ سید کی ساری کائنات
اور اخلاص و فیہ خواہی میں وہ آپ کو بے تکلف نصیحت۔ ہر آنے والے سے خواہ
پیشانی اور ہر جزی سے پیش آتا، ستر اُسر بات کرتا، دوسرے کی بات و چوری کو ہر ہمدردی
سے سناتا، اگر کوئی دلت سے ہمت نہ تھی تو اس کی ضرورت کو پورا کرنے کی فکر کرتا، ان قدر مہمی
تکلف و لذت اور جلالہ شان کے ہاں جو ہر بات سے فروغی و انکساری کا ظہور۔

یہ وہ اوصاف و اخلاق تھے جو ہر ملنے والے کے قلب پر ہر ہر راست اثر انداز
ہوتے اور آپ کی برتری اور عظمت میں کا دل و دماغ پر گہرا نقوش چھوڑتے۔ دینی و دنیوی کا
تو کیا حق و باطل اور دین و دنیا کے خلاف اسے یہاں بھی ان محسن کا لہجہ سن ہے۔
(ص ۱۱۰۶)

(۲۲) عجزی و انکساری کی اوجہ:

آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی امیرہ عثمانیہ صاحبہ تحریر فرماتی ہیں
حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو ہندوئی نے جو مقام عطا فرمایا تھا وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ
نہیں، مگر اس کے باوجود آپ کا یہ حال تھا کہ عام آدمی کے مقابلے میں اپنے آپ کو نہایت

ماتہ تصور فرماتے تھے۔ ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ جب میں ”سید احمد شاہ طہست“ دینی
 (اس زمانے میں طہست واقعہ کا متعلق قیام سید علی بنی تھ) تو میں بات نہ کر سکا۔
 چہرہ افسوس سے اور فکری باجمعی قیام کا۔ وہ سمجھ میں نہ آیا۔ سمجھا کہ جب وہ افسوس ہے، آپ
 کو افسوس کرنے کی دلچسپی بھی نہیں فکری رد اور تہی نفس کی وجہ سے۔ میں بہت فکری تھی اور
 کسی کام میں ہی نہ لگ سکتا تھا۔ اپنا علم میرے وقت سے نکال کر رکھیں تو ایک دن کچھ میں نہیں
 آیا۔ آپ نے کارائش کی وجہ یہ بتائی۔ پھر شکر و شکر میں تاکہ لازم میں اپنے قیام کا پرہیز
 دینی آپ نے، دینی دینی میں وہ بہتیں کئے۔ یہ تھا اور کسی فکری نہیں نہ ملتا تھا۔ دوسرے
 دن صبح کے وقت پر قیام دیا۔ ”اللہ شفق رحمہ اللہ“ کے پانچویں دن۔ آپ امرتہ تھیں ہی جلی لکھتے
 کے ساتھ سید چٹائی، دیکھتے ہیں طہست کے ساتھ بیٹے کے کا۔ یہ اس وقت تھا۔ سید بہ
 قریب تھی اس لیے کہ وہ نہ تو اسے بعد بات نہ کر سکا۔ پھر بعد تو زخمی میں نے پانچ
 فرمایا۔ ”اللہ توکل نہیں کی اور میں اسے نہ ہو۔“ وہ وہاں پہلے جوتا آخر میں تو دینی تھی اس کو
 سوچتا رہا۔ ”اللہ توکل نہیں کی اور میں اسے نہ ہو۔“ وہ وہاں پہلے جوتا آخر میں تو دینی تھی اس کو
 اس لیے ہو گیا کہ وہ دینی میں اسے نہ تو آپ نے بات نہ کر سکا۔ یہ تھی آخر میں
 ہوئے۔ وہ وہاں سے چھوٹا دینی آفرمایا۔ ”یہ حق امیر کا معاملہ ہے۔ اس میں نہ کہ پھر
 کی کوئی فید نہیں۔ اس لیے جب میں اسے معاف نہ کر سکتی تھی۔ کون نہ کرے گا تو
 میں نے کہا کہ وہ وہاں سے نہ تو آپ نے بات نہ کر سکا۔ یہ تھی آخر میں

(۲۳) حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ خود اپنی نظر میں:

آپ نے یہ بات نہ تو فرمائی کہ وہ سب مرتبہ فرماتے ہیں۔

یہ دینی امر و مومن اس لیے کہ بات ہے۔ حضرت رحمہ اللہ اپنے سید کے مکان
 میں رہتے تھے۔ ایک دن امیر کے ال میں کھلیفہ شروع ہوئی جو کہ یہ لکھ پڑھتی تھی
 لکھی۔ میرا سب تھا اور وہ حضرت رحمہ اللہ آئے والے سائنس و طبیعت سمجھنے میں
 حضرت رحمہ اللہ میرے متعلق یہ دینی کا عالم سائنس ہے۔ انہی طبیعت میں ہم بیٹھا کوئی یہ

”ایک مرتبہ ۱۱ ماہ حضرت مولانا پھولچند صاحب نے فی قدس سے ملنے کی ہمت کی۔ پر آپ سے فرمایا:

”جی ہاں صاحب زادہ! معلوم ہوتا ہے کہ فی قدس میں اس صاحب کا بھی کچھ خیال یا کم از کم اب کچھ خیال یا کچھ فکر ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا ہے۔“

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا فی قدس سے اس صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس صاحب کی حق تلفی تو نہیں کر رہے تھے لیکن میں نے اس صاحب سے اس کے بارے میں اس نے اس نے حضرت مولانا فی قدس سے فرمایا کہ ”یہ مفتی صاحب (یعنی مفتی عزت الرحمن صاحب) کا حال بھی تو یہی تھا۔“

اس پر حضرت مولانا فی قدس فرمایا: ”یہ وہ ہے جو کہ مولانا فی قدس سے اس صاحب کے بارے میں اس نے اس نے حضرت مولانا فی قدس سے فرمایا کہ ”یہ مفتی صاحب (یعنی مفتی عزت الرحمن صاحب) کا حال بھی تو یہی تھا۔“

(۲۷) ”میرے پاس یہ صاحب کہاں تھے.....؟“

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید کرم اللہ وجہہ نے اپنے سفر ہندوستان کی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

”نور ام (حضرت نیکوئی) اس خانقاہ سے رخصت ہو کر حضرت مشکوٰی قدس سرہ کے پوتے مولانا حکیم محمد و امیر صاحب مدظلہم اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا مکان خانقاہ کی پشت پر واقع ہے۔ حضرت مولانا نے انہیں کثرت و محبت کا زیادہ تر فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب قدس سرہ سے یہاں ان کے آخری ایام حیات میں حضرت حکیم صاحب مدظلہم سے ایک بار ملی نام آوے۔ حضرت مولانا صاحب اس وقت خود خوب تھکے تھے۔ اس لیے انکو جواب نہ دے سکے۔ اور انکو جواب کہنے میں کچھ اپنی غفلت ہو۔ پھر وہ فریٹ ہوئے۔ چنانچہ ایک دن ان کی تفریح ہوئی۔ چنانچہ اگلے روز حضرت مولانا صاحب نے اپنے جواب کے بارے میں

حضرت مفتی صاحب کی رائے اور باب کی دوسرے سروہ میں شامل تھی وہ عقیدہ اہل سنت
 حضرات مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ عقیدہ طبعاً بخوار تھے، بہت سے لوگ ان سے اس سے
 بھی شے مبرا حروف پر ان کا انداز نہیں پھونک سکتے، یہ عقیدہ عقیدت مندوں کی عقل میں
 بھی اس تو طبع اور ہدایت سے نہیں آتا تھے پیسہ ان میں سے میر تقی میر کا ہے، مگر اپنی
 شخصیت و انداز کے لئے وہ ان پر گھونسنے کی اپنی ہی جھلک بھی اپنی سنگتوں میں جانتے ہیں
 میں نہیں پائی۔ تہائی میں باب بھی نہیں لکھا تھا، ہوا میں نے انہیں غیثت الہی سے اس سے
 اور کہتا ہے، لیکن خبریت اور لکھنے کا ان کی عقل میں کیا نذر اور اہل سنت میں وجہ کا کارہ ہوتا کہ
 کسی نے اس آواز میں نہ بولا ہے، اس سے دینی سے عقیدہ بھی آتا ہے تو اس انداز میں دروں
 سوزی کے ساتھ کہ، لکھنے کی عقل کے لیے جو نے خیر خواہی کا ٹک چڑھ کر، بتا۔ "ایسی ہوتی ہی
 تھی دیوانہ کے شیوخ میں سے تھے انہیں دوسرے سبک کے حکیم کا ہمیشہ احترام کرتے
 ہیں نے بارہا ان کی زبان سے جلی حضرت مولانا محمد رضا خان دہلوی کے عقل
 رسالہ لکھنے کا شروع کیا تھا۔

کراچی کے دو دینی اہل علم بہت پائے کے ہیں ایک آپ کا قائم سروہ اور دوسرے
 حضرت مولانا محمد یوسف تھانوی صاحب کا جاری سروہ، فقہ و معاصات ایسی پرانی چیز ہے کہ
 ان لوگ پر اور میں اس سے متاثر ہوں، یہ گھر بہت عجیب کے جو حصے سے ان دونوں بڑوں
 سے ہمیں قائم رکھے، ہم میں ان کی مثالیں ہیں اور لکھنے میں آتی ہے وہ یہ نتیجہ تھا کہ ان
 صاحب اہل حق تھوڑے اور ان لوگ پائے کا جس نے بعد ازاں میں عقل اور دہلیات اور قوت
 کے لوگ، انہی میں سے ہے۔
 (میں صاحب ۹۱)

(۳۰) "یہ سوزی عبدالحکیم، بھگت سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

ایک سرچہ ارشاد فرمایا کہ

"میرا دور میری میں کوئی یکساں نہیں میری دور ہے ہو چنے سے باز جاتا
 ہے، میں یہ بہت قلیل ہوتا ہے، بچہ (اپنے فیض مجاز) مفتی عبدالحکیم صاحب لکھنے کی

حرف شادہ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی عبد الغفور صاحب سے بڑھ کر مجھے نہیں پہنچتا۔ یہ مولوی صاحب
 کہیں تو کچھ سے وہ کراٹے کے بچے ان سے دعا کے لئے کہا کرو۔“

(کاروان تھنوی ص ۲۵۸)

مجاہد حضرت مولانا الطبرسیؒ (علیہ السلام) رحمہ اللہ (خلیفہ مہدی ز قیصر المست
 حضرت تھنوی رحمہ اللہ) کے واقعات۔

(۱) ”باوجود خدام کے موجود ہونے کے حضرت بنوریؒ کے پاؤں دہائے۔“

چند عداوت کے سابق محدث بناب مولانا نقشبند دین صاحب مدظلہ العالیان
 ہے کہ ایک مرتبہ محدث العصر حضرت حامد یوسف بنوریؒ کی تشریف آئے حضرت نے
 موصوفہ کی بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ میزبانی کا حق ادا کیا۔ موصوفہ جب رات کو
 آرام فرما رہے تو کیا دیکھتے ہوں کہ باوجودیکہ وہ خدام موجود ہیں مگر وہ حضرت رحمہ اللہ
 کے پیروں کے لئے نہ تھے۔

موصوفہ بنا چھک آرام فرماتے رہے لیکن تھنویؒ دیر بعد اٹھ کر آپ کے حضرت رحمہ اللہ
 کے حجرہ پر دیکھا کہ وہ کھڑے آٹھ گھنٹے پہچان سونے کے آپ نے اس سے فرمایا کہ
 بیویوں نے نہیں مانا۔ اس قسم کا بے تکلفیہ اور عقیدت مندانہ واقعہ آپ کی زندگی میں صرف
 ایک ہی نہیں بلکہ کثرت میں۔ ان واقعات سے یہ پتا ہے کہ اگرچہ یہ حضرت مختلف
 محدث اور مختلف مقامات کے رہنے والے تھے لیکن عقیدت و محبت اور تعلق نبویؐ کے اعتبار
 سے وہ مختلف نقاب و درمختہ نقاب تھے۔ ان میں کی مسافرت کے لئے ان کے ہمراہ ایک
 دوسرے سے زیادہ ماحولت آتے تھے۔ ہر مقام پر ایک دوسرے کو بے تلافی کے
 ساتھ نرم و گرم محبت اور کھٹ کھٹ کرنے سے علی گریز نہیں کرتے۔ یہ دوسرے کی نفی و نفی
 میں براہ اثر کر کے ہوتے۔ جتنے دن وہ نہیں دیتے۔ (ایات الطہر ص ۸۶ تا ۹۵)

(۲) ایک عبرت آموز واقعہ۔

چند عداوت کے سابق محدث حضرت مولانا نقشبند دین صاحب مدظلہ العالیان

ہے کہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ آپ ہمیشہ اساتذہ و موجد کو جمع کر کے نصیحت فرمایا کرتے۔ انکی غلطی پر بھی کبھی یا تعین عامر ہو، پر قدرے سخت و سست کلمات استعمال فرماتے۔ چکاریط ! اصناف بعض اساتذہ کو ناگوار نہ رہتا۔ لیکن آپ کے سامنے مہربانائی کی کسی گڑبست نہ ہوتی۔

مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ہمت کر کے عرض کیا کہ حضرت ! سب اساتذہ و موصوفہ و مفتیان۔ مہذبہ اہل ایمین سب کو برا بھلا کہنے میں جو خطا سے بری ہے اسے ناگوار نہ رہتا ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ بات بہت پسند آئی اور سنا تھوہر جو اپنے اس ٹیپ کی اصلاح کے وہ پہنچے ہوئے۔ مولانا موصوف سے فرما دیا کہ کس انداز پر بات کی جائے اس مسئلہ کا ایک نوٹ پیش کر دیجئے تاکہ اُسے دیکھ کر باتیں کر سکیں۔ آخر مولانا موصوف نے وقعت سے پیش کیے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں کا جب کے ذریعے تحریر کروا کر اس میں یہ چپکار یا جھکوسا منے رکھ کر آپ کھس ! اساتذہ میں خطبہ فرماتے تھے تاکہ اساتذہ سے باتیں نہ کر۔ ج وقت اسے سامنے رکھ کر باتیں کر سکیں۔ یہ تھا آپ کے اہل اس اہلیت اور خدائے کا ایک اہل انصاف۔ (مجموعہ ماہ ص ۱۹۶-۱۹۷)

(۳) ”اپنے ہاتھوں سے مالے صاف کیے۔“

آپ کی خدمت میں اہل ایک صورت یہ بھی تھی کہ اگر کسی سے کوئی کام لینا منظور ہو تاکہ آپ سب سے پہلے اس کام میں لگ جاتے۔ کام کتنا مشکل کیوں نہ ہو آپ ہر لحاظ اس کو برداشت کرتے۔ حتیٰ کہ مالے گندگی دور کرنے میں بھی سب سے پیش پیش رہتے۔ اس نکتہ میں نتیجہ یہ ہوتا کہ علم اساتذہ اور متقدمین حضرات بطلب نہ مٹ سب کے سب اس صرح شریک کر رہا جاتے کہ آپ میں مسابقت شروع ہو جاتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسٹیشن راول کے مالے میں گندوں جمع ہو کر لوگوں کو کافی تکلیف پہنچ رہی تھی خصوصاً شہید بنی مسجد کے محصلین کو تو آپ نے بذات خود سب سے پہلے ہونڈی کا کام انجام دینا شروع کیا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر سب اساتذہ اور عام محصلین پیشے نہ رو سکے۔ سب کے سب شریک کا رہو

کرتھوڑ سے حق وقت میں قرآنِ معارف کر دیا اور سب لوگوں کو تکلیف سے نجات ملی۔

(ص ۲۱۰-۲۱۱)

(۴) تواضع و فطرت کے عجیب واقعات۔

تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو بالکل ہٹائی اور سچ سمجھ کر تواضع اختیار کرنے۔ اپنے کورافت کا مل نہ سمجھے اور سچ سچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔ اس کی اصل موجدِ نفس ہے۔ مگر تواضع اس کا نہ نہیں کہ زبان سے "خاکسار" "خاتونِ زہرا" "مخدومہ" کہے۔ بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو زہرا ہے مقصد سمجھ کر یہ ہنسنے اور اٹھ کر بیٹھ کر تم کو اتفاقاً کا جوش پیدا نہ ہو۔ اور نفس کو چوں سمجھ لو کہ تو واقعی ایسا ہی ہے پھر کیوں برا نہ کرے۔ اور اگر کسی کی برائی سے پھر رنج و افسردہ ہو تو یہ تواضع کا غلطی درج ہے کہ مدح و ذمہ برابر دیا جائے۔ مطلب یہ کہ مسئلہ پر برابری ہو جائے۔ نیچا تو مسواوات ہو نہیں سکتی۔ کوتاہ۔ یہ غیر اختیار ہی امر ہے۔ بہت اختیار ہی مگر تواضع اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ کے یہ تواضع تقیہ کرنے کی بڑی فضیلت حدیث شریفہ میں آئی ہے ہر چہ نہ حضور ﷺ اور ائمہ و فضلاء ہیں۔

من تواضعك رفعه الله . ان الله لمنكسر قنودهم

(ترجمہ) جو شخص اللہ کے واسطے تواضع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کر دے گا۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے (حاشی کرو) ان لوگوں کے پاس جو تواضع اور نوسٹ ہو گئے ان کو اٹھائے ہیں۔

شاعر کہتا ہے۔

فروغی است دین سیدگان کمال کہ چمن سوار محزون رسد بیاہد شود

تصنیف سے باہمی کے پیش نظر اگر حضرت۔۔ کی زندگی پر نگہ کر کے تو آپ سر پر تواضع نہ کرتے ہیں مہر کے لیے اوچے والے تھے ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

(۱) جو معادہ الیہ کے سابق محدث حضرت مولانا قطب الدین مساد یہ مجدد اکابر ہیں

ہے کہ میں جب بھی آپ کی سوانح مری مرتب کرنے کے سلسلے میں آپ سے اجازت مانگتا تو آپ سخت ناگوارمی کے ساتھ انکار فرمایا کرتے۔

(۲) جاموں کے سابق کے استاد جناب ماسٹر عبدالرشید صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت فرمایا کرتے کہ سوانح تو آدمی کی مرتب کی جاتی ہے۔ میں تو آدمی نہیں۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ مجھے کھڑے ٹکڑے لکھ لیا کریں۔

(۳) چاند اداویہ کے استاد جناب مولانا عبدالرحمن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت نماز مغرب کے بعد شہید فی مسجد کے اندر آواہین پڑھ رہے تھے۔ چپکے سے ایک شخص نے راحت رسالی کے لیے پتھا شروع کر دیا۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ "خدا کا نام ہوں معبود کے سامنے کھڑا ہوں۔ کیا غلام کو معبود کے سامنے اتنی حیثیت ہے کہ اس کی خدمت میں جائے۔"

(۴) ایک مرتبہ کے مجمع عام میں حضرت نے فرمایا کہ تم مجھے اتنا زرا خیال کرتے ہو۔ حالانکہ میں اپنے کو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ سہانا خدا کو! حضرت رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنے اصناف کی تواضع اور کرشمہ کی افشائے روایا۔ چنانچہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت قاسم نانوتوی رحمت اللہ علیہ نے ایک شعر میں اپنے کو کتے سے بدتر ہونے کا خیال اظہار فرمایا۔

زمن دار و سنگ شہزادیاں خار کہ بہت اوپے گناہ و گنہگار

"یعنی مجھے فقہاء کیلئے کتے پر شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنے گناہ و گنہگار میں جہنم کار ہوں۔" جب تک انسان اپنی خودی کو نہ مٹائے گا جب تک نہ مرتبہ قنایت و عمل کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ اس قسم کی تواضع اختیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

مناہے اپنی ہستی کو گر مجھ مرتب چاہیے کہ دانہ خاک میں مل کر گل گزار ہوتا ہے۔
اسی طرح اور ایک شاعر کہتا ہے

بہ خودی اپنی مٹایا تب خدا ہم سے منا

تواضع کے اس مقام پر آدمی کو دعا و دم یکساں نظر آتا ہے اسی کو مرتبہ قنایت سے تعبیر کیا جاتا

ہے چنانچہ اسی مقام پر پہنچنے کے بعد قطب العالم ہامہ پانی حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جیسے و سرشد سید الہا نقہ حضرت حاجی ابو اللہ مہاجر کی دمت اللہ علیہ کے کُرامی نامہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت! میں ہی کون ہوں اور میری حالت عی کیا ہے۔ اتنا ہی سمجھتا ہوں کہ لغویں شریعت میں تھیں تھیں تھیں نظر نہیں آتا اور میرے سامنے مادہ اور ذرا کیسا معلوم ہوتا ہے۔

(۵) ہامہ کے سابق محدث حضرت مولانا قطب الدین صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دہلوی کے بہتم حکیم الامام حضرت مولانا قادیانی محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۴ء میں جب بنگلہ دیش سفر کو تشریف لائے تھے۔ دوران سفر سہولت چاہا ہوا اس وقت آپ نے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔

اس پر میں نے سوچ کیا کہ آپ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے حجاز ہجرت کرنے کے بعد جو دارو کیوں بیعت ہو رہے ہیں۔ حال نگہ و آپ کے پیر بھائی میں فرمایا کہ ”اگر وہ پارہ ہو جائے اور میں دیکھ جاؤں تو ان کے وسیلہ سے میرا بیڑا ہی پار ہو جائیگا۔ یہ واقعات بلاشبہ آئینہ نواضع اور بے نقسی کی واضح دلیل ہیں۔ (ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات (۱) ”محققان و آزادی کی عجیب مثالیں“

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ذیل بعد حمد آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت بنوریؒ کی وفات یوں تو پوری ملت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے لیکن اہقر اور برادر محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے سنے یہ ایسا ہی ذاتی نقصان ہے جیسے مولانا کے قریبی عزیز کے سنے۔ اسلئے کہ وہ ہم پر اس درجہ شیخی اور مہربان تھے کہ الفاظ کے ذریعہ ان کا بیان ممکن نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میں ساری تک حضرت مولانا کی صحبتیں عطا فرمائی۔ صرفہ عین مغللوں عین میں ہی نہیں، نجی مجلسوں اور فرد حضرت میں بھی مولانا کی صحبت نصیب ہوئی۔ مولانا کی شفقتوں کا عالم یہ تھا کہ وہ ہماری کمسنی کا لحاظ

کرتے ہوئے خود بھی بچوں میں بچے بن جاتے تھے۔

۱۹۶۵ء میں حضرت امام صاحبؒ نور مولاؒ نے "شرقی پاکستان کا ایک سرتختہ مصیبتی منہ کیا، یہ ناکارہ بھی ہمارا قوم بھارا قیوم جد والدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے کی بے بسی سے صاحب کے زبان تھو۔ سبٹ بڑا سر بڑا اور شاداب اور خوبصورت مانتا ہے لیکن یہاں چلتے کے بعد مسلسل عیسیٰ اور تھیلی بچوں کا ایسا تانتا بندھا کہ بس کمرے میں آنکر شربت تھے وہاں۔ نہ وہ بچے کا موقع ہی نہ ملا، یہاں تک کہ جب اگلے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت امام صاحبؒ نے اسی کمرے میں اپنے وظائف شروع کر دیئے۔ میں اس آنکھ میں خاک آرا مہلت ملے تو حضرت والد صاحبؒ سے اعازت لئے کھیں، یہ طور ہی ہے۔ وہ چلا ہواں۔ مولانا نے یہ یہ ارادہ بھی لیا اور خود ہی ہمارے پوتے پر چھانٹا ہوا ہوا دیا ہے۔ وہ "مجھے مولانا نے بے تکلف بلایا تھا، میں نے عرض کیا حضرت مولانا، آپ بھی تشریف لے لیں تو بات بنے۔ بس یہ سن کر تھا کہ مولانا اپنے معمولات کو مختصر کرنے لگا، دو گھنٹے اور خود ہی حضرت امام صاحبؒ سے فرمایا، ارا میں تھی میں کو میر کرنا، وہاں۔ چنانچہ ہم اگلے اور تقریباً گھنٹہ بھر تک مولانا کی کاروائی ساتھ بھی چائے کے باغات میں آگئی شربت کے اونچے اونچے نیوں پر تھوکتے رہے، سبٹ کے علاقے میں نہایت س کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ایک گز زمین بھی خشک تلاش کرنی مشکل ہے۔ مولانا جب کوئی خاص پودا دیکھتے تو اس بارے میں معلومات کا ایک دریا بہنا شروع ہو جاتا اس پودے کا اردو میں یہ نام ہے عربی میں یہ نام ہے فارسی اور پشتو میں غلاں نام ہے، اور اس سے یہ یہ لکھا بھی ہے۔ غرض یہ تفریح بھی ایک دلچسپ دماغ میں تبدیل ہوئی۔ مجھے بعد میں خیال بھی ہوا کہ مولانا کے عشقوں میں تکلیف ہے، اور میں نے خود بخود مولانا کو زحمت دی، چنانچہ میں نے کئی بار اپنی بھارت پر حضرت کی نصیحتیں مولانا پر یہ فرماتے کہ "من مہرتہ، مت اعتد کا بہت بڑا عمل ہے اور انہیں دیکھ کر نشاط حاصل کرنے کا شوق انسان کا فطری تقاضا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں بھی ان مناظر سے محکوم ہو

”نیا“ اور پھر جتنے دن سبقت میں رہے، روزانہ فجر کے بعد یہ معمول بن گیا۔ مولانا کے زیر سایہ سہلے کی یہ سیر تفریح کی تفریح ہوئی، اور جن کا درس ہوتا، مولانا کو معصوم تھ کہ مقرر کو عربی سے لگاؤ ہے۔ اسی لئے مولانا اس دور میں عربی ادب کے لطائف و ظرائف پر ان فرماتے۔ نادر شعراء مثلاً، شعراء عرب کے درمیان محاکمہ فرماتے، اور اسی تفریح میں نخلوں کے ساتھ قصب و درج بھی شاداب ہو کر لوٹتے تھے۔

اسی طرح ایک مرتبہ براہ و محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم (مستقر دار العلوم کراچی) فاضلہ میں حضرت والد صاحب کے ساتھ تھے، مولانا بھی تشریف فرما تھے، مولانا نے خود بھائی صاحب سے فرمایا کہ چوتھیں چوتھ کی سیر کرو لاؤں۔ چنانچہ والد صاحب سے ایذا نہ لے کر دوپٹا اور بھائی صاحب ڈھاکہ چلا گئے، روانہ ہو گئے۔ ریل میں جگہ تنگ تھی اور ایک ہی آدمی کے اپنے کی محبت تھی۔ مولانا نے بھائی صاحب کو پیٹنے کا حکم دیا، لیکن بھائی صاحب نہ مانے، لہذا انہیں زبردستی لٹا دیا، اور خود ان کی ٹانگوں کو اس زور سے پکڑ کر ان کے پاؤں کی طرف لپٹ لئے کہ وہ اٹھ نہ سکیں، اپنے ایک شاگرد کے ساتھ یہ معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ نے حقیقی تواضع کے مقام بلند سے سرفراز کیا ہو۔

(نقوشِ رفیع گرامس ۹۵، ۹۶)

(۲) ”عالیٰ خرفی، بے نفسی اور ایسا روا خفاء کے بے نظیر واقعات“

آپ کے خدام خاص حضرت مفتی احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

دیہے تو حضرت مولانا کے اعلا میں ہر طرف لودائیاں دو غیر وہ آپ کے ان مناقب و اہل میں سے ہیں جن کا نہ صرف ہر سر عربیہ اسلامی کی چوٹیں سنا، تاریخ کے ایک ایک واقعہ سے ظہار ہوتا ہے بلکہ اس یادگار فیبر کے تقریباً ہر متوالہ نگار کے متوالہ میں یہ درخشاں صفات آفتاب نصف انہار کی طرح روشن ہیں تاہم چند ایسے بے نظیر واقعات ہیں جن کے ظہار نہ کرنے کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حق تعالیٰ کہا جا سکتا ہے۔

(۱) ہر سر عربیہ اسلامی کی نمونہ دان میں بنیاد رکھے اور کام شروع کرنے کے بعد پینہ سال:

تجانی بے سرو سامانی، کسی میری، اور تجی، اتنی کا زمانہ تھا اس زمانے میں آپؐ جس قدر تشریف لائے
 رہے، وہ جو مشقتیں آپؐ نے برداشت کیں، دکھائیں آپؐ شرار میں پرہیز چلے ہیں، مگر اس
 کے باوجود ایسا، آپؐ کی عالم تھا۔ نف سے یہ تک دور ہے کہ تمام چھوٹے، بڑے کام
 خود انجام دیتے تھے، مگر دور رس کا ہتھم ہاتھ میں حضرت حاجی محمد غفلتؒ نے، جب کو صوفیوں کی
 پاک دامن، نیک نیتی، اور ملیت کی وجہ سے اور اپنی کارکردگی کو چھپانے کی غرض سے دور
 اندر باہر کے سب غائب ہوتے تھے، مگر ہمت و حقیقت حضرتؒ کو ماننا خود ہیں۔

(۲) قیوم دور کے دوسرے سال جب دور میں دورۂ مدینہ شریف بھی شرار ہو رہا
 ہے اور مسافر کا اضافہ، گریز ہو رہا ہے تو اپنے ذاتی غرضوں، دوستوں میں سے حضرت
 مولانا عبدالحق صاحبؒ کو دور رس میں بلاتے ہیں تو انہی کو صدر مدرس اور شیخ الحدیث
 بناتے ہیں۔ اور بخاری، شریف پڑھانے کو دیتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا
 رستم اللہ علیہ کے درس بخاری، شریف کی شہرت تھی اور تمام اہل علم اس کا اعتراف کرتے تھے
 یہ حضرت رستم اللہ علیہ کے اخلاص و تواضع کی اعلیٰ مثال ہے۔

(۳) جب حضرت مولانا عبدالحق کی ملیت، خلوص، اور نیک نیتی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے
 اپنے فضل و کرم سے دور رس کو بڑی، باطنی، اور دینی و معنوی غریبوں کے حالات استعنائی و م
 عروج اور اوج ترقی پر پہنچا دیا۔ دور رس دور رس نہ صرف پاکستان بلکہ موزمبیق، اسلام کی دنیا کے
 معروف و مشہور میں بے نظیر و معذور، عظیم معجزہ ملی کی حیثیت سے، نظر عام پر آ گیا تو بعض شہرت
 پسند دور رس، پرست لوگوں نے چاہا کہ انہی عظیم دینی اور دینی ترقی کو دور رس، عام عروج تک
 پہنچانے کو اپنے گھات میں کیوں نہ لائیں۔

لیکن حق تعالیٰ نے دعوت مولانا نور اللہ مرحومہ کو کس قدر عظیم حوصلہ اور عالی ظرفیت فرمایا
 تھا اور شہرت و نام و نمود سے کس قدر متغیر بنا دیا تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب آپؐ
 کے سامنے اس قسم کی باتوں کا ذکر ہوا تو اس قدر سکون طبعان سے فرماتے ہیں کہ "اگر
 کوئی اپنی طرف نسبت کرنے سے خوش ہوتا ہے تو کر لے دو، ہم نے جو کچھ لیا ہے اللہ سے

لئے کیا ہے۔

جو ان خدا کس قدر عظیم ہے یہ سب نفسی، اور کس قدر مختصر ہے یہ عارف غرق فی اور کس قدر عظیم ہے یہ غلو کس شہرت و نام و نمود کے شائبہ سے بھی پاک ہے اور کس قدر عظیم ہے یہ لغویت اور تعقی مع اللہ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ آپ کو "مہتمم" یا "صدر مدرس" یا "شیخ الحدیث" کہہ دیا گیا ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ میں نے یہ مدرسہ اس لئے نہیں بنایا کہ مہتمم یا شیخ الحدیث کہلاؤں" جناب میں آکر فرماتے ہوں تصور پر غصت، پھر فرماتے کہ "اگر کوئی مدرسہ کے اہتمام اور بخاری شریف چھانے کا کام اپنے ذمہ لے لے تو مجھے خوش ہوگی اور میں ایک عام خادم کی طرح سے مدرسہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کروں گا۔

("حیات" حضرت بخاری نمبر ۲۳۰، ۲۳۱)

(۳) "حقیقی عظمت"

ڈاکٹر غلام محمد صاحب، کراچی۔ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا شہرت و عظمت کے جس بلند رتبہ پر پہنچ چکے تھے، اس نقطہ عروج پر پہنچ کر ایک "غیر انسان" اپنی ذہن سے ایک انجین بنا دیا اور انہیں کرتا۔ مگر مولانا کی حقیقی عظمت یہی تھی کہ فی الحقیقۃ الناس کذبوا (لوگوں کی نگاہ میں بڑے ہو کر ہمیشہ فی الحقیقۃ صغیر) اپنی نگاہ میں چھوٹے رہے۔ انہیں اپنی رائے سے رجوع کرنے اور اپنے مخالف سے، وجہ مخالفت کے بت جانے پر مل پینے میں ذرا برابر متاثر نہ ہونا۔ یہ ان کی بے نفسی اور صاف دلی کی کھلی علامت تھی۔ اس کا مشاہدہ راقم الحروف کو اپنی ایک سالہ "ہفت روزہ" "حیات" سے وابستگی کے دوران خوب ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ مسند مشین کے ذریعہ جانوروں کے ذبیحہ کے جو غز وں چاکر ہونے کا درجہ پیش تھا۔ اس مسئلہ کو مولانا سعید احمد، کبیر آبادی مدبر برحق (دلی) نے اٹھایا تھا۔ نور اس کے جواز پر دلائل قائل کیے تھے۔ پاکستان میں بعض ضلیل القدر اہل فتنہ کا

ہتھان (فیصلہ نہیں) اس کی تائید میں موصول ہوا تھا۔ مولانا بخاری نے سانسے صاحب یہ سب چیزیں آئیں تو وہ بھی غیہ تو نہی الموعظہ اس کے ہوا کے منویہ ہو گئے۔ مگر ایسے میں مولانا مفتی محمود صاحب نے اس سے غزاف یعنی مٹھین کے ذریعہ کے عدم ہوا میں ایک مدخلی تحریر مولانا کی خدمت میں بھیج دی۔ صاحب مولانا نے یہ دن کل ہرجا کیے تو اور فرمایا کہ مفتی صاحب کے والوں قوی ہیں۔ مٹھین کا ذریعہ درست نہیں۔

اس سے بڑھ کر ایک اور واقعہ نکلتا ہے۔ راقم الخروف کی ادارت ریخت کے زبان میں بائو فیصلہ اور جس صدر اسوئے ریختی لکھتے کی طرف سے سور کے جواز پر بعض تحریریں شائع ہوئیں۔ "ریخت" نے "ماضی صاحب کا تعاقب اس میں قوت سے کیا کہ وہ مضطرب ہو کر مولانا بخاری سے تحریر میں ملاقات کے مطالبہ میں۔ ملاقات کے وقت ہمیں بتایا کہ ڈاکٹر افضل المرحوم نے سمجھا یا کہ ان کے ساتھ صرف ان کے ماہر "فکر و نظر" کے مدد پر قاضی صاحب ہوا۔ مولانا نے بخاری سے فرمایا کہ پھر تو آپ بھی بحیثیت "ریخت" لکھتے ہیں شامل رہیں۔ چنانچہ مولانا کی قیام گاہ پر ہم چاروں نے درمیان گفتگو کی۔ مولانا نے نہایت مومن و صفاتی مورقات سے اپنا اختلاف پیش کیا۔ ڈاکٹر نے بڑی پاکیزہ نئی سے پیچھے تو نہایت میں کہ اصل مضامین دگر بڑی میں تھے۔ ستریم نے بہت کچھ سے پتہ کر دی۔ مگر جب اختر نے دگر بڑی اللہ تو یہ بھی ٹوٹ گئی اور مولانا پر ڈاکٹر صاحب کی غریب دینی دانش ہوئی کہ پھر مولانا نے موقعیت اور جتنی دونوں پہلوؤں سے ڈاکٹر صاحب کا تعاقب کیا اور وہ یہ وعدہ کرنے پر مجبور ہوئے کہ اپنے ان خیالات سے رجوع کریں گے۔ اس وعدہ پر مولانا کا دل صاف تھا اور مولانا نے فرمایا کہ اگر آپ نے یہ کیا تو ہمارے ہر مخالف نے بھی تعاون آپ کے ہمارے سے ساتھ رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہم دونوں کو اپنے اور ہمیں "سے کی دعوت دی۔ مولانا پر دلی صاف دلی اور پیش رفت سے تشریف لے گئے اور ان کا ان ہمارے کو مارا اور ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب کے رجوع کر لینے پر کامل تعاون کا اعلان فرمایا۔ اس وقت مولانا اپنے سرور تھے کہ ایک ناظران دینی بھائی، جو ان سے ٹھٹھک گیا تھا، پھر آگیا ہے۔ مگر

افسوس! اس پروردگار مشکین جو غلامی نے مولانا کے غمزدگی کیے کی کوئی قدر نہ کی اور آخر وقت تک رجوع شائع نہ کر سکا۔ یہ اس کا کردار تھا۔ مگر ہمارے مددگار کی رفعت الہی اس واقعہ میں تسکین دیاں تھیں۔ (ایضاً ص ۴۳)

(۴) ”جو کچھ کردارِ خدا کے لئے کرنا شہرت کے لئے نہ کرنا۔“

ڈاکٹر عزیز علی مرزا صاحب رقمہ از ہیں۔

مولانا شہرت طلبی کو سخت برا سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایسے مقام راستوں کو بند کر دیا تھا جو شہرت کا سبب بن سکتے تھے۔ مگر یہی سبب تھی کہ وہ اپنی جلد تقسیم اسناد و دستار بندہ کی منعقد نہ کیا۔ ختم نبوت کے قیام کی سلسلے میں مولانا ہر موسم نے پورے ایک سو دن شہر و دیہات گھومنا دین میں بھی ان کا یہی طرز فکر تھا کہ جو چاہئے کرنا ہے اللہ کے لئے کرنا شہرت کے لئے نہ کرنا۔ اس زمانے میں بعض فرنگی ہسپتالوں نے دعوت آپ کے خلاف مختلف اشتہارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کرانے کئے اور جانتے و اسے جانتے ہیں کہ ان اشتہارات کے بل کونساں سے اور کس حد سے ادا کئے گئے لیکن مولانا نے ان اشتہارات کا سرے سے کوئی نوٹ نہ لیا اور کوئی جواب شائع نہ کیا۔ انھیں خیال تھا کہ وہ دین کے کام میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ان کے نزدیک ذاتی عزت و وقار کی دین کے کام کے سامنے کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ دین کے راستے میں ہر تلخی اور دشواری کو اپنے لیے رحمت اور سامان سفر سمجھتے تھے۔

(ایضاً ص ۴۵)

(۵) اولئك آبائى فجتنى بمثلهم

”وہ لوگ تیرے والدین جیسے ہیں جو تیرے برابر کرتے ہیں۔“

عصی و عصی امالات کے باوجود حضرت شیخ میں بے حد تواضع و اعتدال رہی تھی۔ اپنے اہل حق کریمان کو وہ بے اپنے علامہ و کے ساتھ اس انداز سے پیش آتے کہ دیکھنے والوں کو احساس ہوتا کہ یہ علامہ و نہیں بلکہ رفقاء ہیں۔ غنودہ صالح اور مہر بخش کی صفات میں دوسروں

ارلئک آبائی فجئتی بمشہم

(۱۵۶ ص ۵۱۹)

قطب اور شاہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب بھلوئی رحمہ اللہ کے واقعات

”تواضع و عہدیت سے متعلق حضرت کے ماثولیات یہاں ہے۔“

فرمایا: فقر، اور اہل سنت کی، مردانی و شہداء کی سہارنشی سے نفس ہے، یہ بات یہ کہ
آج مجھ میں نہ آ سکتی ہے کہ بدعتوں میں تمہیں اس کی بھوکا فرماؤ۔ وہ نہ کل تو قیام میں
سمجھ جائے گی، لیکن اس وقت سوائے سہارے کے چھوٹا کدو نہ ہوگا۔

(ماثولیات طیبہ ص ۵۱)

فرمایا: جو شخص یہ سمجھے کہ میں آج کو دنیاویوں و بدعتوں کی نہیں رہا، اس راست میں انسان اپنی
خود کی اور دینی ممانگرت سے تباہ کام ہے۔

حضرت عظیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک بن حضرت مولانا مہر قاضی
حسن دیکھو دیکھو صاحب بھی موجود تھے، اور بلند و قد بھی، حضرت مولانا مہر قاضی حسن
رحمہ اللہ نے عرض کی کہ حضرت! جو شخص ”الحفاظہ ابدادیہ“ میں آئے اور یوں سمجھے کہ میں کچھ
جو عجیب ہوں وہ سمجھ نہیں ہو۔ آپ قدر، سرمہ کچھ لکھ، ہے شے سرمہ و کمالیہ کیا اور
فرمایا ”ابا“ اور میں۔

فرمایا: اللہ اللہ کرنے سے سن لہر راستی اور ”میں“ مسئلہ جاتی ہے کہ بعض اہل و اسے مسجد
میں آکھیں نہیں آ سکتے۔ ان کو اپنے میاں کی وجہ سے اتنا خوف خدا و موت ہے کہ کہاں میں تنہا رہ
اور کہاں یہ مسجد شاعری اور پر۔ ہذا کی آدمی کے ساتھ ملے جئے۔ تہ ہیں کہ ان میں میرے
خطا اعمال کی وجہ سے آسمان سے پھرتا ہر شے لگ جائیں۔

تھی جبکہ اپنے منہ بول کی خبر رہے دیکھتے اور ول کے عیب و ہنر

پڑی اپنے بیہوش پہ جب سے نظر تو لگا، میں کوئی برادر رہ۔

نقی اللہ اگلے پہلی صف میں بھی گزرے نہیں ہو سکتے کہ یہی صنف تو مقررین کی ہوتی ہے اور
میں گویا پہلی صف میں ایسے بچے نہ ہوں کہ ان کو تنہا کی پیچون اہمیت کی پیچون اور معلوم یہ کہ
بچوں کو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان میں شکر پیدا ہوتا ہے مثلاً ان حضرات کے پاس روٹی
آئے تو کہتے ہیں "میں نہیں" ایسی ہی مہربانی ہوں روٹی آئے تو "میں نہیں" مہربانی اور وہ
"یہ تو حق ان کے اہل تو میرے اس وقت نہ تھے" میں نہیں کہی تھی تمہیں آگئی کہیں اس ذریعہ
سے آگئیں، لہذا جسے کوہنیت دہیں، پھر اگر وہ وہ ملک (جہاں) آگئی ہوتی تھی کچھ مذمت
ورثہ مسرتی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ایک بڑی ہون ہال غرض کہ یہ

مسرتے میں اپنے خدا سے چوں نہیں آتا ہے مجھ کو کتنا

اچھے ہے اللہ مگر نہ جانتا ہوں (اگر سے وہ مہربان آتا ہے) (پھر سے)

فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ قہر کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس
سروے ایک کتب کے بچے، مگر میں پناہ دیا ایک مہربانی کا موسم تھا میں دکانا، ساف
ایا، آپ ایسے مہربانے وقت آپ میں چھوڑ دیا اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کو لیا ہوا
کہ آپ نے ایک کتب کے بچے پر اسٹان کیا تھا میں نے بدلے میں آپ کا ایک مشق بل
نمود ہے۔

ایک مدت سے بعد آپ انہیں تشریف لیجا رہے تھے اور اتفاق سے راستہ کے
درواز صرف پانی تھا، مہربانے ایک آگیا جو کہ پانی سے کیلا تھا، شاہ صاحب نے بچہ، چاہا
تاکہ آگیا کتب کے بچے سے کہنے لے پیدل ہوں، ان صاحب شرف حضرات کو جانوں
کی بوری بھی کھڑی ہے، کہنے نے عرض کی شاہ صاحب! آپ کے پیر سے یہ جسم میری
خاہی نہ پائی سے، مٹ، دیکھی تھی تو یہ پانی کے گولے سے بھی پاک ہو سکتے ہیں، لیکن اگر
آپ کے دل میں یہ نہیں "میں" کہ میں کہنے سے بہتر ہوں تو یہ تجھ کی مہربانیت سے
مہربانوں سے بھی پاک نہیں ہو سکتی، آپ نے فوراً پانی میں پاؤں رکھا اور نئے کور سے

واقعات

(۱) ”جہاں“ میں ”یہ وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟“۔

ایک قبلہ گاہ سے تھیں نور اللہ مرقدہ، جہاں غارتگی میں بیٹھے تھے، ایک نہ اکتف مہمان آ کر بیٹھا کیا۔ پتہ نہ مل سکا کہ وہ کس کے بعد حاضر کی کہ حضرت قیام کا وقت نہ آیا ہے، چنانچہ آپ ٹھوٹ میں رہا تب میں یہاں مقام ہے؟ فرمایا بھائی، اللہ دار الکی بات نہیں کہہ سکتا۔ اللہ راہ پر لایا کہ کہیے جہاں کہ میں قابل ہوں، انہیں کے دل میں پھر روایات پڑھیں، ٹھوٹ ”ا میں قلب“ کہتا ہے اس کے دل میں تو ابھی تک ”میں“ ہے، اللہ قال ہے۔ جہاں ”میں“ یہ وہاں اللہ تعالیٰ کیسے؟ (یہ خانہ دلی خواجہ (ملفوظات صیبات ص ۹۶) (۲) ”کمال انکساری“۔

ایک موقع پر نور شریف سے واپس آتے ہوئے شیر شاہ اشٹین پر گزری تھیں، غافل تھے۔ عسری نماز کا وقت آیا، ایک مسجد میں گئے، ایک اور آدمی بھی نماز سے شریک ہوا، ان کے بعد اس مجلس نے بندہ (مواہ) کا تمام مصطفیٰ حساب مرتب کتاب خدا سے پڑھ کر کیا تو ان کا بیٹا ہے، ”میں“ کے غرض کی کہ نہیں، میں تو ان کا دوسرا ہوں۔ قبلہ حضرت جی مصطفیٰ پر بیٹے تھے، وہ پڑھ رہے تھے، ”میں“ بھی ایسے میرے ہیں ہے۔“ (ایضاً ص ۹۸) (۳) ”میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلطی نہ ہو، میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلطی نہ ہو۔“

ذیبت ہونے سے لئے ڈک رہا دست کرتے تو جہاں فرماتے کہ ”میں“، کسی غیب آدمی کی ذیبت ہو جاتے تو اچھا تھا، میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلطی نہ ہو، میں تو بہت گنہگار ہوں، کسی سے میری غلطی نہ ہو۔“ (۹۸ ص)

(۴) ”جہاں گندگی ہوتی ہے مکھی“ یہی کرتی ہے۔“

قبلہ حضرت بی نور اللہ مرقدہ، آخری ایام غارتگی میں چار پائی پر آرام فرما رہے تھے۔

کچھ مہمان بھی سواغہ خدمت تھے۔ حضرت مولانا سید ہادیہ حسین شہ صاحب ساجد نے چوٹی پر بیٹھے ہوئے آپ قدس سرہ کے صاحبزادے کو خاص کر پیچہ دار اور تھمسی وغیرہ دینا کے لیے کپڑا ابل رہے تھے۔ کبھی کہہ دیتے کہ جہاں سے ایک دفعہ بیٹا چاہا، وہیں آکر پہنچتی ہے، کبھی کے بار بار احرام اور حضرت شاد صاحب کے بدلنے پر آپ نے فرمایا کہ یہاں ہے کبھی ہے؟ حضرت شاد صاحب نے عرض کی جی مشورہ کبھی ہے۔ فرمایا کہ "ماں چہاں لکھی ہوئی ہے کبھی آئی ہے کبھی ہے"۔

(۵) "بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہو گا وہ کرو پہلے میری اصطلاح تو ہو جائے۔"

شیر "شوہر جہاں" ضعیف مظلوم آریہ آپ بغرض بیخبر تشریف لے گئے۔ محمد صادق نقاب جو کہ بزاز کی کرتا تھا۔ قبلہ حضرت جی قدس سرہ سے رشتہ تھا، اتنی مدت تھیں آمد و رفت کے بعد جو انماز کس پر ہوتا تھا یا بہت کم پڑتا تھا، راستہ کہ بند و ناامی مصلحتی نے قبلہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت! بار بار میری بھائی محمد صادق کا فانی مدت سے ہیبت ہے۔ خدمت میں آتا جا رہی ہے، مگر تو اس نے لڑائی نہیں رکھی۔ ہے لادو نہ لڑا پڑتا ہے۔

قبلہ حضرت جی قدس سرہ نے عرض کی طرف دیکھ کر خندہ اسانس تشریف فرما: "بھائی! مجھ میں کوئی ایسا نقص ہو گا وہ کرو پہلے میری اصطلاح تو ہو جائے"۔ (ص ۵۸)

(۶) "اپنی تعریف اور کسی کی تنقید سن کر رقت طاری ہو جانا"۔

حضرت مہمان نانہ میں چند مریدوں میں تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا جاوید حسین شہ صاحب کھڑے بیٹھا ہوا ہے تھے۔ کچھ دیر بعد فرمایا بس کرو۔ بیٹھ جاؤ لیکن بیچہ کری حضرت شاد صاحب مسلسل معارف خدمت رہے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ پھر نہ توڑے؟ حضرت شاد صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کی کہ حضرت! میں تو اس دور کا لہ مہسوں میں یہ نکلا ہوا ہے قبلہ حضرت صاحب نور اللہ مرقدہ زار و قبۃ زور نے گئے، کیونکہ حضرت کی عادت

مہمان کہ تھی کہ اپنی تعریف اور کسی کوتاہی میں ملے نہ میں سنتے تھے، سننے ہی وقت جاری ہو جاتی تھی۔ (۷ ص ۹۹)

(۷) ”میں تو ان کا رد نہیں کیا، حضرت تھانوی قدس سرہ ک تو این ناقابلِ رد و شت ہے“
 یہ مرتبہ مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری رحمہ اللہ نے عرض کی کہ حضرت
 اقدس شخص آپ کو برا بھلا کہتا ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسے ایسے الفاظ سے
 بدلتا ہے۔ جاری تفصیل سن کر فرمایا ”یہی کی میں کانٹا، میں میرے بارے میں تو جس نے
 بد بولہ کہ نہیں کیا، بہت خیر۔ امت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تو ہیں
 ناقابلِ رد و شت ہے“ لہذا حضرت جی قدس سرہ نے حضرت صاحبِ امت نور اللہ مرحوم کے
 واقعات (۱) لکھا ہے کہ نے انور کی روئے رہے اور ہتی مجمع بھی روٹا رہا۔ (۷ ص ۹۹)
 (A) ”دورِ برکت میں آئے اختتام پر طلبہ سے معافی مانگنے کا اہتمام۔“

ہم سب اور اعلیٰ تہذیب میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرآن مجید کے آخر
 میں طلبہ سے دعا کی خدمت میں دعا کی معافی ایسے منکرانہ اور عاجزانہ انداز میں مانگتے
 تھے کہ بے ہوش اور شہ ریاضی وہ دین نکل جاتی تھیں۔

حضرت اقدس خود بہت شریف فرماتے، جب تک چاہے ضرورت سے ”موصوف
 ہے“ نہ کہتے تو پ ہاتھ باندھ کر دیتے رہتے۔ (انور بہادری ص ۲۳)
 (۹) ”بے نفسی و قناعت کے عجیب واقعات۔“

آپ کے نام اور سچے شخص۔ ترجمہ عمر صاحب آپ کے متصل تہذیب میں تحریر
 فرماتے ہیں:

حضرت اقدس بہسوی تہذیب و تعزیر کی قناعت و بے نفسی کے متعلق میرا ذاتی مشاہدہ ہے
 کہ کبھی آپ نے ایک کلمہ بھی یہ نہیں فرمایا جس میں اپنی تعریف کی جاتی ہو، حسبِ جاوہ
 یہاں سرگنا ہوا تھا۔

آپ کی خدمت میں ہر سال دورِ تعمیر میں بیٹھکر اس خطا و غلطی، مضامین انبارک

میں رو رہا تھیں، پر مٹے تھے لیکن وہاں بھی کس قسمی اجازتی اور سستی کا اس طور پر نصب و فرما ہے جس سے علماء و مہجوروں کو جاتے۔ ایک دفعہ درس قرآن کے بعد سب ۱۵۰ کے مائے لیا، بھائی امیر نے کم عقیقی اتنی بڑھتی جا رہی ہے کہ ایک دن شیخ احمدی روضہ بند کی "کریمہ" کے ایک شعر کا معنی بھی نہیں آتا تھا۔

ابو ابی مسجد میں جمعہ کے خطبہ سے قبل مولوی غلامی مرحوم خطیب ابوالی مسجد نے آپ کا تعارف پڑایا، "محمد مہتمم... شیخ خریقت اور شمس الاعرافین" کے القاب دینے۔

آپ نے اپنے دوستوں سے بعد فرمایا "بھائی! میں تو ایک بیوقوف اور سب کو آپ کو تو میں سب سے ہوں۔ یہ لمبی کٹافنی اور نیچو مری کا کامل نہیں، آپ لوگوں کی دعا حاصل کرنے اور تم جیب لوگوں کو بارگاہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

مفسران الشہاد کے جمعہ ۱۵۰۰ میں خواجہ کاغذیہ تھا انوکھ ایک دوسرے پر غور کرنے پر وہ ہے، مصالحت کے لئے جھگڑاں مٹا تھا، آپ پر مٹے والے کو فرماتے "بھائی! میرے حسن خاتمی کو دیکھ کر مجھے احساں تو پتا ہے۔"

جمعہ ۱۵۰۰ میں کسی شخصیت یا قلمی شخصیت میں کامیابی نہیں تھی، آپ وہابی ہو، پر اپنے کو برکات سے ماری سمجھتے تھے، کوئی شخص مرضی کرتا، حضرت! مجھے نصرت کریں، فرماتے "ایسا میری نصرت کے لائق میں ہوں۔"

ایک دفعہ آپ کے ذات میں سخت دور پڑ گیا، خانگزار سے چند احباب بھی حاضر تھے، حضرت نے سب کو تیار منہ سے فرمایا "میرے ذات میں دور ہے کوئی بھولا کمار تے ہو، میں شاید تم ٹیک لوگوں کی بھونٹ سے آرام آ جا سکے۔"

ایک دفعہ نعل شریف شہید کریموں میں آپ کتب تفسیر کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ ایک طالب علم حضرت اقدس سے رہنے سے گذر رہا تھا، آپ نے طالب علم سے پوچھ کوئی جو باب عراقی دیکھ روٹی پڑی ہے؟ طالب علم نے اثبات میں جواب دیا، طالب علم کو فرمایا "ابو تمہک مجھے کھلاؤ"، ابو انیس روٹی (طالب علم کو دیا) لے لیا، آپ اسے کھاتے رہے، پھر تمہی

چارتھے بیچ گئے تو بندہ ناچار و نورحی محمد حیات خان کو عنایت فرمائے کہ یہ طاب علموں کا
نہرگ ہے اسی کو کھیس، بٹایہ نہیں ٹکڑوں کے کھلے سے بیٹھے جائیں۔

(انوار بطلویہ ص ۲۵ تا ۲۷)

(۱۰) علما کا احترام۔

حضرت اقدس سما کرام کے ساتھ بہت اکرام کے ساتھ پیش آتے دُھر سے
نصوحی سہ نے کا انتظام فرماتے، مرخصت کے وقت ملی قدم ساتھ مصحف و حفاظت کے بعد
میں بہت رخصت کرنے کے سے ہیرا من خانقاہ تک انوار فرماتے۔ آپ فرماتے:

”جس طرح تم کشمیر کیسات سے دُرتے ہو میں اسی طرح اللہ والوں اور علما
سے دُرتے ہوں۔“

بدھ سراجیاء العلوم عید کو حضرت مولانا محمد محمد حب تشریف لائے نماز
عصر کے وقت بندہ نے بابے نماز پر بیٹھنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا ”ابن علوم کے
برہمنے مجھے مہر زخما جے ہو، کوپ کر د“

نماز کے وقت حضرت مولانا محمد محمد صاحب نے عرض کیا حضرت! نماز چھوڑیں
حضرت اقدس نے فرمایا آپ پاس آئیں، عرض کیا حضرت! میں مس فرہوں نماز قصر پڑھوگا
حضرت اقدس نے عرض کیا ۱۲:۱۲ آپ ہی تو، زپڑ جائیں ہم حجیم نماز مکمل کر لیں گے۔ پھر
فرمایا: ”بھائی تم جیہوں کو زپڑا جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔“ (ص ۲۹)

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب (ہ ظم یہ مسعود بر علوم
بہار پور) کے واقعات:

(۱) بھنگلی سے معافی مانگنے کا واقعہ۔

آپ کے تلمیذ شہید اور عظیم ہذا حضرت مولانا قاری صدیق احمد بانوئی صاحب رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ:

حضرت و مہوال قنا کہ بعد نماز عصر مکان تشریف لیو کر گھر کی ضروریات

”مرنے پر بھی انہیں تہہ نہ کھدائے ہو، تم میرے پاس ایک کھجور کھائے پاس آئے جو دواؤں پر رکھ اور ان سے ہیں ان کے پاس ہوا اور ان کو تھکا اور کھجور کے پاس لے پاؤ وغیرہ“

(بحوالہ پانامس ۳۰۰)

(۳) اپنے شاگرد اور مرید کے بارے میں فرمانا کہ ”میرے اوپر حق ہے کہ میں ان کے پاؤں دباؤں۔“

امام احمد، جہرہ، احمد، احمدی، حضرت مولانا قاری سیوہدیدی رحمہ اللہ دینی صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

چاندھری صاحب نے فرمایا کہ میں نے قادیان میں ایک صاحب کو ملا، اس نے حضرت کے محبوب شخص کو دیکھا۔ انہوں نے انہیں صاحب (ممدو) مدد، حسین اشرف، باعلوم علم ان، جیسے مثنوی بہار، ان کو بیان کیا کہ میں نے آپ ”الطایب جوہر“ کا وہ بے ہم و نظیر مال و مضامین میں حضرت کے تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث (مولانا) نے آپ کا صاحب رحمۃ اللہ دیکھا ہے۔ واقعات کے بعد حضرت باعمر صاحب نے پاس دیا ہے۔ میں بھی ساتھ تھے۔

حضرت مولانا احمد رضا صاحب ان اوقات میں حاضر رہے تھے، یہ صاحب (مولانا) انہوں نے کہا کہ آپ نے تو حضرت کا علم صاحب نے قادیان اور صاحب سے دریافت فرمایا۔

حافظ سعدی صاحب کہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ پائوں دہا رہے ہیں، فرمایا ”پائوں دہا رہے ہیں؟“ میرے اوپر حق ہے کہ میں ان کے پاؤں دباؤں۔“

ناظم صاحب نے تو یہ فرمایا کہ وہ صاحب حضرت آفتاب علی نے مجھے پوچھے تھے، مولانا دہا رہے فرمایا ہے کہ ”حضرت ان نہیں“ حضرت نے فرمایا ”نہیں“ (مولانا) (پانامس ۳۰۰)

تو نیک طاعت اسلامیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) ”لوگ دوسروں میں اُٹھ گئے ہیں اور کاموں سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔“

موا: ناسیر انبر شاہ، لیکن مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

مخبر: وانکار کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ قاصد اعلیٰ مکان میں دو روزہ بیٹ کے طلبہ نے ایک بزم ملائی تاکہ اس بزم کے تحت تلامذہ کے مقابلے کیے جائیں۔ طلبہ کے اجلاس میں ملے ہوئے اس بزم کا نام حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے: ”بزم محمود“ ہوگا اور اس بزم کی سرپرستی کے لیے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے کہا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تشریف آوری پر جب غلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے غلبہ سے تحفہ کے متعین در یافت فرمائے، اسی وقت مہمان جو کر فرمایا کہ میں اس تحفہ یا بزم کی سرپرستی میں صورت میں قبول کرتا ہوں کہ اس میں سے نام منسوب نہ کرو۔ طلبہ نے کہا: حضرت، ہم محمود سے مراد آپ کی ذات مراد نہیں لیتے بلکہ محمود بستان یا بستان و بلند موا: محمود حسن ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”یونکہ نام رکھتے وقت تمہارے ذہن میں محمود مراد میری ذات تھی، لہذا میں اس رویہ کا رویہ کو پسند نہیں کرتا، اگر تم اس بزم کو نام ”بزم بستان و بلند“ رکھو گے تو میں اس کی سرپرستی قبول کرتا ہوں ورنہ نہیں، چنانچہ طلبہ نے نام تبدیل کیا، آپ نے رضہ مندی کا اظہار کیا اور آپ نے فرمایا: مقصود میں کا کام کرنا ہے، نام ظاہر کرنے سے زیادہ کا شائبہ آجاتا ہے۔

اسی بزم کے ایک اجلاس میں آپ کو تشریف آوری کی دعوت دی گئی، دعوت کے بعد نعت پڑھنے کے لیے طاب علم وزیر احمد رحمانی کا اعلان کیا گیا۔ نعت کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے تعجب سے فرمایا کہ ”رحمانی“ کا کیا مقصد ہے؟ یہ امر کیا ٹکلی ہوئی ہے؟ اور سے بڑھ گئے۔ نے کب پڑھا کیا ہے؟ میرے شیخ حضرت شیخ بلند رحمہ اللہ ہمیشہ اپنے نام و محتلا صرف استاذ فرمایا کرتے ”محمود“ ہی لیے میں بھی اپنے شیخ کی مرتب اپنے محتلا محمود کرتا ہوں۔ میرے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ اپنے محتلا عرف ”حسین احمد“ کہتے تھے جتنے زیادہ القاب کی دم بڑھائیں گے اتنا ہی زیادہ کبر پیدا ہوتا ہے اور اپنے بزرگوں اور صوف سے بچھڑا ہوا چلا جاتا ہے۔ لوگ ناموں میں لگ جھکے ہیں اور

کا میں سے کبھی نہ دیکھا ہے۔ چلے گئے ہیں۔ (میں مردان حق جلد ۱ ص ۴۲۹)

(۲) ”افسر شاعی کاں تہ۔“

مواہنا محمد شیا۔ القامی صاحب مرحوم ایک جلد رقم طراز ہیں کہ مفتی صاحب نے ذرا
اٹلی ہوتے ہوئے سب سے زیادہ جس بات کا خیال رکھتے تھے وہ یہ کہ ان کے ساتھ دورے
میں جانے والے چھوٹے ملازمین ہو کر رہتے تھے۔ میں نے ڈرائیور اور چھوٹے ملازمین اور
پولیس کے ملازمین کے ہاتھوں کو ذرا اٹلی کے ساتھ ان کے ہمراہ ایک علی دسترخوان پر کھانا
کھاتے دیکھا ہے۔ وہ خصوصیت سے اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ میرے ہمراہ آنے
والے ملازمین کبھی آداب شاعی کے پتھر میں بھونکنے تو نہیں رو رہے۔ میں اکثر دوروں میں
حضرت مفتی صاحب و مراد کے ہمراہ ہوتا تھا۔ بعد کے تمام اعلیٰ افسر بھوستے بے تکلف
ہوتے تھے۔ ذرا بعض اوقات وہ مجھ سے نکل کر کہتے کہ آپ حضرت مفتی صاحب سے نہیں کہ
چھوٹے افسروں کو ساتھ بخانے سے حکومت کا دیدار اور شان و شوکت برقرار نہیں رہتا۔ بہرہ
آفرم ان چھوٹے ملازمین کا طبع و انتظام کرنا پڑا کریں۔ میں نے حضرت مفتی صاحب سے
عرض کیا تو فرمایا ”میرا بھی یہی مقصد ہے کہ ان افسروں میں انگریز نے جو تکبر اور غرور کا
برجھ بھردیا ہے اسے مٹایا اور افسر شاعی کا خاتمہ کیا جائے۔“

ایک مرتبہ آپ کا ڈرائیور مردان سفر آپ کو عوامی مشکلات و مسائل کی طرف توجہ
دلائے گا تو حضرت مفتی صاحب نہایت توجہ سے اس کی باتیں سنتے رہتے اور ساتھ ساتھ
فرماتے رہے کہ آپ کی رائے سچ ہے میں ان مسائل کے حل کے لیے اپنی کاہنہ کے وزراء
کے نام جانے جاری کروں گا۔ آپ کے ٹیکر ٹری نے ڈرائیور کی اس حوصلہ افزائی کا براہ راست
دورہ برائلی (حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ) کی عدم موجودگی میں اس وقت ڈاکٹر اور کہہ کہ
آئندہ اس قسم کی باتیں حضرت مفتی صاحب سے مت کرنا کیونکہ یہ پروٹوکول کے خلاف
ہے۔ بالیسی پروڈرائیور خاموش رہا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا ”بھائی کوئی اور
تجویز ہے تو بتاؤ“ مگر ڈرائیور پچھرا ٹیکر ٹری کے خوف سے خاموش رہا، میری شہنشاہی کرنے

پر حضرت مفتی صاحب نے سیکرٹری کو اس قدر ڈانٹا کہ سخت شرمندہ ہوا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد اور محبوب وہ شخص ہوگا جو براہ راست عوام کے مسائل میرے سامنے رکھے گا۔
(۳) ”وزارت علیا سادگی۔“
(ایضاً ص ۳۵۶)

مولانا فیض احمد صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان فرماتے ہیں کہ مولانا مفتی محمود صاحب جب سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو یہ جائزہ لینے کے لئے کہ مدرسہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور سرحد کے وزیر اعلیٰ کے درمیان کتنا فاصلہ اور بُعد پیدا ہوا ہے؟ وزارت اعلیٰ کی کرسی نے آپ کے رہن سہن بود و باش، معشیت و معاشرے میں تغیر کیا ہے یا نہیں؟ پیشگی اطلاع دیے بغیر ملتان سے پشاور روانہ ہوا اور پھر اپنی قیام گاہ پر انھیں جو درمیان درجے کا سرکاری مکان تھا واضح رہے کہ حضرت مفتی صاحب نے حکومت کی طرف سے چار ہزار روپے کرایہ بنگلے میں رہائش سے انکار کر دیا تھا) بیرونی دروازہ پر عوام کا ہجوم تھا، مردوں کی خاصی تعداد کے علاوہ برقعہ پوش عورتیں بھی بیٹھی تھیں، چند منٹ بعد حضرت مفتی صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری جو کہ نہایت خوش اخلاق، متشرع، سفید ریش اور نہایت نیک سیرت انسان تھے، تشریف لائے۔ آتے ہی از خود سلام مسنون کہا پھر مردوں سے بعد مصافحہ درخواستیں وصول کیں، بعد ازاں مستورات سے درخواستیں وصول کیں اور کہا کہ حضرت مفتی صاحب کسی پروگرام میں تشریف لے گئے ہیں، بعد مغرب ملاقات ہوگی، درخواستوں پر مناسب کاروائی ہوگی۔ کچھ دیر بعد حضرت مفتی صاحب کے عزیز مولانا احمد صاحب مجھے مہمان خانہ میں لے گئے، جہاں حضرت مفتی صاحب کے چھوٹے بچے اسی معمولی لباس میں کھیل رہے تھے جس طرح مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں کھیلا کرتے تھے، کچھ دیر بعد حضرت مفتی صاحب تشریف لائے، بعد مصافحہ، معاقدہ خیریت حسب معمول دریافت کی، نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا، گھاس کے میدان میں ایک دری نکھی ہوئی تھی، اذان ہوئی اور حضرت مفتی صاحب نے امامت فرمائی، تمام حاضرین مجلس نے نماز باجماعت ادا کی، بعد ازاں دو گھنٹے اسی گھاس

نے فحش پر بیزار۔ حضرت مفتی صاحب نے بحیثیت وزیر اعلیٰ شرم و خوارستانوں کو چھپایا اور
 من سب وارہوئی کر کے عاصم رہا۔ اس دوران عوام خواہم و رغبت سے نذر دوز میاں سے اور ان
 انی طرح تیسے ہو کر گئے تھے اس نے مدرسہ قاسم احصہ ملتان میں طلبہ یا عوام آپ سے پاس
 بیجا کرتے تھے بعض وقت درگاہ امت نذر کا کچھ تھوڑا بھی ہو جاتا تھا جنہیں آپ نہایت
 تھیں اور وہ انی سے بہت سے رہتے تھے۔ یہاں سے انی جگہ دیکھ لی نماز پڑھنے کی اور نماز
 نے بعد اس کے وہ انی سے بہت سے مفتی صاحب نے بھی میرٹھوں سے ہاتھ دھوا کر ان
 فرمایا انی رات پڑا دیا۔ اس ایک جاگے بھی تھا حضرت مفتی صاحب ہوسٹلے لیے جانے
 لیے تھے مجھے آج سے ان کے قریب میں نے بند۔ میں معاملہ کی اور قریبی میں مقصد وہی وزیر اعلیٰ
 سے متعلق تھا اسے کابینہ میں لایا۔ جس کا وہیں درگاہ آپ سے ملتا۔ وہی خانہ و کمرہ تھیں
 میں تھیں پھر چلے گئے تھے۔ اس کے بعد انی کا وہی رہا۔ وہی میرٹھوں سے ہاتھ
 تھیں کا اظہار کر کے صاحب سے انی بھی اور ان کے حوالی سے ہاتھ دھوا کر انی سے
 ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے
 ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے
 ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے
 ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے ہاتھ دھوا کر انی سے

(۳) ان کی سادہ دلی کے ساتھ پوچھیں وہاں تھناشہ بکرا رہا۔

یہ ۱۹۲۶ء کا سال ہے جب مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ ان دنوں انہیں
 نہایت عوام اسلام نے۔ ان کے علاوہ بہت اسم انہیں ہاتھ دھوا کر انی سے

قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے انہیں ملتان سے پٹر بولڈین اسلام
 آباد پہنچا تا کہ ملتان سے ان کی نشست سے ریز ہو جو کچھ قومی اسمبلی کے مطابق تھا۔ یہ
 نے فرار کی اور قومی اسمبلی کے اجلاس میں سوا کر انہیں۔

جس کے بعد میں نے ان مفتی محمود صاحب کی فحش سے متعلق ان کے باپ الیہ

”مفتی محمود ایسے دوسرے لوگ ہیں جو کثرتِ پراپی کے لیے تیار ہیں۔ مفتی محمود
 صاحب پراپی کے ہوش اڑ گئے، ایک طرف مغرب ہو کر کھڑے ہوئے پراپی مفتی صاحب
 نے اس کا کھنڈھن چھیڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ (ص ۴۴۰)
 (۵) ”انہوں نے اپنے آپ کو بھی بڑا سمجھا۔“

علامہ یحییٰ سفیر علیؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں سرحد کے بزرگ خاں مدین مفتی
 عبدالقیوم کے ہمراہ مسجد قاسم میں خان میں بیٹھ ہوئے مگر مظلوقہ مولانا مفتی محمود صاحب شریف
 ان کے ہاتھ میں ایک نفی بیگ تھا، میں نے انکو رائی کا استقبال کیا، ان کا بیگ
 اپنے ہاتھ میں لیا، وہ ان سے موافقہ کیا، لیکن مفتی عبدالقیوم صاحب نے ایسے ٹانھے اٹھایا تھا
 مصر فٹ کے لیے بڑھا دیا، ان کی سرد مہری کا شکوہ میرے دل میں آیا لیکن زبان پر نہ لایا
 کہ یہ موقع نہ تھا۔

”مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے چلے جانے کے بعد میں مفتی عبدالقیوم صاحب
 کے سامنے اپنا شکوہ زبان پر لے آیا تو مفتی صاحب نے فرمایا:

”مفتی محمود سیاست میں ہمارے بڑے ہیں لیکن علم میں نہیں، میں بڑھ چلاؤں گی ہوں میرے
 لیے کسی کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں، کسی اور موقع پر مفتی محمود سے ملاقات
 ہوئی تو میں نے اپنی قلبی واردات اور مفتی عبدالقیوم سے کالعدم عرض کیا تو فرمایا: جگہ!

”مفتی صاحب کے تمام فتوے معصود ہیں لیکن یہ فتویٰ سب سے زیادہ مصدق ہے وہ
 ہمارے بزرگ ہیں، ان کا احترام ہم سب سے بڑا ہے نہ کہ ہمارے احترام کے لیے۔“
 (ص ۴۴۸)

(۶) دو تہ وزارت میں گھر میں چھٹی ختم ہو گئی:-

حضرت امجدی رحمہ اللہ علم کا پہاڑ اور مولانا مفتی محمود بھی علم کا کوہ گراں اور ان
 دونوں کے درمیان دوستی اور ان کے ساتھ تیسرے پڑاؤر یونیورسٹی، شعبہ عربی کے چھتر مین
 مولانا محمد اشرف یونس دہلوی نے بعض کی تحکون بنی ہوئی تھی۔

”تو جس دن اس کو اپنا قیمتی مجموعہ صاحب نے دیا، اذیت میں مولانا محمد یوسف
 بخاری رحمہ اللہ شہداء گھر پہنچے۔ انھیں پتہ نہ چلا، ان کے رہائے والوں میں تعلیم دینا
 ”کیا۔ حضرت بخاری قیمتی صاحب نے اپنی مہمان خیموں میں لے گئے، ان کے پاس بھی اپنی
 طرف سے ”چاقو“ ایسا، اور پٹے پٹے تو پتہ پتہ کیا۔ پتہ پتہ لیکن چھٹی گھر میں شہر
 بخاری ہے، لیکن قریب رکھا تو قیمتی صاحب نے ریسور رائیڈ اور مولانا محمد اشرف نے گھر کا
 قہر ملا، وہ سب ہی صاف ہوئے، مولانا محمد اشرف نے ان سے کہا آئیے چائے
 پیر۔ صاحب چائے، حضرت بخاری پیئے، میں ابھی آ جاؤں (مذاکرہ فرمایا) ہاں! آخر تھوڑی سی
 چٹائی ساتھ لیجئے آئیے گا۔

چائے کی چاک اور سب سٹھان دعوت پر بھیجے میں آتی تھی، لیکن چینی ساتھ لے کر
 کا مصائب نہ سمجھ پائے چٹائی پر قیمتی صاحب نے کہا کہ گھر میں چینی ختم ہو چکی ہے۔ چٹائی
 کی بات سے انھیں قرارت کا احساس ہوا، لہذا وہ چینی لائے اور تینوں حضرات نے مل بیٹھ کر
 پائے نوش کی۔ (ص ۴۹۸)
 (۷) تکلف سے برکی ہے حسن ذاتی۔

مولانا قیمتی مجموعہ وزیر اعلیٰ بنے تو انھوں نے زندگی کا انداز وہی رکھا جو وزارت
 سے پہلے تھا، وہی سادہ کھانا وہی لباس اور وہی رہن تھیں، جب وہ پٹنہ اور میں وزیر اعلیٰ بن کر
 آئے تو ان کے لئے مناسب اور موزوں رہائش کی تلاش شروع ہوئی، ایک کوٹھی گھر چھوٹی
 اور عشاہ تھی مگر فرنیچر بہت پرانا تھا، چیف سکریٹری نے وزیر اعلیٰ کے لئے یہاں سے پرانا
 فرنیچر انھوں کو لئے فرنیچر سے اس عمارت کو آراستہ کرنا چاہا، اس نے قیمتی صاحب نے مفتی
 صاحب سے بات کی تو مفتی صاحب نے دھیان نہ دیا، اس نے تین مرتبہ بات اٹھائی تو
 قیمتی صاحب نے فرمایا ”فریو“ اللہ کے ہندے! ”کس پتھر میں پڑ گئے ہو، یہی فرنیچر
 تھیک ہے اس کے بدلے کی ضرورت نہیں، میرے اپنے گھر میں کوئی نو، پورا سامان بھی نہیں
 ہے۔“ چیف سکریٹری حیرت سے ان کا منہ دیکھنے لگا کہ ہر آنے والا وزیر اعلیٰ دفتر کی آرائش

شعلی کر دیا جائے۔ پسے تو سو، مفتی محمود صاحب نے چھوٹ کہا اور پچھ جب یہ شعلی جوئے کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوا ہے تو خود غور کیا کہ اس خواب دوست تھوڑا سا خود ستانی کا پسہ بھیگا کا۔ (س ۵۰۳)

(۱۱) "حکومت سعودی کے مہمان۔"

بدلتہ اسوہ اور امامیہ جامعہ دینی ہونے کو اس کے رہنے کے نام سے بدلتہ اسوہ عند صاحب دوست کے نام سے کہہ سکتے ہیں۔

اس کی توسیع کا یہاں تھا کہ جب وہ مرحلہ کے وزیر اعلیٰ تھے حج کے لیے شریف سے گئے اور وہاں سعودی نورمنٹ کے مہمان تھے تو سنی میں وہاں پر حکومت نے مہمان خانے میں ان کا قیام تھا۔ حضرت مولانا محمد عارف دہلوی بھی اس میں وہاں موجود تھے اور ایک مکان میں انہوں نے ایک ٹھکانہ بنائی، وہاں بھی تو عربوں نے مجھے ٹھکانہ دیا۔ جب کہ مہمان خانے میں حضرت مفتی صاحب سے ملان اور ان سے یہ کہوں کہ میں نے اپنے آقا چاہتا ہوں میں جلائیہ اور ان سے ملاقات ہونی فرما دیا تو انہوں نے انہیں میں خود جانے لگا۔ آپ طرف سے تو میری چیز اور بعد میں مقام پر بھی فرما دیا میں وہاں چلا جاتا ہے انہیں یہ عرف۔ والفصل فی السالینہ۔ وہاں وہاں انہوں نے ملاقات عمری کوں ہیں اور ان کا مقام یہ ہے فرمایا میں میں جاؤں گا وہاں میں آؤں اور مجھے پوچھا کہ آپ تھیں انہیں چاہتے ہیں۔

خیر میں میں رہا تھا۔ ہر فرمایا چلو چلتے ہیں ان کے ساتھ کوئی پوچھا کہ وہ کوئی کارہ تھا۔ چنانچہ ایک نام کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے مہاجر کی خدمت میں خود پہنچ گئے۔ وہاں ملاقات ہوئے ہیں اور وہاں چلنے چلنے کے بعد اور وہاں پہنچ گئے۔ انہیں یہ مقام ہے مفتی صاحب اس کے فرماتے تھے ہماری مہاجریت سے یہ مقام ہے اب تو یہ مہاجر صاحب نے خود اپنے صاحبہ مہاجر میں ہمیں سے پاس آنے کے لیے اپنے لیے اس وقت کوئی نہیں کی یہاں وہ مہاجر کی تو مہاجر میں ہوا ہے اور وہاں کوئی نہیں پھر انکی مہاجر دینی جو ملاقاتی تھا وہاں وہاں کے بعد حضرت مفتی صاحب انہوں سے

تشریف لے گئے۔ (مولانا کا مدلت حضرت مولانا مفتی محمود رحمان ص ۱۳۴)

حضرت مولانا غلام غوث بزاروی رحمہ اللہ کی تواضع و سرورگی

حضرت مولانا عمر واصل خانؒ آپ کے بڑے بھائی تھے، جن میں

آپؒ ساہو زندگی بسر کرنے کے غور تھے اور انجائی دنیا سے قناعت پسند انسان تھے

۔ عقیدت مند ان کی خواہش کے باوجود بڑی بڑی دکانوں پر، بنانا پند نہیں فرماتے تھے اور پر

کلف و محنتوں سے نفرت تھی، بلکہ آپؒ کو ساہو خداز و دودھ مرغوب تھی۔ حتیٰ کہ آپؒ اپنے

نیزے بھی خود دھو بیٹھتے تھے۔ غرض ایسا سامان ایک کپڑے کی نگہداشت میں باندھ کر اپنے

ساتھ رکھتے تھے۔ کسی شخص دوست کے ایک موقع پر جاتے مولانا صاحب آپؒ تو پہلے نہ

منہ ہیں دہنہ آپؒ پہلی کھلی کھڑی اپنے ساتھ نہ رکھا کریں۔ کیونکہ یہ آپؒ کے نمایاں

شرائط نہیں ہے مولانا صاحبؒ نے فوراً منکراتے ہوئے برجستہ فرمایا تو کیا بچہ میں مٹھو

اور اڑائی کے ساتھ بھی نہ جایا کریں، یعنی موجودہ دور کے مطابق پیٹ۔ پٹنا پین

کروں۔ وہ دوست اس جملے کو سننے کے بعد اچھا لب ہو گئے۔

ایک لٹریچر نویس کا بیان ہے کہ ایک وفد سرحدی سے زمانہ میں علی گڑھ جامعہ مسجد

شیر نو الدرد و زہلا ہو جانے کا اتفاق ہوا تو راستے میں ایک خور پر چادر اوڑھے ہوئے ایک

ظہیر پوش بزرگ کو نشہ کرتے دیکھا۔ جب فراموش سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا

غوث بزارویؒ ہیں بعد میں تورہ اُٹے سے پوچھا کہ یہ بابائی کون ہیں تو جواب میں کہہ کر نام تو

معلوم نہیں البتہ یہ بھی کھنڈ میر ہے تورہ پر آتا ہے دور الی روئی سے تاشہ کرتا ہے۔ مولانا

موصوف نے جس طرح قناعت اور سادگی سے زندگی بسر کی وہ فقیرانہ فاضل تھیں ہیں۔ اس کا

اندازہ اس پھونے سے واقعہ سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ ہرگز مرگ پر آپؒ نے اپنے

محبوب نے بھی مولانا فقیہ محمد صاحبؒ (رحمۃ اللہ علیہ) کو وصیت فرمائی کہ میں نے فلاں شخص

کو چھ لکھ روپے قرض دیئے ہیں، اس کو ضرور ادا کریں۔

ایک دفعہ کافر ہے کہ حضرت مولانا غلام غوث بزارویؒ اور حضرت مفتی محمود صاحبؒ جہاں بھی

ایک دفعہ راقم نے سرحدوستان کے معروف حکیم اور صالح بزرگ سید تیسراؤ علی شرد صاحب سے کچھ بکریاں لے کر گئے تو انہوں نے خاص کام نہ تھا۔ جب ملاقات کے بعد واپس بکریاں لانے تو راستہ میں کچھ سے فرمایا کہ:

”میں حکیم صاحب سے ملنے صرف اس لئے گیا تھا کہ حدیث کثیرہ میں آتا ہے کہ اللہ صاحب نے اہباب و روستوں سے حسن سوئے بھی دے دیں تھے حقوق کا قصہ ہے حکیم صاحب حضرت ابی جہلؓ کے غلامیہ کے بنے واپس میں سے تھے۔“
 چنانچہ میں نے کچھ سوئے میں وقتہ اپنی ”اپا پر روٹی“ سے کچھ حکیم صاحب سے لے کر واپس میں آپ سے ملنے آئے مگر خبر پر جانے سے پہلے آپ حکیم صاحب سے الوداعی صلہ فرمایا ملاقات کے لیے کچھ بکریاں لے گئے۔ انہوں نے جہت آمیز راست سے عرض کیا کہ:

”حضرت! میں تو عاصی دے آیا تھا۔“

آپ نے کمال تو شعاع سے فرمایا:

”وہ ابی شفیق تھی یہ یہ اقرض ہے۔“ (پس مدد میں ۱۷۹)

حضرت مولانا مفتی محمد الدین صاحب رحمہ اللہ کی حقانیت۔

حضرت مولانا مفتی محمد الدین صاحب نے یہ سچہ ہم آہنے تہ کر میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد الدین صاحب رحمہ اللہ علیہ سرفراز تھے بھگوانی کے ان بزرگواروں میں سے تھے جن کے ذریعے ہمارا غم و دین کے چھوٹے روشن ہیں۔ وہ حضرت امام صاحب قدس سرہ کے جانے غار شانہ بھی تھے اور آپ کے بھائی بیست بھی بدقول تھے۔ ان کے بعد ان کے اصحاب میں حدیث کی تدریس اور فقہ کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اور ان میں سے میں نے انہوں نے بہت کچھ سیکھا ان میں سے میرا آپ کے ساتھ رہا۔ جس میں وقتہ دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ سمجھے جاتے ہیں انہیں تو انیس اور حقانیت کا نام یہ تھا کہ اپنے چھوٹے کو بھی اپنے سے افضل و برتر سمجھتے تھے اور اندازہ انداز میں خود کو دین لگا

کا وہی تھا جس نے جبرِ حق کو انکار کیا اور شرافت مانتے ہیں

وَجِوْءُ لَكَ ذُنُوبٌ لَا يَدْرِي بِهَا نَسَبٌ

(تیسرا) یہودی ایک ایسا گناہ ہے جس کے برابر وہ نبوی حرم

میں.....

حضرت شیخ نور احمد مرتضیٰ فرماتے تھے:

"مذہبِ یسوعی میں یہودی ترقی کرتے ہیں اتنی سی ان میں تو اشیع زیادہ ہوتی ہے
لیکن یہ یہودی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کون سا یہودی؟"

حضرت شیخ بھی مہربان نہیں بلکہ غرور اور انتہائی تواضع کے حامل تھے اور انھوں نے فرماتے تھے:

"میں ہر وسیع وسیع بیت کی مرتبہ نعمت میں میں دیکھتا ہوں جو میری وجہ سے اور اس
کی دعا میں دیکھتا ہوں لیکن وہیں کو چونکہ بیت اس کا گھر کی زیور ہوتی ہے اس
یہ مجھ کو کچھ کام نہیں لے"

اپنے محبوب و شگفتہ کا انتقال ہوئی تو اشیع کی اصل روح ہے اور انھیں اس حال کی زبان فرم
دینا کہ جب سے اس سے ٹک ہو جاتی ہے لیکن حضرت شیخ نور احمد مرتضیٰ پندہ کا تعلق اور شہ
و شہن کی جو معیت رکھتے تھے اس سے اپنی جی جلد دونوں کا حق اور فرماتے ہیں۔ ایک
مذہب گرامی میں تیار فرماتے ہیں

"تیسرا۔ میں اور میری قوم میں ہے وہ مجھے ہی معلوم ہے، میں تو جانتا ہوں کہ
جتنی برائیوں میں وہ میری وجہ سے آ رہی ہیں، لیکن مائیک سے مانگے بغیر یہ وہ نہیں،
فقیر دانا کا کام تو تمنا ہے، اس کے کرم سے حیدر نہیں کہ جو صہ یہ دوست لگائے اپنے
میں یہی ہو جائیں۔ اس کے احسانات اس کے حال پر راضی ہوں، لیکن میں خود
و احسنی میں ترقی کرتا ہوں، جتنا کرم بڑھتا رہا ہے، ان فرمایاں باقی جا رہی ہیں"

(مکتوبہ جامعہ سہ ماہی، صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ دہے متعلقین کی اصداغ کے لیے ان کو کوتاہیوں پر تکیہ بھی فرماتے تھے لیکن تین اس حالت میں بھی یہ اتقناہور جتنا حق کہ جس سبب سے زیادہ جتنہ کاراؤں ۔
ایک نرانی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں

”میرا حال ناخوش ہے معلوم ہے کہ اپنے کوسب سے زیادہ دیکھا گیا سمجھتے ہوئے اس لیے دوسروں کی غرض اور نہ ہوں یہ قصہ بہت کم تو ہے البتہ جہاں میں ان کا کام میرے متعلق ہوتا ہے وہاں ان کا ماقصد نہ کرنے پر مجبور ہونا ہوں اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی سمجھتوں میں“ [مکتبہ بنامہ مولانا محمد یوسف متالا صاحب - زہرا فیضیہ]۔

خلیفہ تراضی کی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنے عقیدت مندوں کی جانب سے تحریف و استائش کا کوئی غلا متنا گوارا نہیں تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے محبت صادر مولانا محمد یوسف متالا یہ مجدد علم کی فرمائش پر حضرت مولانا مفتی محمود حسن ٹنگوئی مدظلہ العالی نے ایک تصدیق میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اوصاف اظہر کیے۔ ”وہ صرف شیخ کے نام سے یہ تصدیق مع شائستگی ہو تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مولانا متالا صاحب زید مجدہ صحت نامہ ایک نرانی نامہ میں تحریر فرمایا:

”مفتی صاحب نے لکھتے میں جو نکلیں کہیں اور تو برحق لیکن تم نے اس میں اداکار کے متعلق جو فرمائش کی وہ بالکل بے محسوس ہے۔ میرے پیارے اچھے ایمان پر نہ مرنے والا پھر نہ ہوا ہے نصیحت زودمان الحس لا تو من علیہ الفتنة وامن بزمان پر نہ مرنے ہو جائے تو تم سب سے حسن ظن صحیح ہیں اور اگر خدا نہ کرے اخذات کرے کوئی دوسری صورت ہوئی تو تم ہی بتاؤ کہ میرے ملاوہ قہر کی بھی نفی رسوائی ہوئی میں تو دوستوں کو بہت منع کرتا ہوں کہ میری زندگی میں میرے متعلق کچھ نہ لکھو“۔

ایک مرتبہ اپنے مختص خادم جناب صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی نے نام تحریر فرمایا:
”میرا بعض ساری دنیا میں پہنچ رہا ہے اس کو تم چاہو یا تمہارے مجددی صاحب جان میں۔ میں تو یہ لکھتا ہوں کہ دنیا میں جہاں زندگی پھیل رہی ہے وہی میری وجہ سے ہے

۔ مبداء غیظ کے مکافطے نہ تھکوں پر اللہ میں شان محض اپنے فضل و کرم سے مجھ و سیاد کو کسی قابض نہ دے۔

کتاب مولانا محمد ثانی دہلوی دہلی مرقوم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقہ دہلوی کے عقلم سے ’سوانح‘ لکھی ’مرتب فرمائی تھی۔ اس کا ایک باب جو حضرت شیخ نور اللہ مرقہ دہلوی سے متعلق تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی سے لکھو لیا اور کتاب کے اہم ابواب جماعت سے قبل حضرت شیخ نور اللہ مرقہ دہلوی کو بنائے۔ لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق حصہ اس خیال سے نہیں بنایا کہ اگر بنایا گیا تو حضرت نور اللہ مرقہ دہلوی کو کتاب میں شامی کرنے سے منع کرویں گے۔

جماعت کے بعد حضرت رحمت اللہ علیہ نے اس کو کئی مرتبہ مرقوم کے نام و دو خط لکھ کر ’مرتب فرمایا جو آپ اپنی ’نہرا‘ کے نام سے شائع ہوا، اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

’انحمد للہ علی رسول اللہ صلی علیہ وسلم‘

مطالعہ کار جگہ کا زمین خراب کی۔ جسکی تفاوت راہ از کجاست نہ چکا
عزیز کرامی قدرومنزرت اعلا قائم اللہ وسلم۔ بعد سلام مسنون تہجد کی کتاب سے بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دونوں جہاں میں بہترین جزائے خیر دے فرمائے اور اس کے سناٹے دینی و دنیوی سے بھر پور مستمع فرمائے۔ امید سے زیادہ بہتر لکھی۔۔۔۔۔ ایک باب کے سوا جو تم نے علی میاں سے لکھو لیا، ساری کتاب میں بہت لطف آیا۔ البتہ یہ باب تم نے گلاب کی دھن میں ایک بومل میں شامی کی ذائقہ بہت لطف میں بہت نکمیں فضل میں پرانے مات کا بیونڈ لگا کر کتاب کو بد نما کر دیا۔

(آپ اپنی ’نہرا‘ میں ص ۳)

حضرت اقدس مولانا محمد یحییٰ بنوری رحمت اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقہ دہلوی کی شہرہ آفاق کتاب ’’اجز الجہت‘‘ کے ’’پر ایک مختصر ما مقدمہ‘‘ تحریر فرمایا تھا، جس میں چند کلمات حضرت شیخ نور اللہ مرقہ دہلوی کے بارے میں بھی آئے۔

خبر ویاں جو وہ کا وقت نہ تھا، آپ نے اس ناپاک کی بحیرت رفتہ رفتہ کی آواز ہلائی۔ پھر یہ
 جس لعین اس ناپاک خطہ کے قابل کہاں، دوسرے حاضرین ہوئی مگر ایک طبع مہرہ ہستی تھی
 جس کے پیچھے قطعیہ (میں کا پہنچنے کے ساتھ جو کہ ننگ لیا تھا اس کا سامنے نظر تیاروں میں قطعیہ
 لکھا گیا ہے) بھی لک لیا۔ پھر خدا کا کیا کیا، اب کوئی ناپاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس
 میں یہ قسم کی نا اہلیت مغلوب ہو جائے، کیا خدا آپ نے معصوم مسلمانوں میں جیسے دہلی
 حالت یہ ہے

کان فی ہذا المصیبۃ شد فی الاولیٰ فی الذلۃ و الخوار
 (اب حقیقت یہ ہے)

و کنت شامرا من جند ابلیس فارثقی علی الدھر حتی صار
 ابلیس من جندی قلوبات قبلی کنت احسن بعدہ طرائق
 فسق لیس یحسنہا بعدی

اس تعلق اور بحیرت کے واسطے جو آپ کو اللہ رب العزت کی ستارہ کی بند سے اس ناپاک
 سے محض مغلط کی بند سے رہا ہے، درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک جگہ میں اُم
 سے دشمن کی فوج میں تو یہ پاک ذات، وہ مقلب القلوب قادر مطلق جو خلق (شاہ) یہ
 حضرت محمد کا ہدایت میں ہرگز عرف تھا، کو مہر بنادے، اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک
 ناپاک و چاہنے والا اور بدکار و نیک کار بنادے۔

چشمہ فیض سے اگر ایک اشارہ ہو جائے۔ لطف جو آپ کا اور کام بنا، وہم جو ہے

مترجم ہوتی جا رہی ہے، نہ بری طور پر وقت قریب ہی آتا ہے، اب ہے اور حالت یہ ہیں
 آتی تھی پیچھے میں کو اور بھول چکی تھی اور کیا دیکھاؤں گی، پھر یہ (شاہ) کو
 میرے خانی، اڈوں ہاتھ۔

ہیتے ہیں سو کے سفید انوس پیغام اہل نفس منتہا ہی نہیں ہر پند کہتا ہوں سنبھل۔

اپنی حالت کو کہاں تک، ہر دوں اور اس منافقانہ تحریر سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک

منہ نفع کروں۔ یہ طریق اس اسید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر ہاتھ چوٹ گئے تو آپ اس
پاک و پر میں کچھ مرض کر سکیں جس کی پاک جوتیوں کے ذریعے انوائٹم ملی بند ہو جائے
مصر دیتی ہیں، بہت ادب سے صندوق دسواہ کے بعد مرض کر دیں کہ اس ناپاک کا موسم سن
پاک و پر کے ہرگز کوئی نہیں، لیکن تھوڑے دن بعد مل جائیں جو اس ناپاک کے لئے تمہاری نظر
داشت کے موافق ہو گا لیکن ہے۔

نہ آخرت۔ حمت معنی نیکی

و محمد و حسن و خواتین

یہ بھی عرض کر دیں کہ کچھ عرض کرنے کا مقصد یہیں اس لئے کیا عرض کروں۔۔۔۔۔

فہم السلام۔ ذکر یا یہ مظلوم

۲۷ بیان ۲۷

”ایک خصوصی درخواست آپ سے یہ بھی ہے کہ مضمون پر ایک مرتبہ یہ بھی اس ناپاک کے
لیے رنگ دیجئے

من مظلوم کہ طعم چندی

فہم غفور ربیہ ہر کس

یہ بعید ہے کہ کتابوں سے پاک صرف نوکریں نہ ہوں کسی ناپاک کی۔ حافی کا نہ یہ دین
بانے اس میں کوئی قصص نہیں ہے کہ اپنی سرائی گندگی کے باوجود جس چیز پر بڑا فخر اور فخر
کی بڑی ذمہ داری ہے مگر صرف یہ ہے کہ بچپن سے اس وقت جیوں تک اللہ کا بہت بڑا اکرم یہ
ہم کہ ہر دور کے کار اہل اللہ کی خصوصیتیں انتہا سے زیادہ ہیں، اس پر جتنا بھی ماز ہو
نہیں ساری خوشی ایک دہشت کے لئے بدل جاتی ہے جو قیامت کے حکم و اہل و عا
انیور انہا الجرمون“

کا اعلان دل میں گزر جاتا ہے! کاش! آپ سب محرموں، حسن ظن رکھنے والوں کے زور اس
سال اس ناپاک کے اعلان مہیا کو بھی دھڑکیں تو آپ سب کا اس قدر احسان اس
نپاک پر ہو اور نہ جب کل کو میری نپاک حالت آپ کے سامنے ہوئی تو آپ کو اپنے اس

تعلق پہ بھی افسوس نہ کیا تو آپ نے اپنے اس مفصل کرامی نامہ میں تحریر فرمایا جو ہمیں سے
لے لیا۔۔۔۔۔

نقد و اصلاح

ذکر یہ مظاہر علوم

۲۶ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ

و ما خود از سوغ شیخ احمد بیٹ مولانا محمد ذکریا صاحب از مولانا شیخ میاں (۲۰۸ تا ۲۰۸)
(۳) ”افسوس! کہ کتے کی دم بارہ برس تکلی میں رکھنے کے بعد نکالی تو
ٹیز بھی بنی نکلی۔“

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو ایک کرامی نامہ میں
تحریر فرماتے ہیں۔

”مجھ سے انکار ہے تو میری اصلاح کی بہت کوشش فرمائی مگر افسوس! کہ کتے کی دم بارہ برس
تکلی میں رکھنے کے بعد نکالی تو ٹیز بھی بنی نکلی۔“ (ایضاً مفتی محمد شفیع، ص ۲۰۸)
(۴) خلافت کی تشبیہ کے خوف سے حضرت رائے پوری کے پاؤں پھڑکے۔

شوال ۱۳۳۳ء میں جب حضرت اقدس سہارنپوری حجاز مقدس میں طویل قیام
کے ارادے سے جا رہے تھے، اور بقیہ لوگ بیعت دور پہ تھے تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ
اللہ نے ان سے بیعت ہونے کا ارادہ کر لیا اور آپ نے اپنے مربی و آقا حضرت سہارنپوری
سے درخواست کی کہ مجھے بیعت فرمائیں، اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب مطہرہ
کے بعد ٹوائس سے ملاوٹ ہو جاؤں تو آجانا، اس کے بعد بیعت ہو گئے۔

حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ نے بڑے اہتمام سے چاروں سطحوں میں
بیعت و ارشاد کی آپ کو مبارک سمرات فرمائی اور اپنے سر سے عمدہ انارٹر حضرت شیخ
الاسلام مولانا ندوی کے برابر نکلاں حضرت مولانا سید احمد فیض آبادی کو دیا تاکہ وہ حضرت شیخ
کے سر پر باندھ دیں، جب وہ عمامہ سر پر باندھا تو شیخ کی شدت گریہ سے چہنیں نکل گئیں،

..... ایک مرتبہ آپؐ کی کراچی تشریف آوری ایسی حالت میں ہوئی کہ حضرت علامہ صاحب قدس سرہ صاحب قرآن تھے، دل کی تکلیف کی وجہ سے صحت بخیر نہ تھی۔ لیکن یہ تھا، اوجہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کو بھی بخیر چل رہا تھا، لیکن اس کے باوجود، انرا معلوم تشریف آئے کے بعد، دل کا ناخوشیوں فرمایا۔ جب حضرت علامہ صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے تو حضرت والد صاحب نے استقبال کے لئے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی تو حضرت نے دین سے فرمایا: ”کچھ مٹھی صاحب! اٹھنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔“ یہی بات یہ ہے کہ تم بھی بیمار میں بھی بیمار بیٹھے رہنے کی طاقت نہ تم میں ہے نہ مجھ میں۔ میں بھی لیٹ جاؤں گا اور انوں لینے لینے باتیں کریں گے۔“

چند نچ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی چار پائی پر لیٹ گئے، اور دونوں بزرگوں میں دیر تک ایسی شان سے گفتگو ہوئی کہ وہی۔ اللہ اکبر! سادگی، بے تکلفی، بے ساختگی اور اعتماد و محبت کے یہ ولایت پر پیکر اب کہاں نظر آتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ص ۱۸۹، ۱۹۰)

(۶) ”مجھے تو خود کہیں خط لکھنے کو کھانا اٹھنے“

حضرت آ کے تحریر فرماتے ہیں:

”مفتاحی بھی حضرت رحمہ اللہ کو (مدینہ منورہ کے قیام کے دوران) خط لکھ کر دیتے تھے، اور زیادہ خط لکھنے سے اس لئے تپا: ”دعا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ پر جواب دینے کا بار نہ ہو، ایک مرتبہ یہی اسی کشمکش کو خط میں لکھ دیا تو جواب میں تحریر فرمایا۔“

”تم اس بات سے نہ خیر ہوا کرو، مجھے تو خود کہیں خط لکھنے کو کھانا اٹھنے۔“

(حوالہ بالا ص ۱۸۳)

(۷) مدرسہ کی کچھی اینٹیں اور لکڑیاں اٹھانے کا اہتمام۔

حضرت رحمہ اللہ کے خدیوہ ہاڑموئی محمد اقبال صاحب مہر جہد فی رحلہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مختلف اہل صنعت کی تواضع اور مرئی جھونا تو اسے حضرت اقدس بہت دور ہیں، نہ تو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خدام کے لئے جھٹکی تواضع جس کا اوپر آ رہا ہے اور جھٹکی

وقار صفائی معاملات میں اعلیٰ حوصلگی و ایثار و سخا و غیرہ حضرت کی زندگی میں نمایاں ہیں خصوصاً تواضع اور ایسی تواضع جس کے تواضع ہونے پر حضرت کو التفات بھی نہیں ہوتا۔

حضرت کا معمول تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم بہار پور (جس کے حضرت شیخ الحدیث تھے) میں استیجاز کے ذیلیوں کے لئے کئی اینٹیں اور حمام گرم کرنے کی لکڑیوں کی گاڑیاں آیا کرتی تھیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے مدرسہ کے دربان سے کہہ رکھا تھا کہ جب اینٹوں اور لکڑیوں کی گاڑی آئے تو اوپر درس گاہ میں مجھے مطلع کر دے۔ جب بھی گاڑی کی اطلاع آتی میں گھنٹہ کے ختم پر ایک طالب علم حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ (صدر مدرس) کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیتا تھا کہ اینٹیں آئی ہیں میں پیچھے جا رہا ہوں۔ مولانا مرحوم بھی فوراً پہنچ جاتے۔ اور ہم دونوں کو جاتے دیکھ کر دونوں کے یہاں کی جماعتیں ایسی دوڑتیں کہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جاتے، ہم دونوں کو تو ایک پھیرا بھی مشکل سے آتا تھا۔

(حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ص ۶۲)

(۸) بیمار خدام کی عیادت کا معمول:

بیماروں کی عیادت کا معمول حضرت اقدس کا بہت کثرت سے رہا، حتیٰ کہ اب انتہائی معذوری میں بھی جب تک گاڑی میں بیٹھ کر جانے کی طاقت رہی حضرت عیادت کو جاتے رہے۔ اولیاء اللہ، مشائخ اور بڑے لوگوں کی عیادت کو تو سب ہی کے جانے کا رواج ہے، لیکن اپنے ادنیٰ خادم کے ہاں جانا یہ حضرت کی کمال علو شان ظاہر کرتا ہے۔

ایک دفعہ احقر مدینہ طیبہ میں بیمار تھا اور احقر کا مکان کچے راستوں میں سے ہو کر ایک بے آباد باغ کے اندر تھا۔ حضرت اپنے خادم خاص الحاج ابوالحسن صدیقی صاحب کے ساتھ اس جگہ تشریف لے آئے اور پڑھ کر بندہ پر دم کیا جس سے مجھے افادہ ہو گیا اور مجھے تکلیف کی جگہ دیکھ کر کوئی سہولت کی جگہ ملنے کی دعا بھی فرمائی، جس کے بعد مجھے بلا کسی کوشش کے حرم شریف کے قریب راحت کا مکان بھی مل گیا۔ (حوالہ بالا ص ۶۳)

(۹) مردوں کو غسل دینے کا اہتمام:

ہر مرد مظاہر علوم کے عہدہ آئمہ تودار امامت میں رہتے ہیں انھیں بعض اوقات کسی اور میں شہر سے مختلف ممالک کی مساجد میں بھی رہتے ہیں۔ حضرت اقدس کو باب بھی کسی خوب اور بن طالب مہم کی وفات کی اطلاع ملتی تو فوراً وہاں پہنچ کر اس کو غسل دیتے چاہتے رات کا وقت ہو اور جگہ بھی دور ہو اور بعض اوقات فوت ہونے والا چھوٹا بچہ یا نینٹ مرض کا شکار ہوتا اس سے بھی موافقت نہیں ہوتی اور طہ جہنم نجاست سے آلودگی بھی ہوتی ہے۔ حضرت بابین ان سے بھی اپنے وقت مبارک سے اس کو غسل دیتے۔

حضرت مولانا کا علاحدہ لطیف صاحب (مظہر مظاہر علوم) کی وفات کے وقت حضرت نے بڑے چاہ کے آثار اور امام بن کی وجہ سے کئی قسم کی معذریاں بھی ہوتی تھیں لیکن حضرت غفرلہ نے لیے انہیں مائت میں تشریف لے گئے ماحقر بھی خداوند بھرا ہوا۔

حضرت نے آپ سے بہت حدیثِ نعمت کے عہد پر فرمایا کہ میں نے آنے والا ہوں اور اس شخص کو جس نے دنیا ہو گا اور مجھے اللہ کی ذات سے اس پر بڑا سزا کی سزا ہے۔ (۴۳)

شیخ القرآن حضرت قادری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) ”لیکن آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ رہا ہوں کہ خدا را اس حرکت سے باز آ جاؤ“

آپ نے تحریر شدہ حضرت قادیانی نے عظیم بخش صاحب را یہ مجھ پر فرما سنا ہے:

”یہ قادیانی خان کا ایک طالب علم ہمارے ساتھ چڑھتا تھا، کاظم ہار سے نے ایک مرتبہ شکایت کی کہ یہ سینا دیتا ہے، اول تو حضرت قادری صاحب کو یقین نہ آیا کہ میرا شیخ کب اور سینا دینی؟ پھر ان کے اسے نقلے ہاتھوں کٹ سمیت پکڑ لیا تھا، کٹ نہ کیو کہ حضرت کو بہت صدمہ ہوا، نگراں کو کٹھن پائے اسے اسے ڈنکے سے رسید کر۔ کچھ عرصہ بعد وہ طالب علم وہاں قیام میں پکڑ آیا، چار دن کے کوائے اور تحران و افغانی کو تمہاری کیلی، وہ اس کے کپڑوں نے اسے لے لیا، شاید خلاص نہ تھا، لیکن کچھ عرصہ نہ گزرا کہ تیسری بار وہ پھر سینا دیتے پکڑا گیا، اب وہ یہی کیے، جانے آپ نے یہ کیا کہ وہ پھر کو پکھلی ہوئی تو اسے باز کر

پاس بیٹھا ناپاؤر ڈینک پر روز سے ہاتھ مار کر سب کو خاموش کر دیا اور پروردگار نے اسے فرمایا کہ: ”شب و روز جو اس قدر محنت کر رہا ہوں صرف اس لئے کہ قرآن کا فوہی طرے تمہارے سینے میں آ جائے مگر انکی حرکتیں دیکھ کر دل کڑھنے لگتا ہے، ستمناوی کی جہنمیں جگہ ہے وہاں کسی قرآن کے طالب کا کیا کام؟“ پھر اس طالب علم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ”دیکھو! شب سے جس نے ہوش سنبھالا ہے آج کلہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے نہیں آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑ رہوں کہ خدا و ان حرمت سے پاؤں جلائے یہ میں کر سکتا ہوں اس طالب علم کی جیسے نکل گئیں دوسرے طلب سے بھی یہ منظر دیکھنا دیکھا اور سب سے اختیار رو پڑا۔“

حضرت کی وفات کے دس بارہ برس بعد اتفاق سے رانیوہ اجتماع پر اس ساتھی سے ملاجیت ہوئی، جس نے حراں کرتے ہوئے پوچھا میں نے سنا میں کا شوق بھی ہے یا ختم ہو گیا؟ ”تو راجا بعد ستمناؤ کہتے تھے کہ اس کی آنکھیں اٹھل بار ہوئیں اور یوں“ حضرت قاری صاحب ایسے اساتذہ دنیا میں اب کہاں ملتے ہیں جو ایک ہی نشست میں طالب علم کی کا کا پیشہ ورس؟ جس دن قاری صاحب نے اس گنہگار کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے اس دن سے کبھی تہجد فوت نہیں ہوئی، کبھی ذبح و دو پارے اور کبھی تین پارے تہجد میں پڑھتا ہوں اور تم تو ستمناؤ چور ہے ہو اس دن سے کبھی نیکی پر بھی میں نے نظر نہیں ڈالی۔“

(ماہنامہ مدیدہ اثر رف تدارت نمبر جلد ۲ ص ۳۳۶)

(۲) ----- ”مجھ سے غلطی ہوئی کہ آپ لوگوں سے ناراض ہوا خدا ارے مجھے معاف کر دینا۔“

حضرت کا حراں تھا کہ میرا کوئی بھی شاعر نہ رہیں کی جگہ تہ میں نہ آئے بلکہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر ساری عمر میں گمراہ رہا۔ تب وہ اپنی تدریس میں کامیاب ہو گا۔ چنانچہ قاری محمد رفیع صاحب رمالوئی آف جہ وادراں کے ہم عصر ساتھی مکرّم پٹے نے تدریس کے سلسلہ میں تو حضرت سخت ناراض ہو گئے۔

تک موقع پر قاری رفیق صاحب معذریہ سے ملنا ان تشریف مائے مہر و لہول
سے مقرر ہائے معذریہ جاریہ تھے۔ حضرت قاری صاحب سے ذوقی وجہ سے ملاقات نہ کی۔
مکانِ اشیش پر قاری کی انتہاء ضرر رہے تھے کہ اپنی خدمت حضرت قاری صاحب و کثرت پر سارا یہ
ارٹھیش پر تشریف لے گئے اور غلاف معمول اپنے شکر و قاری رفیق صاحب کو بھیج دی میں
مے اور پھولت پھولت کر رہے تھے کہ آپ لوگ کئی دنوں اور مقدس سر زمین پر رہتے ہو ہم
سے اٹھتے ہو، مجھ سے ملنے کی کہ آپ لوگوں سے ناراض ہوا خدا را مجھے معاف کر دے۔
حضرت کی اس کیفیت کو دیکھ کر قاری رفیق صاحب بھی خوب راتے اور معافی
دیتے رہے۔ الوداع کرتے والے بھی حیران تھے کہ یہ کیا وجہ ہو گیا۔

(ایضاً جلد ۳ ص ۳۳۸)

(۳) تواضع و تادب :-

آپ قیصر شید و روحانی بیکار حضرت قاری محمد مایہ رحمی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے
تھے۔

حق تعالیٰ شراب نے حضرت قاری صاحب و رمپہ و جلال کا افر صہ ملاحظہ فرمایا تھا اس کے
بہت ان کی شان و شوکت و قابلیت کی تھی۔ اپنے خور ووں کے ساتھ بھی غایت تواضع و خشیت
آتے تھے اور بعض اوقات ان کا متواضعانہ برتاؤ اتنے کموں کے لئے حیرت و متعجب
کے موجب ہوتا تھا۔

پنے شیخ حضرت الدین مولانا الحداد الہی نقوی مقرر قاری رفیق محمد صاحب مدظلہ کے سامنے
اس طرح متادب ہو کر بیٹھتے جیسے طالب علم درگاہ میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے انہیں
حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے سامنے کبھی چار زانو بیٹھتے و کھل کر پوتے نہیں دیکھا
گیا۔ حالانکہ آپ نہایت مداح مدظلہ کے محبوب ترین شاگرد اور علم تجویذ و قرات میں اپنے
وقت کے امام و مجدد تھے ان کی یہی کیفیت دیکھنا اکابر کے سامنے نہ ہوتی تھی۔

حضرت الدین مولانا خیر محمد چاندھری سے انہیں نہ شائردی کا تعلق تھا نہ بیعت و امداد کا

نیکو ان کا ادب و احترام اسی طرح کرتے تھے جس طرح ایک سریر مہینہ شہنشاہ کا کرتا ہے۔
(الکاش نقاش ص ۵۵)

شیخ الاسلام حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے واقعات:
قاضی مجدد الکبیر صاحب کلچر و فلوئر فرماتے ہیں:

(۱) فناء نفس: انسانے نفس کا یہ عالم تھا کہ ہر مسئلہ کو جان کرتے ہوئے ہم عصر ملّا،
باخضوص اساتذہ فراموش خواہ اپنے سے زیادہ کھسوں فرماتے تھے لہذا یہی اور قیادت کے
شہ قیمن واقعات ہر بات کو اپنے طرف ہی نسبت کرتے ہیں۔

محاصرین کے قحطیات اور پیچھے کاموں کی بڑھاپا تھیں فرماتے۔

نئی اہم کام میں اساتذہ سے بھی مشورہ لینے میں استکفاف نہ فرماتے، جمعیت ملّا، اسلام اور
وفاق المسلمین کے امراء، ائمہ اور راہنیں تک مشورہ فرماتے، جبکہ حضرت نابھہ جی کے
ملو و تقریباً سبھی آپ کے تلامذہ، ان سے بھی کم درجہ کے علماء تھے۔ (نقوش حضرت افغانی
نور اللہ مرتبہ ص ۱۷)

(۲) ”ایک کام جب خود کر سکتا ہوں تو آپ کو تکلیف کیوں دوں؟“
آپ کے فرزند ارجمند حیدر محمد، ابوہان افغانی رقمہ فرماتے ہیں:

ان کی یہ بات سچی کہ ان کو کچھ فیصلے پر موجود ہے انھیں اسے قریب پہنچنے ہیں۔ لیکن پانی
پینے کے لیے خود انھیں گئے تو انھیں اسے عرض کرتے ہمیں فرماتے تو جواب ملتا کہ ایک کام
جب خود کر سکتا ہوں تو آپ کو تکلیف کیوں دوں؟ (حرمہ و انصاف ص ۲۱)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:
(۱) ”بھائی! شبید کو بھی تو کھپاں بنانی ہیں۔“

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شاہ صاحب شہید زید
مجدد علم فرماتے ہیں:

اگر کبھی کوئی ان کی تعریف کرتا تو اچھی خلقی انھیں کی بنا، پر ایک لطیف ترمیم کے

ماتہ قرنیٰ نے اس عرض کو فرما دیا ہے کہ بھٹے والے عیش و عشرت کر رہے ہیں اور شہر میں
 بہار پور میں کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے حضرت کی شریف سوری کی اطلاع ملی وہ فوراً وہاں پہنچے
 رہتے تھے۔ کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے بھی قادیان تھے۔ اس کے میں دینی کے وزیر ہونے
 پیشوں صاحب پہنچ گئے۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر مجمع کی عزت پر عرض کی کہ ”اس کے
 انہوں نے شہر ہوتا ہے وہاں کہیں کوئی حق بات نہیں کہہ سکتا۔“

”یہی اثمد کو جس نے کھپاں بنائی ہیں۔“ وزیر دوسرے اس پر جھکی اور بڑے غمی پا
 اٹھتے ہیں۔ روکے۔ ایسا نہیں ہے۔ مسلمان مجدد و مصلح ۱۳۹۸
 (۲) ”تشریف آوری محسوس نہ ہوئی۔“

اطاعت مطلق، مسلمان شہری دھارم نے ارشاد فرمایا

”یہ بلند میں حضرت مولانا قادری محمد غیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اور اوقات میں
 مدظلہ انور، کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کی طرح بیٹے رہا کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کی محسوس نہ ہوئی حضرت
 صاحب نے ان کے پاس کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کو بھیج دیا۔ میں نے دیکھا وہ بھی تو کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے
 مستحکم صاحب نے فرمایا آپ اس میں نہیں گئے۔ میں نے جواب دیا کہ حضرت آپ اس
 وقت مستقل نہیں بلکہ مہمان ہیں اور مہمان کا فریضہ ہے کہ یہاں ان کو میزبان بننا ہوگا وہ اس
 ٹیٹے ایذا میں مسند پر تھے کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے اور جس وقت حضرت مستقل کی حیثیت سے
 کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے میں نہیں آئے تھے۔ اس پر قادیان صاحب مسند پر کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے
 (ایسا کہ مجدد و مصلح نے فرمایا)

(۳) ”یہ آپ کی محبت ہے۔“

”یہ قادیان قادری رحمتہ اللہ علیہ صاحب رحمہ اللہ نے حق و حقیقت قادیان میں
 اندر میں صاحب نے کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کو کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کے ہیں

ایک دفعہ دھارم نے کہا کہ میں فیضیہ اسلام محفل قادیان میں محمد غیب صاحب رحمہ اللہ سے
 ہوں۔ یہ مسودہ میں کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے کے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں نے کٹر ایف۔ قہر۔ بھٹے

میں سنت و مختلف فقہاء کے بارے میں اپنے واپسانہ اثرات سننے کے لیے جس میں خود حضرت
 قسیم الاسلام کی تخریج کا بھی تذکرہ چل نکلا جس کے جواب میں حضرت قاری صاحب نے
 یہ عاجزی و تواضع کے ساتھ فرماتے رہے۔ ”یہ آپ کی محبت ہے“ ”یہ آپ کی محبت
 ہے“ (ماخوذ از مابینا مباحث اسلام ہائے انکار (۶۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) ”میں نے سوچا کیوں نہ میں خود ہی کو قصور وار سمجھ کر مجتہم صاحب سے معذرت نہ
 لوں؟“

آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یوسف مدنی نقوی شہید آپ کے تذکرہ
 میں رقمطراز ہیں:

حضرت کے کلمات کا اندازہ ہم ایسے نواۓ مودہ طلبہ کو کیا ہو سکتا تھا نہ تو ایسی ان
 نے افسوس و رمل ان کی شفقت و محبت اور ان کے اندازہ رنیں پر فروغ تھے۔ لیکن ایک واقعہ
 ایسا پیش آیا جس کی وجہ سے حضرت الامام ذکی حکمت کا نقش میرے ذہن پر قائم ہوا اور انشاء
 اللہ ہمیشہ رہے گا۔ ہوا یہ کہ حضرت مولانا دارودہ رے مدینہ کے مجتہم حضرت مولانا فضل محمد
 صاحب مرحوم کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی جس سے باہمی تعلقات تا حد قیودار ہو گئے۔ اس
 نہ کار کو کو تو اپنی نو عمری کی وجہ سے جس کا علم بھی نہیں تھا۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ میں حضرت
 مجتہم صاحب کے کمرے کے سامنے سے گزرا ہوا تھا موصوف نے میری طرف اشارہ کرتے
 ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ ”یہ بھی انہی (حضرت مولانا) کی پارٹی کا ہے“ (چونکہ اس
 نہ کار کو حضرت الامام سے بہت سی اخلاص تھا اس لیے حضرت مجتہم صاحب کا یہ سمجھنا اپنی
 جگہ بالکل صحیح تھا مگر اس نہ کار کو وہ ان کا گہری رنجش کا علم تھا کہ حضرت الامام نے اپنی مجلس
 میں بھی اس کا تذکرہ فرمایا تھا اعلیٰ تعالیٰ معاف فرمائیں مجھے حضرت مجتہم صاحب کے اس
 لمحہ پر بہت فساد آیا اور میں نے اپنے کمرے میں آکر ان کی خدمت میں بہت سی مبالغہ کتب

اب پائیس کہ اس میں کیا آپ شاپ لکھا ہو گا مگر غلامہ مضمون یہ تھا کہ بڑوں کی لڑائی میں چھوٹوں کو دخل دینے کا وہی حق نہیں، اس لیے آپ کا یہ سمجھنا کہ میں حضرت الاستاذ کی پارتی میں ہوں اور آپ کا موقف ہوں قطعاً غلط تھی ہے میرے نزدیک اپنی رنجش کے باوجود آپ دونوں بزرگ اہل احترام ہیں۔ اور میرے دل میں واقعہً دونوں کا یکساں احترام ہے۔ مگر چونکہ میں حضرت مولانا کا شاگرد ہوں اس لیے قدرتی طور پر ان سے زیادہ تعلق ہے اور ان کی خدمت میں حاضری بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حق تعالیٰ شان حضرت مجتہم صاحب کے بہت ہی درجات بلند فرمائیں اور نہ کاہلی محبتانیوں کو عاف فرمائیں۔ حضرت مجتہم صاحب خط چھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور یاد پڑتا ہے کہ مجھے پاور انساں بھی دیا۔ اگلے دن اس کا روئے تہنائی میں حضرت الاستاذ نور اللہ مرحومہ سے عرض کیا کہ آپ کی اور حضرت مجتہم صاحب کی رنجش ہے اور اس سے ہم غور و دل سے لے کر بڑی مشکل درپیش ہے اگر ایک کے پاس جاتے ہیں تو دوسرے سے دل میں یہ خیال نہ رہتا ہے کہ یہ ان کا ہے ہمارا نہیں ہے۔ حضرت الاستاذ نور اللہ مرحومہ میری اس بات کو سن کر خوش رہے جو نہیں فرمایا لیکن اگلے ہی دن حضرت مجتہم صاحب سے صلح صفائی کر لی۔ یہاں کار و حضرت الاستاذ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صاحب نے کہا: "ایہ مجتہم صاحب سے آپ کی صلح ہو گئی ہے؟" اس کے جواب میں فرمایا:

”جب وہ شخصوں کے دو مقام رنجش ہوتی ہے تو ہر فریق یہ سمجھتا ہے

کہ میں حق پر ہوں اور دوسرا فریق قصور وار ہے میں نے سوچا کیوں

نہ میں خود ہی تو قصور وار سمجھ کر مجتہم صاحب سے عذرت کروں۔“

ترجمہ شریف کی یہ حدیث تو ہم نے بہت بعد میں پڑھی کہ ”جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کیلئے جنت کے وسط میں گھر بنایا جاتا ہے اور جو شخص باقی جوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے اس کیلئے جنت کے اطراف میں گھر بنایا جاتا ہے (۱) لیکن اس حدیث کا عملی ثبوت پہلی بار حضرت الاستاذ نور اللہ مرحومہ کے یہاں دیکھنے کا موقع ملا۔

(شخصیات و تحریکات ص ۲۶۰)

(۲) ”کمالیہ در بے کمالی۔“

بے نفسی و تراشیخ میں ان پر اپنے شیخ حضرت قطب الملم شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کا رنگ غالب تھا۔ اپنے آپ کو امیر مٹایا تھا کہ ”جز۔ نیست کہ نیست“ کا مضمون صدق آتا تھا۔ وہ اراکپوری سلسلہ میں بھی مجاز تھے۔ اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کا مذہبی نور اللہ مرقدہ سے بھی انہیں خلافت و اہانت تھی، لیکن ان کے یہاں مشیت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اس لیے ان کا مزاج پروردگار

احمد تو بے شک پستی پر اپنا کاروانہ باش سلسلہ شدہ شدت شدہ

ہم ایسے خاص انہیں بس ایک ”مولوی“ سمجھا گئے۔ عقل مع اللہ کی جو دولت سینہ ہے کہ نہ میں سپائے پیٹھے تھے کسی تو میں کی ہو انہی نہ تھکے دی تمام حاجری و باطنی کمالات کے باوجود انہیں اپنی بے کمالی کا ایسا احساس نہ تھا کہ اپنے آپ کو بچہ در بچہ سمجھتے تھے، بے کمالی کا یہی احساس ان کا حقیقی کمال تھا ”اشعد۔ حد یہ“ میں حضرت مولانا محمد عبدالصاحب لدھیانوی کے حالات میں لکھا ہے۔

”حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا رابطہ جانی اس قدر مستحکم تھا کہ اگر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف سے قریب کسی جگہ قیام فرماتے تو آپ ان سے ملنے کے لیے ضرور تشریف لے جایا کرتے۔ اس قسم کی ایک ملاقات کے دوران حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو کمرہ سے باہر بچے جانے کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ دونوں حضرات کے درمیان خلوت میں فقرہ درویشی کے بعض اسرار و مہر پر گفتگو ہوئی۔ یہی جن میں ایک یہ بات تھی کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے دریافت فرمایا ”مولانا! کمالیہ کہتے ہیں؟ میں تو اس راہ میں تک دو کرتے ہوئے؟ تو عرصہ گزر چکا ہے مگر کمال کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔“ آپ نے ارشاد فرمایا حضرت ایسے کمالیہ ہیں۔

ولی عارف زبیر اللہ یثرب خالی است کمال مشق اندہ ہے کمالی است

۱۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے: حضرت امام ہادی علیہ السلام کا قول ہے: "ہر منہ فریق کمال درجہ لکھا ہے" (تحفہ سعید ص ۳۱۴)
 حضرت امامان زور ائمہ مرتبہ ذکر واقعہ "کمال درجہ کمالی" کا مرتبہ عطا کیا گیا تھا۔
 (حوالہ: ج ۱ ص ۳۹۹)

مفتی محمد عبداللہ صاحب مائتہ فی رحمہ اللہ کی توضیح و تفسیر

آپ کے شاگرد و رفیق شہید اسلام مولانا محمد یوسف مدحیہ نوٹی آپ کے تذکرہ میں
 تحریر فرماتے ہیں

نیکہ و درجہ پر تخریف نے کے مستحکم پر ملاحظہ فرمائیں کہ نئے دہائی خراب ہو چکا ہے
 ان کو شاد و ہوا کہ تھے وہ اس میں جہان میں حضرت مولانا قادری رحیم بخش صاحب کی خدمت
 میں قرآن کریم پڑھا کر دیا۔ انہوں نے کہ حضرت قادری صاحب کی شاعرانہ قول کہ فرمائی۔ اور
 چھوٹے چھوٹے کہ تھے قرآن کریم پڑھا کر دئے بیٹھے تھے۔ جب کہ اس وقت وہی
 خیر ائمہ اس کے شیخ و محدث اور مائتہ فی رحمہ اللہ بھی آپ تھے۔ جب تک قرآن کریم کا حفظ مکمل
 نہیں ہو گیا وہ اس سے نہیں بنے۔ ایک بار مائتہ فی رحمہ اللہ حضرت قادری صاحب نے
 کا کہنا پڑا کہ کو فرمایا ائمہ بیٹ اور مفتی اعظم فوراً کھڑے ہو گئے۔ حضرت قادری صاحب
 کی درس کا وہیں پہنچ کر وہ اپنے تئیں واقعہ فضل کتب سمجھتے تھے۔ انہیں بھی بھول کر بھی نہیں
 نہیں آتا تھا کہ وہ جس کتب میں معصوم بچے بیٹھے ہیں وہ اس ادارہ معصوم کا نیکہ و ہمد ہے
 اس کے وہ بیٹھے ائمہ بیٹے، تلمذ تعلیمات اور مسود مفتی ہیں۔ کیا اس بے فلسفہ کی کوئی مثال اس
 زمانے میں دیکھی جاسکتی ہے؟ (شخصیات و تواتر است ص ۶۳)

حاشیہ:

حضرت مدحیہ نوٹی کے پہلے مذکورہ واقعہ مابین مینا سے جس تحریر فرمایا تھا، پھر اس
 کے بعد جب ان نے مدحیہ میں کا مجموعہ "شخصیات و تواتر است" نام سے کتابی شکل میں شائع
 براتواں کے حاشیہ میں آپ نے درج ذیل اضافی نوٹ تحریر فرمایا:

”بہت اہمیت میں نے جو الفاظ فہمے تھے مجھے بھی روایت پہنچی تھی۔ نیشن حضرت قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ قادری محمد مفتی الحسن (مولہ پتالیہ وچروہ) نے ایک مکتوب میں اس واقعہ کی صحیح نوعیت بیان فرمائی۔ ذات کا یہ مکتوب بیانات بہت ماوراء فہمات ۱۳۵۵ھ میں ترمیم ہو چکا ہے) سرکار قادری القہاس یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

”میں نے ۱۳۷۷ھ میں لاہور القراء حضرت قادری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تاحلی سے دوران قرآن کریم مکمل کیا۔ اور غائبانہ ہم میں سند فراغت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسہر سراجوں میں حضرت قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور صاحب بھی موجود تھے۔ باتوں باتوں میں حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ (قادری صاحب) نے فرمایا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حرم کعبہ میں بہت نیندا رہا ہوا کہ مجھے (قادری صاحب) قرآن کریم سنائیں۔ چنانچہ وہیسی پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ اوقات دینا شروع کیا۔ تو فرمانے لگے کہ چنانچہ میری درس گاہ کا اصولی ہے کہ جس طالب علم کو نیندا آئے وہ زخوہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ بصورت دیگر اسے کان پکڑنے پاتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سارے دن کی تھکاوٹ سے چہل چوروں پر روز آئے۔ اور اور ابنِ تعلیم نہیں نیندا نے کھیر لی، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اذخو کھڑے ہو گئے۔ میں نے انہیں قلعان کھڑے ہونے کو کہا۔ اور نہ کان کاڑنے کو ٹھہرایا میں یہ بات مشہور ہوئی کہ قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کر دیا۔“

(حاشیہ خوالد بابا ام ۲۳۷)

حضرت حاجی محمد شریف صاحب ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات شہید اسرار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

حضرت مرحوم پر محبت و خاشیت اور خود فراموشی و خود انکاری کا رنگ

بہت ہی سادہ تھا، ان کی ہر بات سے محبت و تواضع نکلتی تھی۔

(۱) ”ہاکی قسم! میں تو اس قابل ہوں کہ گندی تالی میں پھینک دیا جاؤں۔“

شیخ در مشہدہ دفع سے قصیدہ استرحمہ علیہ کے ساتھ اٹھیں اسکی دیکھنا نہ محبت و عقیدت تھی جس کی مثالیں بہت کمپاب ہیں، اور جب شیخ رحمۃ اللہ کی جانب سے اجازت و اجازت کی ”یشارت“ آئی تو حاجی صاحب نے جواب میں لکھا:

”حضرت مئے شام، کو، کچھ کر سش شدہ دیا۔ خدا کی قسم! میں تو اس قدر ہوں کہ گندی تالی میں پھینک دیا جاؤں اور پریشان مجھ پر تھوک تھوک کر جائے۔“

حضرت عظیم الاسترحمہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

”میں میں اپنے دوستوں نے نے یہی حالت کا انتظار کیا کرتے ہوں اور تو اس سے سرور حاصل ہوں، مبارک ہو۔“

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بونصیبت حضرت عظیم الاسترحمہ علیہ کو بھی دیرانتہ ان کو ملکہ و غریب چکا تھا۔

(۲) ”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو۔“

ان کی غنایت سے کسی دیر خود ملتی کا یہ علم تھا کہ وہ سکول ماسٹر کے زمانے میں اپنے نو عمر شاگردوں کو جانتے فرما دیتے کہ ”اگر مجھ میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے اس کی اطلاع ضرور کرو، میں ناراض نہیں ہوں گا“ بلکہ خوش ہوں گے۔ ان کی اس فرمائش پر کسی نے جہم نہ دیا، بلکہ سب سے پہلے ان کے عیب کی تلاش کی کہ تو طبعاً کو شایاں دی اور شاگردوں کی صف میں نہ دیکھتے ان ”عیب“ کا اقرار کریں۔

(۳) ”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طبیب علم میرے پاس آیا ہے۔“

ہمارے دینی و دنیائے ایک نو عمر مجتہد کی صاحب علم کو ان کے والد ماجد نے نصیحت کی کہ کبھی موقع ملے تو حضرت حاجی محمد شریف صاحب کی خدمت میں حاضر فرمائیے کرو۔ وہ صاحب علم حاجی صاحب کی خدمت میں آیا تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ

”میں کیسا خوش قسمت ہوں کہ ایک طائب میرے پاس آئے۔“

(۴) ”اس فائیت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کیا اب یکے تلایا ہیں۔“

ان کی فائیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے قنات و اجازت کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت سے منکس رکھا اور حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلفائے اپنا ”اصنافی اعلیٰ“ (زعماء پہلے حضرت خواجہ غلام الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے مانا گئے بعد حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بعد سیدنی و مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد حامد کی رحمتہ اللہ علیہ سے اور ان کے بعد امارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی مدظلہ العالی سے اور یہ اعلیٰ بھی محض دینی و علمی بلکہ کامل پس وئی کے ساتھ۔ جس طرح ایک مبتدی قدم قدم پر اپنے شیخ و مرشد علیہ سے اصلاحی مشوروں کا طالب ہوتا ہے اور اسے تمام ارادوں کو ترک کر کے کمال کی اعانت و انقیاد میں لذت محسوس کرتا ہے حضرت عارفی صاحب کا اسی نوعیت کا اعلیٰ ان کا پرکے ساتھ رہا۔

انہو یہ ہے کہ اس فائیت کی مثالیں اس دور میں بہت ہی کیا اب یکے تلایا ہیں۔

(۵) ”میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں۔“

ارشاد اہل باک میں ہر روز تہجد کے وقت اللہ کے سامنے پوچھنا ”یا ارحم الراحمین“

”یا اللہ! آپ نے قیامت کے روز جتنے مجھ سے سوال کرنے ہوں، میں ابھی سے ان کا جواب دیتے رہتا ہوں کہ میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں، مجھے اس کا آثار ہے کہ میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں، اس لئے وہ محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دیجو۔“

(۶) ”میں اپنے آپ کو سب میں اہل ترین دیکھتا ہوں۔“

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ مسجد میں پہلی صف میں بیٹھ بائیں طرف بیٹھتے تھے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! آپ بیٹھ پہلی صف میں بائیں طرف

بیٹھتے ہیں جب کہ دائیں طرف بیٹھنے میں حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔ تو

حضرت نے ارشاد فرمایا:

”مجھے بھی معلوم ہے کہ وائیس طرف بہت فضیلت ہے انہیں میں یہ جگہ یعنی وائیس طرف نیک لوگوں نے مجھے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اپنے آپ کو سب میں اسیل ترین دیکھتا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں وائیس طرف رہوں۔“
(۷) ”میں تو لائق دربارہ اشرف ہوں“.....

حضرت نے مسرت شدہ نگاہی مجھ اسحق صاحب زریہ مجدد فرماتے ہیں:
ایک دفعہ اعتراض کیا کہ حضرت کے جو ملفوظات ہوتے ہیں اور چاہتا ہے کہ اس وقت غوث نریا لڑیں، بعد میں بعینہ وہی الفاظ نوت کرنا و شواہ ہوتے ہیں اس لئے اہانت عطا فرمائی جائے۔ کیا اعتراض ہی میں غوث کر لیا کرے، اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا: وہ الفاظ اذکار وائیس
”میں تو نالائق دربارہ اشرف“ ”یوں وائیس لئے عرم وائیس کیر ہوئی ایسا نہ کریں۔“

ایک دفعہ ارشاد فرمایا

”کوئی شخص آکر مجھ سے زیارت کی درخواست کرتا ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے جڑ مارا ہے
مذاہب و ادیان کے گروہات کا حکم مجھ کو بیعت کر لیتا ہوں۔“

(۸) ”کاش! وہ لاکامیرے سامنے ہوتا تو میں اپنی پگڑی اس کے پاؤں پر رکھ دیتا۔“

ایک متعلق نے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں اپنے بیٹے کی نافرمانیوں کا حال
سنا اور اپنی بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:
”احالات پڑھ کر بہت مسرور ہو، کاش! وہ لاکامیرے سامنے ہوتا تو میں اپنی پگڑی اس کے
پاؤں پر رکھ دیتا۔“

یہ خط جب وائیس پہنچا تو لڑکے کے والد صاحب یہ خط پڑھ کر ہنسے تھے اور وہ ہے تھے اسی تا
فرمان لڑکے نے آکر پوچھا کہ کیا بات ہے آپ رو رہے ہیں یا تو باپ نے وہ خط سامنے
کر دیا یا خط پڑھتے ہی ناگہانی حالت بدل گئی اور وہ فرماں بردار بن گئے۔

یوں کہ اس کا کہنا یہ ہے کہ اس کی برکت اور بے دریغی چاہیے۔

”یہ حضرات کی دعاؤں کا ممنون

القر محمد شریف علیٰ عنہ

۰۹۔ نواس شہرستان

دوسرا خط:

معاذ اللہ! صاحب بھی بھی صبح کی نماز حضرت ولیؑ کی مسجد میں پڑھتے تھے۔
 یہاں وہ حضرت رشتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! میری دعاؤں
 پر آپ اگر والد صاحب + بی بی تو والد صاحب مان جائیں گے تو حضرت نے فرما دیا کہ
 ”یہ آپ آئیں گے تو یہاں گا۔ اس نے بعد میں نے جانکر والد صاحب سے عرض
 کیا کہ حضرت! آپ سے دعا کرتی ہے آپ صبح کی نماز میں آج بھی تو والد
 صاحب صبح کی نماز میں آتے۔ حضرت نے میری دعاؤں والد صاحب سے کر دی والد
 صاحب کے چلے جانے کے بعد حضرت والد صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم
 نے والد صاحب کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں تو صبح کی نماز میں آتے

میں نے عرض کیا کہ ہاں! یہ بات سنی تھی کہ حضرت! یہ بات ہو گئی کہ والد صاحب نے فرمایا کہ تم
 نے والد صاحب کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں تو صبح کی نماز میں آتے
 والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں! یہ بات سنی تھی کہ حضرت! یہ بات ہو گئی کہ والد صاحب نے فرمایا کہ تم
 نے والد صاحب کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! والد صاحب نے فرمایا کہ ہاں تو صبح کی نماز میں آتے

مکتبہ مہاجرین بنام عبد القیوم صاحب نریہ مجدد کم

اسلام آباد، رحمت اللہ علیہ کا

مجھے معلوم ہے کہ آپ کو ضروری کام تھے آپ حرج کر کے مجھے ملنے آئے، اور محمد
 اسحاق نے کھانا پیش کیا۔ میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا، صرف یہ کہتا تھا کہ جب کبھی
 کانپوں گا کہ اسحاق دوسرے نے مجھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بات ہوئی تو مجھے خود آپ کی

خدمت میں تو چاہیے تھا۔ مجھے کوئی حق حاصل نہیں کہ میں یہ دعویٰ کرے کہ آپؐ میں بہ حار
میرئی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی، میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمائیے، یقین
جائیں میں جو جو کہتا ہوں آپ سے ہمدردی اور آپ سے محبت کی وجہ سے کہتا ہوں، اول
چاہتا ہوں آپ سے آراء سے رہیں، اگرچہ یہ غلطی اسحاق نے لڑائی لڑ کر میری وجہ سے ہوئی
اس لئے معافی چاہتا ہوں، دوسری بات خلاف مزاج میں نے کی ہو اس میں بھی معافی چاہتا
ہوں۔

اس پرچہ پر دستخط کر کے مجھے بھیج دیں، یہ بھی تحریر فرمائیے کہ "حافظ ربوبی"۔

میں اپنی غلطی پر تادم ہوں۔ ۲۷ ستمبر ۱۳۹۸ھ

دعا گو

انقرضہ شریف علی منہ

۲۹ فروری ۱۳۹۸ھ

(ماخوذ از شخصیات و حقائق ۱۳۸-۱۳۶)

(۱۰) "حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی شانِ عہدیت"۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد دستِ محترم حضرت اقدس
علی محمود اشرف صاحب زید مجدہ (فیض و مجاز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ) کی
درخواست پر حضرت حاجی صاحب کے غریب و مجاز حضرت اقدس مولانا مصطفیٰ محمد سرور
صاحب دامت برکاتہم نے حضرت کے حالات و کمالات تحریر فرماتے ہوئے آپ کی "شانِ
عہدیت" سے متعلق ایک انجم اور جامع مضمون تحریر فرمایا جو ذیل میں من و عن پیش خدمت
ہے۔

کشمیر ارسنہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصاً
تعلق رکھتے ہیں۔ "حضرت انیسوا مجازین" حضرات میں عہدیت و توانیت کے نوت ہماری کہ
ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں بھی بہت اونچے درجے سے

نہ تو اشع اور نہ کی شان تھی۔

اس تو اشع اور مہدیہت کی ایک مثال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت والا حضرت تھانوی رجت اللہ علیہ کے حجاز بیعت تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے فوراً بعد حضرت خواجہ عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان الفاظ سے حضرت والا نے اپنی تعلیم کی درخواست لرمائی

”حضرت خواجہ صاحب! یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کرتا ہے، مگر یہ مسئلہ منکوحہ فرما دیں۔“

جواب حضرت خواجہ صاحب: ”اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی مگر یہ ماننا نہ مان میں شیخ! مان ہوں، مانا چھنے پر لکھ ہے پوچھے بھی جو الٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہی رہتا ہوں، وہ کرتا ہی رہو گا۔“

نقل ارشادِ اولیٰ مرشد سے نعم ۔ ۔ ۔ آنچیز مردم سے کند یوزیت ہم
اصل کی برکت سے یلین کیا عجب ۔ ۔ ۔ نقل سے بھی ہو دینی فیض اتم

(بحار ”اصلاح دل“ چہ قوالی نشین۔ ص ۱۹۸)

اور پھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان الفاظ کے ساتھ حضرت والا نے اپنے آپ کو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مزید ترقی کے لئے پیش فرمایا۔

”حضرت اقدس! تعلیم اور اصلاح کے سلسلہ میں مجھے مکاتیب فی اجازت فرما دیں میرا مقصود اس تعلیم سے بخش رخصانے ملا ہے۔“

جواب حضرت مفتی صاحب: ”میر و چشم اجازت ہے۔ حق تعالیٰ وہی تعلق کو اپنے تعلق کا ذریعہ بنائے اور حرفین کے لیے موجب قرب و رضائے (اصلاح دل) چہ قوالی نشین

[ص ۲۰۱]

پھر حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا

خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت
ڈاکٹر عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم کا تعلق قائم فرمایا۔ ان دونوں کا ذکر حضرت والا کے اس
مکتوب میں ہے جو حضرت والا نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحریر
فرمایا۔ وہ وہاں ۱

”حضرت مرشد تھانوی کے بعد میں نے تجھ پر بیعت کی، سے نہیں کی۔ البتہ تعلیم
اور علاج کیسے اپنے آپ کو ال حضرت خلیفہ صاحب، ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن
صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے سپرد کر دیا۔ (کچھ الفاظ کے بعد)
میں مولانا خیر محمد صاحب کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے لینا چاہتا ہوں۔ آپ کی محبت
سے میرا دل لہریز ہے۔ تہا میری درخواست قبول فرمادیں۔

(امدادی دل چو تھا ایلیہ شیخ ص ۲۵)

اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ ہی میں حضرت
والا اپنے خالق حقیقی سے واصل ہو گئے۔ گویا آخری سانس تک باوجود کامل و مکمل ہونے کے
باوجود کثیر مریدین کے باوجود متحد و خلفاء کے اپنے آپ کو مرید ہی بنائے رکھا یہ ناکا
بہت اونچی مقام ہے۔

تم درود نکمہ شود وصال این است و بس۔ گم شدن گم کن کمال این است و بس
اللہ تعالیٰ کے راست میں پہل قدم بھی تو اسٹے ہے اور آخری قدم بھی تو اسٹے ہے تکبیر نے انہیں کو
”ہون بنایا، اسٹیکار کے لیے ایمان سے مانع تکبیر ہے لہذا اکثر اہل ایمان کو مصلح باطن اور
بائی ترقی سے مانع اور اپنے ایمان کے مصلح کی طرف رجوع کرنے سے مانع یہاں تکبیر
ہے اس تکبیر کو حضرت والا نے اپنے قول اور عمل سے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

جب تک ڈاکٹر والوں نے منع نہیں کیا حضرت والا ملتان شہر میں ہمیشہ سائیکل پر آتے جاتے
اور کہاں تو مصلح کی وجہ سے سائیکل سے تر کر اپنا سائیکل خود پکڑ کر جہاں کھڑا کرنا ہوتا تھا
کھڑا کرتے تھے کسی دوسرے کا پکڑنا پسند نہ کرتے تھے۔

نہ اسے اس خطبہ میں اور فجر کے بعد اور ۳۰ سال میں بہت اثرات سے شاکست
 کرتے تھے لیکن بعد میں عام آدمیوں کے راجح بل میں ترجمہ سننے سے ان کے پاس شیخ پر
 اثر نہ مل سکا۔ یہی نہیں، بلکہ ان کے وصال سے تقریباً ایک سال پہلے جب
 ”سیدہ اُمّ سلمہؓ“ نے ہجرت میں سب سے اہم مہمان حضرت اُمّ ایسی تھے ختم ہجرت کے
 موقع پر ان سے ملائے۔ یہ تھیں کہ ان کے بیٹے، دو بیٹے، دو بیٹیاں، ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھیں۔ ان کے
 نام یہ تھے: سیدہ اُمّ ایسی، سیدہ اُمّ ایسی، سیدہ اُمّ ایسی، سیدہ اُمّ ایسی، سیدہ اُمّ ایسی، سیدہ اُمّ ایسی۔

ایک اور مقام میں حضرت سیدہ اُمّ ایسی نے حضرت اُمّ ایسی سے بھی سنا تھا اور حضرت اُمّ ایسی
 نے بھی سنا تھا تو اُمّ ایسی پر پانی پڑی تھی دوسری چھوٹی تھی حضرت اُمّ ایسی نے بہت کوشش کی کہ وہ
 چھوٹی پر سب سے بڑی سیدہ کی ہر سے فرمایا کہ چھوٹی چار پائی پر سب سے بڑی کی اجازت نہیں
 ہے۔

ان کے اپنے میں حدیث و روایات عالیہ سے فوائد آپ کے لیے بھی لکھے کا ارشاد ہے۔

عنہ توضیح للہ رفیعہ الہ (لیخوض انکار مرص ۳۳-۳۵)

حضرت مولانا عبدالمعز صاحب راجحہ دی رحمت اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت
 عبدالحق درویش پوری) کی توضیح و افہامیت:

”حضرات! مجھ سے تقریباً چھ سو سال پہلے کی بات ہے لیکن مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔“

ایک ہی ایک اپنی جگہ میں آپ رحمت اللہ علیہ کی طرف سے مجھے تھیں نصیحتیں جلسہ کے بطور
 اعزاز و انعام آپ نے مجھے پہنچنے کی درخواست کی پہلے تو آپ نے شیخ پر بیٹھنے سے انکار کیا
 لیکن بعد میں کلمہ پڑھنا قبول فرمایا جب آپ شیخ پر تشریف فرما ہوئے تو شیخ بکھری نے
 آپ سے پیش کی۔ اجازت کے بغیر اعلان کر دیا کہ حضرت جی! کچھ ارشاد بھی فرمائیں گے
 اور ساتھ ہی آپ سے تقریر کرنے کا وقت کیا حضرت جی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی
 میرا تیرا نہیں کیا کرتا۔ یہی مجھے تقریر کرتی ہے مگر شیخ بکھری مصرعہ راجحہ آخر اس نے
 کہا: ”آپ کا ایک یہ کلمہ افسانہ کہہ دیں کہ مجھے تقریر نہیں آتی اس پر حضرت

اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک پتھر پٹیا لائے اور بڑی سادگی اور سنانے کے ساتھ فرمایا کہ
 حضرات! مجھ سے تم پر کرنے کا نشانہ لیا گیا ہے تمہیں مجھے تقریر نہیں آتی یہ جملہ ارشاد فرمایا
 اور پھر اپنے تھک پر آکر بیٹھ گئے اس پر سب سامعین جلسہ حیران اور حیرت زدہ ہو گئے اور چہ آپ
 کسی جلسہ میں وہ تقریر نہیں کیا کرتے تھے لیکن عام مجلس میں بالخصوص خانقاہ شریف میں
 گفتگوں عملی مباحث اور دینی مسائل پر نہایت عمدہ گفتگو فرمایا کرتے اور معلوم ہوتا کہ جیسے علم
 کا کوئی سند، امتداد ہے۔ (تذکرہ انصاری ص ۴۴۴)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ قطعات
 نیوں جموت بولتے ہو شرم نہیں آتی؟

آپ کے خلیفہ عزیز مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ایسی برائی بھلا کہتا ہے تو اس سے ہمارے نفس کی
 اصلاح ہوتی ہے اور جو لوگ بڑی حقیقت سے لیے چھوڑے انقلاب لکھ بھیجتے ہیں ان سے
 نفس چھوٹتا ہے اور بھلا سنے والوں سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے حضرت کے سرورِ مہربانی
 ایل چھوٹی سی مثال بن کر آج کافی ہو گا۔ آپ کے یہاں کسی صاحب نے مزدوری کا کوئی
 کام کیا تھا، اس کو اس کی مزدوری دی جا چکی تھی۔ خدا جانے کی صورت پیش آئی کہ صبح ہی صبح
 بسبب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مطلب میں جا کر بیٹھے ہی تھے، وہ صاحب آئے اور اپنی
 مزدوری مانگنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ ابھی اتنا باقی اجرت تو ہم تمہیں دے چکے
 ہیں اس بات کو کہنا تھا کہ ان

صاحب نے بغیر کسی تمبیہ کے بدکلامی شروع کر دی یوں جموت بولتے ہو شرم نہیں
 آتی، دوسری دیکھی ہوئی ہے بزدل بنے بیٹھے ہو مزدور کی مزدوری مارتے ہیں اور غیرہ وغیرہ
 جو اس میں آیا کہتا چلا آیا، ایلہ خادم نے ان صاحب کو کمرے سے باہر لے جانا چاہا تو
 حضرت نے نہایت خند و چہرہ شادی سے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ابھی ان کو کچھ نہ کہو، ان
 صاحب نے آج ہمیں شرمائے نہرایا ہے، پھر اسے پانچ روپے مرمت فرمانے تو وہ خوش ہو

کر دیا۔ حضرت ابی بکرؓ نے لگا۔ حضرت ابی بکرؓ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے تو اس کے الفاظ کیوں جھوٹے لگتے جو بڑے رئیس اتنی نقل فرما کر خوب محکوم ہوتے تھے۔ بے نفسی اور قناعت کا یہ تمام خاص مقبول ان اُنکی خوبی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت کا حال واقعہ شیخ سعدی کے اس قول کا مصداق تھا

شہید مکر مرادین روضہ دل و شہدین ہم نہ کر دندہ

ترا کے میسر شود این مقام کہ بادست خدای است

بلکہ راقم الحروف کو صاحب سال تک حضرت کی خدمت میں حضوری کی توفیق و سعادت میسر آئی۔ لیکن اس طویل حرم میں حضرت کو کسی نام کو یاد نہ پڑتا تھا۔ ہرگز تو ہوا کسی کو ڈانٹتے تھے کہ کبھی نہیں دیکھا۔۔۔ البتہ اپنے جان میں جب دودھ حضری بے حیائی و بے پروئی مرد و زن کے اشتعال۔ یذیبائی ہی اور دیگر فواحش و منکرات پر نکیر فرماتے تو بے ساختہ حضرت کا لہجہ تیر تر ہو جاتا۔ مگر آخرت و پیراری کے آثار ظاہر ہو جاتے اور لب و لہجہ سے نیک و غضب نکلتا، جس میں حضرت کی مسکراہٹ کی علت بہت پیادنی معلوم ہوتی تھی اور اس وقت حضرت کا منہ دم لینے کو جی چاہتا تھا، اسی طرح حضرت کا یہ غضب ناک لہجہ بھی بہت ہی بھلا لگتا تھا۔ (شخصیات و تاثرات ۲۹۸)

(۳) "تو انہما کار منی میں مل جائے والا ہے۔"

آپ ہی کے خلیفہ چاہے حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ذکریاؑ کو بھی صاحب قدس اندر فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے گھر میں بھی کبھی ننگے پاؤں نہیں چلتا ہوں۔ اس لیے کہ کسی روایت میں پڑا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کی سوتیلے بچے ننگے پاؤں بھی چلتے تھے میں بھی اس لیے چل رہا ہوں تاکہ حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل ہو جائے۔ اور فرمایا کرتے کہ میں ننگے پاؤں چلتے وقت اپنے آپ سے غی طیب ہو کر رہتا ہوں کہ دیکھو میری اسے تہمت تو یہ ہے کہ نہ پاؤں میں جو اندر پر ٹوپی اور نہ جسم پر لباس اور تو انہما کار منی میں مل جائے والا ہے۔ (اصلاحی خطبات، جلد ۳۷)

(۳) "الشفقت کے انداز میں بھی سادگی۔"

ایک جگہ فرماتے ہیں

"شہادت کے انداز میں بھی سادگی کا یہ کہ ہم ہر جگہ بھی مجلس میں تکبیر کا کر نہیں بیٹھے، اگر
 وہ میں جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، ہم خدام نے بار بار کہا کہ تکبیر کا لیں، لیکن
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ مانے، شراب میں مجلس میں ہر کس ممتاز اور اچھی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں
 کرتے تھے۔ بعد میں جب لوگ زیادہ ہو گئے، اور ارشادات سے استفادے میں انہیں
 وقت نہ ملے گا تو اس کی مجلس میں ایک چوٹی پر بیٹھنے کو منظور فرمایا، مگر (شہادت کی مجلس میں نیچے
 ہی بیٹھتے۔) اور اپنے سے کوئی امتیاز قائم نہ فرماتے (ایضاح حضرت، ص ۲۵۶)

(۴) "چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت اور آپ کی تواضع و انکساری فقیر انصر عارف باللہ
 حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی فرماتے ہیں:"

"حضرت امام احمدیہ صاحب اپنے چھوٹوں کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت کا ماحول فرماتے۔ یہ اُترتے
 تھے، اور آپ کی تواضع اور خدمت کی بھی انتہا درجہ کی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں حضرت شہداء
 عبدالمفتی صاحب پھر لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب
 انکریٹ لے گئے، میں نے انہیں کوہ صاف کیا فرمایا۔

"صرف لدھیانوی نہیں، بلکہ محاذِ کربلا کے۔ کہیں میں اور کہیں حضرت ڈاکٹر صاحب کا مقام
 اور بچہ ان سے آٹھنوں، محبت سے پیش آتا، انتہائی مودت و تواضع ہے۔"

ایک بار یہاں تقریباً: نے معاقد فرمایا، دو سے کہنے لگے، کچھ بیٹے دل سے بہت دل
 میں داخل کر دیتے، میں نے عرض کیا حضرت! جس طرف نکلیں ہو گا، اس طرف خود ہی
 آجائے گا۔ تو اس طرح اپنے چھوٹوں سے کہنا کہ "کچھ بڑھکے"۔ اسی درجہ کی انکساری ہے
 ایک بار حضرت ڈاکٹر صاحب رات اللہ علیہ کے پوتے کی شادی پر دعوت دینے میں مجھے
 ہمارا اہلی جیسے ہی حاضر ہوا تو اور بہت خوش ہو گئے اور بہت سی مسرت کا اظہار فرمایا کہ جو
 آپ یہاں تقریباً: سے ہیں، سو مجھ پر "مالن" لیا ہے۔ اور یہ "مالن" میں مدت طویل نہیں

تو وہ جہاں ایسے اخلاقی اچھوتوں کی دلجوئی کرنا اور محبت و شفقت کا سونہ کرنا کسی تو اسے
اور انہوں کی شان میں نہیں مانتی۔ آخر پھر وہی شعر

نہی سے کہتا ہے تم پر نہ دیا فہم اجیتا

وہی جہان نہ دیا فہم اجیتا

(ابلاغ حضرت علامہ فی نمبر ۳۳۳)

(۵) "تواضع و شفقت"

آپ کے خلیفہ محمد حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہ فرماتے ہیں

کہ ہمیں ہر گز نہ چاہیے کہ ہم نے دنیا کی بات فرماتے

ہوئے۔ یہ سب کچھ ہمارے لئے ہے۔ ہماری بہت خوش ہوتی ہے۔ "آپ حضرات کو بہت دور سے آتا

ہوتا ہے یہ بھی ہر گز نہ چاہیے کہ آپ حضرات کا ہمیں انتظار رہتا ہے۔ جب موقع مل کر

آپ کو آئے۔ "اگر شائد آپ حضرات میں طلب ہے۔ طلبہ کی چیز ہے۔ اس سے ہر شکل

کا ماننا ہو جائیگا۔

تواضع و شفقت کا انداز ہونا۔ یہ کچھ پہلہ بھی آخر و بیشتر فرماتے تھے کہ

ہمیں آپ حضرات سے آجائے۔ ہمیں بڑی تقویت ہوتی ہے۔ حضرات یہ ارشاد

فرماتے۔ اور ہم اللہ ہی اللہ رائے سے پائی پائی ہو جاتے۔ (حوالہ بالا ص ۱۲)

(۶) "خادم کا منصب"

آپ نے فرمایا ہے کہ

آپ نے فرمایا ہے کہ

ایک شخص صاحب آداب نہ ہوگا۔ اس سے آپ کوئی معذرت نہیں کر سکتا۔ کوئی اس راہ

میں رکاوٹ نہیں۔ نہ تو وہ منصب خدمت ہے۔ خادم بن جاؤ ہر کام میں دوسروں کی

خدمت کی۔ یہت کر لو۔ اس کی خرابیوں کو "مخدوم" کہتے ہیں۔ یہاں سے یہاں ہوتی ہیں۔ خدمت کرنے میں کوئی

خرابی نہیں۔ جملہ یہ منصب سب سے اعلیٰ ہے۔ جو کلمہ ہمارے منہ میں نہ آئے۔ کہ خدمت

سب سے زیادہ بڑا ہے۔ یہاں کو ہر جگہ "مخدوم" یہ منصب سب سے اعلیٰ بھی ہے۔ اور سب سے

مختص نہ تھی۔

حضرت رستم اللہ علیہ السلام کے عروج میں خادیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مجھ ویت کا نام نشان نہ تھا۔ ایک دوسرے خود فرمایا کہ:

”بھانند میں نے عمر بھرا پی اپنی سے بھی اپنے کسی ادنیٰ کام کو نہیں کہا، مثلاً پانی چا دو یا نلداں چیز اٹھ دو یہ بھی کبھی نہیں کہہ دیا اور بات ہے کہ وہ اپنی خوشی سے میرے بہت سے کام کر دیتے ہیں، اور کبھی سخت سے سخت تا کوئی کے موقع پر بھی میں نے ان سے بوجہ دل سربا ت نہیں کی۔“

بالکل یہی بات حضرت کی البیہ صلابہ ظہن نے بھی ہمارے سوا والوں سے بیان فرمائی اور عرض کرتا ہے کہ ٹوٹ بڑ کوئی کی کراہیں تلاش کرتے ہیں مگر اس استقامت کے سامنے سرامت کی کیا حیثیت۔ رفیق باعد کا ارشاد ہے کہ ”الاستقامتہ فوق الف کرامتہ“ یعنی استقامت بزرگوار کی ہمتوں پر بھاری ہے جس کی بے نفسی کا یہ عالم ہو کہ یوں سے بھی مگر کام نہ ہے، وہ سکا اور سے کیا خدمت لے گا۔ لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نفسی کا سراپا یہ ہے کہ وہ کسی کی ادنیٰ دو لکھی سے بھی بچتے تھے، اپنا نچہ خاص اہل محبت اثر کرتا ہے تھے تو انکو دیکھتے بھی نہ تھے۔ سر میں تل فی بائیں اور پاؤں دبانے کی اجازت دے دیتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر اپنا یہ واقعہ ظاہر کیا۔

ایک بار حضرت مولانا میو صیال امیر مسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، موقع دیکھ کر میں نے ان کے پاؤں دبانے کی اجازت چاہی تو اجازت دے دی، جب میں پاؤں دبا رہا تھا تو آپ نے مزاح فرمایا کہ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم علیل و مہینا چاہتے ہو“، شاعر اس طرف تھا کہ جو شخص اپنے پاؤں کی عزت و خدمت کرتا ہے، اس کے چھوٹے اس کی عزت و خدمت کرتے ہیں۔ (۱۹۳)

(۷) ”آئمہ صیال اور دھ کسادی“۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ جند و ستان میں میں اپنے وطن سے کسی کام کے سلسلے میں ایک

دیرینت میں گیا اور ستے لپے تھے اور وہاں آسے جانے کے لیے تانکے چلا کرتے تھے، اپنے کام سے فارغ ہو کر نائے تھے، وہاں آکر باتھا، راستے میں ایک غولیل و غریض صحرا چاہے اور اسی تانکے والے نے چیتے چیتے پانچ ایک ٹھنڈا ٹماٹر رک دیا، اور ہم نے کہا کہ تانکے سے اتار لیا کریں، ہم نے وہ پچھلی تو اس نے تو کیا کر اس علاقے میں بڑی ٹوٹی کھانڈھی چلا کر قی ہے جس سے بڑی بڑی ٹوٹی ہے بڑی بڑی اور پیچروں کو لڑاؤ لگاتی ہے اور آگ سے محسوس ہو رہا ہے کہ آگ جگہ کی لگاتی ہے۔

تمہاری کئی ابتدا ہوئی تو اس نے جیسے تو جینی راست کی آگ میں پتا ہو گئی چوٹی تو تانکے والے نے قی کر لیا کہ راست کی آگ میں نہ رہیں، یہ کہہ کر اپنے ہمراہ چلے گئے تو اس نے کہا کہ اس آگ میں میں بڑے بڑے راست نہ جاتے ہیں اس لیے اسے اس راستہ میں نہ جاتے ہیں کہ خطرناک ہے، ہم نے پانچ ٹماٹر لے کر یہ گھر چاہیے کہ آگ سے والے کے جواب دیو کہ اس آگ میں سے چلا کر ایک کئی ٹکڑ ہے۔ اور وہ یہ کہ زمین پر آگ ہے، اور کھیت جاؤ ہم نے اس کے کھیت پر چل کر پتلا دیپے لیت کئے، آگ میں آئی اور بہت زور سے آگ میں بھرنیوں اور بیوں تک کو لڑا لے گئی، لیکن یہ سب سرفراز ہوا، اس کے بعد سے آگ اور پتلا لگا رہا ہے، ابھی بیک نہیں ہوا، تھوڑی دیر میں آگ میں ختم ہو گئی تو یہ کہا کہ اس آگ میں یہ سونے کی ٹکوت ہے ہم نے زمین سے اٹھ کر پانی دیا۔

یہ واقعہ تو دیکھنے والے کو کیا، لیکن ہم نے اس سے بڑا سہل کیا، ہمیں اس واقعے سے یہ سبق ملا کہ بہت کی آگ میں سے آگ لپٹے، آگ لپٹے سب سے زبردستی میں نہیں جگہ غا ساری اور ہند کی کے فرش پر جیسی نیاز نیک، لیکن میں ہے، وہ بڑے اور بڑے آگ بھی نہ بولے قی توئی کہ آگ میں چل رہی ہیں، جب وہ بڑے آگ میں کی ساری سٹال از ایجوکیشن لگا رہی ہیں۔ ان آگ میں سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ کہ انسان ماحولی بھڑکی آگ ساری اور پتلا کی لگا کر آگ میں کے حضور سر ہوا ہو جائے، اس سے کہے کہ یہ آگ میں ان آگ میں سے بچنے کے سببوں کا ہے، لیکن اس سے آپ ہی حد

مواخذہ نہ کریں۔ اس سے جواب میں بندہ نے تحریر کیا حضرت جی انشاء اللہ کہ قلعی لہی
حرارت نہیں رہوں گا، اگر یہ جی الصالح میں کی روگی تو وہ میری اپنی نوحہ ہی کی وجہ سے ہو
گی۔ تب اس یقین پر آپ نے بندہ کو بچت فرمایا۔ (سورۃ فتحیہ ۲۵۴)
واقعہ (۲)

حضرت علامہ نے ارادہ سے کار میں ۹ پتھر فرمایا اپنی اہلیہ محترمہ سے گزارش ہے
کہ آپ نے ولادہ دہی بربت اور غصوں کے ساتھ خوب خدمت کی اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگوں
جہ لوگوں میں اپنی شایان شان بہت قزا و خیر عطا فرمائے۔ بندہ آپ سے بہت ہی خوش ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگوں پہنچائے جس کو شیوں نصیب کرے۔ بندہ ۲ سے خاص کر معذور و مظلومین
بچنے کے زمانہ میں آپ نے نہ صرف غلطی ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں، اللہ اسے یہ عاف
تعمدیں۔ انشاء اللہ

اللہ پاک آپ کو وہ لوگوں پہنچائے جس میں جزا و خیر عطا کریں گے اور بندہ کی جہانی پر سہرہ تھا کہ وہ
پانے میں شخص اللہ پر چڑھے۔ جس شخص اپنی سب کا سب کو اللہ کا دیکھ رہے اس تحریر کے الفاظ سے
تواضع اور انکساری کا سبق ملتا ہے کہ آپ نے اپنی خودی کو کس طرح منویا۔ اور یہ طلب معافی
مخلص اس لیے ہے کہ آخرت میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو جو تکمیل بہت مبارک میں آتا ہے کہ
اگر بیوی نے خاندان کی حق تلفی نہ کرے اور یہ میں معافی نہ لگی تو آخرت میں باز پرس ہوگی اور اگر
خواندہ نے بیوی پر ظلم کیا ہو اس میں حق تلفی کر کے معافی نہ لگی تو آخرت میں بیوی کا تہ
دویدہ رہوگی۔ (ایضاً ص ۲۵۴)

واقعہ (۳)

دست نامہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں: تعلیم قرآن و قرأت کے ذمے میں طلبہ کو
بفرض اصلاح اور حوقلین، باطنی مرحلہ، سہانی سزا کی بھی نصرت دینی ہمکن ہے کہ ان مواقع
میں ضرورت سے زیادہ شدت یا تخفیف کی تمیز نہ ہوگی ہو اس لیے میں ان سب حضرات سے
نجات عاجزی اور لجاجت سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ مجھے ول سے معاف فرمادیں۔ یہ

معاف کر دے، انشاء اللہ میں نے اسے بھی منہ اور پزیرے، مجرد ثوب کا باعث ہو گا۔

اس ارشاد کے ایک ایک نقطہ سے توضیح مانگنا کی قید دہی ہے (ایضاً ۱۲۵۲)
واقعہ (۴)

حضرت دین محمد نقی دہلوی نے جو بے بی درشا فرمایا (جو سوانح عمری

حضرت والائی اپنا زور میں تھا)

عزیز مایند و تواب سونے زما کے نہ کسی کام کا نہیں رہا، اس پر احباب و اعزاء کے لیے وہ
نور برہوں اندہ پاک قبول فرما کے۔ بندہ ہدایت خود میں قائل نہیں کہ میری سوانح کو کبھی
جانتے نہ ہوں۔ انہم کہہ صوبہ راجہ "میں شخص احباب و عزرائلی و لہوئی و وارسہ کے
غور (حضرت مولانا قاری محمد ظاہر صاحب مدظلہ) نے ارادہ فرمایا ہے۔ اندہ پاک ان کی
تمہ ساسی کو قبول فرمائے قدم مقام پر ان کے مصحف اور مددگار ہیں، توفیق مزید سے نوازیں۔
عزیز مایند و تواب بندہ کو کبھی نہیں جو کچھ بھی اعزاز و احباب کو نظر آتا ہے وہ شخص بندہ
پاک کا کرسم ہے اور قرآن کریم کی برکات کا شرمہ ہے، جس اس کے ہر سے زندہ ہوں اور
اسی نے ایک آس لگائے پڑا ہوں، اندہ کرے خوشی خوشی وقت پر یہاں کا حسن ظاہر اور تعین
کامل نہیں ہوا میں"

اس ثوب کریم کے لفظ غلط سے توضیح کا سبق ملتا ہے، اتنی بڑی جتنی آپ کو کافی چیز
نہیں سمجھتی جس کی جوتیوں میں ڈھنڈا بنے بڑے صاف قرآن اپنے سے باعث فخر و عزت سمجھتے
ہیں (ایضاً ص ۲۵۷)

واقعہ (۵)

یہ حقیر، چیز خادم حضرت دہلوی (دین محمد) جس وقت پیسے جمع پر گیا، اس سے چار ماہ
خرین میں قیام رہا اس دوران حضرت والائی کی خوب محبت اٹھائی۔ حضرت مقدم بندہ کے
قیام مکہ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آخر میں بندہ بھی مدینہ منورہ گیا۔ حضرت والائی
بھر مرہ کے لئے مکہ امکرمہ تشریف لے گئے یہ چیز بھر مرہ کے ارادہ سے نہ آیا حضرت

۱۰۔ سے ملاقات ہوئی۔ مسرت کی نماز سے بعد حاضر ہوا تو فرمانے لگے کس جگہ سے ہندو کے لئے سوار ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں جگہ سے۔ چنانچہ ہندو آپ زمرہ پٹن کے لئے گیا پھر وہاں سے سران لے کر آیا۔ پر پہنچا تو حضرت ۱۱۔ انہی ساتھی کو لے کر اسے پر پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت نبی! میں نے ملاقات کرنی تھی اجازت بھی چاہی تھی آپ نے اتنی تعریف یہ کیا مافیہ؟ فرمانے لگے دال چاہا تھا کہ آپ کو کافی پر پہنچ کر وہاں پھر میں نے عرض کیا حضرت نبی! دعا فرمائیں اللہ پاک خیر و نیرت کے ساتھ پہنچنے کیلئے توجہ فرمیں۔ قیام میں ہندو یہ رو رہا کہیں آیا نہ ہو کہ سفر کی وجہ سے پھر یہ رہو جاؤں حضرت! اس نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ میری ہائی فرمائیں گے، پھر حضرت اقدس نے بہت ہی رقت آمیز دعا فرمائی، جس نے بھی ارادہ کرے جو کچھ حضرت ۱۱۔ کی دعا سے حرم طہ میں بالکل بجا رہا ہوا اور ان کی یہاں آن کرچ رہی رہتی ہوئی۔ الحمد للہ بہت ہی اچھی صحت رہی۔

اس واقعہ سے بھی حضرت ۱۱۔ کو واضح روز روشن کی طرح واضح معلوم ہو رہی ہے کہ یہ قیام حضرت ۱۱۔ کے کھلے ہوئے خد ام میں سے تھا، لیکن پھر بھی قیامت واضح سے کام لیتے ہوئے کتنی حوصلہ افزائی فرمائی (اقتباس از "حق بلا جیت" جلد ۱ ص ۱۷۷)

(ایضاً ص ۲۵۷)

واقعہ (۶)

جناب حاجی ثناء احمد خان صاحب رخصت فرما رہے ہیں۔

موم قرآنی کے اتنے بڑے اور مستند عالم ہوئے اور سینکڑوں حفاظ اور قراء کے استاد ہونے کے وجود حضرت کی سرنعمی اور تواضع کا یہ یہ لمحہ کہ اسے چھوٹوں کو بھی خطوط میں "میرے بیاد رہے بزرگ" کے القاب سے مخاطب فرماتے۔

حضرت صاحب کی لائبریری، سب قسمی کا صرف ایک ہر قدم عرض کرتا ہوں۔

خداوند بخشنید یہ سب ایک بزرگ سے نہ سہے کی خط و کتابت ہے، بہت معمر بزرگ ہیں اور بڑے صاحب نہایت ایک مرتبہ میں نے انکو لکھا کہ ہندو جہاں کہ وہ رکست صحبت میں چند دن

نارانا چاہتا ہے بہارت لڑنا میں تو حاضر ہو چکا ہوں۔

انہوں نے جواب میں کہا:

پہلے اپنے شیخ محترم سے اپوزت میں دوران کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی دوسرے شیخ کی ضرورت بھی نہیں، احمد علیہ السلام بزرگ بھی ہمارے کافہ کے مسئلے پر ہیں اور ان کی بھی غایت اور یہ نفسی ان کے جواب سے خارج ہے تاہم میں نے اپنے شیخ کو ان بزرگ کا خط بھیجا اور ساتھ میں احمد علیہ السلام کی طرف سے ان بزرگ کے نام لکھ کر دیا کہ کامیاب ہوئی ہے۔ انہوں نے مستفیض ہوتا رہیں۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں جو خط ان بزرگ کو لکھا ہے وہ حضرت کی کرسی اور حقانیت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس خط کا اہتمام شیخ کر رہے ہیں۔

میں نے یہ خط بزرگ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہر احمد علیہ السلام ہندوستان میں بیکار ہو کر رہے آپ بھی میں احباب و متبعین بنو گئے ہوں۔ اللہ پاک سب کو دوزخ جہاں کی خوشیوں بھری نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔ اور وقت سوجھ بوجھ خوشی خوشی بحسن خاطر عیوب ہو۔ مدینہ منورہ میں حسن حاضر کی تیار رکھنے والوں کی بھی خدا کرے وقت پر حقیقی محبت خوشیوں بھری یہ آرزو پوری ہو۔ آمین یا رب العالمین بجا و سید مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام احمد علیہ السلام کا احمد خان صاحب سلم میرے خط بری و ہفتی میوہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنی سن خوش عقیدتی سے ہندو گندہ کے فریاد داخل سلسلہ ہوئے تھے اور شاہ احمد ممولات پر بڑا مستقل اور مستقیم رہے مگر بایں استقلال و استقامت بزرگ خود اپ تک داخل نہ ہو سکے۔ جب سے ہندو مفلوج اور احباب سے دور رہا اور خدا سے قاصر ہو گیا کہ دوسرے بزرگوں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا وہ عاجز موصوف کے خط سے معلوم ہوا کہ انہیں آپ سے بہت عقیدت ہے بڑی خوشی ہوئی۔ ہندو طریقہ خاطر عزیز

مہسوف کو آپ سے اصلاحی تعلق رکھنے کی وجہ سے دیا ہے اور آپ کی خدمت میں بھی تکرار و تکرار کے بغیر حقیقت و معانی انہیں قبول فرمائیں اور خصوصاً تو جہات و عنایت اور دعاؤں سے انہیں نوازیں۔ بعد ازاں دعاؤں کا محتاج ہے اس لئے یہاں پڑھیں۔

لطف جانے اہل ان کے قدموں کے نیچے نیکی دل کی سریت لیں آرزو ہے۔

والسلام

قد تمین ان خدا و غور سے پڑھیں ہر بار بار پڑھیں، اس خط کے ایک ایک لفظ سے فی نفس کا خیر ہوتا ہے اور ہر جملہ حضرت کی عنایت و فی نفس اور حقائے قلب کی دلیل ہے۔ اس خط کی تائید سے سند ادوات پر تازیانے کا کام کیا اور حضرت و ان کی عظمت و بزرگوں مانی عرفی اور فانی نے اس جہت کی حدت کا بھرپور اعجاز و بول میری مراد صرف اتنی تھی کہ اگر بنیاد کی خدمت میں جو ضروری دواں تو مجھے حضرت و ان کے توسعہ سے خصوصاً توجہ اور اوقات سے نوازیں اور حضرت و ان کے ان کو یہ کھدو کہ آپ انہیں نواں فرمائیں مجھے یہ خط پڑھ کر بہت شرمندگی ہوئی اور یہ خط میں نے ان بزرگوں کو نہیں بھیجا۔ بعد ازاں معروضات اور عقیدت مندی کے کھار کے ساتھ حضرت و ان کو دواں بھیج دیا اور قبولیت نوب کے ساتھ دست بستہ عرض کیا۔

شکریہ مستحقین صلی علیہ و آلہ و سلم و آتہ و سلم

بیشمار سرنہاد و بردار دست، جن لفظی بلاش کا ہے لگا ہے۔

الحمد لله! حضرت و ان کے اس ناکارہ پر اپنی محبتوں اور نوازشوں اور شفقوں کی ایسی بارش فرمائی کہ میرے قلب کی شور و غرغریاں عین اجازت ملت اور بہت الہی کے ہرے سے ہری ہوئی ذلک فخصم اللہ یوشیہ من یشفا۔

دست چراغہ ان کا کہہ دست دست اور جعفر اللہ دست

{اتقان نزول فی زمیر سے شیخ طریقت} {ایضاً ص ۲۵۸ تا ۲۶۰}

مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ (ناظم اول جامعہ دارالعلوم کراچی) کی تواضع و فنائیت :-

آپ کے فرزند ارجمند استاذ محترم حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

تواضع اور فنائیت بھی آپ میں نمایاں تھی، یہ وصف آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے ورثہ میں ملا تھا، بڑے بڑے نمایاں کام کرنے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے، اپنے کارناموں کو عموماً دوسروں کے نام منسوب کر دیتے۔ اگر کسی کام کی نسبت خود آپ کی طرف ہو بھی جاتی اور آپ کی موجودگی میں اس کی تعریف کی جاتی تو حیا آمیز شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں پست فرما لیتے اور روئے سخن بدل دیتے۔

تواضع کند ہوشمند گزین

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

پھر آپ کو کبھی اپنے مرتبہ اور حیثیت کا ادنیٰ زعم بلکہ احساس تک نہ ہوتا، چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے ملاقات ہوتی تو اس سے بڑے بڑے تکلفانہ اور دوستانہ ماحول میں دلچسپی سے باتیں کرتے، جس سے وہ یوں محسوس کرنے لگتا کہ میری بھی بڑی حیثیت اور بڑا مقام ہے

(متاع نور ص ۲۹۳)

حضرت مولانا فضل محمد صاحب زید مجدہم اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں :-

”ان کے اخلاص، لگن اور قربانی کا اندازہ کرنے کے لیے ایک ایسی مثال کافی ہے کہ جب نانکواڑہ کی عمارت مدر سے کے لئے ملی جسے سکھ خالی کر کے چلے گئے تھے اس وقت یہ عمارت انتہائی خستہ حالت میں ویران درود یار والی تھی، اس کے بیت الخلا، غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ کچھرے کے ایک عظیم ڈھیر میں منہ پر کپڑا باندھے ہوئے جھارو دے رہے ہیں نہ کوئی نوکر ساتھ ہے نہ طالب علم اس طرح میں نے دیکھا کہ وہ بیت الخلاؤں کو جو تقریباً دس ۱۰ تھے اور

کامیابوں سے نچرے ہوئے تھے پانی کی باغیانہ نچر نچر ترساق کر رہے تھے۔
 لہذا یہ قسم اٹھائی کہ میرے ہاتھ نہ ہونے کی بات نہ ہوگی کہ یا اللہ! کیا یہ شخص اپنے ہاتھ سے یہ قربانی کا کام نہ
 دیا ہے اور یہ بات اقدار کے ہر حال میں بدل کر کے یہ قسمت کر رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے
 اس کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (ابوالہاس ۷۷ ص ۳)

حافظ اچھے حضور مولانا محمد رفیع صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حکیم الامت رحمہ
 اللہ) کی خواہش وفقہ حیات:

برنما زباجامات کے بعد اپنے لیے مرض کبر کے ازالہ کی دعا کی درخواست کرنا۔
 ”جب تھانہ ہونے سے شری ہوئی اس وقت تقریباً چھ ماہ مسلسل قیام کا
 شرف حاصل ہوا۔ اس میں کچھ معمولات مخصوصہ کے ساتھ امرات قلب کا علاج ہوتا رہا
 خصوصاً کبر اور قہور اور جلدی میں طبعی مدت تک جاری رہا۔ علاج یہ کہ نمونہ زباجامات
 کے بعد اپنے مرض کے احسان نے بعد سب اعتراضات سے اس امر میں کے ازالہ کی دعا
 درخواست کرتے تھا میری درخواست کے بعد کبھی کبھی حضرت قدس سرہ دین دعا فقر کے لئے
 مسنونہ دعا کا بعضی معلم کل لے لے (آمین ثم آمین یا رب العالمین)“

یہ دعا ان شری حضرات نے سب کے سامنے پیش کر دی کہ الحمد للہ ہر کام مرض
 جانا رہا، مانت سرور سے اعتراض نہ رہا کی ہو گیا، اور حقیقت حضرت کے خدام میں اس رو
 یا سے بڑھ کر کوئی نہیں اور متاثر ہوئی نہ تھا اور ناپ ہے۔

(بزرگ شرف کے چہرے میں ص ۳۲)

حضرات خواجہ عبدالملک صدیقی رحمہ اللہ کی عاجزی و انکساری:
 مخدوم مولانا حضرت مولانا شیخ ابوالشامہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم قرأت جیرا
 ایک مرتبہ حضرت مولانا صاحب حضرت خواجہ عبدالملک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
 کی مجلس میں خانہ اس کے قریب تھے کہ اس وقت حضرت کے ایک مرید آئے۔ اس مرید کا
 تعلق ایسے علاقے سے تھا جہاں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور بزرگ بھائی رہتے

تھے انکو بھی اجازت دلاؤ۔ دعا دیتے تھے تو وہ بھی بڑے شیخ تھے۔ حضرت بھی اپنے علاقے کے شیخ اور عالم تھے اور وہ بھی اپنے مائے کے بڑے شیخ اور عالم تھے۔ میں اسوقت انکا تالہ ہوتا تھا۔ سب نہیں سمجھتا۔ جب محفل میں وہ مر رہے تھے تو حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا بھی کیا آپ آتے ہوئے کھانا شیخ سے کئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہاں حضرت میں کئے آیا ہوں یہ وہ دور تھا جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا بازار کھولا۔ یہ قادیان کی ریل میں تھی دنیا قدسوں میں بھی جاتی تھی۔ حضرت نے پوچھا کہ چھوڑا جب آپ مل کے آئے تو انہوں نے کیا فرمایا؟ اس نے بھی کہتے جیتے کہا کہ سلام بھی بھیجا ہے مگر حضرت نے پہچان لیا کہ یہ کوئی امت چھوڑ رہا ہے۔

یہ آخر بھی ہوتے ہیں۔ بارے حضرت، حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب آئے تو کسی نے کہا کہ حضرت! کھانا آدلی اس اس کا ۲ کئے دے دیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصے سے فرمایا۔ میں لعنت آراہوں اس سے پڑے کہ جسے دے دے چم مر رہے تھے اور اسے پتہ نہ چلے کہ یہ کس مقدمہ سے آیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو نور فراست عطا فرمادیتے ہیں۔

جب حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ پہچان گئے کہ کوئی بات چھوڑ رہا ہے تو فرمایا کہ بڑا دلدادہ خاصو میں رہا۔ حضرت نے نفی فرمایا کہ تیرے میں اسی طرح بتاؤ کہ جب طرح بات عرض آئی۔ جب حکم دیا تو وہ صاحب بھی سیدھے ہو گئے۔ اور کہتے گئے حضرت! جب میں ان سے ملا تو بتاؤ کہ میں حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا رہا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا ”انگو میرا سلام پہنچاؤ یہ دور یہ کہنا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں جو ایک نیکار کے اندر جمع نہیں ہوتے تھے۔“ ان کے بعد ان ائمہ نے یہ بنا کر کہنے لگا، حضرت! مجھے تو بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی اس لئے میں نے کہا میں سب نہ سمجھتا حضرت نے جب یہ بات سنی تو وہ شرار مکر دیا۔ کوئی ہم جیسا ہوتا تو ہم کہتے کہ جسے ذرا بوجھ بھرتے ہیں، کیا وہ اسے اندہ دنیا کی مہمت ہے۔ ہم بھی اللہ کی محبت میں دین کا کام کر رہے ہیں۔ ہم اسکو سو جواب دے دیتے۔ مگر

وہاں تو غنائی تھی۔

حضرت سعدی رحمت اللہ علیہ کا یہ کافی دیر تک سر جھکا کر رہے رہے۔ بالآخر فرسہ اٹھایا اور ایک مختصر سی سانس ٹھکرا کر فرمایا: ”ختم اللہ بھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ہماری اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ تم بھائی اللہ ہماری یہ دعائیں ہے کہ ان کو کوئی ہمیں اصلاح کی بات نہ کرے۔ تو تو یہ کوئی کی طرح تلقین ہے۔ اور ہمیں ممکن بنالغت پر اترتے ہیں۔“

(خطبات فقیر جلد ۳ ص ۱۵۶)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خلک) رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) مدارس کی تاریخ کا واحد واقعہ:

آپ نے تلخیص میں حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی ذکر کیا ہے۔ حضرت نے ان کی بڑے اور بہت سے چھوٹے مدارس کو دیکھا ہے۔ وہ ہے ”حکومت“ ہے۔ ہمارے ہیں۔ عامہ مدارس۔ باب استقام (الامام شاہ رحمہ اللہ) طلبہ دور دیگر اساتذہ کی نظروں میں ایک ایسا گروپ مستور کیا جاتا ہے کہ جو گویا ان کے حقوق چھین رہا ہے۔ ان پر ظلم کر رہا ہے اور ان کی حقیر و پست شہرت کوئی کمی نہیں کر رہا، اس کے ساتھ اور باب استقام میں بھی (الامام شاہ رحمہ اللہ) اور ہونے ہو اپنی بات کی حق کو برقرار رکھنا زندگی کا ایک اہم مقصد اور غنہ لباب سمجھتے ہیں۔

اس افراط و تفریط نے مدارس کا ہتھکڑی کر دیا۔ دنیا میں بہت کمات کی اور مشغلیں کے لیے افراد کا ماکہ کر بندو۔

دارالعلوم تھیں۔ یہ بھی بہت بڑا ادارہ ہے۔ اس میں عامہ مدارس کے مطابق بہت سے فنکاروں نے موقع، موقع پر غنہ یا نیکی حضرت رحمہ اللہ کی ایمانی فراست اور بر احوصلہ اور مالی ظرفیت نے جو۔ یہ۔ غنہ دینا دیا ہے کہ جیسے سمجھنا بھی نہیں۔

ایسے ہی ایک موقع پر ان کی تخصیص کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ہمسایا اپنے طلبہ کے اپنی مافقت

سے مصلح سے کھانا لینے کو با یکات کر دیا۔ (الحمد للہ احقر اور محقر کے بعض رفقاء اس بناء میں شریک نہیں تھے) کھانا تیار تھا لیکن طلب لینے سے انکار کر رہے تھے اور سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ بازار میں پیٹ کا جھیم بھرنے کے لیے پرتوں رہے تھے۔ طلبہ ابھی اس سوچ میں تھے کہ حضرت رحمہ اللہ دارالحدیث ہال میں تشریف لے آئے اور کھنٹی بج گئی دارالحدیث ہال بھر گیا۔ حضرت نے نہایت ماحولہ مشفقانہ انداز اور عارفانہ نواز میں پیش شدہ مسئلہ پر روشنی ڈالی، جس سے تمام طلبہ مطمئن ہو گئے اور آخر میں فرمایا کہ:

”اصل مسئلہ سے قطع نظر سیکڑوں کی تعداد میں طلبہ کا بازار میں کھانے کی ضرورت کو پورا کرنے دارالعلوم کی بہت بڑی توجہ ہوئی“ اور اس موقع پر حضرت شیخ نے اپنی نوبی سبک اپنے سر سے اتار کر طلبہ کے سامنے فالدی اور فرمایا کہ ”میں اپنی نوبی آپ کے قدموں میں ڈال رہا ہوں“۔ پس پھر کیا تھا، اکثر طلبہ کے آنسو نکل آئے وہ اپنی مانت پر زار ہوئے اور انکے دونا الیہ را جموں کی آوازیں آنے لگیں۔

کیا یہ غیر کے دینی مدارس کی پوری تاریخ میں کوئی ایک بھی مثال پیش کر سکتا ہے کہ جبروں علم و فضلہ کا شیخ و مبین الاقوامی سطح کا مشہور و معروف محدث اور بہت بڑے ایسی ادارے کا واحد متقاضی ملنے اتفاق کی زبردست قومی و بین الاقوامی شخصیت دارالعلوم طلبہ اور علماء کے دوز کو بحال کرنے کے لیے اپنی نوبی اپنے ادنیٰ طالب علموں کے قدموں میں رکھ دے۔
(ماہنامہ الحق خصوصی نمبر مئی ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۶ء)

(۲) ایک اور عجیب واقعہ:

مولانا عبد کلیم صاحب ہی کہتے ہیں:

جب سے عمر کی اصلی روح ماند چاگنی و اخلاص و تقویٰ ہو یا نات و امانت نے بستر پورے پیٹ لیے، کام اور عمر و خدمت و راستہ کی کو ایک دوسرے کی ضد سمجھا جانے لگا، استاذ صاحب کے قریب پانی کا گھڑا رکھ ہوا ہوتا ہے، گلاس سا تھک دیتا ہے لیکن وہ اپنے لیے پانی نہ پینے کا عمل تقویٰ علم و راستہ کی کے سنائی سمجھتا ہے، اگر قریب کوئی ٹینک ہے تو دور نظر آئے والے

اپنے زمانہ، طالب علمی کا ایک دلچسپ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی تواضع و انکساری اور طلباء علوم دینیہ سے کمال شفقت و انتہائے محبت کا حیرت انگیز واقعہ کبھی بھولنے کا نہیں۔ اپنی ان گنت کچھ رآنکھوں سے علماء و صلحاء اور دسیوں رہنما دیکھے مگر حضرت کی شان ہی نرالی تھی۔ سیاسی عظمت، علمی و جاہت اور تقدس و بزرگی کے چرچوں اور وزیروں امیروں سے تعلق اور نجوم کے وقت بھی طلباء علوم دینیہ پر وہی شفقت رہی جو درگاہ اور دارالعلوم میں ہوا کرتی تھی یہی تو یہ انسانیت کی تکمیل اور قرآنی ہدایات کی تعمیل ہے۔ عبد اللہ ابن ام مکتومؓ کے واقعہ میں بھی تو قرآن نے حضور اکرم ﷺ کو اور آپکی وساطت سے آپکے ورثاء کو یہی سبق پڑھایا ہے۔

غالباً میرا دورہ وحدیث کا سال تھا اور دارالحدیث کے مغربی جانب کمرہ نمبر ۱۶ میں میرا قیام تھا۔ میں اپنے کمرے میں مصروف مطالعہ تھا کہ ایک صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا، احقر باہر نکلا ایک صاحب نے اپنا تعارف کرایا، معلوم ہوا کہ موصوف وفاق حکومت کے مرکزی وزیر ہیں، کہنے لگے حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے ملاقات کرنی ہے۔ احقر ان کے ساتھ ہو لیا۔ موصوف سرکاری گاڑی اور پرہیزگاروں کے ساتھ آئے تھے احقر کو ساتھ بٹھایا، حضرت کے گھر احقر انہیں لے گیا اور بیٹھک میں انہیں بیٹھنے کے لیے کہا وزیر موصوف بیٹھک گود کچھ کر ششدر رہ گئے کہ اتنے بڑے آدمی، اتنا مقام اور نام اور یہ معمولی اور سادہ کمرہ بیٹھک کا۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ جب حضرت شیخ الحدیث گھر سے تشریف لائے وزیر موصوف سے ملاقات ہوئی اور ضیافت کے لیے چائے اور بسکٹ اور اس سے قبل فروٹ رکھا گیا۔ حضرت مولانا صاحب نے وزیر موصوف، ان کے رفقاء کو اور احقر کو بھی دسترخوان پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ ہم لوگ بھی بے تکلفی سے حضرت کی ضیافت میں شریک ہو گئے۔ مولانا عبد القیوم حقانی جو ان دنوں غالباً درجہ موقوف علیہ کے طالب علم تھے اور حضرت شیخ الحدیث کے ہاں انکے بھائی کے بالا خانہ میں رہا کرتے تھے۔ حضرت کی خدمت اور مسجد شیخ الحدیث میں اہمیت کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی مہمانوں کے لئے ضیافت کا سامان حضرت شیخ

انھیں ملے کے شانہ پر موبہ حقانی صاحب کی رائے حقانی صاحب کی حیثیت اس وقت ایک بڑی طالب علم اور نہ کسی بھی لیدر و سرخوان مجاہد و مصلوب ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ الحدیث وزیر موصوف کے ساتھ محرواں کھٹکے تھے کہ چاکہ کی بچی حقانی صاحب پر انظر پڑی تو وزیر سے کھٹکوں کا ذکر حقانی صاحب سے فرمانے لگے "آج بے اور آپ بھی کھانے میں بیٹھ جائیے" موصوف آباد ہوئے تو حضرت نے پامہ راہ کو دسترخوان پر بلا لیا۔

اس وقت حضرت کو یہ رادہ ایک بڑی نادمہ اور طالعہ کلب علم پر توجہ و توجہ کی موجودگی میں اس سے کھٹکوں کا کہنا تھا کہ ایک برس واقعی رہیں تو کارکن ملک خدمت کی اس قدر رعایت کرنا یہ ہم پر بڑی اعلیٰ غرور والی اور بے نفسی نہیں تو کیا ہے؟ صرف بڑا اور دسترخوان پر بعد ماقصود نہ تھ یک جس توجہ، احترام، شفقت اور اصرار کا انداز مجھے یاد ہے وہ اتنی یہ راہ حیرت انگیز تھا کہ پورے محل پر ایک طے سب عمر کی عظمت چھا گئی۔ مجھے تحریر کا سینہ نہیں دہندہ وہ کیفیت جو میں نے دیکھی تھی اگر کوئی صاحب قلم دیکھتے اور اسکی واقعی تصویر کشی کرتے تو آج دنیا عشق نشین نہ رہتی

یہ عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے چنا ہے
ہر لمحہ نے نشینوں کی تھوکر میں زمانہ ہے

(ایضاً ص ۲۳۳)

(۵) باوجود رفعت و بلندی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے:

مولانا رشید احمد حقانی تحریر فرماتے ہیں:

انکی سرنغسی کا ایک عجیب و غریب، قد یا آداب حضرت شیخ الحدیث کی یہ بناوت تھی کہ ہر کام سے پہلے دعا فرماتے کرتے تھے۔ مہمان بخور و روزار سے زیارت کے لئے آتے تھے ان سے بھی دعا اپنے لئے دعا کراتے تھے۔

ایک دن یہ کہنے لگے کہ ایک ساتھی (مواہد عبدالموفق) عصر کے وقت ان سے ملے انکی مسجد میں گئے۔ حضرت شیخ احمد بیٹ نے اپنی اساتذہ کے متعلق ان سے وہ کہنے لگے کہ وہ ایسی پرسن ساتھی تھے کہ ان کے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ بے یاری بزرگی میں کوئی شک نہیں رہا یہ کہ حضرت شیخ احمد بیٹ جیسی شخصیت نے آج مجھے اما کے لئے کہا ہے۔

شام کی بات یا تو اس لیے مبالغہ اور انصاف تھی ہے کہ وہ ایک خیالی، روحی اور قصورانی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے اور یاد دہانی کو کوزے میں بند کر کے دوسروں کو اس طرف سے ہٹانے کی بات دیتا ہے جو کہ ممکن نہ تھی مشکل ضرور ہوتا ہے مثلاً علامہ اقبال کہتے ہیں
مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ وہ خاک میں مل کر گل بن کر رہتا ہے

اب اپنی ہستی کو مٹانے کے لئے ایک صدی کی محنت چاہیے دینے کی طرح کون کون چاہیے
تک و مت اور سبھی کی حالت میں متی میں دین چاہتا ہے۔

رفعت دنیائی اور اخروی کے لئے شاعر نے عجیب و گہرا بتائی ہے مگر کون اس طوفان سے گزرے حضرت شیخ احمد بیٹ رحمہ اللہ کو دلچسپی کہ ذہن ایک عجیب جراحی اور کھینچنے سے دو چار ہونا پڑتا ہے، انہوں نے نہ صرف ایک مرتبہ کسی خاص وقت کے لئے اپنی ہستی کو مٹایا تھا بلکہ یہ نکاح ایک مسلسل عمل تھا اور باوجود رفعت و بلندی کے وہ اپنے آپ کو مٹا ہوا خیال کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۳۷۵)

(۶)۔ ”حضرت! آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔“

حضرت اللہ سے ملتی تھی عثمانی صاحب ریحہ محمد حم آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

علم و فضل کے دریا جذب کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی ایسی اوجھار سے بزرگوں کا طرز امتیاز رہی ہے، اور یہ وصف حضرت مولانا میں اس درجہ زیادہ تھا کہ بعض

مرشد عالم حضرت مولانا بشیر غلام حبیب صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) احترام سادات:

حضرت بزرگوں کی اولاد اور سید گھرانے کے حسب نسب کا بہت لحاظ فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت مولانا مہاں محمد انورؒ کے صاحبزادے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ چٹائی دیوڑھی پہنے رہے آپ دوڑا تو ٹکائی بیٹھے رہے۔ (ایضاً حبیب ص ۵۷)

(۲) ”مفتی صاحب! اب آپ لیٹ جائیں“:

ایک مرتبہ آپ کو حضرت مرشد عالم کے ہمراہ رحیم یار خان سے لاہور بذریعہ ٹرین آنے کا موقع ملا حضرت مرشد عالم راستے میں لیٹ گئے۔ تقریباً نصف سفر کرنے کے بعد حضرت مرشد عالم اٹھ بیٹھے اور فرمایا مفتی صاحب اب آپ لیٹ جائیں۔ فریاد کر لیا نہیں ہوگا۔

چنانچہ جینہ آدھا سفر آپ لیٹے رہیں۔ اور حضرت بیٹھے رہے۔ آپ حضرت کی اس شفقت سے بہت متاثر ہوئے۔ (ایضاً ص ۵۹)

(۳) جواہل و صف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر رہتے ہیں۔

حضرت مرشد عالم ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو چچا جلا کہ حضرت مولانا غلام ربانی (سرحدی) نقشبندی دامت برکاتہم کسی قرمبی جگہ تشریف لائے ہیں۔ حضرت مرشد عالم حضرت مولانا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب اور آپ حضرت مولانا غلام ربانی دامت برکاتہم کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مرشد عالم نے ہم سب کو منع فرمادیا کہ میرا تعارف نہ کروائیں۔ جب زہانہش گاہ پہنچ کر دستک دی تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب لڑاں ہیں۔ صاحب خانہ نے ہمیں براہ راست سے کرسیاں بچھا دیں کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیں۔ مگر حضرت مرشد عالم نہایت متواضع بن کر کھڑے رہے۔ دس پندرہ منٹ کھڑے رہنے کے بعد شرف ہار بانی نصیب ہوا مگر حضرت مرشد عالم بھائی کرنے

کے بعد ایک ہفتہ سو: پ میں گئے۔ جو محسوس ہوتا تھا کوئی مرید اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہے۔ حضرت مرشد عالمی موشی سے بیٹھے حضرت صاحب کا چہرہ دیکھتے رہتے چائے پیا کر دیکھتی ہوئی حضرت مرتدہ تم کی توجہ سے بہت متاثر کیا۔

جواہر دھن ہوتے ہیں ہمیشہ تجھ کے رہتے ہیں سرائی سرخوں ہو کر بھرا کرتی ہے یہ نہ

(ایضاً ص ۳۹۱)

(۴) ”بڑوں کی بات کو نقل کرنے کے لیے بھی ادب چاہیے۔“

ایک دفعہ حضرت سید زار حسین شاہ کی خدمت میں آپ نے پٹنہ ماسوں صاحب کے ہمراہ حاضری دی۔ حضرت شاہ صاحب اس وقت نہیں تھے۔ انہی کے وقت حضرت شاہ صاحب نے آپ سے فرمایا قاری صاحب اپنے حضرت گویمر سلام عرض کرنا اور وہ لوگوں کی درخواست کرنا۔ جب آپ نے مرشد عالم کے سامنے ہو بیو وہی الفاظ دہرائے تو حضرت نے ٹھٹھا ہویا و فرمایا کہ شاہ صاحب بڑے آپ بڑوں کی بات نقل کرنے کے لیے بھی ادب چاہیے۔

(ایضاً ص ۳۹۱)

(۵) ”میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔“

ایک مرتبہ حضرت رزاقی تشریف مانے تو حقیقت احوال دور وقت کرنے پرانے دوستوں اور عزیز و اقارب کے گھر گئے۔ ایک دھوئی کا گھر پہاڑ کے اوپر تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ حضرت اسے یہاں والا جائے۔ حضرت نے فرمایا ”میں زمینداروں کے گھر چل سکتا ہوں تو غریبوں کے گھر بھی چل سکتا ہوں۔“ (ایضاً ص ۳۹۲)

(۶) ”میں کوئی خیر امور ہوں جیسے بوسہ دیتے ہو؟“

ایک سالک ہانک نے حقائق کے وقت فرط محبت سے حضرت مرشد عالم کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا تو حضرت مرشد عالم نے فرمایا ”میں کوئی خیر امور ہوں جیسے بوسہ دیتے ہو۔“ کہ کوئی شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شرعاً ناجائز ہے مگر کسی نفسی کی وجہ سے حضرت مرشد عالم نے کتنے اچھے انداز میں بات کہی۔ (ایضاً ص ۳۹۳)

حضرت مولانا سید محمد عبد اللہ شاہ پوٹھویری رحمہ اللہ (نیو بازار، حرات شاہ عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ دینی) کی تو واضح و سادہ لکھی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے اندر تواضع و سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کا اعلیٰ مقام عایت فرمایا تھا لیکن کبھی قیاس و فضل، گناہ و اداں رو سے اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ سبزی، ترکاری، گوشت وغیرہ خریدنے کے لیے ہنسی، ہنس بازار تشریف لے جاتے اور سامان خود اٹھا کر لاتے تھے۔

ایک مرتبہ صادق آباد سے کراچی واپس تشریف دارہے تھے۔ ہمراہ ایک من سے زید و وزن کا کونڈا کا پتھر تھا جو کہ ایک بڑی پاداش میں بندھا ہوا تھا۔ شاہ صاحب جناب ہیران شاہ صاحب دہلے یہ پتھر حضرت شاہ صاحب کے مکان شریف کی قصبہ کے سلسلہ میں بدیہ فرمایا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی کارائی خدیف محمود است پورٹ انجینئر پرکھی جو کہ آپ کے دولت خانہ سے غازیہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ وزنی پتھر بیکر ٹینٹ پر اتار پڑے۔ یہاں پر کوئی حدود نہ تھا جو کہ وزن انہر گڑھ لجانا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ وزنی پتھر اپنے سر پر رکھ لیا اور حدود کی سرحد اس سامان کو گھر پہنچا دیا۔

جماعت کے ساتھ ہی تیسرے درجے میں سفر کرتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ طبع کی سعادت کی وجہ سے اہل جماعت کے پیروں پر بہار راجھتی تھی۔ پرانوں کی طرح سید میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کو تھیرے میں لیے، بٹتے تھے۔

مسکین پر شریف میں مشائخ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے۔ جب واپس لوٹتے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ ان کی جوتیاں درست کرنے کے لیے دوڑتے۔ (مولانا بہت سعادت مند تھے جو ان کی ترقی و اصلاح میں)

استاذ العباد، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری صاحب رحمہ اللہ کی تواضع و انکساری۔

آپ کے لائق فخر تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یوسف ندوی نوی شہید رحمہ اللہ آپ کے

مذکورہ میں رقمطراز ہیں:

”میں اپنے استاد حضرت مولانا محمد علی الحق افغانی رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت تھی۔ یہ منہ بہ من سے حضرات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اپنی ہزار سال کے باوجود اپنے شاگردوں کے سامنے حضرت افغانی کے پاؤں دبا رہے ہیں اور خدا کی خدمت دوسری نعمت نہ پہنچا رہے ہیں۔“

اس کا دوسرا دو بزرگوں کو اپنے استاد کے سامنے اس طرح کتابیں پیش کر کے دیکھا ہے جس طرح وہ اپنے طالب علمی کے زمانے میں سن کے سامنے زانوئے کفہ سے کرتے، دوسرے آپ انجیل و قرآن، حضرت اللہ مولانا قادری رحیم بخش پانی پتی کو اپنے شیخ حضرت مولانا قادری فتح محمد پانی پتی کے سامنے دوسرے حضرت کشمیری کو حضرت افغانی کے سامنے۔

(انبیاء ۱۲۷۲ ص ۲۵۹)

بقیہ السلف حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوروی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ) کی فرست۔

(۱) ”سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں تھو ہے۔“

یہ سلسلہ کلام فیضی اللہ علیہ فرمایا کہ سب سے زیادہ نفرت کی چیز میرے ذہن میں تھو ہے۔ نفرت مجھے کسی شے سے نہیں اور اس شے سے نفرت ہے کسی سے نہیں۔ ہوں اور بھی بڑے بڑے علماء ہیں میرے زرا شراب قمار وغیرہ لیکن نفرت طبعی جتنی تھو ہے کسی سے نہیں اور اس میں کھوت یہ ہے کہ تھو شے شراب کا ہے اپنے قدم لے دو حضرت تہ بہ تہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تھو ہے۔

”ایک اور سلسلہ میں فرمایا کہ (جہل) کا تھو فرعون سے بھی بڑا تھا ہوا تھا۔ کیونکہ فرعون تو مرتے وقت چمچا صبا بھی ہوا تھا و اس کا بدن قیوس نہ ہوا تھو (جہل) نے مرتے وقت بھی یہ دھرت کی کاش میر (عقل) کا شکار نہ ہوا کیونکہ انصار کے ایک جوان نے اس کو قتل کیا تھا۔ ان حضرات میں زیادہ دیکھتا ہوں تھو۔ نیز میں نے اپنے استاد سے سنا تھا کہ جب

ایک صحابیؓ کی قرآن کا سننے لگے تو اس نے یہ خواہش کی کہ میری آمدن ذرا نیچے سے کافی باد سے ہے کہ جب مستوطنین کے سرد کے جاذب تو میرا سر سب سے اونچا نظر آوے۔ یہ ٹھکانا بنایاں تکبر

مختصہ کی خدمت اقدس میں جن وقت اس کا سر بکات کرنا ضروری آیا تو آپ نے فرمایا کہ مات قرعون خذوا الامۃ پھر حضرت اقدس (عبداللہ علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج بھی قرعون کا دماغ رکھنے والے موجود ہیں۔

(فیض حسن اشرف ص ۱۵۱)

(۲) ”اپنی چیز کو تبر کا دینا تکبر ہے“:

ایک رئیس زادہ کا ایک اونٹنی کریمہ باہر والوں کی رضا مندی سے بعد استعمال واپس فرمایا تو اس ذیل سے کہ ان صاحب کی دل چسپی نہ ہو۔ یہ تحریر فرمایا کہ اس کو اظہر بادگار محبت کے اپنے پان رکھتے پھر فرمایا کہ میں نے یہ الفاظ ان کی خاطر سے نکل دیئے تاکہ ان کو واپس لینے میں ہار نہ ہو اس پر عرض یہ کیا کہ وہ اس کو تبر کہیں گے فرمایا کہ وہ جو کچھ چاہیں سمجھیں پائی میں نے اسی سے یادگار محبت کا لفظ لکھ دیا ہے کہ اپنی چیز کو تبر کا دینا جبر ہے یہ میں نے قرطبی کی شکل میں حضرت عبداللہ علیہ السلام سے سنا ہے جس کی وجہ سے یہ فرماتے تھے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ میں نے اپنے کو بزرگ سمجھا تھا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فدا کروا انفسکم اپنی چیز کو تبر کا دینا تکبر ہے اور دعویٰ ہے بزرگی کا جو حرام ہے۔

(ص ۱۵۲، ۱۵۵)

(۳) ”خاتقاہ وائوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھا کرو اور ان کے وضو کے لیے لوٹے بھرا کرو؟“

آج سلسلہ ائمہ میں فرمایا کہ جو شخص نصیحت کرنے کا دل نہیں اٹکے بھی شرابک میں ہواں شرابک کے نصیحت کرنے کا یہاں ہے جیسے جہون و منہ کر کے نماز پڑھنا۔

ایک شخص یہاں پر قہم تھے۔ انہوں نے دوسرے شخص کو نصیحت کیا اور یہاں سے قہم میں

مصارف ترتیب کی بنا پر یہ بھی داخل ہے کہ ایک دوسرے کو جگہ نہ کہے ہیں خود ہی ہر بات کا انتظام رکھتے ہوں کیونکہ ایک صاحب کے دوسرے طالب کو کچھ کہنے میں عوارض کی وجہ سے بذی قریبیاں اور بڑے منہ سے ہیں میں نے ان سے مواخذہ کیا کہ تم نے ان کو نصیحت کیوں کی۔ شاید یہ جواب دے کہ وہیں کچھ کر رہیں گے کہ شرذبین ہے مگر اس کی بھی شرطیں ہیں ایسے ہی تبلیغ اور نصیحت کی شرطیں ہیں کیا وہ تم کو معلوم ہیں؟ سب نے گنگے کہ میں نے کہا کہ سب شرطیں معلوم نہیں تو تم نے جو نصیحت کی یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ دین ہے اس پر کوئی جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ تم میں وہ شرطیں ملتا ہوں۔ نصیحت کی پہلی اور اولیٰ شرط یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے اس میں نصیحت کے وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کچھ دے گا اور وہ مجھ سے افضل ہے تو جس وقت تم نے نصیحت کی تھی قسم کیا کر رہا تھا کہ یہ خیر نہ تھا۔ دل میں تھا کہ میں اس سے کچھ نہیں لے سکتا تھا؟ سب نے گنگے کہ اس وقت تھا تو میں نے کہا کہ یہ تو کبھی ہوا جو معصیت ہے اور تم کہتے ہو کہ دین سمجھ کر کیا کر جو چیز کبھی سے ناشی ہو دو دین ہو سکتا ہے اب یہ دیکھو کہ یہ تمہارے میں کا ہے سے ہوا ہو کر داخل سے پیدا ہوا۔ اس کے سبب اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے اس لئے آج سے آگے غفلت چھوڑ دو لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ بہت محتاط رہنا چاہئے کہ دست چڑھا چلتے چمکتے چڑھاتے چڑھا کر جس کی کمی کو غیر بھی نہ ہو دوسرے ناحق والوں کی جرحوں سے بدنام نہ رہنا اور ان کے دشمنوں سے بچنا اور کئے بھر کر دیکھو روز تک انہوں نے کیا کیا کیا اب ان کا نفس امارت ہوا اور نفس کی طرف توجہ دیتا ہے انہوں نے کہتے تھے کہ مجھ کو اس برس میں بھی ہوا نفع نہ ہوتا جان دن دنوں میں ہوا۔

(فیض حسن و اشرف ص ۱۳۶، ۱۳۷)

فخر بلسنت حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب رحمہ اللہ (سابقہ) کے واقعات:-

(۱) نام و نمود سے نفرت:-

آپ نے قویہ رشید و روحانی اور حضرت مولانا محمد غلام الدین صاحب زید مجدہ رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

نام و نمود و شہرت و جاہ پسندی کو بہت برا ہونے لگتا تھا۔ آپ نے عام و عوام میں اپنی شناخت کروانے اور اپنی نام و روی کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی، اخبارات و اشتہارات میں اپنا نام آدھرتہ نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کچھ احباب نے آپ سے درس کے لیے وقت لیا اور طبع کرنے کے باوجود انہار میں خبر لکوا دی، احتجاجاً آپ نے خود درس دینے سے انکار کر دیا اور راقم کو اپنی جگہ بھیجا، اور آپ اپنی تصانیف پر نام نہیں لکھتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ میں اپنے خواب لکھ لیا کرتا ہوں تاکہ یاد ہیں، آپ نے فرمایا میں تو نہیں لکھتا، اگر تم بھی نہ لکھ کر، بگاڑ جو کچھ ہوں، ابھی تکف کرو۔ میں نے عرض کیا کہ بہت سے بزرگوں کا تو معمول تھا کہ وہ خواب لکھ لیا کرتے تھے، یا بات یہ ہے کہ ان میں اخلاص تھا اور ہم میں اخلاص ہے نہیں، بلکہ میں تو شیطان پرستی پڑھائے گا کہ ضرور دکھا کر دیا کہ تمہارے مرنے کے بعد جب لوگ دیکھیں تو خوب تعریف کریں اور خوب داد دیا دیا، اور آخر نے یہ سن کر وہ نکلے ہوئے سب خواب تکف کر دیئے۔

ایک مرتبہ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کوئی دین کا کام لے میں تو شیخی نہیں بھگوانا چاہیے۔

اس لیے کہ دین کا کام تو خداوند عالم فاسق و فاجر سے بھی لے لیتا ہے جب کہ حدیث میں

آتا ہے: اَنْ يَلْقَىٰ لِيَوْمٍ يَدْعُو الْبَاطِلَ بِالرَّجُلِ الْفَاسِقِ

آپ اپنے احباب کو کہہ فرماتے تھے کہ یہ دعا بھی کیا کرے کہ خدا ہمیں فاسق و فاجر نہ

بنائے۔ (مطبوعہ رشیدیہ، ص ۱۰۳)

(۲) سادگی اور تواضع کے چند دلچسپ اور سبق آموز واقعات:-

حضرت مولانا نعیم الدین مدظلہ صاحب زیہ مجدد تہم آگے آپ کے متصل

حالات زندگی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

شریعت مقدسہ میں سادگی اور تواضع اختیار کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ

بادِ جبر و رکائات اور فخر و عزت ہونے کے باعث غلامی کے تصور میں دعائے کرتے تھے۔

اللہم احیی مسکیناً و متقی مسکیناً و احضر من فی زمرۃ المساکین
(اے اللہ مجھے تواسم زندہ رکھ، اللہ اشع موت دے، ورتو اشع کوں میں میرا شرف)۔

اس سبب رکائات و دشمنی میں اسب ہم حضرت قادی صاحب سرہود کی زندگی کا بہ بڑا دلیلت
ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ باوجود جامعۃ العلوم و الفنون، بہترین مدارس، مختلف
جنم، ملازمت اور فقیہ ہونے کے انتہائی سادگی اور تواضع کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، ہوس
و پوشاک، وضع قطع، پہاں، اسل، اور چیز میں سادگی اور تواضع بھٹکتی تھی، چڑائی کا ہوس، نام
و انتہا ان بھی نہ تھے۔ غلامی اسلے ہونے کیلئے ہوکن لیکن اسلے اصولی جوتی ہوکن میں ملازمت اور
آپ کے لیے معمولی بات تھی۔

شمس انیس بعد صاحب سہیقی (فاضل دیوبند) کے کہ جب اسلے ساتھ آئے، محمود، دہلی
جس کا کہ

”میری اور میرے بڑے چوٹی حاد صاحب کی شادی میں حضرت مولانا قادی
علیہ الرشید رحمہ اللہ مدعو تھے، آپ کی طرف ہر ایک کی نگاہ تھی اور آپ ہی مہربن انصافی
تھے، لیکن سادگی کا یہ عام تھا کہ بغیر سادگی کے ہونے کیلئے اور پاؤں سے پلہ تنگ نہ
چوبیس سوین رکھی تھیں۔“

”آپ کا معمول تھا کہ دو پہر کو مسجد میں قیام کے لیے بیٹھتے تھے تو بغیر تھپے کے اور بیٹھ چکا
چاہے سات تھے۔“

”یہ شائرو اور متعقین کا تعارف کرانا ہوتا تو فرقہ کے کہ یہ ہم سے دوست و رشتہ ہیں
بھی یہ نہ فرقہ تے کہ یہ میرے شرف و مرید ہیں۔“

”راجہ لحراف کو بخوبی دانت کہ حضرت قادی صاحب رحمہ اللہ نے جب بھی میرا
تعارف کرایا یہ کہہ کر فرمایا کہ: ”یہ ہمارے ساتھی ہیں اور اسلے کے ساتھ ہیں، مولانا سید حاد
میان صاحب رحمہ اللہ کے دنہ ہیں۔“ آپ کے اس طرح تعارف کرانے سے اکثر راقم

شرع کے بارے میں کھینچا پھینچا تھا، لیکن نے غصے کیا کہ بناب کے اس طرح قادیان
کروانے سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے، لیکن آپ نے معمولی عینیں پہنا اور اراکین قادیان
کروانے ہے۔

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے بعد نیز اسے مولانا سید مسعود
میں صاحب نے یہ واقعہ بتایا کہ ایک دفعہ ہم حضرت قادیان صاحبہ میں لہ کے ساتھ
ازدور سے سوانہ ظہور الحق صاحب دامت برکاتہم کے کچھ احقر ضلع انکھنے تو ملوی تھوڑی
کی وجہ سے قادیان صاحبہ لیت گئے، ایک شاگرد نے قادیان صاحبہ کے پاس دبانے
شروع کر دینے اور مے در میں نمایاں آیا کہ مجھے بھی خدمت کرنی چاہیے، یہ سوچ کر یہاں
دبانے کے لیے ہم تھوڑا سا ہی تھا کہ آپ نے فوراً منع فرما دیا کہ قمر مست دہوا میں نے عرض کیا
کہ وہ بھی تو دہوا رہا ہے، یا کہ اس کو روک دینے اور قمر مست دہوا۔

مولانا مسعود میاں صاحب نے کہا میں کہ میں تو یہی سمجھا کہ یہ تو قمر حضرت قادیان صاحبہ رحمہ
اللہ ان کے شاگرد ہیں، اس لیے امتناع اس سے چوکے اور اسے جو مناسب نہیں سمجھا۔

آج کل اپنی بات یہ کہ رہنا خواہ وہ بات غلط ہی کیوں نہ ہو اور اپنے فسور کی
معافی مانگنے سے بچنے کے لیے اسے کہاں سمجھنا ایک عام طلاق بن کر ہے لیکن قادیان صاحبہ
مرحومہ کی عادت بالکل مختلف تھی، اگر ان پر اپنی غلطی واضح ہو جاتی تو اس سے رجوع بھی
فرماتے اور انہیں کسی کی دل جلانی ہوتی تو معافی مانگنے سے گریز نہ کرتے اور اس میں بڑے
پہچرے کی تخصیص میں نہ تھی سب کے ساتھ یکساں معاملہ تھا۔

بناب اقبال احمد انصاری صاحب اپنا اسی نوع کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔
”جب ہم نے شروع میں آپ کے پاس جانا شروع کیا تو ایک مرتبہ مجھے جی آم می کی وجہ
سے کسی بات کی کہ نہ آئی اور میں دھرت کے پاس پہنچا، ایک دن میرا کیا تو آپ
نے فرمایا کہ۔“

”یہی اقبال دھرت سے نہیں ہوا، کھل گیا بات ہے؟ ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے“

”یہ؟“ میں نے مسافہ مسافہ بات بتا دی (وہ بات اب مجھے یاد نہیں) حضرت قادری صاحب رحمہ اللہ نے فوراً فرما دیا کہ ”یہاں اگر میری اس بات سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں“ یہ صورت حال دیکھ کر میں تو زائد قطار دہانے لگا، آپ نے اپنی بات کی کوئی توجیہ بیان نہ فرمائی، بلکہ اچیں روہتے روہتے میرا ذہن بالکل صاف ہو گیا اور تمام اعتراضات تسوہی میں دھل گئے۔“

ایک روز تھا کہ قادری صاحب مرحوم کے پاس نہیں آئے جہاں کے بچے سواری کے طور پر سائیکل چلتی تھیں۔ اگر کہیں آنا چاہتا تو اسی پر آتے جاتے تھے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ آپ ایک طویل عرصہ تک دوسرے میں سائیکل کی پر تشریف لاتے رہے ہیں، کبھی ایسے بھی ہوتے تھا کہ آپ نے سبھی سائیکل پر کوئی اور بھی رفیق سفر بوند تھا، سائیکل کی سواری میں رفائقت کا معمول جناب اقبال صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”بچے نہیں سائیکل پر جاتے تھے تو میں پیسے ہاتھ دے کر سائیکل چلاتا تھا، اور آپ بیٹھتے تھے، وہی پر بھی میری کوشش نہیں ہوتی کہ سائیکل میں ہی چلاؤں تو زبردستی سائیکل خود ہی چلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر کام میں مساوات ہونی چاہیے۔“

موجودہ دور میں حالات کچھ اس طرح کے بن گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص معمولی سا لکھ پڑھ لیا ہے تو وہ گھریلو کام کا فن نہ اپننے کے لیے تجارت کا باعث سمجھتا ہے، لیکن اس کے برعکس قادری صاحب رحمہ اللہ سب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے، اور گھر کا معمولی سا معمولی کام کرنے میں جہالت تو کیا محسوس کرتے بچپن جاتے بھی نہیں تھے، سبز منڈی سے بڑی بڑی فیروزیابین بازار حریف سے دھڑی مرغی اور دال چائے لائے ہوں کھڑے آپ خود ہی لاتے تھے، گھر کی چار پائی بننے کے لیے ہات لے آتا اور پھر خود ہی چورپائی بناتے، آپ نے یہ معمولی بات بھی مسجد امن کی تعمیر میں آپ نہیں اٹھاتے، اسے چھتے اور مزدور کی مارج پر کام کرتے نہ لے کر فوراً رکھتے۔

اغرض! قادری صاحب مرحوم سادگی اور تواضع خود بھی اپناتے تھے اور علاوہ وہ متعلقین کو بھی

اس کی تاکید کرنے تھے، اس سلسلہ میں اکثر اکابر علماء دیوبند بالخصوص حضرت نانوتوی و حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے واقعات سنایا کرتے تھے، جن کو سن کر اکابر سے عقیدت کے ساتھ ساتھ ایک جوش اور دلدادہ پیدا ہوتا تھا کہ ہمیں بھی یہ چیزیں اپنائنی چاہیں۔

(ص ۱۳۲-۱۳۱)

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) ”کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ سے نفیالہا رہوں، اور میری اصلاح ہوتی رہے۔“
حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدد ہم آہنگ تہذیب میں تحریر فرماتے ہیں:

تو اضع برادری اور غنائیت نکاحیہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کا خدمت گزار سمجھا ہوا تھا۔ مدرسہ کے طلبہ کی تیاری کی خبر سننے تو ان کی نہ صرف ہمار پر ہی، بلکہ اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت کرتے، ایک نو مسلم طالب علم کی تمام ضروریات کی کفالت آپ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی وہ صاحب کچھ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے تھے۔ جب ان کے جی میں آتا میں مجلس میں آ کر انہی باتیں حضرت والا سے کہہ دیتا جو سننے والوں کو غصہ خانہ معلوم ہوتیں۔ دکان داروں سے قرض کر لیتے، اور پھر ”کر تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں ایک مرتبہ مجلس میں آئے وہ کہنے لگے کہ ”ہاں رہے جو بڑے لوٹ گئے ہیں اور بنوا رہے“ حضرت نے فرمایا کہ ”ابھی تو خریدا کر دیے تھے، تھوڑے سے نوٹے ہوئے، مہرمت کروادی جائے گی“ انہوں نے کہا ”میں مظلوم نہیں۔ آپ دیکھ لیجئے“ آپ نے فرمایا ”ماڈل کچیلوں“ اس پر انہوں نے کہا کہ ”وہ جس کمرے کے باہر آپ دیکھ لیجئے“ ان کے اس جواب پر حضرت والا مجلس سے اٹھ کر صوبہ میں باہر تشریف لائے، جہاں بہت سے جوتے رکھے تھے۔ چونکہ آپ کو ان کے جوتے کی پہچان نہیں تھی، اس لیے مختلف جوتے اٹھا اٹھا کر فرماتے رہے کہ ”یہ

تہمارے جوتے ہیں۔“ اور وہ صاحبِ اعداء ہی اعداء سے انکار کرتے رہے۔ بلا آخر جب دیر گزرتی تو حاضرین میں سے کسی نے صاحب بنے ان سے کہا کہ ”تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آگے بڑھ کر دکھاؤ۔“ اس پر انہوں نے اپنے جوتے دکھلائے اور حضرت نے مرحمت کے لیے پیسے دیئے۔ کسی نے ان صاحب کے بارے میں حضرت سے عرض کیا کہ یہ صاحب ایسی بے نیکی با تم کرتے رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی حضرت تو سب لوگ کہتے ہیں، کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ سنبھالنا نہ ہوں، اور میری اسان ہوئی رہے۔“ (تقریباً ۱۶۵ ص ۲۶۵)

(۲) ”لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے، اب دہوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔“

ایک مرتبہ حضرت مدرسہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک بڑے میاں اپنے مکان کے دروازے کے باہر چار پائی پر لیٹے ہوئے گرا رہے تھے۔ حضرت والدہ نے ان سے سلام کے بعد حال دریافت کیا، انہوں نے کمر میں درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا ”لا سیجے میں آپ کی کمر با دوں“ انہوں نے سختی سے نکار کیا، آپ اس وقت تو مدرسہ تشریف لے گئے، لیکن رات کو عشاء کے بعد پھر ان کے پاس پہنچ گئے، اور ان کی کمر پائی شروع کر دی، اور ان کی انتظار پر فرمایا کہ صبح کو دوسرے بھڑات بھی موجود تھے۔ آپ ان سے شرماتے ہوئے گئے، لیکن اسات کوئی نہیں ہے، اب دہوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے اسلامی تعلق کا اثر ہونے کے بعد آپ پر مخلوقِ خدا پر شفقت کا ایک خاص حال اس درجہ ظاہری ہوا کہ انسان تو انسان کسی جانور اور کبوتر کو زدن کے ساتھ لپی زنت سے کوئی کوئی تکلیف پہنچانا بے حد شرع گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ موذی حشرات الارض کو بھی اپنے ہاتھ سے مارنے پر قہر نہ ہوا، حتیٰ کہ جنس انھیں کا جانوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو وہ انسانوں کی تکلیف کا کس درجہ خیال رکھے گا؟ اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (ایضاً ص ۲۶۶)

(۳) حضرت کی ایک اہم بدعت: "صحبت میں خوشیوں کو مانا جائے۔"

آپؐ سے اس کا زلفی شیعہ حمزہ یثربی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت والا دامت برکاتہم نے ابتدا میں میں (سوانح دیہات کی) جہالت تحریر فرماتے ہوئے جواب میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ "امیہ ہے کہ مخلوط ضرور تھا"۔ یہ نیز سوانح کی ترتیب کے ذریعے میں اکثر پیشتر حضرت والا اس کی تاکید فرماتے رہے کہ خوشیوں کو مانا جائے اور شہادت کی اجازت مہتمم فرماتے ہوئے بھی تاکید فرمائی کہ خداوند کثرت میں مخلوط ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ درجہ ۲۲۲ جہان ۱۳۱۲ھ میں امرات کے ان دن جبے کے قریب مذکور حدیث مذمت ہو اور یافتہ فرماید کہ آپؐ کیا مر رہے ہیں؟ ہندوؤں کے غرض یہ حضرت والا کے جو حالات دریافت کیے تھے انہیں کوئی شبہ کے ساتھ کھڑے نہ ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا: "یہ تحریک ہے کہ آپؐ محبت میں لکھ رہے ہیں مگر مخلوط تو ملالی ہو گا نہیں اور مخلوط نہیں چاہیے اور کچھ اندھونی فرماتے ہیں لا تعلقو علی عیسکم ("اپنے دین میں حد سے مت لگنا۔" سورۃ انعام آیت ۱۱۰)۔ ادب دین میں مخلوط کیا گیا ہے تو کسی سے حارث نے بیان میں تھا کہ یہ "یہ میں تو دین ہی کا قصد ہے اور ارشاد فرمایا کہ مخلوط میں بعض لوگ کچھ کچھ دیتے ہیں کوئی "اقتب" لکھ دیتا ہے، کوئی "فوت" لکھ دیتا ہے، کوئی "شیخ" لکھ دیتا ہے، کوئی "خافض" لکھ دیتا ہے، میں سب کو کاشہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس سے میری شہادت منسوب ہوتی ہے ہاں کوئی حاجی لکھ دیتا ہے تو میں بھرتا ہوں۔ ائمہ بدعت تو یہ ہیں۔ اور فرمایا "شیخ" است "اقتب" میرے ساتھ حضرت یثربی "ہو ائمہ صاحب دامت برکاتہم علیہم (سب علم و حاجت کا دیا ہوا ہے کسی شکر و کا دیا ہوا لقب ہو گا تو میں اس کو بھی کاشہ دیتا ہوں)۔" (جہان ۱۳۱۲ ص ۲۲۲)

(۴) ایک دیہاتی قالین پر آکر بیٹھ گیا۔

حضرت والاؑ میں تو نفع و عجز و انحصار کی عینک و مہر نہتہ کا یہ حال ہے کہ بائیں

اس وقت رفیع الدین فرمیدے: اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہر شخص سے اپنے آپ کو رانی
 لیں فرماتے ہیں اور نہایت تاکید کے ساتھ اس کی نصیحت فرماتے ہیں، چند نچوڑا لیا کر
 ”دوسرا شخص دینی و دنیوی مشیت سے غواہ سمجھتے ہی کہ وہ بے کا ہو گئی بھی اس پر حقارت کی
 نصرت نہ اور بعد ازاں غواہ سمجھتے ہی دینی و دنیوی اعتبار سے کمالات سے نوازا دین بھی اپنے پر
 فخر نہ ہو، سب اس کا فتنہ و لغام ہے“

۴۰۰۔ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ بروز جمعرات چونکہ مجلس نہیں تھی اس دن مجلس نہ ہو نہ
 عموم کی دیر کے لیے عذر کی کیا جازات ہے، چند نچوڑا لیا، عذر نہ دیا، واقعہ دیکھ کر ایک
 باطن فریب اور یہائی ان پر نہ آئی، اسے کچھ بڑے والا حضرت دانا کے قافلین پر در پھولے
 ، اے قلیوں سے نیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے، حضرت دانا اپنی جگہ طہیثان سے اناک
 تحریر فرما رہے ہیں اس دیر بانی سے کچھ نہیں فرمایا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، جہاں اور
 وقت بیٹھے ہیں وہاں کیوں نہیں بیٹھے، اے کسی قسم کی ناگوار کی کا اکتاہ فرمایا، حاضرین کو ناگوار
 نہ رہا، حاضر حضرت دانا کے سامنے ہی کو کچھ کہنے کی جرات نہیں تھی، حضرت دانا طہیثان
 سے کچھ دیر تک ڈاک تحریر فرماتے رہے، وہ دیر بانی شخص پر ایذا قائلین پر میض رہا۔ ایک دفعہ کو
 پورا کرنے کے بعد حسب عادت دریافت فرمایا: کیسے آ رہا؟ اس نے اپنی بات عرض کی
 حضرت دانا نے کرنے کے بعد حسب عادت دریافت فرمایا: کیسے آ رہا؟ اس نے اپنی بات
 عرض کی حضرت دانا نے اسے حسب عادت شریف اس کی پوری بات سنی، دونوں میں اور
 مصافحہ کے بعد اس کو راحت فرمایا۔

اس واقعہ سے حضرت دانا کو واقع اور کمر نفس و جاہیت عہدیت کی شان ظاہر ہے
 یہ حضرات اعلیٰ نہ اپنے آپ کو، کل مٹانے دوئے ہیں۔ (ص ۴۱)

(۵) دوران مجلس بحثی سے بات کرنے کا واقعہ۔

حضرت دانا ۱۰۰۰ صحت کا تحکم کی ایک مرتبہ برآمد سے میں مجلس ہوا دینی تھی دوران
 مجلس ایک بحثی آ رہا، اس نے کہا کہ مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنی ہے، حضرت

والا نے دوران مجلس علی اس کی یہ بات سن کر اٹھنا چاہا تو بھائی جان نے نلکا (حضرت دہرہ) کے اکلوتے فرزند برجندہ حضرت مولانا محمد صفی اللہ صاحب زید مجدہم مراد میں گئے جو ہمیں میں موجود تھے فرمایا کہ کنگی ہے۔ یہیں رہتا ہے، ہمیں کے بعد بات کریں گا۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا: ”اچھا بھائی اقصویٰ دیر میں بات چوری کرنے آپ کی بات میں نوس کا“۔ حضرت والا کا یہ جواب سن کر شاید دو شخصیں صدر ورازا سے ٹکے کپ ہو گئے اور چند منٹ میں واپس آ کر دوران مجلس ہی پھر کھڑے ہوئے۔ حضرت اچھے آپ سے تہنائی میں کلمہ بات کرنی ہے۔ حضرت والا یہ سن کر اٹھے اور نیچے اتر کر غائب ہو گئے بھی نہیں پہنے اور ہا کر وں کی بات سنی۔

اس کی تہنائی کی بات یہ تھی کہ میں قصباتی میونسپل کمیٹی میں ملازم سے چاہتا ہوں حضرت والا سندھ کی خدمت میں۔ اس پر حضرت والا نے جواب دیا بھائی جان۔ اس کی میری ذات بھی نہیں ہے اور ان سے یہ واقعہ بھی نہیں ہے۔ اس میں دعا کرتا ہوں خدا اُمہ سے تمہارا کام ہو جائے۔“

اس واقعہ سے حضرت والا راستہ پر کا تھمائی عادت و وجہ توجہ طبع ہے کہ دوران مجلس آپ نے اس کی بات سنی اور یہ فراموشی کے باوجود اس کی توجہ دینے بعد بات ختم کر کے تین فی بات سنو کہ وہ پچھ آیا اس پر بھی ۷۔ اسکی کا اظہار نہیں فرمایا کہ اتنی جلدی کیوں آئی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ اس میں تہنائی کی کیا بات تھی، مخاطبات نے یہ لہنا تھا تو سب کے سامنے بھی کہہ نہ سکتا تھا۔

اس میں بہت ہے کہ ایسے موقع پر خلاف طبع بات برداشت کی ہوئے اور خدا کی مخلوق کی طرف سے بھی بھلی مطالبہ پرستی اور ایذا رسانی کی بات پیش آجئے تو مراد یہی ہے کہ سب سے ان کی راحت و رسانی اور مصائب برداری کی ہوئے۔ (۱۰۰)

(۶) ”میں تم سے معافی مانگنے کے لئے آیا ہوں۔“

ایک مرتبہ کسی نے حضرت والا سے یہ کہہ دیا کہ بھائی جان نے رشید احمد خاں علی

اگر جب کتاب ہمارے چشمہ کھل دیا ہے، اس سے لڑائی کی ہے، دو پہر کے وقت مری گئے
 وہ مریں ہم گھر لیجئے ہوئے تھے کسی نے کھڑی بھالی، ہم نے دروازہ کھولا تو دیکھا اندر سے
 وہ آتش بیک لہ رہی تھیں زبردست مسجد حضرت والا کے مکان سے کافی فاصلے پر ہے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ ”مجھے معلوم ہوا کہ بھالی جان نے تم سے جھگڑائی ہے، میں اس کی
 تم سے دعا کی، تمہارے لئے قیام دیوں“۔ بعد ازاں عرض کیا کہ حضرت! ہماری تو ایسی کوئی
 لڑائی نہیں ہوئی۔ اس پر بھی حضرت والا نے بار بار معاف کرنے کے لیے فرمایا۔

اس واقعہ سے جہاں آئینہ ظاہر ہے وہیں یہ بھی بتیلا کرتا ہے متعلقین میں سے
 بھی اگر کسی کی زیادتی معلوم ہو تو وہ بار بار اس کی جانب سے معافی مانگ لینی چاہیے۔

(۳۴)

(۷) سراپا بجز انحرار۔

تواضع کی وجہ سے اس کی مجلس میں بھی تخت یا چوک کی تعمیر یا نشست کسی فرشتے
 بلکہ ہا معلوم نہ کی وغیرہ نہ جانتے ہیں۔ جب مجلس ختم ہونے میں بعد نماز جمعہ شریف رات میں تو
 کوئی زمین سے جڑے ہوئے درخت ہیں ان کی ٹانگوں میں زبردستی ٹھس قرار دے کر وہ
 زبردستی اور سادہ دھاری پر معاف نہیں رکھتے ہیں۔ یہ بھی کوئی شخص غلام شرب سورت لیے
 ہوئے ہو بھی اس کو تہیہ کی نظر سے نہیں دیکھتے، شفقت اور اسعدان کی نعرہ فرماتے ہیں، یہ بھی
 اپنی تعریف و توجہ سے نہ لیں، انہیں تو غم نہیں ہونے دیتے۔

ایک مرتبہ ہم نے مجلس شریفہ کا مقدمہ لکھا تو سن کر فرمایا کہ ”یہ سب آپ کی
 محبت کی وجہ سے ہے، اسے کوئی سے محبت ہو کر کرتی ہے، اور میں سمجھتا ہوں“۔

حضرت والا کی یہ محبت شریف ہے کہ آپ اپنے کام کے لیے بھی کسی دوسرے
 اپنے دوسرے کو بھی ان کی خدمت میں فرماتے کہ فلاں کام کر دو، مثلاً اپنی زوجہ بزرگوار سے ہیں
 کہ ”مجھے یہ سب کچھ بتیلا ہے، اسی طرح زراعت سے چلے جانے کے بعد نکل چلی تھی تو انہیں معلوم
 ہوا صاحب سے فرمایا کہ ”مشین چلنے چوہے“۔ یہ نہیں فرمایا کہ ”تورنٹر“ (جلی گئے ہیں) بلکہ

دیسا۔ اسی طرح آخر حضرت والا کے پاس کچھ حضرات بیٹھے اور پیشاب کا اتفاق ہوا تو چائے یہ فرماتے کہ کہ پیشاب کے سنے جانا ہوں، یہ فرماتے ہیں کہ ”امہارت ہو تو پیشاب کر آؤں“۔ (ص ۳۳)

حضرت مولانا محمد مکی بہادر ننگری (ظیفیر مجاز حضرت شاہ عبد القادر رانی پوری رحمہ اللہ) کی تواضع و انکساری:-

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندر باوجود علم و عمل تہذیب و تقویٰ کے حدود و جہ تواضع تھی۔ اپنے سے بڑوں کے ساتھ بڑوں جیسا معاملہ کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ برابر والوں کا سا سلوک فرماتے، اہل علم کے علم کا اعتراف کرتے اور ان کی قدر کرتے بڑی عزت و احترام کا معاملہ فرماتے خصوصاً ان لاموں سے جن کا حضرت رانی پوری رحمہ اللہ سے کسی بھی درجہ کا تعلق نہ تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کو باوجود اپنے عظم و فضل کے کسی عالم سے استفادہ میں تیار نہیں تھا۔ بار بار ایسا ہوتا کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا مگر مجلس میں کوئی عالم موجود نہ ہوتے تو ان کو مخاطب کر کے فرماتے کہ مولانا صاحب! یہ مسئلہ کیسے ہے، ان کو بتلاؤ، جب تصوف کی کوئی بات یا کتب بیان فرماتے تو عموماً غصہ و سانس بھر کر فرماتے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہوں، یہ سب میرے حضرت رانی پوری رحمہ اللہ کے جوتوں کا صدقہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

میں نے بار بار اسنا کہ بیعت کرتے ہوئے آخر میں فرماتے: ”کہو میں نے بیعت کی حضرت راستہ چوری، جنت اللہ کے سلسلہ میں کمر تکی کے ہاتھ پڑ“

حضرت رحمۃ اللہ میں تواضع کو کٹ کٹ کر بھری ہوئی تھی، بزرگوں آدمی آپ سے بیعت تھے مگر آپ کا انداز معروف پیروں جیسا نہیں تھا، ہدایت و رہنمائی کے لئے آپ کے پاس مختلف قسم کے لوگ آتے رہتے، آپ ان سب کو حسب حال ہدایت و رہنمائی فرماتے تھے، آپ پر خوراکوں، عالم و ذلیل اور امیر و غریب سب سے نیابت خند و پیشانی اور

بجز انکسار سے پیش آنے اور نہایت توجہ سے مزاج پر ہی فرماتے ابھی اپنے کثیف و حالہ سے کاٹ کر نہ فرماتے۔

آپ جس شریعت کا کامل نمونہ اور طریقت کے اسرار و علم کے بے مثال نمونہ تھے آپ میں ہنڈے ہال اور سادگی بدرجہ اتم تھیں۔

خانقاہ راجہ رائے پور شریف کی اہم خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت جو دوسرے زمرہ اند میں بدرجہ اتم و کمال موجود تھی وہ تواضع و انکسار کی تھی۔

(سوانح بیعت حضرت مولانا محمد علی بہاؤ شاہی رسراندیس ۱۹۸)

فقیر العصر مولانا مفتی بیگل احمد تھانوی رحمہ اللہ کے واقعات :-

(۱) حضرت مفتی صاحب تواضع اور خود داری کا نمونہ تھے :-

حضرت القاسم مفتی بھڑا، شریف صاحبہ زید محمد علم تحریر فرماتے ہیں

حضرت مفتی صاحب بہت تواضع و غریب الخواص ہونے کیساتھ امتحانی درجہ کے خود دار تھے، ہمیشہ غریب و خجرا کی طرح زندگی گزارتی لیکن خود داری اور استغناء کا دعویٰ نہ تھا کہ اگر کسی شخص کی طرف سے ذرائع یا پروسی اور بے عندی دیکھتے تو اس کے ساتھ دینی استغناء کا حامد کرتے اس تواضع اور خود داری بلکہ ان دونوں باتوں سے بھی بڑھ کر فرائض کا مالہ اور ثواب عند اللہ کے ٹھہرے جذبات کے تحت غیروں نے اس بات کی بھی کوشش نہیں کی کہ اس کے کھے ہوئے قادی کا روناؤ تو تم کیا چائے اور محفوظ ہوتے بیٹھ جائیں اسے مفتی صاحب کی تواضع نہیں یا اور اب مدرسہ مفتی کے جامعہ اشرفیہ میں حضرت مفتی صاحب کے قادی کا معاملہ کوئی ریکارڈ نہیں رکھا ہے اور اب جو مفتی صاحب کے قادی کا جمع کرنے کی خواہش رکھتے ہیں ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ مختلف ذرائع سے ان قادی کو منفرد اشخاص اور مختلف مسائل سے حاصل کر لیں۔ البتہ حضرت مفتی صاحب نے کچھ عرصہ دارالعلوم الاحمدیہ لاہور میں افتاء کی خدمت انجام دی تو اس زمانہ کے قادی ایک راز میں محفوظ ہیں۔

(۲) فتویٰ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ پر اعتماد۔

حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب فتویٰ کے بانی و سربراہ تھے اور دہلاہر سے جو مسئلہ لکھا جاتا تھا قری فیصلہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں ہوتا تھا۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ مسائل اور احادیث میں بھی اپنے آپ سے فتویٰ لینے کے بجائے اس قسم کے معاملات میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کو رجوع کرتے اور جو جواب آتا اس پر عمل فرماتے (یہ حضرت مفتی صاحب کی یہ نفس دین میں احتیاط اور اپنے اکابر پر اعتماد کی ایک اونی مثال ہے۔)

جب حضرت مفتی شفیع صاحبؒ رحمۃ اللہ کا انتقال ہو تو چارے ملک بلکہ پورے عالم اسلام میں اس سانحہ کو محسوس کیا گیا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حادثہ کی خاص تکلیف محسوس کی۔ ان دنوں میں احقر کی موجودگی میں آئے۔ صاحب نے حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ کے سامنے اپنے اعتراضات کا اکر کیا کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کچھ بر تو سنے رہے پھر ایک خاص کیفیت میں فرمایا: ”تہارا کیا نقصان ہوا؟ تمہیں کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو؟ ہم سے معلوم کر لینا۔ نقصان تو ہمارا ہوا ہے۔ ہمیں اب مسئلہ معلوم کرنا ہو گا تو کس سے معلوم کریں گے؟“

(مر ۵۳)

(۳) مسکنت اور بے نفسی۔

حضرت مفتی محمود اشرف صاحبؒ نے مجدد مہم بنی تحریر فرماتے ہیں:

لقد توالی جل شانہ نے احقر کو کھنص ہے فقل و کرہ خامس سے اولیو اللہ وراپنے زمانہ کے اکابر علماء کی خدمت میں تو بہت ماضی اور صحبت سے جدا استحقاقی نواز اور حضرت

تشریف لائے اور جس کے ذرا بونٹوں و ٹیس جاتے۔ آپ پرانے کپڑے۔ ٹکے ہونے میں چند
 ٹکے ان کے پاس ہوتے چنگے۔ یہ وہاں کا کرایہ اور کرتے۔ شدید گرمی کے زمانہ میں وہ
 ماز کی دو پیر داوا تھا، جس میں اندازے۔ ایسی گرمی میں چند شیروں کا ہر طرف بٹکوا کر ایک پرانے
 تھرماس میں وہ ہر طرف رکھتے اس تھرماس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر رکالتے۔ آپ اپنے کنوڑوں میں
 پانی بھری کر اس بخندے کے ساتھ پانی کا گھونٹ گھونٹ پی کر شرم کرتے یہ انہوں کی سب سے
 بڑی ”عمیاتی“ تھی جس کے وہ جانتے تھے۔ رات چوہے پر وہ سو رہی چیزوں کی انہیں کوئی
 خاص رغبت نہ تھی۔ مگر ان کے بعد جس نے ذرا یہاں داکوں کو روانہ ہوتا کبھی کبھار کوئی
 صاحب اسکوٹ پر حملت کوئی زبان۔ بات تو مشقت چوکم نہ پہنچی۔ آخر حیات میں
 صرف ڈاؤن ہو کر آیا تو وہ شریفانہ نظریں کے حملت رحمت اللہ علیہ کو دے اور اسے
 چوہے کے لئے ہر سہ کی کار کا بندوبست کر دیا جو حضرت امت اللہ علیہ کو لاتی اور اسے چلاتی
 دیکھتے بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مشقت ختم ہوئی

ابتداءً زمرہ میں حضرت کے ذرائع آمدنی نہ ہونے کے برابر تھے۔ سچے بھی زیر تعلیم تھے
 اس لئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا باقوت تک رہا۔ لہذا بعد میں صاحب ڈاکان ماشاء اللہ
 اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے تو وسعت ہو گئی۔

آخر حیات میں فرماتے کہ ”مجھے زمرہ کی بھرپور خواہش رہی کہ میں شامی کا ایک نمونہ ذاتی طور پر
 اپنے لئے خریدوں۔ اس کی اس طرح جسد بند کی کراؤں کہ ہر منٹ کے بعد ایک منٹ سفید کاغذ کا
 لکنا ہو۔ پھر ہر مسئلہ سے متعلق شامی کے ۱۱۰۰ دوسری کتابوں میں جو کچھ ہو وہ شامی کے
 سامنے کے سامنے نقل کروں تاکہ اس مسئلہ سے متعلق تمام پہلو ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ مگر
 افسوس کہ زمرہ کی بھراؤ پیسے نہ ہوئے کہ اپنی شامی خرید سکیں پھر فرمایا کہ اب محمد اللہ
 وسعت ہو گئی ہے مگر رحمت ہی ختم ہو گئی ہے۔“

(ص ۵۳۸)

مفتی اعظم حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹوکی رحمۃ اللہ کی قدسیت :

سال ۱۴۰۲ھ کو محمد حبیب اللہ علیہ رحمۃ اللہ آپ کے تہ کرہ میں تشریف فرماتے ہیں :

حضرت مفتی صاحب شروع ہی سے تہذیبِ سادہ و مزاج اور اصولی منش تھے۔ دیکھئے! ان کی وضعِ قلع اور لکچر یہ اندازِ شصت کر تکہ قلم کی بیات ہے۔ عمارتِ عظیم اتنی، تن گلیں القدر محدث دور سے بلند۔ پاپیہ صاحبِ نسبت ہیں۔ اللہ والوں کی مکی شان ہوئی ہے۔ جو بھٹ بڑا اور اونچی مرتبہ رحمت ہے وہ اپنے آپ کو، حق قدر کچھ نہ ہے اور سدا درگھا ہے پتھر جتنا بڑی دہ بھڑائی ہوگا۔ ان کی نیچے کی صرف نہ کے کا نور غبار و یخ ہکا دو چھو ہوا ہوگا اتنا۔ یہی طرف ہے نہ کہ یہی خاص مفتی صاحب مومبہا جمی تھا۔ تو انصاف میں نہ کہ اپنے ہوئے تھے۔ ہمارے شیخ مربی اور اسرارِ اعلیٰ حضرت مولانا شہید، عظیم بڑا، جو ویلوی رحمت اللہ علیہ ایک شہر پر سو کمرے تھے۔

نامتھ کاٹل بقدریکھ لو کومبہا جمی سے

کہ بہاری فیسر بھی ہے اور چھٹی ہاتی ہے گردن بھی

یہی حال حضرت مفتی صاحب کا بھی تھا کہ ایک طرف تو فقہ و حدیث کے پیمانہ، ادب عربی اور کھرم کے بحرِ غارِ یمن کا موم و تیموتو ایک سیدھے بھولے بھولے انسان، غمی، دیٹ میں حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ علیہ کے سامنے بڑا عجیب نکات پران کر تے دیکھا۔

(مفتی عظیم چائین حضرت مولانا مفتی انی حسن فوگمی رحمہ اللہ ص ۸)

حافظ القرآن و اندریٹ حضرت مولانا محمد عبداللہ در خواستی رحمہ اللہ کے واقعات :

(۱) ”تم لوگ مجھ سے بدرجہا بہتر ہو، میں تو بدی کا پتلا ہوں“

آپ سے فرزند و جرنہ حضرت مولانا فحیم الرحمن صاحبہ زید محمد خرم خرم فرماتے

ہیں :

مفتی صاحب اللہ علیہ والہ وسلم کو راستے میں ایک بڑھیا روک کر اپنے سناٹے منانی بہتی۔ جسٹر، علی اللہ علیہ والہ وسلم بڑی آدھن و انکساری سے اس بڑھیا کی باتیں غور سے سنتے رہتے پھر سے پوچھی جانے آہا، اسی طرح حضرت در خواستی رحمت اللہ علیہ بھی انتہائی

مفسر القرآن جیسے۔ اپنی تقریر سے تو بالکل پسند نہ فرماتے۔ دورانِ قضا پر ان کوئی حضرت رحمت اللہ علیہ نے یہ کام کاغذ لکھا تو نہ راض نہ ہوتے۔ دو پہر کے وقت میدان میں بغیر حقیر کے کسی نہالی چٹائی پر قیلولہ فرماتے۔ حضرت رحمت اللہ علیہ نے خود کو کبھی بھی دوسروں سے برا نہیں سمجھا۔ ہم مخالفین سے فرما۔ تم کو ایک مجھ سے بدتر جہاں بہتر ہو۔ میں قربانی کا قتل ہوں۔ یہ جو داس کے کہ ۱۲ سال کے عرصے میں محمد تک جو حقیقت عالم اسلام و انسان کے امیر رہے مگر ہمیشہ خود کو آگے لانے کی بجائے اپنے ماتحت علماء کو بحیثیت ایلچہ یعنی کہ امینِ عرصہ میں جن جن حضرت نے بھی حضرت در خواستی نہ تھی اندلیہ کے ماتحت ماحول عمومی کے عہدے پر کام کیا۔ اپنے اپنے دور میں پوری دنیا میں شہرت انکا مقدر بنی۔ انہیں نہ فکارت و مصونیت کو دیکھ کر حضرت در خواستی کے پالنے۔ لیکن فرمایا میں نیالی فرط جذبات میں پکارا لیجئے۔

ہو مومن پہ حق کی بات ہے دل محمد قمر حق

ان کی فکر و فکر میں ہے پیغامِ حق

انسان کی عقل میں کس اور اتنی کو نیچ

کھولنا نہ کھول کی حضرت در خواستی کو نیچ

خدا ہوں آپ کی کس کس اور پر

اور میں ہیں کھول اور دل بہتہ بہ ایک

(ماہنامہ انوارِ احقرآن "حافظہ اللہ یت لمبر" ص ۳۵۳)

(۲) "زندگی میں ہم نے کیا کئی کیا ہے جو آپ ہمارے حالات سمجھتے

ہیں؟"

آپ نے ان سے ملحق علیہ السلام میں پوری مدد جب ذیہ محمد محمد پر فرماتے ہیں

تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا کہ مولانا قاری فیض الرحمن صاحب مدظل جو کہ حضرت کے

اعلیٰ حوالہ و سہ سے ہیں اپنی سب مشاہیر علماء میں لکھتے ہیں کہ:

"میں نے آپ کا سوا کچھ نہ دیکھا لیکن بہت کوشش میں صرف آپ نے یہ فرمایا کہ

زندگی میں ہم سے پہلے یہ پہنچا ہے کہ آپ کے حالات لکھتے ہیں، انکار نہ دیا دیا
(ایضاً ص ۳۳۳)

(۳) ”ذرا پہلے کر بہن بچانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔“

مولانا عرفیہ لائق تھائی (دارالعلوم حلقہ)، آواز و تحفہ، تحریر فرماتے ہیں
جزوا انکساری آپ رحمت اللہ علیہ یہ سنا کوٹ کوٹ کر بکری ہوئی تھی تو بھٹ ان کی نصرت تھی۔ بڑا
دعوتی اور منصب و مقام پر اتر پڑا ہے۔ آپ اور سقا پر تھی۔ دارالعلوم حلقہ کی سرپرستی، جمعیت
علماء اسلام کی امارت، تحریک حقارت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک انکساری اور دیگر
میسوں اتحاد ایک کی قیادت، حضرت سید محمد رفیع اللہ رحمت اللہ علیہ پر ہے۔ علم میں ہے
مکمل محبہ دہیت کی بلند ترین مثال پر پہنچنے۔ وہ جو وہ اپنی زندگی میں آخر دم تک بہ مختلف
اور سادہ رہے۔ اپنے مقاصد پر پہنچنے کے لئے کوششیں کرتے رہے۔

... ذرا پہلے کر بہن بچانا یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔

حضرت خواجہ رحمت اللہ علیہ اپنے بلند مقامات پر پہنچے لیکن ان کی بات ہے چہت میں فرق
آیا نہ وضع اور لباس میں اور ان کی اور چیز میں سوائے اس کے کہ تواضع ہی تھی، الکابیت اور
تحلیل الی اللہ کی کیفیت، روز افزوں تھیں، حضرت درود خواجہ رحمت اللہ علیہ کو ایک نظر دیکھ کر ادا
روزانہ اللہ کی کیفیت ظاہر ہو جاتی تھی۔ (ایضاً ص ۳۳۳)

حضرت مولانا محمد رضا جمپیری رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) دارالعلوم
اشرفیہ راندیر کجرات کی للہیت و تواضع:

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر احمد صاحب آبا دہی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد قمر
رحمۃ اللہ علیہ) آبا دہی رحمہ اللہ (آپ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا نے زندگی کے اکثر دور میں امامت فرمائی ہے مگر بھی امامت کی تنخواہ نہیں
لی اور مسجد میں امامت کے علاوہ اس کی صفائی، سترائی کا خود ہی اہتمام فرماتے۔ بلکہ خوش
اور نایاں ٹوٹو صاف کمرے، تنخواہ کا شدت سے انکار فرماتے اور فرماتے کہ اس میں تو میرا

کھاندہ ہے کہ مسجد میں رہنے سے نماز خوب پابندی سے ادا ہو سکتی ہے۔

مولانا مودودیؒ یونانی اور انگریزوں سے کوسوں دور تھے، دوسروں کی ادنیٰ تکلیف کا خیال فرماتے، معاملات میں مداخلت میں دوسروں کی راحت و سہولت کا مدد و رجحان تمام فرماتے۔ مگر ان کے حوالوں کی علامت پر مبنی ٹرنے میں ہماری تائید و نفقت سے کام لیتے اور جملہ سے جملہ پر اثر مادیات آنے والے کی تواسیع اور آرام خود فرماتے۔ چنانچہ بہت خود بخود پیش کرتے۔

مولانا اپنے قول و فعل میں کسی کوتاہی یا عجز یا پندہ فرماتے، وہی وجہ سے اپنا کام خود انجام دیتے اور تمام دلیہ و نہ رکھتے تھے۔ چاہے اپنی سعادت و خوش نصیبی سمجھتے۔ اگر مولانا کوئی خدمت نہیں یہ فرماتے، لیکن مفرد ہنرمندوں سے کام نہ لیتے اور فرماتے ان چیزوں کو انہیں تکلیف دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت و قوت دی ہے یہ یوں دوسروں کا آؤں بہ وقت مناسب رہے۔

دوسروں کو بھی نصیحت فرماتے کہ اپنا کام خود کیا کرو، بازار سے سود و صلف خود میرا فرماتے، راستہ میں کوئی بوجھ لینا چاہتا تو ہرگز کوادانہ فرماتے۔ کمرہ میں جھانڈو دینا اور من گھڑی میں صفائی کرنا دیکھنا ان کے سامنے خود جھانڈو لگ لینا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔ تواسیع و بلہ نفسی کا یہ حال تھا کہ وہ لگا ہوں کے سامنے ظاہر کے بہتر یہب جوئے پڑنے سے نہ تو اپنی چھڑی سے سب کو بہتر یہب رکھ دیتے۔ اور فرماتے کہ جو جوتے راستہ سے بچھ میں مت جا کر کرو۔ انہیں ترتیب سے رکھ کر وہ کسی کی ٹھوکر تک جائے تو کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔

مولانا نے ہم سے زمانہ میں بھی کسی طلب علم سے خدمت لینے کو پیش نہیں کیا، مگر وہی سے قبل کہنا خود اپنے اپنے ہاتھ سے بچا کر کھاتے۔ ہفت میں ایک روز بچا لیتے اور سات دن تک اسی کو گرم کر کے کھاتے رہتے۔ سلیقہ اور حفاظت سے بچا ہوا کھا رہتے تھے کہ فرما رہے تھے۔

(اقوال مصلحہ حصہ ششم ص ۱۸۶)

دعوت و تبلیغ کے حلقہ سے جی ٹالٹ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کا
نمبر بلوئی رحمہ اللہ نے واقعات:

(۱) حق حیت پر مبنی نئی سب ارشاد

دعوت و تبلیغ میں نہ لڑتے ہوتے کے عالمی امیر منتخب ہونے کے موقع پر خواہ مخواہ
مولانا انعام الحسن صاحب اپنی نگاہ میں کیا تاثیرات و وقعت حق و حقیقت و تواضع کے اس
بندہ میں سرچاڑتے تھے۔ اس دور کے لئے وہ اپنی اہمیت و کثرت مانی سمجھتے تھے؟ اس کا اندازہ
یوں ہی غالباً صاحب صحیفہ (حیات) نے بیان کر دیا اس واقعہ سے لایا جا سکتا ہے سمجھتے ہیں
کہ:

حضرت مولانا محمد یحیٰ علیہ السلام کے سفر پاکستان میں انتقال سے چند دن قبل رائے ونڈ
کے اجتماع کے درمیانی میں مولانا محمد یوسف صاحب تامل میوات کے حلقہ میں گئے تو نے
تھے اچھا لگے تھے حضرت مولانا علی محمد صاحب حیدر آبادی، حضرت مولانا محمد صاحب
مور، بندہ حاضر تھے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے پاس قیام کا وہ پڑھتے دے گئے تھے۔ اس
وقت میں مولانا محمد صاحب نے خالی ادا کرتے ہیں قصور و غلوں میں حضرت مولانا
میں قیام کیا یہ مافی السجود پر تھے رہتے تھے۔ چنانچہ وہ چلا گیا، کھانا پکھوانے دے گئے تھے
تھے کہ مولانا محمد صاحب حیدر آبادی نے عرض کیا کہ حضرت! کام بڑھ رہا
ہے۔ ہر جگہ کام کی لڑائی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس کی ضرورت محسوس ہو رہی
ہے۔ کہ طلب کے اہم شعبوں کے مآثر ہیں، چھوڑ دینا چاہیے۔ چھوڑ دینا چاہیے کہ ان کی ایک
نہایت بڑی اور بڑی سی ہے۔ یہ جو نظریات کے ساتھ، دو زبان کام کا جائزہ دیا جائے۔
اس عالمی دعوت سے نچھاورا، اصول کا نہ کرو کام کرنے والوں کے ارمیوں میں چائے کام
کرنے والوں میں نہ ملتا۔ کوئی چاہیں۔ ان کا خوب بڑا کمرہ ہوتا کہ کام کرنے والوں
کے سامنے اعلیٰ منزل رہے۔ تو حضرت مولانا یوسف صاحب تو اپنی سب سے بڑی صلاحیتوں کی
جگہ سے یہ دور و دراز میں سے اکابر ائمہ جناب کے ساتھ ایک نہ عت کا دور و دور رہے اور ہم

بھی چاہئے کہ ہر نام ہوں تو میرے نفع کی امید ہے۔ یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ”بھائی جمیل! تم نے تو بہت آگے کی بات کہہ لی۔ میں تو اپنے دور میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ باہمدانی مسجد میں مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ سفر اور مسافر میں مصروف ہوئے ہیں۔ انہی طبیعت پر شدت سے یہ قاضی ہوتا ہے کہ خاموشی سے بیٹھ کر پیش کیا جائے کہ کیا میرا پتہ نہ پوچھ لیں؟ لیکن پھر مولوی صاحب (مولانا محمد یوسف) انہی کی بات سے کہیں گے کہ برصغیر کی رفاقت تھی یہ اساتذہ تھوڑے دنوں میں جو سبق آموز لے جاتا ہوں“۔ حضرت مولانا نے یہ بات اسی کامل فطانت، عاجزانہ اور تواضع کے جذب کے ساتھ فرمائی کہ ہر صاحب پر لکھا یہ طرز ہو گیا اور مولانا محمد عمر صاحب پر تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس کا چہرہ بدن ہلکا ہوا اور پھر اس کا کل فطانت کا نتیجہ اٹھانے کو یہ یاد کیا کہ صرف تیرے روز گزارنے کے بعد ہی حضرت امارت کے منصب پر طائر ہوئے۔

منظور آدم علی رحمہ اللہ علیہ و سلمہ کا ارشاد فراموش نہیں ہے۔ سن تو آئیں قدر اٹھانے۔

(حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الحسن کا ندھلوی رحمہ اللہ، جلد ۱، ص ۳۸۰)

”قرآن پا لے یہ دیکھ کر کہ موت میری آنکھوں میں آج ہے۔ میں نے بندہ نے اسی وقت ہاتھ اٹھ کر دعا کی اور حضرت اسی نے اس پر ”سین گئی“ پھر بندہ نے کہا کہ حضرت! میرے لئے بھی آگے دیکھ کر دعا کی فرمایا کہ ”یاد رہے“

(۲) ”ہمیں بولنے بھی نہیں آیا“

حضرت مولانا محمد احمد الرحمن صاحب امارت پر گذر گئے تھک و خستگی اور خطاب پران کی دلتی سے بہت دور تھے۔ خرچ میں غاسٹوں اور کم کم کوئی اچھا انتخابی کو پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت میں شریعت کی کچھ تقریریں ملیں، وہی ”موسل“ یہ تھا۔

حضرت مولانا کی تقریر کے وقت شیخ پران کے پیچھے مراقب اور متوجہ الی اللہ ہونا پسند کرتے

حضرت کی سترائے۔

ہر روز کا شرف معلوم دہلی میں داخل ایک طالب علم نے بلی ہوئی روانی سینے سے انکار کر کے وہ دہائی پمپنگ دی۔ نامعلوم مبلغ نے حضرت سے شکایت کر دی۔ حضرت جی نے اس نے کو خطاب کر کے ایک پیٹ رسید فرمایا لڑکھا واپس ہوا تو دوبارہ اس کو بلایا اور چرائی ہوئی آواز میں فرمایا ”لڑکے مخالف کر دے“ یہ منظر دیکھ کر حضار مجلس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

بعض اوقات کو طلبہ کی نشست میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب خطاب فرما رہے تھے اچانک حضرت تشریف لے آئے (جو جی آ کر رہتے تھے) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ہاتھ روک کر مولانا محمد سعید اللہ صاحب کو فرمایا مولوی انصاری آتے ہیں انکو سامنے بلاؤ۔ مولانا محمد سعید اللہ صاحب نے فرمایا ہو کر فرمایا کہ آپ ہمارے شرف سے آئیں۔ اس پر تو انصاف فرمایا کہ کیا ضرورت ہے مولانا سعید اللہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد یوسف صاحب فرمادے ہیں تو فرمایا کہ میں کہہ رہا ہوں یا ضرورت ہے نہ ناچیز آخر تک وہاں بیٹھے رہے وہاں پہنچا آخری صدر تھا۔

مولانا محمد عمر صاحب کی آنکھ میں ایک مرتبہ سونچا اتر آیا سانس نہ لے سکے۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے حضرت جی کے جوتے اپنے کچھ کر پائین لیے تو حضرت جی نے نیچے بھٹ کر مولانا کے جوتے سیدھے کھینچے ہوئے فرمایا کہ مولوی عمر تہرہ۔ جوتے یہ ہیں۔

ایک مرتبہ علی گڑھ طرح لیورنگی کے کچھ خواص آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے بلکہ بھی اس موقع پر ان مجلس میں موجود تھا۔ حضرت جی نے ان خواص سے کچھ دیر گفتگو فرمائی مجلس ختم ہونے پر جب میں اٹھنے لگا تو فرمایا بھائی اور بیٹہ باا بندہ بیٹہ کیا تو بہت خندہ مناسی بھر کر فرمایا ”بھائی نا۔ میرا کیا ہو گا؟“ میں نے عرض کیا کہ حضرت ”تجربہ“ نے اپنے بعض خواص کو لکھ لکھا کہ اصل تو وہ دنیا فلت ہے۔ یہ سن کر رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں میں ہر گھنٹے چھ فرمایا کہ چیار۔ یہاں تو اپنا سرمایہ خالی لے گیا۔ میں نے عرض کیا

کہ اپنے شیخ سے ملائے گا یہ سن کر اس نے فرمایا کہ میں سے کیا رو جائیے تبکہ مولانا محمد حرم کے کمرے میں بیٹھنا وہاں اس سے سکون ملے گا۔ (س ۴۳۳، ۴۳۴)

(۵) "اورے بھائی! میں کیا باتوں؟"

افغانستان سے ایک ممتاز عالم دین حضرت مولانا ست ملاقات کے لئے مرزا نظام الدین آئے آپ اس وقت جماعتیں روزانہ فرما رہے تھے اس سے قراۃت کے بعد مولانا حبیب اللہ صاحب نے ان تمام دین کی ملاقات آپ سے راقی مولانا بہت فوری میں بات کر رہے تھے راسط میں مولانا بھی فوری بننا چاہتے تھے لیکن بے سہارہ طور پر عربی الفاظ زبان پر یاد کی نہ پاتے تھے میں قریب ہی کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا حضرت جی نے مولانا سید اللہ صاحب سے ٹاٹا حسب ضرورت فرمایا کہ بھائی فوری بولنا چاہتا ہوں مگر زبان سے عربی نہ نکلتی ہے، ہر حال میں ابتدائی مشق اور حرج پہلی وغیرہ کے بعد مولانا حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ الفاظ حدیث شریف کی اجازت دینے کے لئے افغانستان سے آپ کے پاس آئے ہیں آپ انکو نہایت دیدیں یہ سن کر حضرت جی کے اوپر مسکتا کان لہجہ فوری ہو گیا اور انتہائی خراجی بولی آواز میں عجزانہ صورت بنا کر فرمایا "ارے بھائی! میں کیا باتوں؟" یہ جملہ ایسے الفاظ تھے فرمایا کہ میں اور مولانا حبیب اللہ صاحب دونوں روپے لے کر آئے ہیں۔ مولانا نے اپنی فوری فرمایا کہ میں مولانا حبیب اللہ صاحب کے کمرے کی طرف لے جاؤں گا۔ قراۃت کرتے ہوئے جس پر حضرت نے ان کو پھوٹھات فرمایا کہ یہاں سے مرزوت فرمائی۔ (س ۴۳۴)

(۶) "مجھے نوبت کرنی نہیں آتی"

پانی پت میں ایک مرتبہ اجتماع تھا مسلمان اور غیر مسلم سب حضرت مولانا زیارت کے مشتاق تھے ان دنوں اعلیٰ بھی غائبانہ طور پر معتقد تھے اور بار بار پوچھتے تھے کہ حضرت سب کھڑے رہیں گے۔ ہم ان کا استقبال کریں گے۔ مگر حضرت غیر رسمی جدید اطلاع کے وقت سے پہلے ہی شکر خیر لے آئے اور ملاقات کے بعد مشورہ کے لئے بیٹھ

لئے سب اہل مشورہ کی رائے تھی کہ حضرت جی بعد از انظر چاہئے تو تعویذی دیر کے لئے ہو ہر
 جتن کا وہ ہیں تشریف یوں سب کی قلمی ہو جائیگی۔ حضرت مولانا نے منظور فرمایا اب
 مشورہ ہوا کہ بعد از غریب کون بات کرے۔ سب کی رائے حضرت بنائے بارے میں تھی
 حضرت نے مجھ کی طرف دیکھا کہ یہی یہ رائے ہے؟ میں بھی عرض کیا کہ حضرت میں وقت
 ترک حکام و اشراف بھی موجود ہوں گے بہتر ہے کہ آنجناب اپنی بات ہو جائے تو ان کی
 عاجزی سے فرمایا کہ یہ بات مجھے تو بات ترقی نہیں آتی یہاں مولوی محمد عمر صاحب کو غریب
 کہہ لیتے ہیں۔ ان میں بات کرنا کا تو بھروسہ نہ تھا۔ چاہئے۔ لیکن جب سب نے
 اپنی رائے دیا تو مسئلہ فرمایا۔ مولانا نے اظہار فرمایا کہ یہ بات ختم کر دی۔ (ص ۴۳۵)

(۷) "اعلان کی وجہ سے پیشاب روک کر کھڑے رہے۔"

۱۲ رمضان ۱۳۵۶ء کو حضرت شیخ امامت نے کما جیم نے حدیث پڑھ میں
 گزرا حضرت اپنی شدت حدیث کی وجہ سے تراویح کو پڑھ جانے قیام درجہ صوفیہ میں
 فرماتے تھے پارسہ پڑھنا اور ساتھ تھے۔ ساری قہقاریاں اچھل موی ہونے کی وجہ سے دشمنان
 میں افسوس و استغناء کرنے والوں کا رشتہ ہو جاتا۔ اس سے مدرسے کے اصل تقسیم کو تکلیف ہوتی
 تھی اس لئے اس میں کچھ کمی کرنے کے لئے استعفا، خانوں کے باہر یہ اعلان لکھواتا اور اس
 پر پارسہ کہ تقسیم کے علاوہ دیگر لوگ باہر آتے یہ محسوس خانے بیت الخلا و استعمال نہ
 کریں حضرت جی نے بعد اس پر حدیث منورہ و تشریف لائے ہوئے تھے قیام مسجد دار میں تھا
 لیکن ان کا حضرت شیخ کا خدشہ بھی سمجھنا ہوتا اور ان کی ذاتی اہمیت نہ تھی کہ وہ اسے
 بیکار تمام تقسیم ان سے لئے بغیر خدا م تھے تراویح کے وقت مدرسہ کا دروازہ بند رہتا تھا
 لیکن اس کی ایک تالی چاہی حضرت جی کو پیش کر دی تھی تاکہ جب بھی تشریف لائیں
 دروازہ کھولا جائے۔

ایک روز تراویح کے دوران حضرت جی کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو ان وقت کے لئے حرم

مگر حضرت نے کھریف ادا کرتے ہیں اور حضرت سے یہ بیان فرمایا، یہ لیکن ان سب باتوں سے حضرت نے انہیں چھوڑ کر یہاں رہ گیا جیسے مرے ہوئے گدھے کا پیٹہ ہوتا ہے۔ پھر مجمع میں موجود مولوی چیراغ لدین صاحب راجستھانی سے فرمایا۔ مولوی چیراغ الہ پن دعا کرو ہم آمین کہیں گے یہ افادہ من کر جمع پانچ سب طرح کی خاموشی چھائی حضرت جی بھی نہ موش بیٹھے۔ یہ بات جو وقت گزرنے کے بعد مولانا ایسا صاحب مدظلہ نور لدین صاحب مولوی چیراغ الہ پن کے درخواست کرنے پر آپ نے منفقہ دعا کر لی۔ (ص ۳۳)

(۱۰) ”شاید انہی کے ٹیکہ گمان کی وجہ سے اللہ ہماری بخشش کر دے“

اسی طرح ۸ صفر ۱۳۹۳ھ ۱۲ مارچ ۱۹۷۴ء بدھ میں طلبہ کے اجتماع میں مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بٹکوی بیان فرمایا۔ ہے تھے حضرت جی کی قاء پر آپ خاموش ہو گئے۔ تو فرمایا کیا فرما رہے تھے فرماؤ ہم کو کیا آقا ہے۔ بہت تو ٹیک کے خور پر یہ فرما دیں گے۔

”میرات کے آئیے اجتماع کے اختتام پر بدھ پرید کا، وہاں سے دور ہے تھے کہ ریلوے کراسنگ کا گیسٹ میں دھتتہ پر بند ہو گیا اور گاڑی رگ گئی آئیے دوستا کی حضرات بھی اس گاڑی میں موجود تھے کچھ دیر بعد کچھ دنگے بے لوگ گاڑی کی طرف گئے تھے اور حضرت جی سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جو صاحب گمانی چلا رہے تھے انہوں نے گھڑی کا شیشہ اوپر کرنا چاہا تو حضرت جی نے ان کو روکے ہوئے فرمایا کہ بھائی رہے وہ۔ شاید انہی کے ٹیکہ گمان کی وجہ سے اللہ ہماری بخشش کر دے اور پھر پر غلوں انداز سے آپ نے سمجھوں سے معافی کیا۔ (ص ۳۴)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے واقعات :-

(۱) سادگی اور بے تکلفی سے انس :-

آپ کے فرزند، احمد، محمد، حسین، الرحمن، سنبھلی صاحب جو پرفراستہ ہیں

مزاج کی یہ سادگی اور بے تکلفی، بلکہ تکلفات سے وحشت و دوری ہم بھر ”ان کا خاصہ رہی۔ ۵۷۔ کی بات یاد آ رہی ہے راقم الحروف کی سمیت کی قربانی اتنا۔ تو پہنچی ہوئی تھی

ترکاری لانا ہو۔ نیز خریدنا ہو۔ غرض جو بھی گھر کی ضرورت ہو وہ بے تکلف اسے انجام دیتے تھے۔ یہ کوئی اور اسے انجام دینے کے لئے موجود ہو۔ اور اللہ کا فضل تھا کہ اس نے دین کی فہم کے ساتھ امور دنیا کی سمجھ بھی بھرپور عطا فرمائی تھی۔ گھر کی ضرورت ہی کی طرح اپنے ذریعہ معاش، کتب خانہ، المرقان کی طلبہ عادت کی تیاری سے سلسلہ میں جس کام کی بھی فوری انجام دہی کا تھا، پیچھا دوہتا ہے اسے بے تکلف خود انجام دے۔ سیکھتے تھے۔ کتب کی تصحیح تو اکثر خود کرتے ہی تھے ضرورت، تو توپریں چا سکتے تھے۔ کاغذ کی خریداری کر نکلتے تھے اور کاغذ دیکھتے تو بہر حال تھے کہ مناسب ہے یا نہیں۔ (ماہنامہ ترجمانِ محمدی، نمبر ۲۷۵)

(۲) خادم نہ کہ مخدوم:-

اس حوالہ نے انہیں غم کے ان آخری دور کے سوا جس میں معذورانہ مجبوری کی صورت پیدا ہو گئی تھی خدام سے ہمیشہ بے نیاز رکھا۔ سفر آئے دن تیار رہتا تھا۔ مگر تنہائی کرتے تھے کھن جہت یا مسافروں کے نام سے کسی کو ساتھ لیتے یا سوال نہ تھا بلکہ کوئی تعلق والا کسی اور عنوان سے از خود کسی سفر میں ساتھ ہو گیا اور وہاں میں یہ بھی سوچ لیا کہ راستہ میں خدمت کا بھی موقع ملے گا تو اسے کھن اپنی کاموقع ملا۔

چودھری عبدالمتان نام کے ایک صاحب (اللہ غریقِ رحمت کرے۔ مرحوم ہو چکے ہیں) بہت محبت رکھتے تھے گھر کے کچھ چیزیں سے بھی آزار تھے غالباً دیوبند سہارنپور کے ایک سفر میں اسی طرح سے ساتھ ہو گئے۔ واپس آ کر بتانے لگے کہ ہمیں کان پڑا ہے، خدمت کو سوچ کر گئے تھے لے لے لے رہے ہیں۔ (اس بیان ۲۷۷)

(۳) شیخ بے مشکت:-

انہیں حضرت شاہ عبد القادر صاحب داسے چہرتی جیسے شیخ وقت سے خلافت حاصل تھی اور پھر ان کا وہجہ حضرت شاہ صاحب کی نظر میں دو تھا جس کے راوی حضرت مولانا سید الحسن علی ندوی ہیں اگر اللہ نے قیامت کے دن چہا کہ میرے لیے کیا لائے ہو تو حضرت نے دو ایسوں کا نام نکلا جن میں ایک نام مولانا منظور صاحب کا تھا فرمایا کہ ان دو

”مہاراجہ انکس میں پیش کر دیا۔ اس کے باوجود ہم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے دینی خدمت کا وہ ذوق و ولولہ رکھتے ہوئے نہ مذہبی جمہوریہ ان کی پیچان بنا، ہاں اسے اور بھی سر پرانی کے ذریعے، نیا سر پیش کیا۔ ان دینی خدمت کی راہوں بھی اس ذوق و ولولے والے انداز سے اپنا بنا دیے۔ جہاں انکس تو تھا اس راہ سے بہت دھڑلے سے جانے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ بہت دیر سے یہی تھے مہراں قدر، مہراں دینی کی کوئی سے نہ بیعت ہوئے، ان کے علاوہ کم ہی لوگ آگے مذہبی کے اس پہلو میں جاتے۔ ونگے حد یہ ہے کہ راقم نے بھی کبھی کسی کو بیعت ہونے نہیں دیکھا اس کار و بھی مجھے ہی لکھ میں اعلان کی ہے کہ یہاں کرنے میں خواہی نہ خواہی ایک شخصیت کا حوالہ دینی کی شخصیت ہے، بن جائے ان کے آگے پیچھے لوگ ہوا کرتے اور یہ بات انکس بالکل ٹھیک رہتی تھی۔“

(ص ۲۷۶)

(۴) ”زیادہ سے زیادہ ”مدظلہ“۔“

”یہ نیا ہی تھا اس شخص کا ایشیا کی فکر میں لائی جائیں۔ ۱۹۹۰ء تک بات ہے آفتاب حریب باہر آئے، باتیں سارے بڑے جانتے ہیں اور اپنی عمر کے اب بس وہ آپ ہی رہی ہیں یہ راقم ایشیا کے ایشیا پر اپنے پرانے مضمون پر نظر ثانی کر کے اسے ”واقعہ کرپور“ اور اس کا نہیں منظر ”نامی“ کتاب کی شکل میں لانا ہے یہ کام محض ان کے ارشاد کی تعمیل میں ہوا تھا اس لیے اس کو ایشیا کے نام سے منسوب کرتے ہوئے احتساب کی عہدت میں جب نام نکلا تو اس کے ساتھ ۱۰۰ سال برکاظم کے احترامی الفاظ شامل کر دیئے۔ مسودے ہی کی حالت میں اس کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ تو بہت زیادہ ہے زیادہ سے زیادہ ”مدظلہ“ لکھ دیا یعنی زیادہ سے زیادہ دو لکھ، انیس سے کم درجہ کا کوئی لفظ ایک باپ کے لئے بہت بڑا نہیں ہے اور جو زیادہ بڑا ہے۔ باپ سے حق میں بڑا ہوتا ہے نہ کہ ”دوست برکاظم“ جیسا کوئی اتنے جس سے ایک لڑکی وہ حافی بنائی کا اعلان ہوتا ہے۔“

(ص ۲۷۸)

(۵) ”خود کو کمتر سمجھنے کی طلب“۔“

”اللہ نے ان کو مایہ نبت خاص ذوق و شہادت اور پھر قدرتی طور پر ان اعلاز سے

بہت خاص مناسبت تھی جو آنحضرت ﷺ سے ماٹور اور منقول ہیں اس چیز کو انہوں نے ”نہ
نئی ایک بڑی نعمت کے طور پر اپنی کتاب ”تجدیدت نعمت“ میں لکھوا دیا ہے اور ان سیکڑوں
ماٹور دعاؤں میں سے ایک دعا کا بطور خاص بھی ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۔ جو یہ ہے۔

اللھم اجعل فی عیسیٰ صغیرا
وفی الخس الناس اکبیرا

اے اللہ مجھے پتی لگا دے میں چھوٹا اور دوسروں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔

وفات سے تین چار سال پہلے ایک طویل بیماری پیش آئی معمولی نزلہ زکام اور حرارت سے
آٹھ تیرہول جو ان کو ایک عام چنکابت تھی ذرا سی بھی سردی لگ جاتے سے پیوڑ ہو جاتی
تھی۔ مگر اس نے وہ دخل کھینچا اور وہ شدت اختیار کی کہ پورے پچاس دنوں تک ہوم میں
رہنا پڑا اور پھر بھی کسی دوا علاج سے فرق نہ پڑا حتیٰ کہ حکم کا شہہ ہونے پر اس رخ سے علاج
بواسطہ خداوند اُمر کے یہ مخرجہ۔ قدرتی طور پر اہل حق کے علم میں ہر طرف بات آتی اور
عیادت کے لئے ہر طبقہ کے اہل تعلق آنے لگے انہی میں کانپور کے مفتی منظور صاحب
مظاہر ہی ایک دن شریف رائے یاد نہیں کہ مفتی صاحب نے کوئی بات اعلیٰ تعلق کی کبھی تھی
اس پر وہ جس دن کے تحریف لائے ہی پر ایک شہر گزرا کہ یہ کی کیفیت کے ساتھ فرما رہے
تھے کہ مفتی صاحب اللہ نے اپنے کرم سے لوگوں کی نگاہ میں تو بڑا بڑا دیا ہے وکاش اپنی نگاہ
میں چھوٹا بنا بھی موت سے پہلے نصیب ہو جائے۔ یاد کر لیجئے کہ اوپر جو بات ”وامت
برکاتکم“ کے سلسلے میں جو گزری ہے وہ ۹۰ کی تھی۔ یعنی اپنی نگاہ میں چھوٹا بننے کی ان کی
خواہش ان کے ان تمام احوال کے وجود تسکین پانے کو تو رہ تھی جن کی روشنی میں ایک
دوسرا آدمی یہ کہنے میں حق ہو نہ ہو کہ وہ خود سچ سمجھنے کی ایک مثال اس زمانے میں جو غم
میں رہا اس وقت کا چلنے مانے سے اٹھ چکا تھا۔ (ص ۷۷)

(۶) اکسار وقوا مخرج۔

ترانہ کا ادبیکر تھے ہر سے آہانی وطن سنبھلنے قریب کے کسی دیہات سے

ایک سانسب کسی مبارق کام کے سلسلے میں نکلے ہوئے عمر تقریباً ۱۰ سال سے اوپر ہوئی۔ انکی وضع قطع ہمیشہ اور بات چیت سے توازن و مناسبت تھی کہ وہ حضرت نانا جان کو یا کسی عزم و جانتے بھی ہوتے ہیں یہ سکتا ہے کسی نے آئے وقت ذکر کر دیا ہو۔ نانا جان اس وقت کچھ کھینے میں مشغول تھے بندہ اکابر دیا کہ اس وقت مہالوں کے سرے میں آرام قرہ کیں شام کو ملاقات ہوئی اور وہ حسب مراض ہو گئے اور واپسی کے لئے سامان اٹھالیا میں نے آکر پوری بات عرض کی فوراً خود اٹھے (ذکر چہ اس وقت بھی چلن خوب مشکل تھا ور چھڑنی کے سہارے ہی قہقہے ہوتا تھا) ان صاحب کو اپنے ساتھ اپنے سرے میں قہقہے آ کے ان کی پوری بات سنی اپنے ساتھ وہ پھر کاکھانا کھلایا، بذات خود بڑی سادگی سے معذرت خواہی کی اور ان کے اس کام کے سلسلے میں ضروری مدد بھی کی جس کے لئے وہ آئے تھے۔

بعض دوسرے راجا لڑتے اپنے تحقیقی مقاصد کے لئے درخواست کر دے رہنمائی فرماتے ہیں اور اپنی شخصیت اور کوششوں کے متعلق ضروری مصلحتات نکھو دینا ایسا متعدد بار ہوا مگر آپ نے ہمیشہ ازراہ تواضع اور انکسار اور راجائی خفا کی قدر کی بنا پر اس طرح کے تعاون سے معذرت فرمائی، بلکہ ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ اس سے مجھے اپنی نیت کے لیے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ براہ محترم جنابہ جیدہ از حان سنبھلی بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ کھنڈ میں مقیم تھے اور مصلحت کے جواب کی ذمہ داری ان پر ہی تھی جب بھی ایسے خطرات آئے آپ نے ہمیں جواب دیا کہ آپ کے حسن یقین پر اللہ آپ کو جزائے خیر دے میری ذات اس قابل نہیں ہے کہ اس کو یا قاعدہ تحقیقی دوسرے کام موضوع بنایا جائے دائم حضور سے بھی اس طرح کے چند جوابات نکھوئے گئے۔

ایک مرتبہ ایک تبلیغی اجتماع میں بیان کے لیے بہرائچ جاتا ہوں سفر میں رات کو دور ہو گئی اجتماع ٹاٹا وینچے جہاں سارے نئی لوگ سوچتے تھے، چیلوں کی جگہ پر خانی جگہ کی کسی وجہ سے مناسب نہ سمجھا گیا، ستر بچایا اور چیلوں کے اوپر سو گئے۔ آخر شب میں جب کچھ لوگ اجتماع کا وہ سے باہر نکلے تو وہاں کسی نامناسب جگہ سوتے ہوئے دیکھ کر بڑا غصہ ست کہا مگر انکی پیشانی

کی کوئی اچھا نہیں رہی جب انہوں نے دیکھا کہ سولے والا کون ہے؟
 ۲۲ جان کے نزدیک کپڑوں وغیرہ مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میری والدہ محترمہ بھی عرض
 کرتی تھیں کہ سنے کپڑے ہٹا لیں تو فرماوے کہ بیٹی اب کپڑے کیا مانتیں اب کفن ہی میں جائیگا
 اسی کی تیاری کر رہا ہوں۔ ایک گزرتا میں کافی عرصہ سے دیکھتا تھا۔ گھر میں پوچھا کہ معلوم ہوا
 کہ یہ کرۂ ۲۰ سال سے زیادہ پرانا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے برکت بھی اس میں عجیب ہے
 کہ اب تک پھٹا نہیں گزشتہ ۱۵-۱۶ سال میں ان کے لئے اندر پہننے کی زمین لگا کر تیاں تو
 کافی ملوٹی تھیں مگر رتے شاید ہی چار پاؤں سے زائد بنے ہوں ایک مرتبہ مغرب کے بعد
 لیٹے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند تھیں اپنا کتبہ آنکھوں سے آنسو بہ لگے پھر آنکھیں کھول کر
 مجھے دیکھا میں وہیں بیٹھا ہوا تھا اور فرمایا کہ اللہ کی خاطر ذلیل ہونا بھی بڑا اعزاز ہے اور یہ
 اللہ اپنے خاص محبوب بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ اس کے بعد بعض بزرگوں کے اسی سلسلہ
 کے واقعات سنائے۔ (ص ۳۶)

مولانا محمد عمر پالین پوری صاحب رحمہ اللہ کی توضیح اور سادگی :-

معنی محمد پالین پوری صاحب زیو مجھ پر تحریر فرماتے ہیں:
 آپ کی ذات میں سادگی اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس نے میں آپ مرکز
 دہلی میں بغیر افس و عیال کے تھا قیام پزیر تھے تو ایسے بھرے میں جہاں دو تین حضرات آپ
 کے ساتھ رہتے تھے آپ بغیر چار پائی کے چھ فرش پر بستر لگا کر آرام کرتے عام طالب
 علموں

کی مانند بے تکلف رہتے ملک اور بیرون ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں آپ اسی حجرے
 میں فرش زمین پر بیٹھ کر بے تکلف باتیں کرتے لٹھل دھکال کے ہوتے ہوئے اس قدر
 سادگی اور تواضع و آدمین کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی دینی چیزوں سے بے رشتگی کی وجہ سے بے
 فہمی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رقم الحروف بھی اسی مجلس میں تھا آپ نے اٹل مجلس سے فرمایا
 کہ میرا کرتا الٹا ہے یا سیدھا ہے بھی نے جواب دیا کہ کرتا سیدھا ہے اس سوال کی وجہ

پہچان ہیں۔ تو اشع تمام راکن اہل اللہ اولیہ رہش گئے کا شعار رہا ہے۔ یہ دیکھا جاسکے کہ وہی کامل اسی وقت ہوتا ہے۔ جب کہ ہے۔ یا کہ ۱۱۔ تو اشع سے متعلق یہ ہے کہ، عمر زبان سے تو اشع کا اظہار اور اپنے کو حقیر قہر لہ۔ تاہن آسان ہے اور قلب میں اس کی حقیقت کا ہائزین زور اس کی طبیعت اور حال میں جاتا مشکل ہے۔ اس لئے زکوٰۃ اور عقیقی تو اشع میں بڑا فرق ہے۔ حق تعالیٰ شرانہ نے حضرت وادقدس سب کو جہان سے ہر کلمات سے قوارز پرکھ دیا ہے۔ انکدام سے دیکھا جس کے ساتھ ہر محمول تو اشع اور حال عیدیت سے بھی تکلف اسی ہوا انکدام متصف فرمایا جس کی وجہ سے تو اشع و عیدیت آپ کی طبیعت و حال میں گرا آپ کے قلب و دماغ کو چھوڑ کے یہ ہر گھر میں نہ اڑت کیے ہو۔ قال کہ ہاں ہی وہ متصف نہ کرے آپ کی برجستہ سے اس کا ظہور نہ تھا تھا۔ جامع الکلمات ہونے سے ہر جود بھی آپ کو کسی کمال کا ہم و خیال بھی نہیں گزرتا تھا۔ ہر کسی کو اپنے سے افضل سمجھتے۔ مخلوق میں سب سے زیادہ دوسرے ترین و فاضل ترین اپنے نفس کو ہی سمجھتے۔ یہ خدا و خدا فرمایا آئے و انوں کے قدموں کی خاک کو ہر محنت جانتا ہوں یہ حضرت طاق احمد و احمد صاحب قدس سرہ کا مقلول ہے۔ کہ حضرت وادی صاحب رحمۃ اللہ نے ایف موقع پر یہی جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

(حیات محمود)

یہ سب کچھ میری نحوست سے ہو رہا ہے۔

دراغہ میں ہنگامہ آرائی ہوئی تو غیہ ملی سز پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح مظاہر علوم کے ہنگامہ کے موقع پر بھی دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا۔ میں نے سمجھا کہ یہ سب کچھ میری نحوست سے ہو رہا ہے۔

اس لئے میں دہر سفر میں چلا گیا۔ یہ کہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔

(۲) ”امتیاز پسندی“

اپنے لئے کوئی امتیازی جملہ امتیازی حیثیت ہر چند نہ تھی معذوری سے جس بھی کسی تک یہ وغیرہ کا ہر نشست گاہ پر پسند نہیں تھا، مسجد میں محض ہوتی آپ کے لئے کچھ کچھ

بجھانا چاہتے ہوگیہ رکھنا چاہتے تو انکار فرما دیجئے اور محنت ناپسند فرماتے تھی کہ حضرت والا کو اپنے مشکف پر پردہ وغیرہ لٹکا بھی پسند نہیں تھا، احباب نے زیادہ اصرار کیا تو کچھ سری اس کو بندداشت فرماتے تھے۔

اس طرح حضرت والا کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ حضرت والا کے نیچے مشکف میں گدا وغیرہ بھی بچھایا جائے۔

ایک اگلا حکانف کے موقع پر حضرت والا نے ایک خادم سے کہا کہ یہ چٹائی اعطاف کی جگہ میں بچھا دو اس پر یہ چادر بچھا دو اور یہ رکھ دو ایک دوسرے خادم نے گدا بھی بچھا دیا حضرت نے جب اس کو دیکھا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں نے بچھایا بتایا گیا فلاں نے حضرت والا نے جب دریافت فرمائی کہ گدا کیوں بچھایا؟ اس نے عرض کیا حضرت زمین پر صرف چٹائی پر سونے سے تکلیف ہوگی اس لئے گدا بچھا دیا تاکہ کچھ آرام مل جائے فرمایا کیا سب مشکفین کے پاس گدا ہے؟ کہہ کیا نہیں فرمایا پھر میں کسی طرح کہہ رہے ہوں کہ یہ تو میرے ہنس میں نہیں کہ سب کے لئے گدوں کا انتظام کیا جائے البتہ یہ آسان ہے کہ میں خود بھی اپنا گدا اٹھا دوں۔ (بتوالہ بالا)

(۳) ”فقیر آدمی کو اپنی رکابی میں کھانا کھلاتا۔“

ایک دفعہ اقطار کے دست ایک قریب فقیر آدمی خستہ حال پھٹے ہونے کیڑوں میں آ گیا جس سے سخت ٹھن اور بو آ رہی تھی کوئی اس کو اپنے پاس بٹھانے پر تیار نہ ہوا حضرت والا نے یہ دیکھ کر غور اس کو بولا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی رکابی میں اس کو شریک کیا جس سے سب کو حیرت ہوئی اپنے اوپر محنت نہ امت۔

(۴) ”کھانے کے موقع پر عادت مبارکہ۔“

کھانے کے موقع پر اور کسی مجلس میں جگہ کی تھی ہوتی تو حضرت والا فوراً ایک پاؤں کھڑا کر کے ایک پاؤں پر بیٹھ جاتے دسترخوان پر بلائے مگر جاتے تھے تو حضرت والا بے تکلف ان کو اٹھا کر کھالیتے اور ارشاد فرماتے ان کے کھانے والے کی نانا دھواں پیدا

ہوتی ہے۔ کسی نے زکاتی صاف نہیں کی اس میں سالن لگا ہوا رہ گیا حضرت والا اس کو اٹھا کر
بے تکلف صاف کر بیٹے۔ کسی نے خوب کہا ہے

فرقہ کی است و میں رسیدگان سماں کہ چوں سوار پہ منزل رسد پیادہ شود
(یعنی عاجزی و کمال ہونے کی نشانی ہے اس لئے کہ سوار منزل پر پہنچ کر سواری سے اتر
کر) پیادہ ہو جاتا ہے)

(۵)۔ ”میں محروم جہاں تھا وہیں رہا“۔

ایک خادم کو شکاف کے ختم ہونے پر غلط کے جواب میں تحریر فرمایا:

”جناب والا: یہاں سے تشریف لئے مجھے گویا بخش سوئی ہو گئی۔ ہم بندگان خدا
کی الخراج و زاری سے حق تعالیٰ کا قہقہہ ہوا اعانیت کے ساتھ ایام اعتکاف چرے ہو گئے
شاہد اللہ جناب نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔۔۔۔۔۔ یہ محروم جہاں تھا وہیں رہا: جناب کی
کامیابی کی بنا پر اپنے لئے بھی الخراج کی توقع کافی ہے“۔ (۳۰ بحوالہ مکتوبات فقیرہ المست)

6۔ شعر کا عجیب مطلب۔

ایک خادم ستر شد نے لکھا:

”اس دورانہ و اندام بارگاہ تو بھی اپنی خصوصیت توجہات اور رعایاں سے نوازیں کہ

اند تعالیٰ ہر ذرہ پر نگاہیں بندہ کا حال یہ ہے کہ

چہل سال عمر عزت و محزشست مزاج تو از حال غفلت

(تیری پیمانی عمر کے چالیس سال گزر گئے مگر تیرے مزاج سے بچپن ختم نہیں ہوا)

حضرت والا: نے جواباً تحریر فرمایا:

”آپ نے کریم کا شعر نقل کیا ہے اور مصداق قرار دیا ہے ابھی ابھی آپ کی برکت سے

ایک مفہوم ذہن میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں معصومان خراج

فلسفہ سے رکھا ہے۔ مبارک ہو! یہاں تو اس عمر تک پہنچتے پہنچتے گناہوں کا ابدان کھنڈا

ہو گیا تھا، پھر اس پر اضافہ ہے، چہل سال کے دو چہد ہونے پر انباء کئی چند ہو چکا، حق تعالیٰ

مغربت فرمائے۔ (ص ۲۳۱ بحوالہ مکتوبات فقہیہ، جلد (۱) ص ۳۶۹)

(۷) ”صاحب نسبت بزرگ“ لکھتے پر تنبیہ:-

ایک صاحب نے حضرت والا کو خط میں ”صاحب نسبت بزرگ“ لکھا اس کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا:

”بندہ اس قابل نہیں کہ اس کے لئے ”صاحب نسبت بزرگ“ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں، یہ ان الفاظ کا جس استعمال ہے، اس کی ناقص دیکھنا ہے، اللہ تعالیٰ بقدر دیکھائی

جائے قدر دانی کی توفیق دے۔ اس مشورہ سے اس کا ردہ کو الٹا کر دینا ہے۔ (ص ۲۳۱)

(۸) ”یہ کمینہ سید کار لائق احترام نہیں“:

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

”اور اصل بات یہ ہے کہ یہ کمینہ سید کار لائق احترام ہے ہی نہیں، اس کا خاص تو یہ ہے کہ مجھے برا بھلا ہے، بدگھل ہے، ہر امدیہ غلو، اور اور طفیل و گھبراہٹ“ (ص ۲۳۱)

(۹) ”عیوب پر پردہ ڈال رکھا ہے“:

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

”اس ناکارہ کے عیوب پر حق تعالیٰ نے پردہ ڈال رکھا ہے، اگر اس حالت کھل جائے تو سب طرف سے نفرت ہی نفرت ہو سکتی ہے، غرض سے بھی رجوع نہ ہوتا۔“

(ص ۲۳۲ بحوالہ مکتوبات فقہیہ، جلد (۱) ص ۳۶۹)

(۱۰) حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا قلم مقام لکھنے پر تنبیہ:-

ایک صاحب نے اپنے خط میں حضرت والا سے ”سرد و حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ کا قلم“ کا ذکر کیا، مکھڑیا۔ ان کو جواب تحریر فرمایا:-

”یہ ناکارہ آوارہ و گھبراہٹ کا قلم ہے، تم نہیں دانتی کی بھوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں، بار خد مت میں بہت دیر تک رہا مگر محرومی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔“ (ص ۲۳۲)

(۱۱) ”یہاں کارہ جو تیاں سیدھی کرنے کا قائل بھی نہیں“۔

ایک صاحب نے (جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے بیعت تھے) حضرت ۱۱۱ قدس سرہ سے رجوع کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی لکھ دیا: ”حضرت صاحب! اللہ کے صاحب و مہمّد سے بعد آسمان فیض کا صرف ایک ہی رہا ہے۔“ اس کے جواب میں حضرت ۱۱۱ نے فرمایا:

”حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ اللہ ریث نور اللہ مرقدہ پر جس لطف و کرم کی بارش نہ مانی آپ اس کا وارث و اتّامد و نہ کر کے کہ صرف فیض واحد پر ہی اتّما کر دیں ان کے فیض یافتہ حضرات میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ یہ کار وادگی جو تیاں سیدھی کرنے کے قائل بھی نہیں جن کی تعداد ایک سو دس ۱۰۰ ہے

جلوہ حسن ساز کا قاب پکڑا کر نہیں ان کا تو حسن حسن ہے تیری نظر ٹھہ نہیں

(بحوالہ مکتوبات فقید ۱۱۱ ص ۱۰۸) (مرقدہ ص ۱۸۸)

(۱۲) ”مثنیٰ عمر ہو چکی حالات درست نہیں ہوئے“۔

ایک صاحب کو جواب میں فرمایا:

”اے کار وادارو! دنیا میں کیا کام ہے مجھ میں کے کہ کہاؤں جانے مگر اپنے اختیار میں کہو نہیں آپ حضرات کی یاد اور ملاقات فی الحلقہ باعث تسکین ہے مثنیٰ عمر آج بھی ہے حالات درست نہیں ہوئے ہیں وہ اکل ایک ایکہ سب موجود ہیں جن کے ظہور کا موقع نہ ملنے پر شبہ اور گمان ہے جب ہوتا ہے کہ وہ دور ہو گئے ہیں حالانکہ ان کا حال ایسا ہے جیسے تیر سرودی میں سانپ کا حال ہوتا ہے کہ اس میں حملہ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی مگر جہاں سہرت کی گرمی آئی اس کی ہرملی کیفیات نمود کر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اور اپنے محبوبین کی ہرکت سے اصلاح فرمائے“ (مرقدہ ص ۱۸۸)

(۱۳) ”یہاں تو میری نحوست ہی نحوست ہے“:

ایک خادم ستر شد جو قدومت والا میں راہ ملوک طے کر رہے تھے ان کے کسی عزیز

کے خطبہ کے جواب میں تحریر فرمایا:

”ماشاء اللہ خوب محنت کر رہے ہیں کاش انکی اچھی جگہ پر ہوتے اور محنت کرتے تو زیادہ فائدہ ہوتا یہاں تو میری نحوست ہی نحوست ہے خدا کے پاک بن کی حفاظت فرمائے اور ان کی خبر سے میری نحوست بھی دور نہ رہے۔ ان کے والدین کو سہارا دیا اور سلام مستنون۔“
(ص ۳۳)

(۱۴) ”آپ سے زیادہ امراض باطنیہ و امراض ظاہرہ میں یہ نہ کارہ مبتلا ہے۔“

ایک صاحب نے لکھا کہ میں بہت زیادہ باطنی امراض میں مبتلا ہوں بعض دفعہ بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ قیامت میں کیا ہوگا۔ دعا کی درخواست ہے۔ فقط۔
ان کے جواب میں تحریر فرمایا:

آپ سے زیادہ امراض باطنیہ و ظاہرہ میں یہ نہ کارہ مبتلا و گرفتار ہے قیامت کو جو بخشش ہوگی وہ اللہ کے فضل سے ہوگی جو کچھ ہو سکے گا۔ انہوں نے پھر نے اعمال بھی کرتا رہے اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ کتنا پس کی معافی مانگتا رہے اللہ تعالیٰ کا کارہ لوگوں کو بھی قبول فرما دیتے ہیں نیکیوں کے طفیل میں۔

شیدائے درود امید و بیم بدال را چ نکال پہ طعنه کمریم

(۳۳۵)

(۱۵) ”حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید محمد حم کا مکتوب اور حضرت والہ کی طرف سے اس کا جواب۔“

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب زید محمد حم خیفہ بھار حضرت مولانا شاہ ابراہیم الحق صاحب نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:

مودی ابراہیم حام نام کی خدمت میں بعد سلام مستنون یہ اپنا تذکرہ عرض کرتا ہوں۔ دعا کی درخواست اس شعر میں پوشیدہ ہے۔

بہار وصل کی لذت کو لوٹنے والو!
کسی فراق زدہ کو بھی یاد کر لیے۔

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ۔

حضرت ولہ نے جواب میں تحریر فرمایا:
مکرم بہتہ تم حضرت حکیم صاحب زیرت معالہم
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میرا نامہ شرف صدور لایا قلب کو بڑی مسرت ہوئی، یہاں تویہ حال ہے
دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگے اس گھر کو بھی ایسی کہ جو تھا جل گیا۔
تاہم ہر حال بھی ہے موجب صد شکر ہے بقول شمس
وہ خوشنوا ہوتا ہے تو آواز آتی ہے
ان کا تو حسن حسن ہے حیرنی نظر نظر نہیں
انھ کے گولے دہرہ ہم کہتے ہیں کہ خبر نہیں
بیخود دل کے و شبہا دوست نہوں ہے یہ صبر نہیں
(۱۶) رجوع کرنے کی درخواست پر تنبیہ :-

ایک صاحب نے (جو انگلینڈ میں معلم ہیں) حضرت داتا گنج بخش سرہ کی طرف
رجوع کرنے کی درخواست پیش کی۔ حضرت قدس سرہ نے جواب عتابیت فرمایا:
میرا نامہ موجب منت و مسرت ہوا منت و مسرت سے زیادہ تعجب خیز ہوا کہ ایک صاف
تذکار مدد پائی کی نہروں کے کنارے ہو کر ایک چھوٹے سے گھر سے کسی طرف توجہ کی جائے
جیسے امیر غیر انھو خیر اسب ہی استغفار کرتے ہیں۔ آخر حضرت الحاج مولانا محمد یوسف متالا
وہاں موجود ہیں جن سے بڑی دنیا فیضیات ہو رہی ہے نیز مولانا قائم صاحب اور مولانا جمال
صاحب بھی وہاں ہیں ان حضرات کے ذریعہ سے علوم و اخلاق نبوت پھیل رہے ہیں ان کو

کو دیکر جنابِ اولیائے سنیہ نے یہ دیکھا کہ ہندوستان کی طرف کیوں توجہ فرمائی؟ تاثر یہ ان لوگوں سے کہ گھر کی طرف سے ان بڑا، میری درخواست ہے کہ جنابِ اولیائے سنیہ سے فرمایا میں قریب دو کروڑ بار بارہ سنیہ کی طرف سے صحبت اور عازت بنا کر ہدایات حاصل کرنے میں جو ہولت پہنچا ہے، سب ان واقعات ہیں۔

خدا کے پاک ان بھڑے موصی، ان بھڑے مصلح، ان بھڑے مصلحانے جو مشفق اور مہربان بھی ہو، انسانی صحت بھی دے اور روحانی ترقی دے، اسے بھی نوازے، یہ ناکارہ توجہ الٹ سبھی ہے نہ مصلح کب پیام ابل جاتے۔ (ص ۲۳۶)

(۷۱) تاظم صاحب سے اعتکاف کی اجازت :-

حضرت والا کا قیام رمضان المبارک جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین لاہور میں ہو رہا ہو گیا۔ اور وہاں سے اجازت کے اصرار پر حضرت والا نے منظر فرمایا مگر اس کے ہوجانے وہاں اعتکاف نے یہ منظر تھے سو اچھا، محراب میل صاحب فریاد محمد حم سے اجازت طلب کی اور تحریر فرمادیا۔

”امسالی یہ ناکارہ آورہ جنابِ اولیائے خدمت میں، وہ مبارک شہر نے کا خواہشمند ہے اس لئے اجازت درکار ہے۔ حضرت شیخ نور احمد مرتدہ بھی تاظم سے اجازت نہ کرتے تھے، آخر کے ساتھ کم سے کم ایک آدمی تو ضرور ہی ہے اس کی بھی اجازت مرحمت فرمادین کوئی اور؟“ سے جو خواہشات لے لیگا۔ (ص ۳۸۸)

(۸) ”میری حالت انقص ہے :-“

آپ صاحب نے فرمایا کہ ”انقص ہوں اور ناقص کے حالات مانگتے ہیں، انہ میں شہرہ کی بھڑے پانچ ہیں کہ ناقص کی کسی دیرینہ حالت ہے، خدا کے لئے ناقص کے حق میں دعا کریں کہ ناقص کی حالت اچھی ہو جائے۔“

جواب میں تحریر فرمادیا :-

”آپ کی حالت ناقص ہے جو آپ کو معلوم ہے، میری حالت انقص ہے جو مجھے معلوم

ہے میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ دونوں کی حالت کو بخیر کرے۔ (انجیل ص ۱۰) پوری قومیں اسے مافروہ بیوں سے بچا رہی حفاظت فرمائے۔

(ص ۲۳۸)

(۱۹) مجلس شوریٰ کی رکنیت سے معذرت :-

مسیحی مدرسہ کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے حضرت قدس سرہ کا نام کراچی تجویز کیا جاتا اور حضرت والا قدس سرہ سے منظرہ کی کمی درخواست کی جاتی حضرت قدس سرہ معذرت فرما دیتے اور کبھی منظور نہ فرماتے، مجلس مدرسہ کو پھوڑ کر اکثر اختلافی فرماتے اور پھر ان کے باوجود منظور نہ فرماتے۔ مدرسہ دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی مظفر ٹھکر کی مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب زید کدھم نے حضرت قدس سرہ کا نام منتخب فرمایا۔

مولانا رشید الدین صاحب محترم دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی نے بذریعہ خط حضرت والا قدس سرہ سے منظوری کی درخواست کی۔ حضرت قدس سرہ نے معذرت فرمادی اور تحریر فرمایا کہ ”یہ کارہ شوریٰ کا اہل نہیں۔“

ذیل میں حضرت مولانا رشید الدین صاحب محترم دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی اور

حضرت فقیہ الامت قدس سرہ کا مکتوب کراچی ملاحظہ ہو۔

مکتوب مولانا رشید الدین صاحب :-

فدا ہے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم سر

پرست و دوسرے بڑے آئینہ پیکار و سدا دارالعلوم حسینیہ ٹاؤنلی مظفر ٹھکر کے لیے رکن شوریٰ کی حیثیت سے انتخاب فرمایا ہے آنجناب سے عرض ہے کہ مدرسہ کی رکنیت منظور فرمائے

فقط والسلام

محمود اور جواب سے فوائز :-

مکتوب فقیہ الامت و حرارہ

محمد رشید الدین غفرلہ

کراچی ۱۳۵۶ھ ۲۸ فروری ۱۹۳۷ء کارہ شوریٰ کا اہل نہیں مدرسہ شامی مراد آباد

کی مجلس نے نام تجویز کر دیا تھا شاید اس پر ہو گئے ابھی تک دبا جاملے ورنہ شوریٰ میں

شکست کرنے کی ٹوہٹ نہیں تھی اس لئے بندہ معذرت خواہ ہے کہ کسی اور کو تو کچھ پر فرمایا
ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سبکدوشی میں فرماتے اور مدد کو بازی و معنوی ترقیات سے نوازے۔
فقہ والسلام

(س ۲۳۹)

(۲۵) ”آپ سے مارا خضر ہو کر مورد غضب بننے کی تاب کہاں آ“

بچہ صاحب نے لکھا

حضرت! سال خدمت کیا کٹر جواب نہیں آیا جس سے دیاں ہوا کہ شاید حضرت والا مارا خضر تو
نہیں ہو گئے۔

انکو جو اپنا کھر پر فرمایا

آپ سے کھنڈت نہ ہو۔ اب پہلے سے چکا ہوں۔ خدا جانے آپ تک کیوں نہیں پہنچا
آپ سے مارا خضر یا مورد غضب بننے کی تاب کہاں۔۔۔

اللہ تعالیٰ غصہ وغضب رسول و غضب دلیا

فقہ والسلام

(س ۲۴۰)

(۲۱) ”شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے“

ایک صاحب نے لکھا کہ جواب میں تحریر فرماد

”سوارانِ باطل اور موانعِ حرمِ صاحبانِ شہید و شہداء فریضہ میں سے دہلی سے سوار ہو کر توجہ
مقدس جاد ہے میں دال و میال بھی قطع قطع الہم مع صاحب ساتھ ہیں۔ اہقر جمعی انکے ہر او
بھٹی جا رہا ہے شاید کسی کی خدمت کا موقع مل جائے۔“

(اپنے پیچلوں کی خدمت کی تمنا رکھتے کسی شانِ خواہش کو ظاہر کرتا ہے)

(س ۲۴۱)

(۲۲) ”یہ ناکارہ تو ہر طرف سے خالی ہے“

ایک صاحب نے لکھا

آخر مولانا میوانہ صاحب نے یہ خدمت کی سعادت میں زیارت عرب میں شریفین سے مشرف ہو کر
اور وہاں حضرت شیخ الحدیث نور الدین سرقدون قیادت اور چارلس کی برکتیں سے آگے یہ سب
حضرت دارانی دعا کے کمال ہے۔

ان کو حضرت دارانی نے تحریر فرمایا

"ماشاء اللہ خوش نصیب ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم کی خدمت
میں حاضر ہو کر عرب میں شریفین سے اور وہاں شرفاء و بزرگوار کے قیام و خدمت سے اپنی قدر جانتے کی
برکات سے مشرف ہو گئے، مبارک باشد۔ یہ کارنامہ ہر طرف سے خالی ہے جو اب خط میں
تایید کی جاسکتا ہے یا ناموس۔

اے ترخانہ پانہ غلام نے، ولی کہ چسپ

حال شیرانے کہ شمشیر و زبرخورد۔

(یعنی وہ شخص کہ جس کے پاس میں بھی گنا بھی نہیں لگا ہوا ہے، وہ شیر کا حال کیا
معلوم ہو سکتا ہے جو سر پر مصیبتوں کی کوار کے سے کھاتا ہے۔)
(۲۳) "لفظ تو میرا گزور ہے۔"

ایک صاحب نے لکھا، حضرت حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے قوت کے لئے دعا کی
درخواست ہے۔

حافظہ میرا گزور ہے اس میں آپ مجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتے، میں تو اپنا نام بھی بھول گیا
تھا۔ تمام دعا کی اور بھی ہے مابعد شوبکم دمی لولا دعاؤک (میرا رب تمہاری
دراہمی پر دعا کر کے آفرمادے نہیں نہ ہوگا) (ص ۲۳۲)

(۲۴) "روز اکل و خرافات سے دل پر ہے۔"

ایک صاحب نے اپنے ادکاف کی حالت ذکر کر کے دعا کی درخواست کی انکو

جواب تحریر فرمایا

”میرا حال تو یہ ہے کہ کمرہ کے پچائے مسجد میں بیٹھ کر فرائض اور خرافات سے کمرہ میں بھی ملتا تھا، مسجد میں بھی پر ہے نہ وہاں نجات تھی نہ یہاں، البتہ اللہ کے فضل سے فاجر ہی نہیں ہے، اور آپ احباب کی وہ قائل کا برا سہارا ہے۔“ فقط والسلام (ص ۲۵۲)

(۲۵) ”مغرب تک ایک دربار میں، مغرب سے عشاء تک ایک دربار میں“

حضرت اقدس امّت قدس سرہ کی تشریف بری جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کمرات کے لئے وہاں سے وہاں کی دعوت پر تجویز ہوئی، محترم مولانا مفتی احمد خانپوری مفتی مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل نے تشریف بری کے موقع پر تحریر اپنے مکان پر بھی تشریف بری کی دعوت دی اور مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب نے یہ مجھ مفتی مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کی خواہش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی اپنے مکان پر تشریف آوری چاہتے ہیں۔ حضرت والا قدس سرہ نے جواباً تحریر فرمایا:

”آپ کا اور مفتی اسماعیل صاحب کا کاشانہ عشرت تو قریب قریب ہی ہوگا پھر کیا خوب ہو کہ عصر سے مغرب تک ایک دربار میں اور مغرب سے عشاء تک ایک دربار میں حاضری کا شرف نصیب ہو جائے۔“ فقط والسلام۔ (بچے شاگردوں کے ساتھ یہ انداز ہی طلب کس تو اضع و عہدیت کو ظاہر کرتا ہے) (ص ۲۳۳) (۲۶) ”میں بیکار ہوں“:

ایک صاحب کو جواباً تحریر فرمایا:

”اپنی صحت سے زیادہ ضروری آپ حضرات کی صحت کو سمجھتا ہوں کیونکہ آپ کام کرنے والے ہیں اور میں بیکار ہوں، خدا تعالیٰ آپ کو اور حضرت مجتہم صاحب کو جلد پوری صحت و قوت عطا فرمائے۔“ فقط والسلام (ص ۲۳۳)

(۲۷) ”میرے لئے دلد کی ضرورت نہیں۔“

مدینہ تعلیم و تدریس جامعہ اسلامیہ پانچویں نمبر کی نجات میں حضرت علامہ کے مرنے کے بعد
مبارک میں اختلاف فرمایا کہ خوشی کی جائی تھی اور وہاں سے وہاں کے مشہور و سنے
کہ مدینہ دارین کا ایک وفد حضرت علامہ کے مرنے کے وقت مبارک میں حاضر ہوا اور درود
مست

”واللہ اعلم“ احمد علیہ رحمۃ ربی! یہ کچھ حکم کا خوب سے جواب حضرت علامہ کے مرنے کے بعد
”یساں مدینہ تعلیم و تدریس جامعہ میں وہ مبارک میں نہاں کے مشکاف کے ساحل
میں حضرت سید صاحب کے تجویز کیا ہے کہ نیک وفد وہاں حاضر ہو اور جناب دارین
درخواست کرے کہ جناب دارین مبارک میں جامعہ اسلامیہ میں قیام منظور فرمائیں اور
حضرت دارین کے تجویز فرمادے

”حضرت سید صاحب کے وفد تجویز کا درود فرمادے اور اسے تو خوشی ہوئی کہ آپ حضرت
سے ملاقات کی صورت نکال آئی لیکن میرے دل میں سر یہ بات ضرورت اور چھوٹی بات و آنگ
ہم سے بڑا بڑا ہے میرے لئے وفد کی جو ضرورت نہیں ہے ہمارے سب بھی
نہیں میرے لئے ایک فخر و زبانی فرمایا۔ یاد رکھیں وہاں میں ایک جملہ لکھنؤ بھی کوئی
ہے۔ میرے دل میں زبانی گفتگو کا ایک تمام ہے جس کی وجہ سے خود بھی قسمی تھا کہ جہاں
تذکرہ مال بھی تو عمر الی افروغ نے جگہ رکھا تھا وہ جگہ ۱۰۰ کا خدا آکر ہے کے
میلوں سے ماحول کے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس میں نے کسی دوسری جگہ کا وہ نہیں کیا
تو ادراوت وہ نہ آئی بھی تو اس سے بھی اتنی کج سہل دوسری اس کے موافق بھی نہیں
نہ وہ فتنہ زید بھی پھر کر دیا کرتا ہے“

فقہ الاسلام

(اپنے لئے وفد کی آمد کو بلائے ورت بلکہ نام سب بھٹا بھی کہاں تو اشع کی بناء پر
ہی ہے۔ وہ تو اس سے خوش ہوا جو ہے کہ ہمارے پاس مستحق وفد تو یہ ہے اس نے
درخواست کی ہے یہ سفارش کی ہے)

(۳۸) "قابلِ اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخلاعت ہیں۔"

مذمت والہ قدس نے اس کے سوا غلط و مظلومات ہوا ہموال ملی : غیر دوسرے اور عوام و خواص نے اسے بے حد مذمت و مبالغہ کیا ہے۔ مگر حضرت علامہ قدس سرہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علامہ قدس سرہ کے "اعظایع" اور خوشنوع کیا جائے بلکہ تحت لاپندہ پائی کا غلبہ و قربت کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ حضرت علامہ کے ارشاد استہیاب کو رد ہے۔ حضرت علامہ تحت : دانش ہوتے اور خدمت نے عرض کر کے پر ارشاد فرمایا کرتے کہ ان کے "اعظایع" اور ارشاد استہیاب استہیاب قابل ہیں۔ ایک خادم کے اصرار کرنے پر فرمایا میرے قانونی سے بڑے قابلِ اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخلاعت ہیں۔

ایکے قلوبِ راقی میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس کمزور کے سوا غلط و مظلومات ہوا ہیں وہ قابلِ اشاعت نہیں بلکہ قابلِ اخلاعت ہیں مگر اس کا رونی شوقی نہیں ہوتی اس لئے دو چھپ جاتے ہیں۔ قلم بھی ہوتا ہے۔"

(ص ۳۴۵ بحوالہ مکتوبہ فقیر اللہ دستِ بلند، ص ۳۲)

(۳۹) "قادیانی کی اشاعت کی ناپسندیدگی۔"

مذمت والہ قدس سرہ کے قادیانی جن کی جیسے ضخیم جلد میں چھپ کر قیامت کا سہ حاصل کر چکی ہیں۔ خانہ طبع، عوام و خواص، مفتیان کرام سب ان کے عقائد ہیں اور کوئی ارادہ شایر نہیں جس میں سے خالی ہوگا مگر جب ان کی تشریح و اشاعت کا کام شروع کیا گیا تو حضرت قدس سرہ ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا "کیا ان کے قادیانی، قادیانی انداز ہیں۔ قادیانی دارالعلوم دہلی دہلی نہیں، برکس و نکس کے قادیانی شیخ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے قادیانی پر ارشاد کرنے کے قابل نہیں۔" قدس سرہ کے حکم اور ارادہ تقاضوں پر پیشکش ایاز سے مرحمت فرمائی۔

ان سب چیزوں سے حضرت دلال کی کمال عہدیت و کمال تواضع کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے حضرت دلال کے علوم مرتبت و رفعت مقام کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

کیونکہ تو ذبح و سہریت ہندو مقام میں دیکھل ہے۔ اچھا شاعر
 فروغی است و دیکھل سیدگان کمال کہ چہن سوار بخزل رسد بیا و شود
 (ص ۲۳۶)

(۳۰) ”انداز خطاب“۔

اپنے چھوٹوں کو ہمیشہ آپ اور جناب سے خطاب کرتے تھے۔ ”والا ہاں“ اور
 ”نہی خاں“ کہہ کر نام لیتے تھے۔ ”طوط میں عود“ مہتری ازیر احرامہ کے عنوان سے
 آغا فرماتے تھے جس کا اندازہ ”کتوبات فقہ الاسلام“ میں شائع شدہ مکتوبات سے ہا سانی
 ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مکتوبات جمود حضرت والا کے حوالہ اور ”تہذیب“ کے نام ہی لکھے گئے
 ہیں۔

اپنے چھوٹوں سے ساتھ بھی وہ معاملہ فرماتے جو اپنے بڑوں کے ساتھ بھی برعکس
 کیا جاتا ہے۔ چھوٹوں کو چھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت والا تو سرو کے کسی انداز سے کبھی ادنیٰ
 ورجہ کی بڑائی کا اثر نہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہ حضرت والا کسی درجہ میں بھی اپنے آپ کو صاحب
 کمال سمجھتے تھے۔ بلکہ حضرت والا قدس سرہ کو اپنے کسی کمال کا وہیم بھی نہیں ہوتا تھا۔
 مدت اصرار باں مہارک سے کبھی کوئی جملہ نہیں سنا میں جس سے ادنیٰ ورجہ کی بڑائی
 یا اپنے کسی ادنیٰ کمال کا کسی درجہ میں بھی اظہار ہوتا ہو یا اس کے انہار کا شائبہ بھی ہوتا ہو۔
 (ص ۲۴۷)

(۳۱) ”عہدہ قبول کرنے سے احتراز“۔

حق کی غور میں نبوت و وصی صفاست ہر دو جہاں سے حق اس کا دل پہ نیاز
 (۱) ائمہ پاک نے حضرت والا کو اس فلیں سے اور عہدہ اعلیٰ میں وصال تو اشیع و عہدیت کی
 صفت سے نوازا تھا کہ جو بھی کام تھا جو بھی خدمت تھی وہ ہندوئی اندھ تھی اس میں نقصانیت کا
 شائبہ بھی نہ تھا۔ ظاہر حرم سہار پور میں غرضور از تک تقویٰ تو کسی کی خدمت انجام دی مگر
 ہمیشہ اپنے کو صحن مفتی ہی کہتے رہے۔ ار با ب مدرہ کے فرمانے اور تجویز کے باوجود نائب

مفتی لکھتا بھی کہ وہ نہ کہی اور اس میں خوش تھے نہ ناخوش مفتی اور مفتی القاب بھی نامور اور خیر تھے۔
 کو نہ آپ کو آپ کے تخلص کی بی جہ سے مفتی ہی جاتی اور تخلص بھی اور اہل علم آپ سے تخریب
 ملتی تھے اس وقت سے حضرت علامہ اس تھے مگر آپ کی طبیعت کا رنگ ہی کچھ ایسا تھا کہ
 کچھ بوجہ تو میرا وقت اتنا ہی کا صاحب ہے۔ یہ ہے میرا لڑاکا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
 مگر اس کا نتیجہ دیکھو میرا زمانہ جو اہل علم کے لئے کھلا تھا ان کے لئے کھلا نہیں رہا ان کے ساتھ ہوتا ہے کہ
 حضرت نے اپنے کو جو کچھ پسند آیا یا مگر اللہ تعالیٰ نے مانا، دیکھتے ہیں نا کھڑا آیا اور جو اپنے کو
 مناسب مفتی لکھتے بھی اور وہ نہ کرتا کہ وہ نہ صرف یہ کہ عالم اسلام میں دو غلط فہمیوں
 دار احکام دیوبند و مظاہر علوم صدر مفتی مفتی اعظم اور متکفرواں اسباب القیام حضرت کا
 سرپرست بن گیا یہ ایک مفتی عظیم ہند اور "فقیر و امامت" کے لقب سے نوازا گیا یہ مجھے صدق
 علی اللہ علیہ وسلم نے جی جی فرمایا۔ "من تو اخرج ہند فہذا اعد۔" (جو اہل علم کے لئے تو بیعت اختیار کرتا
 ہے مفتی کی اس کو بلند ہی جتنا فرماتا ہے)۔

تھیں شوری اور ان کا دار احکام دیوبند نے حضرت والہ نور اللہ مرقدہ کو دارالافتاء
 دارالعلوم دیوبند کا انجم اور صدر مفتی جو بڑا کیا مگر حضرت والہ نے حضرت مفتی نظام الدین
 صاحب کو صدر مفتی اور ان کے دارالافتاء کے تمام اختیارات سپرد فرمائے اور فرمایا۔ "صدر
 مفتی اور دارالافتاء کے نام آپ پر ہے۔"

حضرت مفتی نظام الدین صاحب نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا اور فرمایا بھلا یہ
 کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے سوائے کون دوسرا صدر مفتی و ناظم بنے اور آپ کو یہ کلمہ دیا کہ وہ
 منصب (شوری) کا دارالعلوم کی طرف سے دیا گیا ہے۔

فریب خط مفتی بھی مرقدہ نے صاحب کسی طرح آقا کو نہ ہوئے اور یہ امر
 انکار فرماتے رہے تو حضرت مرقدہ نے فرمایا "اگر آپ نے یہ کلمہ قبول نہ کیا تو یہ بیان
 نہیں رہوں گا۔" مفتی دیکھو دارالعلوم چھوڑ کر چٹا جاؤ گا۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں تو

نچھائی یہ عہدہ قبول فرمایا اور حضرت والاؒ نے اس سرور حضرت مفتی محمد عابد بن صاحب نور اللہ مرقدہ کو صدارت و انتظام کے تحت برابر خدمت انجام دیتے رہے اور اپنے برطرز سے اپنا ماتحت ہونا ہی ظاہر فرماتے رہے، حالانکہ دارالعلوم سے باہر کی اکثر دنیا حضرت والاؒ کی سرپرستی میں رہتی تھی اور خیال کرتی تھی۔

(۴) حضرت مولانا محمد عابد بن صاحب نور اللہ مرقدہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے حکم اور مسلسل اصرار اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد تکریم صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند میں تقریباً بارہ سال بخیر و شرف جلد بخیر کا درس دیا اور حضرت مولانا محمد عابد بن صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصی کے سال جندول بھی مکمل کروائی مگر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا قادی محمد حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ و مہتمم دارالعلوم دیوبند کے پاس تشریف لیا کر فرمایا "میں اب تک حضرت مولانا محمد عابد بن صاحب نور اللہ مرقدہ کی رعایت اور ان کے حکم پر بخیر و شرف گزار رہا تھا لیکن میں اس کا عمل نہیں اس لئے آئندہ بخیر و شرف گزارنے سے معذور ہوں کوئی دوسرا انتظام فرمایا جائے۔"

(۵) عہدہ سے استعفاء اس وجہ تھا کہ انکساری سے ان خود ملاقات بھی ناگوار نظر آتی تھی۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ایک خاص اجلہ کی شوری سے و انہی پر ایک رکن شوری نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ و خط لکھا جس میں یہ معذرت کی کہ شوری کے اجلاس میں آئے ہوتا ہے، یہی بہت چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کروں مگر وہاں اتنی فرصت نہیں ہوتی۔

حضرت مفتی صاحب نے جو جواب تحریر فرمایا:

"میں باوجود فرصت کے آپ سے ملاقات نہیں کرتا کیونکہ فقط ایسی ہی جگہ ہے کہ جو ماتحت طرز میں رکن شوری سے ملتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ جی کوئی غرض نیکر آیا ہوگا، میری ترقی نہ ہو، میرے واسطے یہ سہولت مہیا کر دو، ملاقات اگر مجھے فرصت بھی ہوتی ہے تب بھی میں آپ حضرات میں سے کسی سے نہیں ملتا، راستہ کاٹ کر چلا جاتا ہوں، کبھی آپ اس راستہ میں نہیں آتے تو میں اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لوں گا۔"

(۳) قیوم کا بیوہ نہ نہ نہ کہ ہم نے جس حضرت مولانا احمد اہلہ صاحب اور اللہ مرقدہ کی شدتِ نداشت کے موقع پر مظاہر علوم میں کسی ناظم کے تقرر کی ضرورت پیش آئی۔ اور اب مظاہر علوم نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے اجازت لیا کہ مظاہر علوم کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالیں۔

مگر مفتی صاحب قدس سرہ نے منظرِ نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ نور الدین مرقدہ نے اپنے روزنامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مضان ۱۳۸۷ھ میں مولانا احمد اہلہ صاحب کی شدتِ بیماری اور مایوس کن احوال پر ضرورت پیش آئی کہ کوئی ان کے بعد نظامت سنبھالے۔ مفتی محمود پر کئی سال سے امر اور سب کا ہی ہوا۔ بالآخر ان کی غمزدگی نے نہیں دیا وہ از خود نہیں آئے۔“

مظاہر علوم میں غمناک ہوا حضرت والا قدس سرہ کا آخر اپنے بارے میں یہ تھا کہ یہ اختلاف و اختلافِ میری بد اعمالیوں کی غمزدگی کی بنا پر ہے اس لیے مظاہر علوم سے یہ دن عموماً کے طویل سفر پر تشریف لے گئے۔ اس کمال و تواضع اور عہدیت کی مثال بمشکل ہی مل سکے گی۔

حضرت والا کا مکتوب اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

ارشاد فرمایا کہ میں نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی شورانی (مستقرہ اہل) میں کہا تھا کہ یہ خانشار مظاہر علوم کا میری غمزدگی سے معلوم ہوتا ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اس پر مولانا محمد ہاشم صاحب بخاری (درس دار العلوم مدو بند و فیض حضرت شیخ رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ ایسا کہنا آپ کے لیے مناسب نہ تھا اس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ کہتے ہیں میرے لیے ایسا کہنا مناسب نہ تھا، حالانکہ میرے پاس اس کا ماتخذ وجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کفار کے مقابلے پر ایک لشکر بھیجا اس کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی کہ صبح سے دو پہر تک مقابلہ ہونا رہا تب فتح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”میرے مہتمم ہوں کی وجہ سے فتح میں

آجی دیر کی کھج سے دو پہر تک وقفہ نہ کرنا پڑا اور نہ کفر میں اتنی مجال مہل ہے کہ ایمان کے مقابلے میں اتنی دیر تک ٹھہر سنے۔ چنانچہ سات آنحضرتؐ کو ملے، ان ملک میں رہے اور سفر سے واپسی پر بھی اٹھا برعلوم میں قیام فرما کر، چائے کے چائے دار اعلوم میں قیام فرمایا۔ کیونکہ دار اعلوم میں خلعتاؤں سے موقع پر بھی یہ دن ملک کے افسار میں سات ماہ گزارنے اور پھر واپسی پر حضرت شیخ الحدیث نور الدین قادریؒ کے حکم پر مظاہر علوم میں قیام فرمایا تھا اور رکات شوروی دار اعلوم کی طرف سے بھی حضرت ابراہیم دار اعلوم میں قیام فرمائے۔ یہ براہ راست اور براہ راست۔

(ص ۲۳۹ تا ۲۵۶)

(۳۲) مجلس فقہی کی رکنیت سے معذرت:-

جمعیت العلماء کے تحت مجلس شرعی قائم کی گئی جس میں ایک شعبہ مجلس فقہی کا رکھا گیا اور اس کے ادکان میں مستند و باب فرائض اور باب اہل بیت اہل علم کو منتخب کیا گیا۔ حضرت اقدس قدس سرہ سے بھی اس کی رکنیت قبول فرمائی کی درخواست کی گئی۔ حضرت اقدس نے رکنیت قبول فرمائی سے معذرت فرمائی۔

مجلس شرعی کی طرف سے جو درخواست پیش کی گئی اور حضرت اقدس سرہ نے جو معذرت نامہ تحریر فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو:

”مکتوب مجلس شرعی“: مجلس شرعی کے قیام کے سلسلہ میں پہلے بھی آپ کو اطلاع دی جا چکی ہے، یقیناً ذرا پہلے بھی مجلس شرعی کی تائید و قیام کی اہمیت سے متعلق ہو گئے۔ یہ عرض اس مسئلہ اوش کے ساتھ پیش خدمت ہے کہ براہ کرم کل ”مجلس فقہی“ کی رکنیت قبول فرما کر مجلس شرعی کے قیام کی توسیع میں رہنمائی فرمائیں۔ امید ہے کہ اس عرض کو شرف قبولیت بخش کر بخاریت فرمایا جائے۔

مجلس شرعی، بیاد شاہ مظاہر، رگ نئی، جلی۔

جواب از فقیرہ اناست قدس سرہ:-

مجلس شرعی کی تائید و قیام کی اہمیت ائمہ من الشیخ ہے اللہ پاک تبارک و تعالیٰ

اُسرے فرمائے اور صحیح طریت پہنچائی چوری توفیق دے۔

یہ کاروان اپنے عوارض کی وجہ سے اس کاٹل ٹکڑیوں کے کہ گن بن سکے ویسے جو فہمست اپنے من میں دوس سے جبرئیل علیہ السلام کے نصف اصرار نصف حفظ کی وجہ سے سراپا نصف بن کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ معذرت قبول فرمائیں گے۔ واللہ اعلم بحکمہ کرام اللہ من مفیول

(۱۵/۱۲)

(۳۲) ہجرت نہ فرمانے کی وجہ:-

انھوں کی مخدوری اور دیگر دسراش و عوارض پیش آنے پر بہت سے محققین خدام کا قضا کا کہ اب مستحسن مدینہ پاک قیام فرمائیں حضرت والا قدس سرہ سے بہت سے محسنین و متعلقین اور اعزاء جو مدینہ طیبہ میں مستحکم ہیں سب کی خواہش تھی کہ اب بقیہ زندگی حضرت والا مدینہ طیبہ میں قیام فرمائیں انہیں حضرت والا قدس سرہ والا کھٹناؤں کے پابند اور اس لئے آلودہ نہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاک میں مستحکم قیام کے لئے جسے اوصاف عالیہ کی ضرورت ہے میں ان سے بالکل خالی ہوں۔

ایک صاحب نے حضرت والا قدس سرہ کے پاس تھکا کر حضرت کو پہچاننے کے بعد ہجرت کرتے چلے جائیں گے اس لئے میں ایک سال کی چھٹی ٹیکر آپ کے پاس رہتا چاہتا ہوں۔

آپ نے جواب میں لکھا

”ہجرت کے لئے ایران کی چٹائی، اعلیٰ حد پر مودت اور فائق فاضل پر استقامت سے بڑا سرمایہ ہے اور یہ کاروان سب چیزوں سے خالی ہے اس لئے آپ جہاں پر ہیں وہیں پر رہ کر دین کا کام کرتے رہنا۔“

(۳۳) میں حضرت مدنی قدس سرہ کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں:

جو حضرات اکابرہ شیخ میں سے کسی سے نبوت بہتے اور وہ انکی اخلاص پر حضرت قدس سرہ سے بہت بہتر ہوتا چاہے حضرت والا قدس سرہ کو دل تواضع و مہدیت کے بنا۔

پہنچے تو بھی بیعت نہ فرماتے البتہ ان کی خدمت اور مشورہ دینے سے انکار نہ فرماتے بلکہ ہر نوع کی خدمت کے لئے تیار رہتے عربیت سے استرازی فرماتے تھے۔

ایک صاحب جو شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت تھے انہوں نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد حضرت والا قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی مگر یہ بھی عرض کیا کہ میں حضرت مدنی سے بیعت تھا اب حضرت والا سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت والا قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

میں حضرت مدنی قدس سرہ کی بیعت کی خاک کے برابر بھی نہیں کہ میں ان کے مہر و بیعت کروں اور اس لئے اسے آبدیہ ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ حاضرین بھی آبدیہ ہو گئے اور انہیں یہ اس وجہ سے کہ جو انکے پیشانی اپنے وقتوں میں برکتے۔ (ص ۲۵۴)

(۲۵) فی مقام :-

اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے متواضع نہ کرنا اور اپنے آپ کو حقہ فقیہ نہ

لکھنا تو آسان ہے مگر حقیقی تواضع کہ یہ چیز قابل سے بڑھ کر وجہ خالی میں آ جائے مشکل

حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ درجہ مقام کے جدا حاصل ہوتا ہے۔ اور فنا کا مہر حاصل ہو جاتا

کوئی آسان چیز

نہیں اس لئے سید بزرگ مجاہدوں اور بزرگوں کی شہادت ہے اور اس کے بعد بھی کسی

خوش نصیب کو جس جاسمہ کو مائیکہ کا بزرگ اکرم اور بزرگ فضل ہے۔

حضرت والا قدس سرہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ کا مقول نقل فرمایا کرتے تھے

کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں برس تین بزرگوں کی خدمت کی،

اس کے بعد ہمیں برس سے بیاضت و مجاہدات میں مشغول ہوں اب تو ہم حاصل ہوئی

ہے۔ اپنے آپ کی طرح وہ سمجھتا ہوں، لوگ آتے ہیں، میں سمجھتا ہوں میری قبر پر رہے ہیں فاتح

ہونے کے لیے، پھر بھی سوچو ہوں کہ شاید میں زندہ ہوں۔

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں

آپ اپنے حال کی بیان فرما رہا ہوں۔

(۳۵) حضرت آس باقیہ مرگ و میراں گفتہ آید و مدتیہ و مگر اس۔ (۳۵۵)
(۳۶) پتہ نہیں ہمارے بھی کوئی سفارش کرے گا یا نہیں؟

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں
حق ہوتا ہوتا تھا اور میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں
سفارش کرے گا یا نہیں؟

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں

فرمایا: ایک صاحب کشف یا ہے جسے کسی قبر کے پاس سے گزر رہا تھا کہ
کہ صاحب قبر کو خطاب ہو رہا ہے یا خود ان بعد اچھڑ رہا ہوتا تو کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ
صاحب قبر ہوتا ہے یا خود ان بعد اچھڑ رہا ہوتا تو کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ
کئی برس آدمیوں میں تھا وہ ان کے انتخاب میں میرا بھی نام آ گیا، اس لیے نجات ہو
گئی۔ اس کے بعد حضرت نور احمدؑ نے قوم بھر کر فرمایا:

پتہ نہیں ہمارے بھی کوئی سفارش کرے گا یا نہیں۔ (۳۵۵)

(۳۷) اپنے لیے کھڑا ہونے سے انقباض۔

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں
کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ یہودیوں سے انقباض ہوتا تھا کہ ان کا کمال قتل کی بنا پر اس
لقباض کا اظہار بھی نہ ہوتا۔ اس لیے کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں
یہودیت کو پہچان لیتے تھے ایک صاحب جب حضرت قدام سرورؑ کی مجلس میں حاضر تھے
حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں
کہ میں نے اپنے گھر میں اور اندر لڑایا ہوتا تھا کہ میں

حضرت والا قدس سرہ نے ان کو تحریر فرمایا:

مجھے اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ نون کھڑا ہوتا، ان نہیں ہوتا، ایت جو کھڑا ہوتا ہے اس سے انتہائی ضرر ہوتا ہے کہ یہ شخص لگتا بھولا ہوا ہے کہ میرے لیے کھڑا ہوتا ہے حالانکہ میرے پورے زمین سے آسمان تک گن ہوں گا جو میرے ہے۔ (۲۵۶)

(۳۸) ڈانٹنے کے لیے میرا نفس کچھ دفعہ رہی بہت کافی ہے۔

کسی کی طرف سے کبھی بھی نہ گوارا، درخلاف مزاج، تشریف پیش آئیں۔ حضرت والا اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہیں فرماتے تھے بلکہ عموماً غصہ اور گڑبگڑ کی حالت کام لیتے تھے اور فرماتے: جو کچھ پیش آتا ہے وہ قطعاً قدر کے فیصلے کے مطابق ہی ہوتا ہے اس پتہ دل سے مدد ملتی رہتی ہے۔

حضرت والا قدس سرہ کا حال بالکل اسی کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ شہادتِ حق فرماتے ہیں:

مراجہ دار روشن شہباز، دواغہ از فرمودہ روئے آب
 کیے آئندہ بر خویش خود چین سہاقت، و گمراہ آئندہ بر غیر ہمیش سہاقت۔

ایک صاحب کو اپنی گستاخوں اور کوتاہیوں کی بنا پر خیرا ہوا حضرت والا مجھ پر ہمارے نفس ہوں گے اس لیے معذرت کا کلمہ لکھا۔

حضرت والا قدس سرہ نے تحریر فرمایا:

میرے لیے ڈانٹنے کے واسطے میرا نفس کچھ دفعہ بہت کافی ہے جب غصہ آتا ہے۔ ایہ بات جیسا کہ بھائی کی طرف تو زور دینا۔

ایک صاحب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی موجودگی میں ایک شخص کی تعریف کی، حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: ذیلک تعریف غشش و کین (مسکو اذ شریف ۴۱۲) (انہوں نے چھ پرانے اپنے بھائی کی طرف کو تو زور دیا) تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اگر کسی ہنس و خیر، میں تعریف لے جانے کے موقع پر ذرا جواب دے دوں گا۔ تاہم جاتے تو سخت تار شکنی ہوتی کہ تحمل نہ فرما سکتے۔ اس لیے بعض دفعہ شدت مارا کرتی، درحقیقت

اسلام کی خاطر فوراً اس وقت واپس تشریف لے آتے۔ ان لوگوں کی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ اس سے اگلے ایک صدہ گزرتے اور واپس وہاں بیٹھنے پر اصرار کرتے تو ہجرت پر مجبوری پڑتی۔

غرضیکہ عام و نمود آفرین و شیراز سے سخت نفرت تھی۔ اس سے کہوں دور ہوئے۔ عزت و کوشش آپ کو طبعاً غیب تھی مگر آپ انیاسے جتنا بھاگتے تھے دنیا اتنا ہی آپ کی طرف پھٹتی تھی۔ دوزخ تھی، آپ نے جتنا چھینا اور کھام ہو چاہا اللہ سے اتنا ہی آفتاب و مہتاب بنا کر چمکایا۔

(۳۸۷)

(۳۱) وہ نہیں آتے تو تو ہی چل مٹتی!

حضرت نے فرمایا کہ میں ایک سرچہ مشکوہ پہنچا ہوں۔ اس شریف ماحول مشکوہ کے علم سے اب کسی علم پر سفر سے واپس نہ آئے۔ اہل بیت کا میرے گھٹنوں میں درو ہے اس لیے حاشیہ سے محذور ہوں ملاحظہ فرمائی چاہتا ہوں اس پر انکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ملاحظہ فرمائی چاہتا ہوں وہ نہیں آتے تو تو ہی چل مٹتی! اس میں کیا تیری شان جاتی ہے۔

اعظم صاحب نے کہا کہ یہ مطلب یہ تھا کہ حکیم محمود صاحب سے یہاں تو آپ تشریف لائیں گے۔

ہی، میں وہی میں حاضر ہو جاؤں گا کہ وہ قریب ہے۔ (اس سے حضرت اقدس کی کمال توجہ و مہربانی تھی یہ ہے اوصاف نور میں) (۳۸۸)

۳۲ "اس کا مجھے علم نہیں۔"

آپ کے کینڈر شید حضرت ۱۱۶۰ قاری سید صدیق احمد با ندوقی رحمانہ فرماتے ہیں فقیر حضرت استاذی مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم جن کا عرفی میں میرا حاضری جواہر ہے، اکثر ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ اسکا مجھے علم نہیں۔

(۳۲) (۳۳)

۴۳ ”اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھایا جاتا کیونکہ طلبہ زیادہ فاضل ہونے لگے۔“

عرض کیا کہ حضرت مولانا صدیق صاحب مدظلہ باندہوی نے جناب سے کیا کتابیں پڑھیں؟ ارشاد فرمایا نورانِ نو میں مفتی عجمی صاحب مدظلہ کے ساتھ تھے۔ مفتی تاجی صاحب کا اپنی میں بہت سی کتابیں تھیں مگر یہ کہ تقریریں نہیں لکھتے ابھ صنف یہ لکھتے ہیں کہ کئی کتابوں کا حوالہ بالا دیں اس وقت کتاب لکھنے اور دواں دینے کا بہت شوق تھا پاتی اب مجھ سے اس طرح نہیں پڑھا جاتا کیونکہ طلبہ زیادہ فاضل ہونے لگے۔

اللہ اکبر کیا تو وضع ہے کہ کئی طلبہ کی کہ شوق و محنت نہ کرنے کی وجہ سے انہی طرح کتاب کے مضامین کہ عقد کھینچنے کی استعداد ہی نہیں ہوتی مگر اس کی نسبت بھی اپنی طرف فرمائی کہ مجھ سے پڑھایا نہیں جاتا۔ ہم لوگ اپنا قصور اپنی ہی سب طلبہ کے سرچو پنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بہرین نقادوں و زانیہ است تا لکھا۔

(مترجمان فقیر الامت، جلد ۱، حصہ سوم، ۱۰۵)

(۴۴) ”اس مٹی کے ڈھیر کو اٹھا کر جہاں چاہے رکھ دو۔“

ارشاد فرمایا کہ مولانا صاحب خان صاحب مجاز حضرت تھ تو کئی سے میرے تعلقات طالب علمی کے زمانہ سے ہیں وہ عمر میں مجھ سے کچھ چھوٹے ہیں مگر علم و دہش میں بہت بڑے ہیں اس وقت آئیں میں ہندی مذاق بھی بوقت تھی، لیکن جب سے مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ ان کو حضرت تھ تو کئی کی طرف سے خلافت مل گئی، میں نے ان کے ساتھ ہندی مذاق کا معاملہ بند کر دیا اور کہہ دیا کہ اب میں آپ سے ہندی مذاق کا معاملہ نہ کروں گا بلکہ جس طرح عقیدت مند خادم حاضر ہوا ہے احترام کے ساتھ حاضر ہوا کروں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں آپ کو ای طرح رہنا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو وہ ہو گئی، چنانچہ اس کے بعد سے عقیدت مندانہ ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوتا ہوں وہ بھی شفقت و محبت کے ساتھ ہوتے ہیں اپنے برابر میں

اچھے سے چیں۔ محسوس کیا کہ ان کی اس مٹی سے چیرا نکال کر جہاں چاہتے رکھیں۔

(۱۰۴۳۵۱)

(۵۵) ”میر می کو اس پر مٹاتے ہو؟“

حضرت شریف نے "مختصر" کے بعد "معارف" اور "احکام" کے نام سے دو اور کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ یہ کتب بھی بہت مقبول ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ "معارف" کے نام سے ایک اور کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔ یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی ہے۔

(175)

(۴۶) "محنت کو ٹیپو کی جہیز ٹیپو ہوتی ہے۔"

غرض کیا یہ کہ حضرت مولانا محمد امجد صاحب پرانا میٹھی (محب عرفان محبت) آپ کا ذکر بہت محبت سے فرماتے ہیں اور فرمایا محبت کو محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ ان کو اللہ سے محبت ہے اس لئے اللہ کی سب مخلوق سے محبت ہے۔ (اہل اللہ داخل حق کا کسی سے محبت فرمنا درجہ اعلیٰ کا ہے۔ مگر حضرت والا پر کس درجہ تواضع و عیدیت کا انداز ہے۔ آپ کو کس طرح تمام مخلوق میں شہ فرمایا جس سے حضرت اللہ کی قلبی کیفیت کی ترجمانی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو تمام مخلوق کے لئے شامل سمجھتے ہیں۔ اپنے واسطے مٹی اور تیرہ اعلیٰ صرف کسی عامل کی نسبت وارد نہیں) (ص ۱۴۱)

(۱۴۱)

(۳۷) ”دے آں ماہ طرف قہج خواہو کچھ کر۔“

اگر وہ دُعا قبول نہ کر لے گا تو اسے اللہ سے دعا کی تین مرتبہ ملاقات ہوگی۔

قریب امر کے شہر سے، جو چھ مہینے اور بعد میں سو روپیہ عہدہ بھجوا دیا، میں نے قاصد سے کہا کہ یہ صاحب میں، اہل لی محبت محسوس فرمائی جتنے دن ملازم رہا۔
 رہتے ہیں، اور وہ قریب قریب خود رکھ لیں۔

جن کے قلوب میں دین کی طلب ہوئی ہے ان کو دین ملا دیتا ہوں۔ دوسری مرتبہ جب کہ صحت یاب نہ کر سکو، تو ہمیں تھریف ملے چارے تھے، میں، ٹیوشن پر حاضر ہوا، اس وقت بھی سو روپیہ عطیہ دیا۔ تیسری مرتبہ ہند میں سفرِ حج سے واپس آ رہا تھا، ہمیں بھی ملاقات ہوئی مگر اس مرتبہ پہچانا نہیں۔ بعد میں عہدہ بھجوا دیا۔ میں نے لکھا کہ ”اب تو مجھے بے ادب کو آج نہیں لیکن اتنا ہے کہ اب: انتہائی میں اتنی شفقت ہے کہ امیہ ہے کہ نہیں“ (آخرت میں) بھی شفقت فرمائیں گے۔“ (حصہ چہارم ص ۱۰۴)

(۴۸) ”پوری دنیا میں خود سے گناہ اور کارو کسی کو نہیں پڑتا“

ارشاد فرمایا کہ ”میں ایک تخلیقی اختراع ہوں۔ جس میں ایک صاحب نے تقریر کی جو خبر مالم تھے، بہت خوب، دو مضمون تقریریں اور دو سو کے قریب حدیثیں بیان کیں، عربی عبارت کے بغیر، اور میں سب حدیثوں پر فوہ کرنا رہا۔ سب صحیح تھیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ”ساری دنیا میں بھی پھر کر دیکھ لیا، بس خود سے گناہ اور ناکارہ کسی کو نہیں پڑتا، بس کھانا، پینا اور سو گئے، یا کلوں و تنھنوں کا چکل الانعام“۔ (یہ فرمایا کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہے گئے) (جلد ۲، حصہ ۸، ص ۷۳)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی ہی ان اوصاف سے متصف تھی۔ ان منظور کوئی اس کا نمونہ سمجھ نہ سکتا ہے۔ باطنی ہی من و کلمات حق تعالیٰ شانہ نے ہی تو سب ہی حضرت رحمہ اللہ کی ذات میں ملی جبرائیل و ایلیہ فرمائیے تھے، مگر شاید تواضع و عہدیت کا وصف سب سے بڑھ کر تھا، جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کا عین حق ہندی معراج تک پہنچا دیا۔ (حیات محمودہ، جلد ۱، ص ۲۵۶)

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب ہامدوی رحمہ اللہ کے
واقعات :-

اگر یہ کہا جائے تو بجا نہ آگا کہ سرفہرست من تواضع لله وفعہ اللہ حضرت کو
دیکھ کر اس کی تصدیق ہوئی کہ ایک طرف تو ہمارے حضرت مجسم تواضع تھے، ثبوت کوئے کر
حضرت کے اندر تواضع و انکساری بھری تھی کہیں نام لو بھی اپنی کسی حیثیت کا یا اپنی کسی شخصیت
کا کسی طرح کا احساس نہ تھا اور دوسری طرف حضرت کی ایک عام عزت اور حضرت سے بے
ایسا، معیت و محبت پائی جاتی ہے۔

اور یہ دیکھتے تو لگتا ہے کہ تواضع کی حقیقت یہ نہیں کہ کسی کام کو یہ سوچی کر اختیار
کیا جائے کہ یہ ہمارے منصب سے تو فروتر ہے لیکن لاؤ کر لیں۔ بلکہ اس کی حقیقت یہ
احساس و انکسار ہے کہ ہم اس اائق بھی نہیں ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے
”تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ حقیقت میں اپنے کو کوششیں اور سچے سمجھ کر تواضع
کرے۔ اپنے کو رفعت عاقل نہ سمجھے اور سچے سچ اپنے کو سنانے کا قصد کرے۔“
(ابصار حکیم الامت)

باد جو یہ کہ حضرت اپنے احوال و احساسات کو چھپایا کرتے تھے زمین حضرت کے
جو حالات ہمارے دم میں ہیں واللہ یہ ہے کہ حضرت کے یہاں تواضع اسی معنی میں
تھی: ”میں کچھ بھی نہیں، ہر میں اس اائق بھی نہیں۔“ بقول مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ
یہاں کہ ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے: ”کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔“

اٹل اللہ کے یہاں یہ بہت اونچا مقام ہے۔ حضرت مولانا رفیعہ احمد تنگلوہی رحمہ اللہ کا ارشاد
ہے: ”اگر کسی کو ساری عمر کی محنت و کوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ بھی حاصل
نہیں ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔“ (امان نبی)

اسی کو اٹل اللہ کے یہاں ”قرینیت“ اور خود کو کھانہ کر دینے سے تعمیر کرتے ہیں اور سنے اہل حق محمد

شفیع صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی احمد اداہ صاحب قدس سرہ کے متعلقین و رہن سے مریدین نوافلہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہ چیز ملاحظہ فرمائی ہے یعنی خاتم۔ اس لئے ان کے اندر رعب چھوٹیں ہوگا اور جسمیں یہ چیز (حسب جلدت دوری) نہیں تو سمجھ لو کہ اس کا اس سلسلے سے تعلق یا جو سمجھ نہیں ہے یا وہ تعلق بہت ضرور ہے اور جو اس سلسلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے اس کی سب سے پہلی مادہ است یہ ہے کہ اس میں تعمیر نہیں ہوگا۔ ظن نہیں ہوگی، معلوم نہیں ہوگا اور اپنے کو اونچا سمجھنے کا کوئی شائبہ نہیں ہوگا۔

(محاسن مفتی اعظم ص ۵۴۳)

کہاں کہاں! اس کس صورت میں اور کس کس چھوٹے و بڑے کے ساتھ حضرت کی تواضع کے واقعات پیش نہیں آئے، وہ تو کمال تواضع میں انتہائی چھوٹوں کا ایسا اکرام کرتے اور بڑھاتے کہ اُن کی طرف سے یاوری نہ ہو تو وہ ناگہانی کا ہنگامہ دیکھ کر دوا جائیں اور بتولہ بعض کہ ”جہنم کا سطر اُترست روی سے کر رہے ہیں تو پیکہ کو پہنچ جائیں۔“

حضرت کی تواضع کے بڑے قصے در بڑی لمبی داستان ہے مگر سوانح کا حاصل تو یہی واقعات ہیں جو ہمارے لئے سادہ و سہل ہیں اس لئے ان کے ذکر میں نقل کیوں کیا جائے۔

حضرت کا معاملہ یہ تھا کہ میں نے ہاؤس سوار می سے جاز، کہیں نہاد اور کہیں بھی بیٹھ جاتے اور ریت چوتے۔ ہم لوگوں نے خود حضرت کے ساتھ زمین کے دروازے اور استیجا، خانے کے پاس بیٹھ کر سفر کیا ہے، ہر اوقات حضرت بخشش نہیں بے تکلف ہم لوگوں کے کمرے تک آ جاتے اور ہمیں بھی بیٹھ جاتے۔

(تذکرۃ الفضلین - جلد (۱) ص ۲۹-۳۰ نمبر ۴)

(۱) ”اور وازے پر بیٹھ کر چائے پی۔“

ایک مرتبہ کافی سردی تھی، ہم نوک ایک کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، سنا کہ وقت تھا، اٹھائے میں حضرت تشریف لے آئے خوب اوزارے اور کچھ کچھ اپنے ہم لوگوں نے

فوراً چائے پیش کیا اور میں کیا کر لی تیس، بہت انبساط سے قبول فرمائی اور کمرے کے دروازے پر بیٹھ گئے ہم۔ یہ کہتے اور غرض کرتے رہ گئے مگر چند منٹ میں پی کر چل دیے۔ (ص ۷۱)

(۲) ”رہتی مدارس وغیرہ میں بیان سے ادب اور تواضع نفع ہوتی تھی“

ہمارے حضرت کا جو ایک یہ معمول رہا کہ کھک کے تین مرکزی ادارے دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم، رپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء، ان تینوں میں امتیازی اصرار اور باریادگی متداول نہ تھی۔ کئے باوجود یہاں پر کبھی آماؤ نہ ہونے (ایک مرتبہ نہ وہیں ضرور تیار ہو گئے تو بڑے اجتماع سے بیان ہوا تھا) اسی طرح وقت کے محروف و مسلم اکابر اگر کسی اجلاس میں اسٹیج پر موجود ہوں یا بہت قریب تو حضرت کسی طرح بیان کو تیار نہ ہوتے، اس میں ایک تو یہ بات تھی کہ حضرت کو ان اداروں کے مقام اور ان حضرات کی عظمت کا لگائی نظر تھا اور حضرت فرمایا کرتے تھے

”آدمی ہر جگہ کہنے کے لیے ہی نہیں جاتا اور نہ ہر جگہ کہنے کی ہوتی ہے، بعض جہلوں پر آدمی کچھ حاصل کرتے بھی جاتا ہے۔“

ایک مرتبہ مغربی یونانی سہارنپور وغیرہ کے سفر کا ایک نظام بن رہا تھا تو فہم داروں سے فرمایا۔

”بھائی! خیال رہے وہ خلاف ہمارے جہوں کا ہے، مجھے اس قسم کی بات پسند نہیں ہے اس لئے زیادہ احتیاط نہ ہو۔“

ہر شہنشاہی مراۃ یاد کے ساتھ بھی دارالعلوم و مظاہر علوم جیسا معاملہ تھا فرماتے تھے: ”جس ادارے میں درس لیا جاوے اس میں درس دوں یا پڑھان کر دوں یہ سو ادب ہے۔“

اس کے ساتھ اور اس پہلو سے بڑھ کر حضرت کی تواضع نفع ہوتی تھی کہ وہ اپنے آپ کو ان مواقع کے لئے کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتے تھے، اور کہاں کہاں حضرت کے پیش نظر یہ بات رہتی تھی کیا کہا جائے۔ (ص ۷۱)

(۳) ”وہ حضرات بڑے تھے ہر کام میں بڑوں کی رہنمائی نہ کرنی چاہیے۔“

بار بارات آئی کہ حضرت کے یہاں جو مہمانوں کی اور حویہ والوں کی آمد و رفت کی کثرت ہے، کوئی وقت نہیں جس کی وجہ سے آپ کو بڑی زحمت ہوتی ہے اور ہاتھ یہ ہے کہ زحمت ہوتی تھی اور حضرت اس کا اٹھنا بھی فرمایا کرتے تھے۔ تو عرض کیا گیا کہ ایک تھکام بنا لیا جائے جیسے دوسرے کاموں کے یہاں ہوتا تھا اور پورا ہا ہے تو فرماتے ”وہ حضرات بڑے تھے۔ ہر کام میں بڑوں کی رہنمائی نہ کرنی چاہیے۔“ (ص ۴۷۲)

(۴) ۔۔۔۔۔ ”ہم تو ادھر کے کتے ہیں سب وہیں سے ملا ہے۔“

ایک مرتبہ مغربی یورپی کے اطراف کے بعض حضرات نے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا:

”آپ لوگ تو اس علاقے کے ہیں۔ وہیں سے تعلق قائم کیجئے۔ یہاں ہم سب تو ادھر ہی سے سب حاصل کرتے ہیں اور ہم تو ادھر کے کتے ہیں سب وہیں سے ملا ہے۔“

(ص ۴۷۲)

(۵) ”لوگ مجھ کو پتہ نہیں کیوں بزرگوں میں شمار کرنے لگے؟“

حضرت کے اسفار اندرون ملک تو خوب ہوتے رہے، ظاہر ہے کہ باہر بھی نہ صرف دو اقلیتیں بلکہ حضرت کے مستفیدین و مسترشدین بھی تھے۔ یکے بعد دیگرے کی بیرون ملک افریقہ وغیرہ آمد و رفت ہے، حلقہ تعلقین کے حضرت سے بھی درخوست کی اور ادراہ بھی کیا۔ حضرت بخیر و مضرت میں اپنے مشغول دعوالات کے ساتھ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

”اے! میں کیوں اس لائق ہوں اور یہ چھا نہیں ہے لوگ میں نے اب یہ بھی کرنے لگا ہے اور بزرگ بن۔ باپ۔ بہت اصراء ہونے پر بنا اوقات یہ بھی فرمایا کہ حضرت سلمیٰ (محمود حسن کنگوہی رحمہ اللہ) صاحب کا سفر مولانا کے ساتھ اور ان کے ہوتے ہوئے سفر کراؤ کہ حضرت رہیں گے تو میں تابع ہوں گا۔“

اگرچہ حضرت عائشہؓ جب یہ امر حضرت کے قیام و طریقہ کے زمانے میں آپہنسی
 نہ تو اب جو مصلحتیں اس سے پیدا ہو رہی تھیں، رفاہ حضرت نے خود فرمانے لگیں جب کہنے تو بہت
 مجبور ہو کر اور حضرت عائشہؓ کی سبب دلیہ کی طرف سے اجازت ملنے اور کچھ جانے پر
 تشریف لے گئے۔

الطریقہ نے پہلے نہ ملے بعد ایک صاحبہ کی طرف سے عمرہ کی پیشکش پر
 قیام "لوگ مجھے چھوڑ نہیں گئے ہیں بزرگوں میں شمار کرنے لگے"۔
 اور یہ بھی فرمایا "مجھ کو ان چیزوں سے انہیں ہوتی ہے، طریقہ کیا طریقہ؟ کل قہقہے ہے کہ
 لوگ کہیں گے برا ہے، آج رات جو نہیں سو سکا کہ یہ کہوں؟"

یہ آئی ہیں زمین اور زمین میں سے کسی گناہ میں توبہ سے غافل رہیں، یہی ہے کہ سوتھ
 اس قسم کا حال بھی شامل رہتا تھا، اس لئے انکار فرمایا کرتے تھے وہ بہت مجبور ہی تھے،
 بالآخر انہیں قبول فرماتے۔

کوئی موقع آپ پر نہ آ سکتا تھا تو اپنے آپ کو آخری امید تک جھکا دینے میں
 حاضر اور نہ آخری امید کی کسی حدت سے انکار، تھا خواہ وہ کسی ہو، وہ دینی تھا کہ انکار
 اس قدر دلی خدمت اور خدمت سے لئے یہ تمام دین اس کا نتیجہ تھا بلکہ برعکس، اور
 خاص و عام۔ (ص ۵۷۴)

(۶) "میں اپنی لونپی آپ لوگوں کے سامنے یا آپ لوگوں کے پیروں پر رکھتا
 ہوں اس مسئلہ کو ختم کیجئے"۔

یہی نزاع تھی، اختلافات جن کو حل کرنے سے پہلے حضرت ہمیشہ سے
 جاتے تھے اور حضرت عائشہؓ کی فہم رہتی تھی، ان میں باہم یہ ہوا کہ حضرت کو یہ فرماتے
 ہوں نہ میرا "میں آپ لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر یہ کہتا ہوں یہ چاہتا ہوں"۔ یہی نہیں اور
 جانے کتنی مرتبہ یہ بھی ہوا کہ حضرت نے فرمایا اور کیا کہ: "میں اپنی لونپی آپ لوگوں کے
 سامنے یا آپ لوگوں کے پیروں پر رکھتا ہوں اس مسئلہ کو ختم کیجئے"۔ اور یہی ہے کہ حضرت

استاد و اکابر تھے۔ ہر دور سے حضرات جن سے کسی استفادہ کا تعلق نہ تھا لیکن ان سے اہل علم میں تھے اور دین کے خاتم تھے حتیٰ کہ جو حاضر طلباء میں رہتے تھے مگر حضرت سے کم میں نہ۔ اور آگے تھے اور سنت نے ان سے کیونکہ استفادہ کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہ معاف تھا۔ ہم سب نے وہ دہائیہ منظر دیکھے ہیں۔

بلکہ ملتے کے غیر عالم ہیوں (بوزمیں) کی جسمانی خدمت سے بھی حضرت کو دریغ نہ ہوتا تھا۔ دیکھتے والوں نے ان کا بیڑا بتا بھی دیکھا ہے۔ (ص ۳۷۳)

(۹) ”طلبہ کی خدمت کے عجیب واقعات“۔

اور یہ تو ہے۔ یہی تھے طلبہ کی ہر قسم کی خدمت کرتے۔ سڑ میں ایک بیمار طالب علم ساتھ تھا اس کو لے جاتے تھے۔ کپڑے فراہم ہو گئے اور بھی نئی لوٹ موجود ہیں۔ نئی چھو لے ہیں وہ کبر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ ہم بچے کے کپڑے صاف کر دیں۔ قربا اسرار الیٰہ کو ملے کر دیا اور خود کیا۔

دوسرے ایک طالب علم جس کے بدن کو بے انتہاء غم نے نیا کر دیا تھا کہ اس سے کمر کی طرف سے ٹوک نہیں گذرتے تھے مگر حضرت اس کا ہونہر سب صاف کرتے اور لاشہ چٹا کر ہونہر بدن کپڑوں سے سیل نکالتے اور ان وضو دھاتے۔
بہی نہیں دار سنئے!

ایک زمانے تک ہر دور کے لئے کھڑیاں ہنگل سے آتی تھیں اور دور تک ہنگل میں جانا چاہتا۔ بول و کھجور کے کانٹوں سے گزرنا ہوتا۔ بسا اوقات پھرتے پھرتے وہ کانٹے بری طرح پھرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم کے پیروں میں کھجور کا کاٹا جو نہا اور مضبوط ہوتا ہے پھرتا۔ نہا نہا تھا جس کو طلبہ تھے وہ کوشش کرتے رہے مگر نہ نکال سکے۔ ہاتھ سے کڑکڑاتا نکالنا چاہتے تھے مگر چونکہ بہت معمولی سا حصہ باہر تھا اس لئے وہ کچھ میں نہیں آ رہا تھا۔ حضرت سمجھے تھے اور کھڑیاں جمع کرنے میں مشغول تھے۔ بطور اقرار فرمایا کہ میں نکال دیا، میں تم لوگوں سے اچھا کاٹنا نکال لیتا ہوں۔ سہولت کے لئے اس طالب علم کو لٹا

دیہ گیا تھا تاکہ جہان پر گھر کے گائے لگانے میں آسانی ہو، حضرت نے اس کا بیج بکرا اور اپنے منہ کی طرف لے چلے کہ انہوں سے بکرا کر نکالیں۔ ایک مناسب تدبیر کی تھی، اس کا احساس کر کے کئی طلبہ بول اٹھے کہ حضرت آپ یہ نہ کریں، ہم کہتے ہیں مگر ان کے بہتے کہتے حضرت نے ہی میں مدد و انتظام فرمایا کہ ان کو کھینچ لیا۔ اور طلبہ سے فرمایا۔

”یہ حق سمجھو کہ تمہاریوں میں ہی تہذیب سے ملے۔ ان باپ برس۔“

ایک صاحبِ علم ایک مرتبہ کافی بیمار تھا، حضرت سیدنا سیدنا فرمایا، اور سنا پڑا تو حضرت ہی تہذیب خوار تھے۔ رات کو حضرت نے یہ کیا کہ میں تو تو پیار پائی پر ملا دینا اور خود اپنے اپنے ہاتھ میں ایک مٹی ہاندہ کر اس کے پاس رکھ دی کہ ضرورت پر بھیج دینا۔

(ص ۳۷۵)

(۱۰) ”شاید کسی آنے والے کی دعا کام کر جائے۔“

ایک مرتبہ ایک سلسلہ غلطی میں فرمایا ”میں کسی مسنون و حقیر نہیں سمجھتا اور کیوں سمجھوں کہ میں خود تہذیب خوار ہوں۔“ جیسے کہ حضرت نے آنے والے کی فکر و خدمت کی نسبت سے جو ایک مرتبہ یہ فرمایا، ”شاید کسی آنے والے کی دعا کام کر جائے“ اور دودھے دور یہ جو فرمایا: ”لوٹ بھگوانے اور اسرار کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ میں ان کی جگہ ہوتا۔“ یہ بھی حضرت کی تواضع ہی ہے۔ (ص ۳۷۶)

(۱۱) ”بیت الخلاؤں کی عفتائی۔“

حضرت کبھی کبھی طلبہ سے فرماتے تھے: ”تم ٹھیک سے دھو تو میں تمہارا سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، اپنا ہاتھ اٹھانے اور صوفے کو تیار ہوں۔“

حضرت کا یہ ارشاد کوئی مجازی جملہ نہ تھا بلکہ حقیقت پر مبنی تھا اور حضرت نے عملاً درپاس کا ثبوت دیا۔ اور حضرت کے اس طریق نے بہت سے طلبہ ہی نہیں بلکہ مددگار کے دوسرے کارکنوں کو بھی حسب موقع اپنے کاموں کی توفیق دی۔

مددگار میں ایک زمانے میں چند بیت الخلا پرانے انداز کے پختہ بنا دیئے گئے تھے عام

سوختے رہا تھا، پانی کا قہم بھی زیادہ نہ تھا، آیت اللہ کی صفائی کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی بالخصوص کسی اہم میزبان کے ساتھ موقع سے اور اچھا فوٹا ٹینک کی صفائی پر اور ہوتی تھی اور مزید سب ایسے بیت اللہ، بیت النبی، تو انہی اعلیٰ وصالی وصالی ہوتی رہتی تھی۔ اس سارے کام میں حضرت کی صرف وہ چیزیں نہیں بلکہ شرکت ہوتی تھی، بالخصوص سونے کے ٹینک کی صفائی حضرت خود مولف فرماتے۔ وہ یہ وقت ٹینک میں خود اترتے اور دوسروں کو اترنے نہ دیتے۔ (ص ۲۷۹، ۲۸۰)

(۱۲) ”اپنی تعریف و توصیف اور القابات پر اچھا رہنا پسندیدگی کے واقعات“

اکابر اپنی تعریف و توصیف بالکل پسند نہیں کرتے بالخصوص بڑے انتخاب وغیرہ۔ ہمارے حضرات اور زیادہ اس کو پسند فرماتے تھے، لوگوں نے حضرت کے نام کے ساتھ ”عارف باحق“ کا وصف استہما کرنا شروع کر دیا تھا۔ حاجی بے گشتیار استہما کرتے ہیں حضرت کے نام کے ساتھ بجا واقعات یہ وصف بھی شامل ہوتا تو حضرت کے علم میں بھی آ جاتا۔ کئی مرتبہ طلبہ نے سنا کہ ان کا منہ نہ میں نہ کرو فرمایا جس سے اس حرکت کو ایسے قدم اُٹھائیے۔ بے فکری غایت ہے کہ حضرت اس کے اعلیٰ نہیں۔

اور ایک مرتبہ تو یہ ہوا کہ کا پیور کے ایک جلسے کے اشتہار میں یہی کیا گیا، حضرت تعریف سے گئے، عمر ہوا تو حضرت خطبہ میں داخل ہوئے، شیخ پر کا پیور کے علماء بھی گئے۔ حضرت نے فرمایا:

”میرے بڑوں کے ہوتے ہوئے آپ لوگ آخر میرے ساتھ یہ معاملہ کیا کرتے ہیں، فہم عا کر کہتا ہوں کہ اگر آئندہ میں نے کسی اشتہار میں اپنے نام کے ساتھ ”عارف باحق“ کے لقب کو لکھ دیا تو کچھ نہ کر چلا جاؤں گا۔“

حضرت من پر تعریف کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہ بات اوقات جلسوں میں دیکھ کر ایسا کرتے تو حضرت منع فرمادیا کرتے تھے۔ یا فوراً کرسی پر تشریف فرما ہو جاتے اور ایسی گفتگو کا

رہنما مولا کو کرتے۔

دو روزے حضرت عبد الرحیمؒ کو حضرت مولانا علیؒ میں صاحبِ ولیمہ نے اتر پرورش کئے ایم شریعت کی حیثیت سے تجویز کیا تھا۔ حضرت نے ایک کراچی دوس میں تحریر فرمایا۔
 ”میں اس کا برسرِ عمل نہیں، اب سے یہ اعلان ہوا ہے بہت پریشان ہوں۔“
 پریشانی کی وجہ حضرت کے مزاج کے علاوہ دوسرے رجحانات کا سامنے آتا تھا۔
 (۱۳) ”ایک حیران کن واقعہ“۔

بھارتی حضرات کی تواضع کے کیا نیرے قبضے میں لگا۔ مائیں کے بعض بڑوں اور بعض ممتاز افراد پر علم و ادب کے قبضے میں ہیں، اب بھارتی حضرت کا ایک عجیب قدر سنے اس قدر محترم حضرت مولانا نہیں اکبر صاحب تحریر فرماتے ہیں:
 ”ایک بار میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی صاحبِ آپ سے ملنے آئے ہوں اور آپ کو پہچانتے بھی نہ ہوں وہ آپ کے ساتھ گاڑی سے اترے ہوں اور تعارف یہاں (مدرسہ) آ کر ہوا ہو۔“

تو حضرت نے مسخر کر فرمایا: میں باندوستان کے وزیرِ عدلیہ کرنو میل پر اترا، ایک صاحب جن کے ساتھ ان کا کافی سامان بھی تھا وہ بھی بس سے اترے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں تشریف لیجائیں گے؟ انہوں نے کہا: تھوڑے میں نے پوچھا: تھوڑے میں کے یہاں جاتا ہے؟ تو وہ بولے ”مولانا صدیقی صاحب“ کے یہاں۔ میں نے انکو سامان اٹھ لیا اور اسکو دھوڑا تھوڑا کچھ راستے پر چل پڑا۔ وہ راستے میں میں نے ان سے پوچھا کہ مولانا سے آپ کو کیا کام؟ تو وہ بولے جب مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہیں کو بتاؤں گا، میں خاموش بن گیا، وہ بڑھ سکیں گا پھر راستے میں گئے جب بتو مولانا بولنے اور ساتھ ساتھ دھلی سے ملاقات ہوئی اور ان صاحب کو معلوم ہوا کہ ”صدیقی احمد“ میں ہی ہوں تو وہ بہت شرمندہ ہوئے، میں نے انکو مطمئن کیا کہ اگر میں اپنا تعارف کراؤں گا تو آپ کو یہاں تک کہے لانا۔“

واقعی حضرت کا عجیب حال تھا اور اس واقعہ میں تو کئی سبق آموز پہلو اور تواضع و تواضع کی بات ہے۔ مذہب کے حضرت عالمانہ وضع و پاس میں تو رہتے ہی تھے مگر سادگی کے ساتھ معمولی لباس و کپڑوں میں آنے والے کے ذہن میں شریعت کے حساب سے جو خاکہ تھا اور جو کچھ انہوں نے دوسری جگہوں میں دیکھا تھا حضرت کا نقش اس سے بالکل مختلف تھا، اس لئے انکو خیال بھی نہ گذرا کہ یہ صاحب ہی وہ راہ مطلوب ہیں۔

پھر اس کے بعد نہ صرف یہ کہ کام نہیں بتایا، بے تکلف سامان بھی لا دیا، ظاہر ہے کہ انہوں نے گاؤں کا ایک مزدور مصفت آدمی اور ایک دیندار مسلمان سمجھا جس نے حضرت کی عقیدت و محبت میں حضرت کے ایک مہمان کا سامان اٹھایا۔

یہ قصہ یا اس اتھار کے دو چار قصے وہ ہیں جو روایتوں و ذہنوں میں محفوظ ہیں ورنہ نہ جانے کتنے اس طرح کے قصے ہو گئے اور ایسی جگہوں کے جہاں حضرت کی شخصیت و حیثیت کی بات جلد کھلی ہی نہ ہوگی۔

آنے والے مہمان کے لئے جو ہر اوقات غیر عالم بھی ہوتے مگر محبتِ خداداد اپنا رمال بچھاؤ، مصلیٰ لٹیکر جانا اس کے لئے بچھاؤ اور بستر چادر وغیرہ آرا یہ سب تو ہوتا ہی تھا۔ (ص ۱۷۷)

(۱۳) "حضرت نے ایک ہی ملاقات میں جھکھو اپنا غلام بٹالیا"۔

اس سے چھ کر سنے!

جنور کے قریب ایک دیہات میں ایک ذی حیثیت خالص صاحب رہتے تھے انہوں نے اپنا قصہ سنایا کہ میں نے مولانا محمد تقی احمد صاحب کا قانا بنانا نام سنا تھا، ان سے ملاقات نہیں تھی اور نہ ان سے خاص عقیدت ہی تھی۔ ایک بار ان سے ملاقات کے لئے چلا "ڈومیل" پر جس سے اترا تو مولانا صاحب مل گئے ڈومیل سے، جنور ایک کچی سڑک تھی، اتفاق سے بارش ہوئی تھی تو کچھ تھا ورنہ اس علاقہ کی مٹی بھی عجیب سی تھی میرا بدن بھاری بھر کم تھا مولانا صاحب نے میرا سامان اٹھالیا اور میرے جوتے بھی اٹھا لیے اور اپنے ساتھ مجھے لیکر چل پڑے

صاحب میرے لئے بڑی ندامت کا موقع تھا کہ حضرت میرے جوئے کے بعد چل رہے تھے میں نے بہت کہا کہ آپ میرے جوئے بچے، یہ بچے محروم نہ مانے اور فرمایا "آپ صاف اپنے کو چھپانے لپٹا آئیے" ماں نور جو توں کی فکر نہ کیجئے۔"

اللہ اکبر! حق تعالیٰ ہم متوہمین کو بھی اس جو ضلع کا بچہ حصہ عطا فرمادے۔

یہ صوبہ کہا کرتے تھے کہ حضرت نے جس اس ایک ہی طاقت میں بھوکہ چٹا لٹا دیا۔ حضرت کی تواضع کا ایک پیلو یہ بھی تھا کہ ایک طرف ہندوؤں کی موجودگی میں بیان نہ فرماتے اور دوسری طرف ہندوؤں میں چلتے تو سب موقع توپ سے بیات سنتے خراپیں کسی کا ہو رہا ہو۔ اور اس کے لئے یہ تو فرماتے ہی کہ "اس سے طبیعت کھلے گی، مضمون سامنے آئے گا اور یہ بھی کہ یہاں سے نصیحت کا محتاج نہیں، میں تو بہت زیادہ بھٹا چھوڑا ہوں۔"

(حصہ ۳۸)

(۱۵) تواضع کی انتہا۔

حضرت نے لئے بڑے سے بڑا ایثار و شہاد اور محتاج نہ تھا، مگر دوسروں کی خوش و راحت و رائج ترقی و اعانت محبوب تھی اس کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے، دوسری پر راحت کی جگہ دوسروں کو بٹھاتے اور خود کھانا نہ فرماتے مثلاً ترک سے سفر کرنا ہے تو جس کی رعایت مقصود ہے سو آگے راہیوں کے ساتھ بٹھا دیتے اور خود پیچھے بیٹھ جاتے جہاں تھکے جئے میں بھی رحمت ہوتی اور راستے میں بھی لیکن وہ کوئی گندہ ارش نہ سنتے، یہی کرتے۔

مفتی کلین احمد صاحب سیٹا پوری نے اپنے ایک سفر کا قصہ لکھا ہے، آپ بھی پڑھیے، اس ایک قصہ میں حضرت کا ایثار دوسروں کی رعایت، اپنے لئے مشقت پسندی اور تواضع سب کچھ آئی ہے، اور مزید دوسروں کی آپ سے نیجائی و بے نیجائی عزت و عزت بالخصوص برادران وطن کی، اس کا بھی نمونہ موجود ہے۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

حضرت سمیت ہم دوسرا تھی ہندوؤں میں روڈ ویز جس پر سوار ہونے جو لکھنؤ چاہتی تھی، میں میں

صرف ایک سیٹ خالی تھی۔ بس میں جب حضرت نے قدم رکھا تو پوری بس میں ہل چل اٹھی۔ مگر کدہ ستر، فارانچر و ساریاں سب کہنے لگے ”بابا آگئے، بابا آگئے“ بہت سے لوگ اپنی سیٹوں سے اٹھ گئے کہ بابا یہاں تشریف لے گئے۔ لیکن حضرت کو صرف ہم دونوں کی فکر تھی۔ چنانچہ خالی سیٹ پر ہم دونوں کو باہم قرار دیا۔ کدہ ستر نے ایک سوار کی گواہی کر حضرت کے لئے سیٹ خالی کروائی۔ جب حضرت سے اس سیٹ پر بیٹھنے کی درخواست کی گئی تو حضرت نے اس پر بیٹھنے سے سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”اس سیٹ پر اس کو بیٹھنے کا حق ہے جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے“ یہ کہتے ہوئے حضرت نے اسٹیپنگ کی جگہ میں اپنی جا از بچھا دیا اور اس پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر ”کیور“ نے جو غیر مسلم تھا گاڑی روک دینی اور ہاتھ جوڑ کر کہے:

”بابا! مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ آپ نیچے بیٹھے ہوں اور میں سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی چلاؤں“
 ”حضرت نے فرمایا: ”میں اس سے قوتدار سکوں ہو لیکن کسی کو سیٹ سے اٹھا کر اس کی سیٹ پر نہیں بیٹھ سکتا“۔

جسبہ قرار نمود اور کدہ ستر ہر طرح کے بصر اور خوش ہمد میں ناکام ہو گئے تو انہیں مجبوراً گاڑی چڑانی پڑی۔ اتفاق سے کدہ ستر چل کر ”آرٹو“ میں گئے، وہ بس پر سوار ہوا تو کدہ ستر نے اپنی سیٹ پر بیٹھا یا اور حضرت کے بارہ میں بتایا کہ بس میں ہیں اس نے حضرت کو دیکھا کہ بس کے فرش پر بیٹھے ہیں تو اس نے کدہ ستر کو ڈانٹا اور بڑی لہجہ جنت کے ساتھ حضرت سے عرض کیا کہ بابا سیٹ پر بیٹھ جائیے ورنہ میں سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا تو حضرت نے فرمایا: ”میں یہی چاہتا ہوں کہ کسی کو اٹھا کر نہ میں بیٹھوں نہ آپ بیٹھیں“ آخر اگلے اسٹیشن پر چل ہوئی تو حضرت سیٹ پر بیٹھے۔

اسی واقعہ میں رعایت و خیال کی بات یہ بھی سنتے چلے کہ کھنڈوہ سو نیچے پر شب کے سیاہ رات کے تھے تو حضرت نے ایک بھٹل کے پاس رکشہ رکھوایا اور رفقہ سے فرمایا: ”یہاں سے روٹی خرید لیں اور جہاں ٹھہریں گے وہاں چٹنی پیوا لیجئے، اس طرح کام چل جائے گا ورنہ رات کو

تھا کہ عاتے بھرنے کے لئے جی جاتی تھی۔

حضرت کا یہ تجارتی مشغلہ بھی سہولت کا نہیں، بلکہ اوقات کافی مشقت کا، وہ تھا ایک مرتبہ لوہے یا "لوہوں کو معصوم نہیں کہ مجھ پر کیا عالت گذرے ہیں، ایک دن نے میں نے دوسری اتنی تنگی تھی کہ میں شہر "دندہ" سے "لوہ خریدنا" اسے چند ٹھکانوں میں بانٹ دیتا تھا کہ انھار "سان جو بنکے سے ایک "کڑی" پاتا، وہاں سے "حتو" (دھکونہ) کے ذریعہ ایک اس طرح اٹا کہ ایک ٹھکانے کا سال پرانہ کدو دھرا ٹھکانے سے لکھتا ہے بچہ کر رکھتا اس طرح سارے ٹھکانے کے بعد دیکھ۔ نکل کر تار جتا، رفت رفتہ رات بچتی پاتا۔ چنانچہ "حتو" میں بچ لیتا، اصل قیمت نکلنے کے بعد جو آلو بیچے اس سے کہ کافر جی ہوتا، بھی بھی "لوہی پر نہ اور نہ پاتا۔

(مر ۱۶۳)

(۱۸) "حضرت! اہمیت تو نہیں مگر آپ کے فرمانے پر ارادہ کرتے ہیں اور ان شاء اللہ ہم سب کریں گے۔"

حضرت مفتی (محمد حسن مکتوبی) صاحب مدرسہ تشریف لائے اور مدرسہ کے چوکدر پرست تھے لہذا انکی صدرات میں مدرسہ میں دو وحدت شریف نے آواز کے سہل میں مشورہ: "والو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بچو نفلو کے بعد ان کی بدنامی کہ دورہ شروع کیا ہے" جیسے کہ ایک مرتبہ نہیں حضرت جب دیوبند تشریف لے گئے تو مفتی صاحب نے حضرت سے فرمایا: "کیا آپ سے لڑنا پڑے گا آخر آپ دورہ کیوں شروع نہیں کرتے؟"

بہر حال جب حضرت مفتی صاحب نے باب فرمادی تو حضرت نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"حضرت! اہمیت تو نہیں مگر آپ کے فرمانے پر ارادہ کرتے ہیں اور ان شاء اللہ اہتمام کریں گے۔" حضرت کے اس جواب سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت اس بابت نیا سوچتے

نے مطابق اثرات و نتائج سے نہیں دیکھے، ای سے بھی بھی نہیں کرتے تھے۔
 ”مجھے بوجہ ملتا ہے“ ”مجھے تو یہ حقائق ملے ہیں جن سے کہیں بھی نہیں سیکھتے۔“
 ”تو یہ سیکھنے والے تو اپنی حقائق دیکھیں کہ کیا سچ ہے۔“ ”ہر حال میں مرتبہ حضرت نے جو
 کام سچے اور ضرور ہو، اور احمد اللہ بہت سے کاموں پر بطور تحفہ سے فرستے اور یہی تو شیخ نے سنا تھا۔
 اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو بھی کام نہیں ہے یہ سب ہمارے ہاں کی وجہ سے کا شرف
 ہے۔ میں تو ایک کاشکار، جو نور پر اپنے اپنے دھبے کا مینا ہوں، اللہ کا کرم ہے اس نے یہ کام
 میرے لیے سب سے پہلے ہمارے ہاں کا کھلیا ہے جس کی برکت ہے۔“
 (ص ۱۶۶)

(۲۱) ”ان کے بار و قربانی اور فصوص میں شبہ نہیں لیکن میرا کیا ہوگا۔“
 قاری صدیق صاحب تعلیمی حضرت رحمہ اللہ کے نہایت کفایت دوست تھے،
 حضرت ان کے زعم و ایمان مند تھے اور ہر ایک ان کا ذکر و نامات تھے۔ ایک مرتبہ ایک
 مسئلہ، گفتگو میں فرمایا:

”قاری صاحب لکھنؤ سے میرے دعوت پر تشریف لائے اور پورے ساتھیوں کا
 تہن کاڑی پر سفر فرماتے، ایک ایک ہفتہ کا سفر ہوتا تھا، پانچ دن کے اطرال میں مختلف جاتوں کا
 سفر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ سفر تھا، اسی حال میں لکھنؤ سے تشریف لائے اور آنے کے
 بعد فرمایا:

”میں تو یہ سچے سچے کیاں بچاؤں۔ (یعنی حضرت علیہ السلام) نے انہوں سے
 وعدہ فرمایا تھا کہ ان کا کیا ہوگا۔“

یہ سچے خاص تھے، ان کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں، ایک مرتبہ ”برائی“ تشریف لے
 گئے تو وہاں ملازمین میں سے قسم نے کھانے دستہ خوان پر آنے سے دیکھ کر قاری صاحب
 کو پکار دیا اور فرمایا:

ان چاروں کی توبہ نہ تھی۔ محمد کو نیک سمجھ کر خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارا کیا ہو گا؟
 حضرت۔ یہ زمانہ نے فرقہ واریت صاحب کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا
 ”میں بھی اپنے متعلق سوچتا ہوں کہ ہمارے والے پچھڑے تو بہت خرچ کرتے ہیں وہ تو مجھے
 نیک سمجھتے ہیں۔ ان کے ایشاد و قرانی اور خصوص میں شبہ نہیں لیکن میرا کیا ہو گا۔“

(ص ۲۳۰)

مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جیلپی رحمہ اللہ (ضیفہ مجاہد حضرت
 لاہوری رحمہ اللہ) کے واقعات:-
 (۱) پوری زندگی فقیریت و بے نفیسی سے عبارت تھی۔
 حافظہ جامعہ جاریہ منور دی گئی ہے۔

مجھے بامعنی فقیر جیلپی و اعلیٰ سے پہلے حضرت جیلپی کو دیکھئے اور منہ کا موقع ملا تھا لیکن
 جب جیلپی میں داخلہ کیا تو حضرت کی لبریت اور بے نفیسی کے ساتھ بہت اوصاف سے آگاہ
 ہوا۔

آپ نے اپنی زندگی میں جامعہ کے آخری جلسہ کے لئے شہریوں اور جانب
 غمور کا جوا ملاسا ہوا۔ اس میں آپ نے طلبہ سے فرمایا کہ
 ”اے عزیز طلبہ! تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب ہو، ہمارا جی چاہتا ہے کہ
 تمہارے گے کروں میں خواہ سقائی کریں تمہارے بدن دھوئیں لیکن دوسری دوسری ذمہ
 داریاں اور مصروفیات رکھتے ہیں“ اور شہریوں سے فرمایا کہ ”مجھے یہاں جہلم
 میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے کوئی ایک شخص کھڑے ہو کر بتا دے کہ عہد
 الطیف نے بھی چندویں انہی کی ہو لیکن تمہیں اس لیے یاد دلائیے ہیں تاکہ قرینہ کہو کہ میں
 پوچھ نہیں چکا ہوں یہ بھی سمجھاؤ کہ دین تمہارا حق کیسے تم دین کے ساتھ ہوا۔“
 حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی ساری زندگی فقیریت و بے نفیسی سے عبارت تھی۔

(ماہنامہ ”حق جاریہ“، خصوصی نمبر ۵۹)

(۲) طلب سے محبت و شفقت :-

جناب حافظ زہد مسکن ہر شیدی کا بیان ہے :

حضرت ہمیں طلب سے بہت زیادہ محبت و شفقت فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی طلبہ کے مقام سے آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دفتر کے سامنے کسی چھوٹے طالب علم نے پاؤں نہ کر دیے، حضرت مدرسہ تشریف لائے تو پوچھ کر یہ پاخانہ کس نے کیا ہے؟ خانا! حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ حضرت اُسی چھوٹے طالب علم نے کیا ہو گا فرمادیں کہ اٹھایا کیوں نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! جبہ اتر آئے گی تو افسوا دیں گے۔ حضرت نے غصے ہو کر فرمایا لاؤ، میں خود اٹھاتا ہوں تمہیں کیا معلوم کہ طلبہ کا مقام کیا ہے۔ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ فرشتے برکت کے حصول کے لئے ان کے پاؤں تلے اپنے نورانی پر بچھاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک مہمان آئے تو حضرت نے ایک طالب علم سے کہا کہ ہاتھ نہ لے آؤ، طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت کھانا تو فقہ ہو جائیگا۔ فرمایا جو طالب علموں کا بچا ہو وہ سے آؤ۔ وہ کچھ ہچکچایا کہ مہمانوں کو پیچھے ہوئے نکلے لا کر دوں۔ حضرت نے محسوس فرماتے ہوئے جلتے سے فرمایا کہ: "طلبہ کے نگہروں کی جو عظمت ہے وہ بڑے بڑے اعلیٰ کھانوں میں کہا؟" چنانچہ کئی دفعہ حضرت کو طلبہ کے پیچھے ہوئے نکلنے کہتے ہوئے دیکھا گیا۔ (بحوالہ: باب ۱۶ ص ۲۹۲)

تاج العارفین حضرت مولانا پیر جی محمد اولیس انصاری رحمہ اللہ کی عبادت و خاشیت :-

آپ کے خلیفہ عجاز حضرت حافظ شوکت علی صاحب نقشبندی زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ شہرت سے بڑی عزت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "گمنامی کی زندگی میں عافیت ہے۔" کبھی بھی اپنا بیان بذات خود راجحہ والوں کو نہیں دیا۔ اگر کسی نے راجحہ میں بیان دے دیا تو معلوم ہونے پر نہ پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف نے خانہ غلہ یہ کہے ساتھ ”اور یہ“ لکھوا دیا تو فرماتے تھے کہ
”خدا تعالیٰ! میں لکھوا لے رہا ہوں نہ شمار یہ کن، بچے دو اور آگے والے اٹھائے (یعنی
اور یہ)“ شکر کرو وہ۔

مرزا اشفاق میں خانقاہ غلہ یہ نے میں ٹیٹ پر راقم الحروف نے خانقاہ غلہ یہ بخشندہ یہ ”کا
پورہ گوارہ و قورہ یہ کہ“ لکھا وہی نقشہ اچھی نہیں ہے جو کہنے تو ساری مچھپ کر ڈرا رہی
ہے قسم میں کام میں ہے۔ (ذیات: مرتبہ ۷۵)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد رضا حب رحمة اللہ کے واقعات:-
(۱) تواضع اور خدمت کے مسخیں پیکر:-

آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زیر محمد عظیم فرماتے

تھیں

”تاہی ہم تو بہت سے فوٹوں کی اصل ہو جاتا ہے لیکن انسان کی عظمت و تحقیق اس وقت
ظاہر ہوتی ہے جب غلبہ کرنے ہو جو او تو افق اور خدمت کا میلہ بن جائے۔“

حضرت مولانا ذیات حب رحمة اللہ میں بھی ایک مثال کی حیثیت رکھتے تھے
اور اپنے گھرانے میں دوسرا مہینہ تھے، ان کے والدہ جد بھی حدیث عظیم یافتہ تھے اور تمام
بھائی بھی۔

انہی فوٹوں نے انہیں علم فضلی و اعلیٰ مقام پر لے کر لایا، انہیں اپنے والد کی خدمت کے محلے
میں نہیں لے اپنے آپ رہیں مگر ان کے کھانوں و خدمت والدین کی اور اس سے نمایاں
تھی، لیکن ان کا بطور خاص - علامہ انہیں ۱۹۱۷ء میں اس وقت ہوا جب حضرت مولانا اپنے
والدین کے ہمراہ حج کے لئے نکلتے تھے، حسن اتفاق سے اسی سال بم دہلی میں بھائی
بھی حضرت والدہ صاحبہ کی خدمت میں حج قریش کی اور انکی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ یہ
ماہ وہیں رہے جب تک استراحت نہ ہو ان کی طبیعت میں گئی اور انہیں اسی سال حج کیا تھا۔

حضرت مولانا کی طبیعت صاحب - علامہ اعلیٰ سہارنپور کے قہیم ساتھ وہیں سے تھے حضرت

مولانا محمد بن محمود صاحب نے ان سے باضابطہ کوئی درس تو نہیں لیا لیکن ہر زمانے میں حضرت مولانا کا عظیم اعظم میں پڑھتے تھے، اس زمانے میں حضرت مولانا آبر علی صاحب وہاں پڑھایا کرتے تھے، اس نسبت سے حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دینی اسکول کی عزت فرماتے تھے جیسے اپنے حقیقی استاد کی جاتی ہے اور ساری عمر اس کے ساتھ ساتھ دینی و علمی معاملہ فرماتے رہے۔

حضرت مولانا آبر علی صاحب چونکہ ضعیف تھے اور سچے میں بالکل حجام، اس لئے حضرت مولانا سبحان محمود صاحب نے انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا، اس طرح اس کے ساتھ وہ دین بھی تھے اور حضرت مولانا اکبر علی صاحب بھی، اور یہ سب حضرت عمر، سید و بھی تھے، اور مختلف عیال و مرض کا شکار بھی، اور غیبت کا رک مزاج اور زور و زنج بھی، حضرت مولانا حجام محمود صاحب ان کی خدمت کے لئے تھا تھے، پہلی بار حج کا سفر نیاقی اور اس دور کے حج میں متعلقین آج سے کہیں زیادہ تھے، لیکن انہوں نے ان تینوں بزرگوں کی خدمت کا جو حق ادا کیا ہے اور اس کے سامنے اپنے آپ کو منارہنے کے جو مفاد ہم نے دیکھے ہیں وہ آج بھی دلوں پر نقش ہیں، انہیں الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظاہری علم و فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں تو ایسے دور خدمت کے کس جتنہ مقام پر طائر قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا کے والد ماجد بڑے نازک مزاج اور جذباتی بزرگ تھے، خلاف طبع باتوں پر وہ حضرت مولانا کے شرگروہوں کے ساتھ بھی ان پر گھڑ بٹتے تھے لیکن ایسے موقع پر حضرت مولانا کا رویہ جتنا متواضع اور نیاز مند انداز ان کی مثالیں اب بہت کم ملیں گی والد صاحب کی عظمت کا مظاہرہ یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت مولانا کا اصل نام جو والدین نے رکھا تھا وہ "سبحان محمود" تھا، جب مولانا کا تعلق ہمارے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) سے ہوا تو حضرت والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ "سبحان" نام مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ عام طور سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے (جیسے سبحان اللہ) حضرت

والد صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ اپنا کام بدلتے ہوئے کچھ نہ سمجھنا شروع کر لیجئے۔

حضرت مولانا کی تجویز سے اتفاق بھی نہ ہو چکا تھا جسے کہ حضرت والد صاحب کی اس جاہلیت پر عمل کرنا، لیکن صاحب انہوں نے یہ تجویز اپنے والد صاحب سے ڈر کر کی تو انہوں نے کامیاب لے سے منع کر دیا۔ آپ ایک طرف تو مفتی اعظم پاکستان کی تجویز بھی جس سے وہ خوار و خوار تھے، لیکن وہ فی حریف والد کا حکم تھا۔ حضرت نے اس مشکل کا حل یہ نکالا کہ اپنے نام کی تبدیلی کا اعلان آنکس پہ نہ کیا جائے، بلکہ وہ اپنے دوستوں میں طے کرانے کہ انہیں ”سکھان“ بھی کہی جاتی تھی سے اتفاق میں نہیں آتے، لیکن اپنے دوستوں میں طے کرانے کہ انہیں ”سکھان“ بھی کہی جاتا تھا آتا تھا۔ جب تک مولانا کے والد بقید حیات رہے، انہوں نے نہ تبدیلی نہیں کیا لیکن والد صاحب کی دہشت نے بعد بھی روئیں مانی پہلے، اُتم بخاری کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ میں حضرت مولانا کی تجویز سے اتفاق صاحب نے مشورے کے مطابق اپنا نام تبدیل کرنا یوں اور آج سے بعد مجھے ”سکھان“ سمجھا اور نہ کہا جائے۔ والد فرما دیئے اس واقع میں میں نے کچھ بدھوں کی رعایت ہے۔ دوستوں میں تو مولانا اس طرح تہریں کر دیا کہ وہ مفتی محمد شفیع صاحب کے مشورے سے متعلق ہو کر کے محمد اعلیٰ اپنے والد کے احترام میں ہاتھ دے کر رہا۔ اور پھر تبدیلی کا اعلان ایسے وقت میں فرمایا جب وہ بیمار و افراہ کے مقتدا تھے۔ اس مرحلے میں تبدیلی کا اعلان یقیناً ہے نفسی کے اعلیٰ ترین مقام کی نشاندہی کر رہا ہے۔

(ماہنامہ اہل حق، خصوصی نمبر ۱۵، ۱۹۷۵ء)

(۲) ”میں مولوی سبہ دواں؟“

حضرت مولانا عاشق الہی صاحب بلند شہر کی رحمت اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

۱۳۷۴ھ میں اختر دراندوم تفراتی نے وزارت ہوتا تھا بارہ سال وہاں کام کیا پھر راجستھان مبارک ۱۳۹۱ھ میں مدین منورہ میں مقرر ہو گیا۔ اُنکے بعد ایک سال بعد اس دہریال بھگت نے سو وقت سے لیکر اب تک مدین منورہ میں قیام ہے۔ اسکا اللہ تعالیٰ ویہا جیسا

وہیت

حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ جب عمرہ کے لئے تشریف لاتے تو ضرور ملاقات فرماتے اور اپنی زیارت اور ہدیہ سے نوازا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ پانچ سو سودی ریال پیش فرمائے، میں نے عرض کیا، کیا مولوی بھی ہدیہ دیتے ہیں۔ فرمایا میں مولوی کب ہوں۔ اللہ اللہ یہ علمی مقام اور یہ تواضع کا عالم۔

حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ سے بے تکلفی بھی تھی، احقر اپنے مزاج کے مطابق کبھی کبھی اعتراض بھی کر دیتا تھا تو وہ اسے خوش اسلوبی کیساتھ برداشت فرما لیتے تھے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرات اکابر مدرسین کے صاحبزادگان جو حفظ کرتے تھے، انکے بارے میں حفظ کے اساتذہ نے یہ کہہ دیا کہ یہ آگے حفظ میں نہیں چل سکتے، ان حضرات نے درجہ حفظ سے الٹھا کر اسکولوں میں داخل کر دیا۔ حضرت ناظم صاحبؒ نے بھی اپنے بڑے لڑکے کو اسکول میں داخلہ دلایا اور اپنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ میں اس پر کچھ اعتراض کر سکتا ہوں، میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فرمایا کہ مولوی ہونا کوئی فرض عین تو نہیں، فرض کفایہ ہے۔ اتنا ہی فرمایا تھا کہ احقر نے عرض کیا کہ امت کو جتنے علماء کی ضرورت ہے کیا اتنی تعداد میں علماء موجود ہیں؟ مزید ہمت کرتے ہوئے احقر نے عرض کیا کہ دیکھئے، میت کا غسل کفن و دفن فرض کفایہ ہے، کسی مسلمان کی وفات ہوگئی، ایک شخص تیار ہوا، اس نے تنہا میت کو غسل دیا پہلے یوں ڈالا پھر دوسری طرف پچھاڑا، پھر مشکل سے کفن پہنایا، پھر میت کو اٹھا کر کسی چار پائی پر ڈالا، لوگ کھڑے دیکھتے رہے، کسی نے ہاتھ نہ لگایا، پھر اسی شخص نے چار پائی میں رسی ڈالی، چار پائی پر میت پڑی ہے، وہ شخص رسی پکڑ کر کھینچتا ہوا میت کو

قبرستان لے گیا۔ سب لوگ دیکھتے رہے۔ نہ کوئی شروع سے ساتھ لگانے جنازے کو قبرستان لے جانے میں شرکت کی، جب قبرستان لے گیا تو وہاں قبر کھدائی ہوئی نہ تھی، اس شخص نے اسکیلے

قبر کھودی، جنازہ رکھا رہا، جب قبر کھودی تو میت کو الناسیدھا کر کے قبر میں ڈال دیا۔ کیا اس عمل سے فرض کفایہ ادا ہو گیا اور وہ سب بری الذمہ ہو گئے جو اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔

نے اس نعمتِ حقانی کے متعلق سوال کیا تو مولانا نے نہایت اذکار دی کہ تھ فرما دیا، "ارے
میاں! اب ہم اس قافلِ کبریا سے ہیں، اور ابھی بہت سارے دُعا دے وہ سب پر موار رہتے
ہیں۔ میں کچھ کیا سوال کا استغفار مہر ہے جس اور میں نے ابھی سنا سب نہ سمجھ
(ص ۳۱)

(۵) "وقت کا محدث گمن مہمان کی دلجوئی کر رہا ہے۔"

ایک مرتبہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا، میرا تیسرا سوال بھی ہوا تھا۔ اس سے
فرمانے لگے۔ ارے میں آپ کی آئے ہو کہوں کہوں کی میری؟ اس نے نفی میں یہ بلیا۔
فرمایا ہم تو تو میرے گرامیوں کے۔ شام کو سواری منگائی، مجھے اگلی سیت پر بٹھایا، خود اپنے کو سکر
کچھ سیت پر بیٹھ گئے۔ راستے میں ہم مقامات کی نشاندہی فرماتے گئے، گول مسجد اور چوچ
آفرنگی مقامات کی یہ تفرامین، ہماری قیام گاہ تک پہنچا کر واپس تشریف لے گئے۔
(ص ۳۳)

(۶) "موسر تہ کے باوجود انکساری۔"

ہم دونوں بعد فراغتِ بورہ حدیث حضرت مولانا عبدالرحمن سیاحی رضی صاحب رحمہ
اللہ سے بیعت ہوئے، حضرت کے وصال کے بعد مولانا کو حضرت مفتی صاحب کی محبت
اور حضرت ڈاکٹر صاحب سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے حضرت مولانا صاحب
میاں صاحب باپا جی صاحب مدظلہ اور فضیلہ حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا
مرحوم بھی ہم دونوں یعنی مقرر اور مولانا عبدالحامد صاحب کے مددگار شایع مراد آج دیکھ گئی
کتاؤں میں ہم دوسرا رہے ہیں) سے تعلق قائم کیا۔ مولانا صاحب میاں صاحب کے وصال
کے بعد مولانا عبدالحامد صاحب سے عرصہ کیا، حضرت سیاحی رضی کے وصال کے بعد مولانا
صاحب میاں صاحب سے تعلق رہا اب انکا بھی وصال ہو گیا، آزاد رہنا نہیں چاہتا اب میرا
رجوع ہم کی طرف ہے مولانا نے عجیب منکسر انداز میں فرمایا، ارے میاں! میں اس قافل
کہوں ہوں۔"

لیکن ساتھ میں جذبہ (میں) زور دہنا نہیں چاہتا) کی قسمیں فرمائی۔ اور تعلق قائم رکھنے کی ضرورت کے اظہار سے نئے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ باوجود صومرہ بنی، اعلیٰ و انتقام، اتالی، گھوڑے اور دل، عبور کے اہم معاملات کو حضرت ذاکر صاحبؒ کے مشورے سے ملے فروغ کرتے تھے۔

اس وقت میں نے بھی بچے ملنا ہے پر ہمارا نہ کیا۔

فیروز کو بھی کریم نے سوانح کو تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک زمانہ طویل حضرت مفتی صاحبؒ کی صحبت میں بسر فرمائی، حضرت ذاکر صاحبؒ نے آپ کو اجازت و خلافت سے وازا کرتے باوجود میر۔ مرغوست پر آپ کا عذر (میں اس قابل کہانوں ہوں) میری سمجھ سے باہر ہے، جواب مولانا نے تحریر فرمایا "مشورے کی حد تک آپ کا پابند ہوں گا۔"

(ص ۶۶)

(۷) "حضرت کی بے نفسی۔"

حضرت قدس مفتی محمود اشرف صاحب ذیہمد حمزہ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا بہت بے نفس اور متکین طبع بزرگ تھے، ان معظوم جوانی کے کس حصہ میں حضرت نے بے نفس ہار دیا اپنی زندگی سے بے دخل کیا تھا کہ بے نفس، مسکنت اور تواضع حضرت کی ہیبت بن گئی تھی۔

اشراف کو وہ شبہ نہیں کہ وہ دینی نوٹی سر سے اتر کر شیلے اور درے کا چکر لگاتے تو دیکھنے والے کو شبہ بھی نہ آتا کہ یہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث، عالم اعلیٰ اور سب اساتذہ کے استاذ ہیں۔ عام حالات میں بھی ان کا لباس اتنا سادہ اور عموماً بیوتا تھا کہ عوام اور طلبہ اور حضرت کے درمیان حد فاصل نہیں لگتی۔

واقفان حال ہوتے ہیں کہ حضرت کو نہ کسی جگہ بیٹھنے میں کوئی تکلیف اور نہ کہیں جانے میں رکاوٹ اور اسرار کے تنگنا تھے، جہاں دل چاہتا جوتہ جاتے اور جہاں جانے میں دین کا فائدہ نظر آتا، چاہنے کے لئے تیار ہو جاتے، خواہ وہ جگہ کتنی دور یا بسہرہ نہ ہو کیوں نہ ہو، شہرت سے

(۹) ”حضرت بارہ و عذرت کے الفاظ فرماتے رہے۔“

آپ نے کیا شیعہ مہمان محمد بن عبد اللہ صاحب زید عبد اللہ محمد بن زید بن

آپ کی حیرت آئی۔ کہ وہ انہی نے آپ کے چاہنے والوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا
آپ کی تائید اور سب سے قریبی ایک بڑے زوار نے اسے انجمن اہل اور شیخ احمد بیٹے کے
یہ وجود کوئی آجودانہ کرشمہ نہیں چونکہ اس کے یہ کوئی بلند پایہ علم، شیخ طریقت اور بالکلام میں
ہیں، آپ کے آپ کے پیچھے چلنے والوں کی کوئی قدر نہیں، کوئی حق، مسجد میں بھی متواضع نہ لاشست
ہوئی تھی دفتر کے ملازم آپ سے بلندہ آواز سے گفتگو فرماتے۔ آپ چائے کے واسطے یہ ان
کمرے میں کہ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں ماضی ہوئی تو حضرت کسی کام میں
مصرف تھے، انھوں نے وہ چند تشریف لائے تو اتنی عذرت کی میں پانی پانی ہو گیا۔ سارا اند
وقت بھی زیادہ نہیں گزر رہا تھا۔ مگر حضرت بارہ و عذرت کے الفاظ دہرائے۔ تب۔

(س ۱۲۶)

(۱۰) ”جواب تو مفتی صاحب کو دینا چاہیے تھا لیکن میں نے جلدی میں دینا چاہیے۔“

آپ نے کیا شیعہ مہمان محمد بن عبد اللہ صاحب زید عبد اللہ محمد بن زید بن

بدری شریف کی روایت اور روایت پر جب کلام کرتے تو امام بخاری جیسی آستی
بھی غمزدگی ہوئی، ہندوستان و بیشتر اسی گفتگو کی چاہییت میں کھو جاتا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ شہادت ختم کے واقعے کو جب بدری شریف میں بیان کیا تو دونوں گفتگوں میں
بندہ کے آنسو بہا کر گئے، ہاں خدا اور ستمدار آخرت اتنا تھا کہ سب بھی کوئی سنا، یہ تو
پہلے ہی حریف شہداء فرماتے۔ ایک دن ذکر موت کے وقت حضرت نے ذکر موت کا بعد بیٹ
میں بیٹ کرتے رہے اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”اور وہ تو چھوٹے دو ہیں پڑھتے اور
دلچسپی کے ساتھ پڑھتے اور پڑھتے پڑھتے ہیں اب تک موت کی کوئی تیاری نہیں کر
رہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ اس دنیا میں رہے۔“

تھیک اس کے دس سال بعد حضرت داماد وفات ہوئی، اس سال جب نواب شہ و تشریف

لائے تو میں نے اسکا تذکرہ کی تو مستر نے لگے، جب میں نے عرض کی کہ حضرت اس صاحب سے آپ کی عمر ۶۷ سال ہوئی جاوے، کیونکہ میں نے یہ قسم کھائی کہ اوکل میں ملنا تھا تو فرمایا ام ۶۷ سال عمر ہے۔ طلبہ سے مدرسہ کی مسجد میں حسب بیان فرماتے تو آخر فرماتے تھے "اس پر مجھے کوئی کرمہرت حاصل نہ دوا اپنی اصلاح کرو"۔

انکی کسر نفسی کا یہ عالم یہ تھا کہ بسا اوقات جب کوئی سائل سوال کرتا تو جواب دیتے اور بعد میں فرماتے کہ جواب مفتی صاحب کو دینا چاہیے تھا لیکن میں نے جہد میں دینا ہے "مفتی صاحب" آپ فرمائیں میرا جواب صحیح تھا"۔

اپنے ظاہر کے ساتھ شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ دوران سبق بند دے ایک سوال کیا مگر اس سوال کو صحیح طریقے سے سمجھا نہ سکا۔ مجھے ایسا لگا کہ میرا سوال ہی غلط ہے اور سب کو میں موجود طلبہ زور سے ہنسنے لگے، حضرت نے مجھے شفقت سے بچانے کے لئے فرمایا کہ مولوی صاحب نے سوال کیا میں اس کی تشریح کر رہا ہوں۔ اور تشریح کرنے کے بعد اس کا جواب دیا زندگی میں بے شمار اساتذہ کی جوتہاں انھارے اور خدمت سرنگا اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا مگر جو خلف حضرت واد کی خدمت میں آتا خدا جانے آج اس نصف گویا کر کے دوران تحریر بند وہی آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہیں۔ (میں ۱۳۶، ۱۳۷)

(۱) "ہرگز نہیں یہ سب مجھ سے اٹھل ہیں"

آپ کے خادم خاص مولوی رشید احمد اعظمی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے

ہیں:

اپنے شاخ جیسے انکساری کسی میں نہیں دیکھی۔ ہر آدمی سے اس طرح تواضع اور احترام کے ساتھ ملنے تھے کہ وہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو جاتا۔ اس قدر تواضع کے ساتھ پیش آتے کہ سامنے والا شرمندہ ہو جاتا، لیکن آپ اسے اپنا حق سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک نکاح کی تقریب میں تشریف لے گئے، دو ہجوم کچھ سے انکسار کے قریب جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ احقر نے چپکے سے انہوں کو ہاتھ کے اشارے سے

راستہ دینے کے لئے کہا۔ حضرت نے نہ دیکھ بیا فوراً فرمایا کہ کیا میں لوگوں سے بہتر ہوں، اگر نہیں تو میں یہ سب مجھ سے افضل ہیں۔ انہیں تھیں نہ سمجھ، بالآخر جگہ ہونے کے بعد آئے تشریف لے گئے۔

ایک دن ایک صاحب حضرت نے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت فلاں صاحب میرا ایک کام نہیں کر رہے، اسی وجہ سے پریشانی ہے، وہ صاحب بھی حضرت سے کچھ تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس جانے سے آپکا کام من جاتا ہے تو میں جانے کے لئے تیار ہوں، ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ شخص بہت منہ پھرتے ہیں، انہیں کوئی حد و پست نہ کہہ دے، وہ آپکی ذات کا بھی خیال نہیں کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی! پہلے ہی کیا عزت ہے، آپ یہ تو نہیں کہ میرے جانے سے آپکا کام من جاتا ہے نہیں، اگر میرے جانے سے تمہارا کام من جاتا ہے تو میں چھٹنے کے لئے تیار ہوں۔

سبحان اللہ! یہ تو اسع کا مقام تھا۔

اقامت سے پانچ دن پہلے میں نے عرض کیا کہ ہمارے بڑے بیوی مولانا شفیع الرحمن صاحب (امام و خلیفہ مسجد خدیجہ ٹکشن اقبال) کی درخواست ہے کہ ہماری مسجد میں بھی حضرت کو بیٹھ کر رکھو، میں اب نہ تو آپکی مصروفیات اور ضعف کی وجہ سے یہ عرض کرنے کی ہمت نہیں کر سکا۔ لیکن اب کلام اللہ کافی بڑھ گیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ بھائی! میں اس قافلہ بجا ہوں۔ مزید فرمایا کہ اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے، آئندہ ہفت یا دو بار ناوقتہ مقررہ کے نہیں گئے۔ لیکن انہوں نے اس کے چار دن بعد ہی انتقال فرما گئے۔ کیا معلوم تھا کہ یہ روشن ستارہ اتنی جلد ہی رخصت ہو جائیگا۔ (س ۱۳۵)

(۱۳) ”میری غلطیوں کو عاف فرمادیں۔“

ختم بخاری شریف کے موقع پر شہر کا دورہ دھڑکتے کو آخری دن قیمتی نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”میں اگرچہ عمر میں آپ سے بڑا ہوں، لیکن مرتبہ میں چھوٹا ہوں۔ آپ طالب علم

ہیں، میں تو دنیا دار آدمی ہوں، بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں۔ لیکن پھر بھی انسان ہوں بشر ہوں، خطا ہو جاتی ہے، سب سے پہلے میں کھلے دل سے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میری غلطیوں کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائیں گے اور آپ کی جانب سے برہنہ نہیں میرے حق میں ہوئی ہیں میں نے بھی انکو کھلے دل سے معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے۔

(یہ اطلاع ادا کرتے ہوئے حضرت دانا پرگریہ طاری ہو گیا)

سبکدوشی حاصل کرو۔ حضرات! پوری طرح سبکدوشی حاصل کرو اور اس مجلس سے الھنے کے بعد بچے آپ کو پاک صائب کرلو۔ اس کی طرف خیال کرو۔ اعتدال پر قائم رہیں۔ اختلاف میں بھی اعتدال، سنک میں بھی اعتدال۔ (اہل علم کی زندگی ص ۲۳۰)

والی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب رحمہ اللہ کے واقعات

(۱) ”بھائی! میں گناہ گار اپنی اصلاح کے لیے کسی کی تلاش میں ہوں“۔

مولانا محمد یحییٰ منصوری آپ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ ان چند افراد میں سے تھے جنہیں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے دعوت کے کام کے لیے بطور نمونہ تیار کیا تھا۔ یعنی مولانا سعید احمد خاں کی اسی گواہی صدی کے سب سے بڑے والی الی اللہ کا تراش ہوا وہ میرا قرار دیا جاسکتا ہے جس نے تقریباً پانچ صدی تک دنی میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کی جھلک باقی رکھی۔

آپ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی روحانی تربیت اور سلوک کی منزل میں طے کیں۔ آپ کو متعدد اکابر کی طرف سے اجازت حاصل تھی مگر ہمیشہ خود کو بیعت کے مسئلہ میں پردہ تھا میں رکھا۔ آپ کی توضیح کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بیعت کے لیے اصرار کرتا تو فرماتے: ”بھائی! میں گناہ گار اپنی اصلاح کے لیے کسی کی تلاش میں ہوں“۔ اور اس دور کے

دوسرے مشائخ کا نام لیکر فرماتے کہ ”فلاں کے پاس جاؤ ان شاء اللہ تمہیں بہت فائدہ ہوگا۔“ اگر آپ دوسرے مشائخ کی طرح بیعت فرماتے تو اتنے کثیر لوگ آپ سے وابستہ ہو جاتے کہ دنیا میں کسی شیخ کے اتنے مرید نہ ہوتے تھے کیونکہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ حرمین میں گذرا اور آپ دین کی اہمیت سے دنیا کے کونے کونے میں پہنچے۔ ہر وقت آپ کے گرو عقیدت رکھنے والوں کا یہ وادہ وار اثر و دام پڑتا مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے زندگی میں بمشکل چند آدمیوں کو بیعت کیا۔ مولانا سے خصوصی تعلق و عقیدت رکھنے والے کتنے ہی افراد ہیں جو مہینوں تک بیعت کے لیے اصرار کرتے رہے مگر آپ نے انہیں دوسرے اکابر کی طرف بھیج دیا۔ (مولانا سعید احمد خان، شخصیت احوال اور دینی خدمات ص ۲۸)

(۲) ”سوچتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد اس کی مثال مل سکے گی؟“

حضرت مولانا کی تواضع اور کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ چھوٹے چھوٹے آدمی کی تنقید بھی قبول فرماتے۔ اس دور میں یہ چیز بالکل نایاب ہو گئی ہے۔ چند سال پہلے کی بات ہے لندن تبلیغی مرکز کے خصوصی کمرے میں بندہ ملاقات کے لیے پہنچا۔ دیکھا کہ مولانا کی پاکستانی جماعت کے رفقاء اور انگریزوں کے متعدد اہل شوری تشریف فرما ہیں اور کوئی چیز پڑھی جا رہی ہے۔ سنا تو پتہ چلا کہ کسی بیاض (کاپی) میں سے مبشرات پڑھ رہے ہیں یعنی کسی جماعت نے حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی خواب میں حضرت مولانا کو حضور کے ہمراہ دیکھا وغیرہ وغیرہ چند منٹ بعد بندہ نے عرض کیا

”حضرت! آپ کی مجلس میں اس طرح مبشرات سننا سنانا مناسب نہیں، آپ یہ مبشرات بعض بزرگوں کے لیے، خلفاء کے لیے چھوڑ دیں یہ بزرگ اپنے سیدھے خواب دیکھتے ہیں اور انہیں چھاپ کر یہاں ہمیں اتلا میں ڈالتے ہیں۔ سنا ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے دعا مانگی تھی ”اے اللہ! ہمارے اس کام کو مبشرات اور کرامات پہ مت چلانا۔“

یہ سننا تھا کہ اسی وقت حضرت مولانا نے بیاض بندہ کو یہ فرمایا ”ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ

مبشرات سے دل کو تقویت پہنچتی ہے مگر یہ پہلو بھی قابل لحاظ ہے بلکہ زیادہ اہم ہے۔ اس سے کئی فتنے پیدا ہو سکتے ہیں اس لیے عمومی طور پر مبشرات کے سننے سنانے سے احتیاط کرنی چاہیے۔

اسی طرح ایک بار انگلینڈ کے سالانہ اجتماع کے اختتام پر ڈیوڈ بری میں مختلف شہروں کی مساجد والی جماعتوں (روزانہ اڑھائی گھنٹے فارغ کرنے والے) احباب جمع تھے ان میں حضرت مولانا نے بیان شروع فرمایا کچھ دیر کے بعد فرمایا: ”میں اپنی قربانی کی مقدار کو بدھانا چاہیے روزانہ اڑھائی گھنٹے سے بڑھا کر آٹھ گھنٹے فارغ کرنے چاہئیں۔“ بندہ بیان کے درمیان بول پڑا: ”حضرت! یہ آپ رہبانیت کی دعوت دے رہے ہیں، اگر ایک شخص روزانہ آٹھ گھنٹے فارغ کر لے، اس کے ساتھ عصر سے اشراق تک جمعرات کا اجتماع، مہینے کے تین دن ہمال کا چل، جماعتوں کی نصرت یہ سب ملا کر نصف سے زیادہ ہو جاتا ہے اور یہ رہبانیت ہے۔“

ہم میں سے ہر شخص اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے اگر یہ واقعہ ہمارے ساتھ ہمارے مجمع میں پیش آتا تو ہمارا کیا عمل ہوتا؟ بندہ کم از کم اپنی بات کہہ سکتا ہے کہ میرا نفس تو اسے برداشت نہ کرتا، نہ جانے کیا کہہ دیتا، مگر حضرت مولانا نے مجھ جیسے معمولی طالب علم کی بات تو چہرے سے سنی اور قبول فرمائی۔ بعد میں مجھے اپنے اس حماقت پر سخت ندامت و افسوس ہوا کہ مجھے یہ اشکال تنہائی میں عرض کرنا چاہیے تھا مگر واہ! مولانا سعید احمد خان، کیا بے نفسی کی انتہاء ہے کہ پورے سکون و ہشاشت سے اشکال سن رہے ہیں اور قبول فرما رہے ہیں۔

سو چتا ہوں کہ کیا مولانا کے بعد اس کی مثال مل گی؟

اس کوہ کن کی بات گئی کوہ کن کے ساتھ۔

(بحوالہ بالا ص ۳۰)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے واقعات :-

آپ کے سوانح نگار مولانا جمال مہدائی حلی ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

فنایت وجہ تفسی اور انکار ذات حضرت کی امتیازی صفت ہے۔ تمام تر کمالات اور جامعیت کے باوجود حضرت کی تواضع اور کسر نفسی ابتجا کو پہنچی ہوئی تھی، حضرت نے اپنے شیخ، مرشد حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پورہ کی کا جو حال اس باب میں نقل کیا ہے وہ تو حضرت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو دین و دنیا کے اعزازات سے خوب بے نیاز لیکن حضرت نے بھی ان کی نسبت اپنی طرف نہیں کی۔ اس کی سب سے بڑی مثال وہ واقعہ ہے جب حضرت کو خانہ کعبہ میں داخلہ کی پیشکش کی گئی تھی اور حضرت نے جس جس کو کہ اسکو داخلہ کی اجازت ملی تھی لیکن حضرت نے اسکو حضرت رائے پورہ کی طرف منسوب فرمایا اور "سوانح رائے پورہ" میں اس سلسلہ میں اپنا کوئی ذکر تک نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت کا انداز بیان ملاحظہ ہو :

"اس سال کی خصوصیت جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بنایا جاسکتا ہے جو ایک مقبول و مخلص بندہ کی وجہ سے نصیب ہوئی یہ تھی کہ شہی صاحب (کلید بردار خانہ کعبہ) نے جن سے پہلے سے کوئی تعلقات نہ تھے، اس سفر کے ایک ہمراہی کو خود خانہ کعبہ کے داخلہ کی دعوت دی اور انکی اجازت دی کہ جن لوگوں اور ہمراہیوں کو وہ ساتھ لانا چاہیں لائیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت کی نیابت تھی۔ اس صانع عام سے پورا فائدہ اٹھایا گیا اور نہ صرف اس قافلہ کے ہمراہیوں نے بلکہ بہت سے دوسرے احباب اور غیر متعلق ساتھیوں نے بھی نہایت اطمینان کے ساتھ سکیں، ہانڈ و کمرہ و وسیلہ (بیشکل وغیرہ) کو اختیار رکھے یا کھٹکھٹ کے بغیر داخلہ شرف حاصل کیا اور اطمینان سے خوف کعبہ میں داخل ہوئے۔ بعض ساتھی چونکہ وہ مجھے تھے دوسرے دن شہی صاحب نے ہزارہ کرم و بارہ اجازت دی اور نظام کیا اور پھر حضرت کی معیت میں وہ بارہ حاضر ہوئی۔ اور اطمینان سے داخلہ و دعا کا موقع ملا اور اس

بزرگوں کی خدمت میں ہمیشہ دوزانو بیٹھنے کو کئی کئی مجلس بھی اُٹھتے ہوئی تو بھی پہلو بدلتے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ معاصر مشائخ میں سے کوئی جاتا تو بھی مجلس میں دوزانو ہی تشریف فرما رہتے۔ منصف اور انہوں کی تکلیف کے باوجود اخیر تک اس وضع میں کوئی فرق نہیں آیا۔

لحدتِ جل شانہ کے دربار میں ہمیشہ اپنی عاجزی و احتیاط مستحضر رہتی اور بیٹے اور بھائی کے ساتھ زبانِ مبارک سے ”مولا علی۔ انسی الیٰ فضلک للفقیر“ فرماتے رہتے، صاف محسوس ہوتا تھا کہ یہ صرف کمال نہیں بلکہ حالِ دل ہے جو بے ساختہ زبانِ پر آ جاتا ہے، حسنِ افعال اور حسنِ کردار کے ساتھ ہمیشہ حسنِ خاتر کی فکر رہی، دعاؤں میں ”کا خاص خیال رہتا، اللہ تعالیٰ نے یہ تمنا کس طرح پوری فرمائی اس کا کچھ تو کرواوات کے باب میں آچکا ہے، اور ”وہاں“ اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح نوازا ہو گا یہ اللہ ہی کو معلوم ہے، ہر شاعر ہوتی ہے، ”ان نس لعلنا لسان الامام علی و ان حبیہ سوف یرثی ثم یخرج الجزاء الا وئی“ کہ بے شک انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کیا، اپنی وراثت (کاتبیہ) وہ متعرب دیکھے گا، پھر اسکو بھر پور بدلہ دیا جائے گا۔ (مولف منظر اسلام ص ۵۵۱-۵۵۲)

(۲) لباس اور کھانے میں سادگی کا حال :-

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم خان اللہ صاحب زید مجدہم اپنے مسئلہ کی بیان میں ارشاد فرماتے ہیں :

سید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے امتیازات سے سرفراز فرمایا، ان کے خصلتیں اور صفات کسی ایک فرد کے اندر جمع ہونا بہت مشکل ہے، میں ایک مرتبہ ایک مسیحی تک ان کے پاس رہا ہوں اور وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی جو مجھے متاثر کرتی رہی، وہ یہ بات تھی کہ ان کے ہاں قطعاً نہ لباس کے بارے میں اتہام تھا اور نہ خوارک کے بارے میں، ایک مہینے کا عرصہ اچھا خاصہ ہوتا ہے، میں اس کے گھر پر بھی دس دن رہا، محلِ ہر تین دن ان کے ساتھ ندوۃ العلماء، مدرسہ، ہر جگہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے ہاں خوارک میں اور پوشاک میں کوئی ایسا فرق نہیں تھا۔

حضرت مولانا ایک مرتبہ مصر تشریف لے گئے، وہاں پہنچے تو انکا لباس ایک مختصر سا پا جامہ اور ایک مختصر سا کرتہ تھا اور ایک کالے رنگ کی مختصر سی راپوری ٹوپی تھی۔ قمیص انکی بہت سادہ ہوتی تھی، مولانا فرماتے تھے کہ میرے لباس کی قیمت ایک روزے کے فدیہ سے زیادہ نہیں تھی تو مصری علماء نے مجھے اس لباس میں دیکھ کر بہت تعجب کیا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور اتنے بڑے مورخ اور ادیب ہیں اور آپ کا یہ لباس امثل تو مشہور ہے کہ ”اللباس باللباس“ یعنی لوگوں کی شان لباس کے ساتھ قائم ہے لیکن مولانا نے فرمایا کہ اصل سنت تو یہی ہے کہ لباس میں سادگی ہو اور اکہیں دین کی حفاظت بھی ہے ”رسول اکرم ﷺ کے ہاں لباس کے سلسلے میں کوئی خصوصی اہتمام قطعاً نہیں ہوتا تھا، حد جواز میں جو چیز بھی سامنے آجائے اس کو استعمال کر لیا جاتا۔“

تو بہر حال میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا ذوق، وہ تو بالکل ہی مختلف ہے۔ فلاں قسم کا کپڑا پہنا جائے گا اور فلاں ورزی سے سلائی ہوگی، فلاں تراش اور غراش اور وضع ہوگی تب ہم اس کو استعمال کریں گے۔ اور یہی حال ہمارے دوسرے معاملات کا بھی ہے کہ ہم مباحات میں انہماک رکھتے ہیں۔ (محاسن علم، ذکر، جلد ۲) ص ۲۵

جامع شریعت و طریقت و اکثر حفیظ اللہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے واقعات :-
(۱) امتیازی شان کو ناپسند کرنا :-

عالم ربانی حضرت مفتی عبدالقادر صاحب آپ کے مفصل تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں :
حضرت ڈاکٹر صاحب کسی معاملہ میں اپنا امتیاز پسند نہ فرماتے تھے، عام لوگوں میں گھلا ملا رہنے کو پسند فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا طرز اختیار نہ کیا جائے جس سے اپنا امتیاز معلوم ہو۔ اسی طرح دینی خدمت کرنے کے عادی تھے، کبھی اپنے دینی پروگرام کا اشتہار نہ دیتے تھے، کئی احباب کہتے کہ اگر ایک اشتہار شائع کر دیا جائے تو لوگوں کو سہولت رہیگی مگر حضرت کی طبیعت اس پر آمادہ نہ ہوتی۔ حضرت تھانویؒ کا یہ معقولہ نقل فرماتے کہ ”کام تو سب ہوں مگر نام نہ نہ“۔

حضرت اس کو بھی پسند نہ فرماتے کہ لاکھوں کے جتنے کے لئے ملاقات کا وقت مقرر کر دیا جائے۔
 انکی اصحاب نے عرض کیا کہ آپ وقت کے مہمانوں سے آپ کو تکلیف ہوئی ہے وقت مقرر
 فرمادیں مگر حضرت کی متواضع طبیعت نے اس کو پسند نہیں کیا، بالکل آخر میں جب اسرائیل
 اور عواش نے نصیحتیں کیا کچھ عہدہ منانے ملاقات کے لئے وقت مقرر کر دیا۔ (صلاتی مضامین
 ص ۲۳)

(۲) حضرت ذاکر صاحب رحمہ اللہ کی تواضع :-

حضرت میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر ملنے والے کو تواضع اور جتنے
 پیارے کے ساتھ ملتے تھے۔ جس کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ یہ عالم ہے تو اس سے
 بندہ ادب سے پیش آتے تھے۔ یہاں تک کہ عہدہ حضرت کو "پاؤنٹ" کے خط سے
 خطاب نہیں فرماتے تھے بلکہ بناب کانٹا فرماتے مثلاً "جناب کی ملاقات سے بڑی خوشی
 ہوئی" وغیرہ۔

بندہ وہ اکل ناکارہ اور کسی کام کا نہیں ہے، جب حضرت مجھے خط لکھتے تو لکھانے پر بندہ کے
 نام کے ساتھ انقباض کو فرماتے اکثر "بخدمت بزرگوار" "کرمی" "محترمی" اور "حضرت
 " کے الفاظ لکھتے۔ بندہ جب سکھر میں بیان کرتا تو شروع شروع میں ہریان میں شریف
 ماتے اور بندہ کا بیان ہے قسم سے اپنی کافی میں لکھتے اور بعد میں اس کو صاف فرمائیے، "ر
 چمپے کی کوئی چیز ہوتی تو اشتہار فرما لیتے، حالانکہ اس مجلس میں حضرت کے تعزیت مند اور
 مرید موجود ہوتے تھے، حضرت کبھی یہ خیال نہ فرماتے تھے کہ مرید کیا سمجھیں گے، بندہ تو کچھ
 نہ تھا مگر حضرت باہر سے آئے، اسے ایک عالم کی قدر دانی سکھانا چاہتے تھے کہ جب میں ان
 کے قریب میں کانٹھ ہاؤں تو دوسروں کو بھی استفادہ دے کر چاہیے۔ (ایضاً ص ۲۲۳)

(۳) تواضع اور مطلب :-

جب بھی بیان فرماتے اور کوئی علم و خط میں موجود ہوتے تو وعظ کے بعد یہ ضرور
 فرماتے کہ "اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو بتا دیجئے" اور کبھی یوں فرماتے میں جاں آری ہوں

تعطیلات ہو جاتی ہوگی بتا دیجئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اگرچہ اصطلاحی عالم نہ تھے مگر حقائق و معارف مسائل و تفصائل پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حضرت حکیم انارستہ کے مواضع اور دیگر کتابوں پر بہت عبور تھا، مطالعہ کا خاص ذوق تھا ایک عالم نے کہا اور صحیح کہا کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ انتہا کے عالمی نداد اللہ صاحبؒ تھے۔ حضرت تھانویؒ کے مسلک و مشرب پر نہایت تسلط سے قائل تھے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی تاکید فرماتے۔ نئے نئے ذوق اور طریقے ان کو پسند نہ تھے وہ اپنے اکابر کے طریقے کو پسند فرماتے اور اس پر قہر دیتے مگر چھ نئے ذوق والوں سے الجھتے نہ تھے۔ (ایضاً ص ۲۶۶)

(۴) اعتراف قصور:-

جب بیان فرماتے تو کاپی یا ارشادات والا کاغذ سامنے رکھ لیتے۔ اس پر کبھی معمولی سی نظر ڈال لیتے اور حاضرین پر بہت کم نظر ڈالتے، ویسے آپ کو ضرورت نہ تھی کہ بیان کے وقت کوئی کاپی یا تحریر شدہ نوٹ سامنے رکھیں کیونکہ آپ کو غما میں کا بہت استحضار تھا اور بہت سے مضامین بار بار بیان کئے ہوئے تھے مگر یہ حضرت کی تواضع تھی کہ آپ عالمانہ شان و کھانا پیند نہ فرماتے اور اپنے آپ کو ایک عام سادہ روپ میں ظاہر کرتے، بعض اوقات ناراض آویں سمجھتے کہ وعظ میں کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں، بندوباد مگر ٹھیک نہ جب کبھی اس کا انہماک کرنے کو آج تو آپ نے عجیب بیان فرمایا، بہت ہی لاجواب اور سوکھ مضمون تھا تو تو اسے غافل مانتے کہ "اس میں ہمارے کچھ نہیں، ہم تو صرف ناقل ہیں" یعنی عمامہ، سلما، کی کتب سے نقل کئے ہوئے مضامین ہیں۔

حضرت قصداً خطیبانہ اور مقررانہ طرز سے احتراز کرتے، سادہ طریقے سے بیان فرماتے اور اس کو زیادہ موکھ نہ کہتے، اگر چاہتے تو بلند آواز سے جوش و خروش کے ساتھ تقریر فرما سکتے تھے، مگر اس سے احتراز فرماتے۔ وعظ میں کوئی عالم ہوتا تو وعظ کے بعد اس سے اصرار کرتے کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو بتا دیں، اگر کوئی غلطی بتاتا تو بہت شکر پہ ادا کرتے۔ غلطی کے بارے میں فرماتے کہ جب کوئی شخص غلطی بتائے تو مان لیں چاہیے اگرچہ غلطی نہ ہو، اس کا فائدہ یہ ہو

گا کہ آئندہ غلطی بتائے گا، اگر نہ مانو گے تو آئندہ نہ بتائے گا۔ (ماہنامہ محاسن اسلام)
 (ماہنامہ خصوصی شمارہ ص ۴۰)

(۵) گھریلو کام کاج میں گھر والوں کے ساتھ شرکت :-

آپ کی پوتی بنت ذاکر کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم لکھتی ہیں:

امی جان بتاتی ہیں کہ اباجی ہر کسی کا بہت خیال کرتے تھے۔ اگر گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو اس کے دوا، علاج، آرام اور ہر طرح کا خیال کرتے، امی جان بتاتی ہیں کہ ایک دفعہ گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے وہ چلے گئے، میں برتن دھو رہی تھی اباجی آئے فرمانے لگے ”آپ برتن چھوڑ دیں کوئی اور کام کر لیں میں برتن دھولوں گا“۔ امی جان کہتی ہیں میں نے دو تین دفعہ اباجی سے کہا آپ نہ دھوئیں میں دھولوں گی۔ پھر فرمانے لگے ”اچھا آپ جالی لگائیں میں دھوتا جاتا ہوں“ اس طرح سارے برتن دھلوائے۔

اسی طرح ایک مہمان آئے پھر وہ کھانا کھا کر چلے گئے میں باورچی خانے سے برتن سمیٹ رہی تھی، اباجی اپنے کمرے میں لیٹ گئے تھے تھوڑی دیر بعد اٹھ کر آئے، جو برتن میں نے سمیٹے ہوئے تھے وہ اٹھا کر باہر کمرے میں بیٹھ کر دھونے لگے، امی جان کہتی ہیں میں نے وہ دفعہ کہا زیادہ کچن کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ رہنے دیں، اباجی فرمانے لگے ”کوئی بات نہیں آپ باورچی خانہ نہ صاف کریں میں دھولیتا ہوں“، پھر سارے برتن دھوئے۔ امی جان کہتی ہیں میں نے صبح فادی جان سے کہا رات اباجی نے برتن دھوئے تھے مجھے بہت شرم آ رہی تھی، فادی جان نے یہ بات اباجی کو بتائی، اباجی فرمانے لگے ”میں لیٹ گیا تھا، مجھے اچانک خیال آیا کہ وہ اکیلی کام کر رہی ہوگی، اس وجہ سے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی پھر میں اٹھ کر باہر چلا گیا، ویسے بھی بیہوش چرچ نہیں، وہ کر دیں تو انکی مہربانی ہے، انکی طبیعت خراب ہے مجھے برس آتا ہے“ اس طرح کے کئی واقعات امی جان بتاتی ہیں کہ جب میری طبیعت خراب ہوتی تو کپڑے دھلوائے میں بھی مدد دیتے تھے۔ (حوالہ بالا ص ۴۷)

(۶) ”بھائی! جس نے انڈے پر اٹھے کھائے ہوں وہ دال روٹی پر کیا گزارہ

مجھے احساس یہ کہ میں نے حضرت نے منہ پر تعریف کر کے خلت طغی کی۔ (ع ۱۲۰)
 مکینہ ہاں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے واقعات۔
 (۱) "اوسد اور معاصرت کیا یہ رنی سے پاک تھے؟"
 - وہ بہت اچھے چٹوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قرآن اور صرف ان کی ایک نوبی کا ذکر کرتا چاہتا ہے جو میرے نزدیک تمام نوبوں پر
 غالب ہے وہ ہے "سیدہ معاصرت" کی یاد میں سے پاک وہ۔
 ان کا سیدہ و سیدہ سے پہلے پاک تھا۔ سیدہ انہوں کی دو بہنوں نے اس میں کئی نام
 بتا دیے اور ان کی سیدہ کی بھیجے تے حضرت امام غزالی کے بیٹے قتل۔ پہ
 دیکھی تھی کئی کئی گویا۔ شیور معصومیت اللہ صر و قلم و الما فرما۔

سلط میں پڑے پڑے کوئے اس مرض کا شکار ہے ہیں مجھے خوب یاد ہے کہ اپنے شی
 حضرت نورنی سے مسلم شریف جہد اولیٰ فرماتے ہوئے جب امام مسلم کے سامنے جہانی۔
 متعلق اللہ عزوجل بعض "مستحق اللہ" آئے تو حضرت نورنی نے اس پر ایک تحریر فرمائی کہ
 میں نے جہد میں پڑے پڑے کوئے اور سوچتی رہی کہ اگر باکرا کے پڑے محمدتہ اور بزرگ ہیں اس
 مرض میں جہاد ہو گئے "اس کی نیوہ ہے" مدت بعد سمجھ میں آیا کہ شیطان ان جہادوں سے
 کوئی بڑا فتنہ نہ دے گا اب کوئی بڑا وغیرہ تو انہیں سکنا اور وہ حضرات ماری نہ ملی
 ان کی خدمت میں گزارا دیتے ہیں تو شیطان ان سے یہ (معاصرت) کہہ کر
 ان کو ایسا تاثر دیتا ہے کہ وہ انہ تعالیٰ کے حضور اپنی دینی فدا کرتی ہیں سے فرمے۔
 بلند کر تھیں اور وہ اس سے کہ تصور کی وجہ سے وہ اس روز خدا تعالیٰ کے سامنے نہ گن
 ہوں۔

معاصرت کی یہ رنی نے ان کو فتنہ ہے تو میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وارث
 ہیں۔ یہ۔ ان کا نام ہے۔ قرآن اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کو وقت کا بلی ٹول
 ہے۔ بلند و بالا چلی چلی چونکہ قسم نبوت کے محاذ پر کام کرتا ہے اور کسی مدد سے شہید

معاشرت کی نسبت رقی ہے، لیکن مولانا موصوف جہاں بھی میرا ذکر کرتے انتہائی احترام سے ساتھ ساتھ ”محمد و مہکم“ کے خطاب سے ذکر کرتے۔ حالانکہ ہندوؤں میں ان کا نام تعاد ہی پیروہ مند۔ ہندو ان کے پیش نظر نبوت کا مرتبہ کا سرکاری جہاں تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ مولانا موصوف مافی مجلس تحفہ فقہ نبوت کے نامہ دہر اور ترجمان تھے، انہوں نے انہیں ایسے دوسرے کی حریف سمجھتی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میری کتاب ”راہِ قادیاہیت“ کے ذریعہ اصولی ”پروا“ نامہ سید فاضل شہید نے جو تقریباً کالمی تھی وہ ان کی عظمت کی، نیکل سے کہ انہوں نے اپنے ایک ہم عصر کے لئے اس وسعت قلبی اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔

تقریباً ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں

”میرے محمد و مہکم جناب سوار، منظور احمد جینیوی دامت نے کا تقسم نے راہِ قادیاہیت کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنالیا اور ”کل فرعون مہی“ نے غافلانہ طور پر اس کا تادیب کو اپنی زندگی کا اور حیلہ بچھوڑ دیا۔ اس پر نظر کتاب کو ان کے زید محمد حم نے ان کے اور اس کا بھوکہ ہے جو آپ نے دراعنوم، جو ہند میں اہل نعمتوں نے ذکر اسے تھے، بعد میں ان کو نسبت سے اتار لیا گیا۔ راقم الحروف نے اس کتاب کو (جو داراحیاء نے راقم الحروف کو بھیجی تھی) حرفاً حرفاً پڑھا اور جناب موصوف کے لئے دل سے دعا نہیں نکھیں، اللہ تعالیٰ ان کو سعادتیں اور برکتیں نصیب فرمائے۔ آمین“

مولانا کی یہ خوبی ان کی سب خوبیوں پر غالب ہے جو ان کے لوگوں کی نظر میں نہیں ہوتی۔ بہت کم لوگ معاشرت کے مرض سے محفوظ رہتے ہیں، یہی ان کی اہمیت اور عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

حضرت لدھیانوی فرماتے ہیں (۱۶)

(۲) ”ایسے نہیں، بلکہ یہ سند میرے نام پر کر کے دیدیتے۔“

آپ کے قلیف، مجاز حضرت مولانا کاشانی محمد طاہر دینی صاحب کو پرفراہم ہے۔
مجھے تو ان خصوصیتوں میں جو خصوصیتیں حضرت اقدس کا یہ آتا ہے وہ آپ کی فائیت،

امین ملت حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی رحمہ
اللہ کے واقعات :-
(۱) تواضع اور انکسار کا پیکر :-

مولانا محمد صفدر صاحب (کبیر والا) آپ کے تذکرہ میں یہ قلم اتر ہیں :-

مناظر اسلام ترجمان امانت ملّت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی یوں تو بہت سے
کلمات و صفات سے موسوف تھے لیکن بے نقی و بے تعلی کا وصف خاص تھا۔ وہ جو ہر مکر
المرایع اور انتہائی تواضع انسان تھے وہ ایک بلند پایہ ناظر تحقیق نقاد کے ساتھ ساتھ بے حد
سادہ اور عینیت پر کامل تھے۔ آپ کے دیکھنے والوں کی اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ آپ
بغیر انکسار کے سر قیام تھے اور آپ اس نفسی وصف کی سلف صاحبین کی یادگار تھے۔ ہر ادا
سادگی و سادگی میں کوئی بولی اور انہماک سے بہت بڑی ہوتی تھی رفتہ رفتہ انکسار و شہت
و بیخوشی ضرور انداز میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ اپنے پیچونوں یا خاص طلباء کے ساتھ
مستحقانِ علم و عمل تھا اور بس دیکھ کر علماء مشائخ کرام سے ملے تو ان کے سامنے رہا تو تواضع
ان جاتے۔ ان کا بیاد و بجا ہونا اور وہ فرماتے تھے جلد بھی تو میں کے سامنے غالب
عالم طرے سے ادا ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ تواضع و سادگی جگہ و اقوت کے ساتھ اندر
موجود تھی۔ آپ کی طبیعت میں تعصب کا نام و نشان نہیں تھا شہرت و ناموری کا چند بچھے
آپ کی طبیعت میں پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ کبھی کوئی نمایاں لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے بلکہ
سادہ و زندگی اور سادہ و بھری ہر معاملے میں رکھتے تھے۔ جو عمرات آپ سے مصفا نام کی حد
تک احادیث ہوتے وہ آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ کا جو قصور ذہن میں ہوتا ہے وہ آپ کو
دیکھنے کے وقت آپ کو اپنی اس خیالی صورت اور فحش قطع سے بالکل مختلف ہوتے۔ یہ کہ وہ
آپ کی جو ہر شے میں طبیعت اور آپ کی منظرانہ صلاحیتوں کی فیر معمولی شہرت میں کر
آپ کی ظاہری صورت اور تواضع قطع و قصص سے آراستہ خیال کرتے لیکن حسب انکسار آپ کی
اصلی صورت دیکھنے کی سعادت حاصل ہوتی تو وہ دھمکے رہ جاتے اور ان کا ذہن یہ ماننے کے

دور نام و نمود کی ظاہری شان و شوکت سے کوسوں دور حضرت نے کسی بڑے سے بڑے پروگرام پر جانا ہوتا یا کسی بڑے اجلاس میں تب بھی دھلے کپڑے بغیر استری کے پہن کر چل پڑتے، جوتی بھی کسی دوسرے نے پالش کر دی تو ٹھیک ورنہ جس حالات میں ہے ٹھیک ہے۔ اور اگر طویل سفر ہوتا تو کپڑے کے تھیلے میں ایک دو جوڑے کپڑے کے ساتھ لے لیتے۔ نہ خادم کی ضرورت نہ تھی! اٹھانے والے کی ضرورت: حضرت کو پیشاب کی تکلیف کا عارضہ تھا اگر پیشاب میں دیر ہو جاتی تو بعض مرتبہ گرووں کی تکلیف شروع ہو جاتی بلڈ پریشر، گھٹنوں میں درد اور دانگی نزلہ، زکام، بھی تھا اس کے باوجود بھی آپ ہمیشہ ویکوں اور بسوں میں سفر کرتے، آپ داعی حضرات کے سامنے نہ اپنی اس تکلیف کا اظہار کرتے نہ کار موٹر کی شرط لگاتے بلکہ کئی دفعہ فرمایا، ہمیں دعوت دینے والے غریب لوگ ہوتے ہیں، ان پر کار کا بوجھ ذالناطیعت گوار نہیں کرتی، آپ نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ اشتہار میں میرا نام کس انداز سے اور کن القاب سے لکھا گیا ہے نہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ لوگ میرا استقبال کرنے کے لئے آئیں اور مجھے جلوس کی شکل میں شایان شان طریقہ سے لیجا لیں، نہ کوئی خاص رہائش کا مطالبہ ہوتا نہ کسی خاص کھانے کا، جیسا بھی کھانا مل گیا حسب منشاء وہی کھالیا، رہائش کا کمرہ دیکھو تو بستر بڑا سادہ برتن بقدر ضرورت، نمائش نام کی کوئی چیز نہیں بس کمرہ میں آپ ہیں کتابیں ہیں اور کاغذ ہے اور قلم ہے اور آپ ہمہ وقت مطالعہ میں اور لکھنے میں مصروف آپ نمائشی چیزوں سے خوش ہونے کے بجائے کتابوں سے خوش رہتے، ان کو مطالعہ اور لکھنے پڑھنے سے فرصت ہی کہاں تھی، جو آپ اپنی آرائش و زیبائش کی طرف توجہ دیتے بلکہ آپ اپنے طلبہ کے لئے نمود و نمائش کے تکلفات کو ناپسند کرتے، اگر کوئی ایسا کرتا تو آپ دے لفظوں میں اور مزاح کے انداز میں اس کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتے، جب تک مولانا اوکاڑوی کو نہ دیکھا تھا میرے دل، دماغ پر بچپن سے مولانا محمد علی جالندھری پر وقار پر عظمت سادگی کے اعتبار سے چھائے ہوئے تھے لیکن جب میں نے مولانا اوکاڑوی کو دیکھا تو مولانا جالندھری کا عکس نظر آئے، مولانا جالندھری کی طرح آپ

میں سادگی ہے مگر پرہیزگار، خوش حوصلی ہے لیکن با مقصود، بے تکلفی ہے لیکن سنجیدہ، علمی اور گہری بات ہے مگر انداز بیان عام فہم اور سادہ۔
(۳) ”وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنادیتے تھے۔“

(ایضاً ص ۱۹۰)

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدیر ماہنامہ ”الغیر“ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا مرحوم علمی، تحریر، رحمت مطالعہ اور غیر معمولی نہایت دؤکوت کے باوجود مجسماً افسار
تھیں تو وضع اور بے تنسی کا اندازہ ان کی سادگی، بے تکلفی، محنت، بھرپور فکرو خوش الحانی سے
بآسانی ہو جاتا تھا۔ ”حقیر نے ایک مرتبہ ”الغیر“ کے ناظم مولوی فیاض احمد صاحب مدد کو یہ
پیغام دے کر بھیجا کہ ”میں حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں“ قصوری دیر کے بعد یہ دیکھ کر انتہا
زبردستی کہ حضرت مولانا غنیمت نویس دفتر ”الغیر“ میں چلے آ رہے ہیں مجھے انتہائی ندامت
و شرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ پیغام بھیجنے سے بہتر حاضر ہو جاؤں تھا، تاکہ حضرت
مولانا کو یہ تکلیف نہ ہوئی۔ حقیر کی حیثیت مولانا کے شاگردوں سے بھی کم تر ہے۔ یہ ان کی
محبت و شفقت، رحمت و انصاف اور تواضع و بے تنسی کا ثمر تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنادیتے
تھے۔
(ص ۲۶۲)

(۴) ”میرے ساتھ تو وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کروں۔“
مولانا فیاض احمد عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ایک دن قمر سے (۱۹۵۱ء) میرے بعد جو میرا مولانا کی معیت میں سوا تھا فرمانے لگے آئندہ چلے
ساتھ نہیں لے چلوں گا۔ اس لیے میرے ساتھ تو وہ چلے کہ میں اس کی جوتیاں سیدھی کروں
جبکہ تو میری جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔
(ص ۲۷۵)

(۵) سادہ اور بے تکلف زندگی۔

مولانا نعیم الدین صاحب لاہور تحریر فرماتے ہیں:

جنسہ ربی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”امید از ایمان“ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ ارشاد
مبارک کوسرے دیکھتے ہوئے جب ہم مولانا کا کافروں کی طرح سادگی کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ

سادگی کا مرقع نکھر آتی ہے۔ آپ کے لباس و پوشاک میں سادگی، سحر و جہنم اور دلچسپیت و برخواست میں سادگی، تقریر و تحریر میں سادگی، الغرض آپ کی ہر چیز اور ہر بات سادگی کا آئینہ دار تھی۔ باوجودیکہ قدرت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا اور ہر جگہ ہر جہاد میں آپ کا اثر تھا لیکن اس کے باوجود آپ میں سادگی اور مسکنت اس قدر کثرت کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ آپ سے ناواقف آدمی کے لئے آپ کو عالم و مناظر سمجھنا مشکل تھا۔

ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے راقم سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کراچی آئے ایک بڑے مدرسہ میں گیا وہاں میرے ایک شاگرد مدرسہ میں تھے انہوں نے اس مدرسہ کے ایک بڑے اور نامی کمرای عالم سے میری ملاقات کروائی تعارف کراتے وقت انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ بہت بڑے منظر ہیں ان عالم صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ جناب کی تعظیم کیا ہے؟ کہاں کے خارج ہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو کچھ بھی نہیں، صرف ایک اسکول اسٹریوٹس۔ اس پر ان عالم صاحب نے فرمایا مگر تو یہ قیامت کی نشانی ہے۔

مولانا مرحوم نے چونکہ اپنی فطری تواضع اور سادگی کی بنا پر اپنا معمولی تعارف کروایا تھا اس لیے وہ عالم مولانا مرحوم کی قدر و قیمت نہ جان سکے۔

آپ بارہا ناچیز کے مکان و مکتب پر تشریف لائے اور عام آدمیوں کی طرح ایسے بے تکلف انداز میں رہے کہ خود ناچیز کو شرمندگی ہی ہونے لگی۔ آپ کی زندگی میں نہ کوئی پروٹوکول تھا نہ بنو بچو کا شور تھا۔ خاموشی سے آتے تھے اور خاموشی سے چلے جاتے تھے۔ نہ کھانے پینے میں تکلف تھا، نہ آنے جانے میں۔

سادگی کے ساتھ مولانا مرحوم میں تواضع اور عاجزی بھی انتہاء درجہ کی تھی۔ باوجودیکہ آپ ایک کامیاب مناظر مقبول ترین خطیب و مقرر اور حق کے بے باک ترجمان تھے لیکن آپ کے قول و فعل سے کسی قسم کی مسودہ قرآنش، تعلیٰ اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی سے جھکوا کر رہے آپ اسے اپنے اکابر کا طفیل قرار دیتے۔ آپ کا ہر ایک سے ملنے کا اندازہ مشغوش تھا، جس سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ مولانا کو مجھ سے بہت زیادہ

دوسرے سے کہنے لگا، ایک تو سفیر الی لے جا انکس کیا ہوا ہے۔ جب دیکھ چندہ اچھکے کے لئے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بے چارے مجھ سے کہنے کے لئے اور تھیلے، ٹوکے، کچھ نی دوسرے کا غیر سمجھتا ہے۔ میں ان کی باتیں سن کر خاموش بیٹھ گیا۔ ۲۰۲۲ یا کہ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ آج کا کارم سے ملائی اسکی مناسب آئیں گے۔ اور فیہ عقدین فی ایک تھیں کریں گے میں ان ہی دل میں بیٹھا سوچتا ہوں کہ یہ بے چارے اپنے دل میں نہ معلوم میری شخصیت کا کیا تصور لیے بیٹھے ہیں۔ پہلے تو میں نے ان کی تھیلے میں دھن بوز مناسب نہ سمجھتے تھیں میری تھیلے کا مقررہ وقت قریب تھا اس لیے مجھ میں سے ان سے مل طلب ہوتے کہ میں نے غصہ کیا ہے، انہوں نے پی پی کی ڈرائی سے غصہ کیا ہے تو مسجد میں پلازمیں نے کہا یہاں میں بہت دور سے آیا ہوں اور یہاں یہ وقت انہیں ہوں۔ آپ غل غل خانے تک میری رہنمائی فرمادیں انہوں نے طے اچھکے۔ پھر نماز سے آئے ہوا؟ میں نے کہا اوجڑو نہ تے، اوجڑو کا کام من کر دو جو تھکے اور پوچھا: آپ نماز کیا ہے؟ میں نے کہا محمد بن، پھر تو وہ اپنی گفتگو اور طرے میں پر بہت پیشینہ دئے اور مدح کرتے گئے، اب میں نے آپ سے غصہ کرنے کا ذکر کیا تو مجھے ادھل دلا، واقعہ یہ کہ اس قسم کے متعدد واقعات مولانا مرحوم کو آتے جیتے؟۔

(س ۳۲۹)

(۷) حق مغفرت کرے بحسب آزار اور دقت۔

مولانا دیکھیں یہ ترجمہ اب مکمل ہو رہا ہے۔

میرے لیے لکھنا اور تصدیقات کی دیگر تصدیقات میں سے مولوی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور مولانا کو ذرا سی سادگی کے اس وصف خاص میں اس وقت کا کامل دیکھا ہوا نہ ہی نہ تھے۔ بلکہ مظہر اترتے تھے۔ اس وصف خاص میں میں نے اس طرح کا دوسرا کوئی بھی فرد ان کا دس میں شریک نہیں دیکھا۔

میں اس عادت پر اور باز آئی ہوں۔

مولانا کا زویٰ ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ وہ خود خوش میں از خود طبع کمال دوجہ کی سند کی

ہے کہ قاضی ہی نہیں بلکہ عامل بھی تھے۔ انجان و تہ قیافہ جسے پہلے کبھی بھی مولانا سے ملاقات نہ ہوئی ہو اور وہ جو کچھ تصور بھی نہ کر یا نہ کر اس حیثیت پر مرتبہ۔ فدا کا نیکو کام فاضل نامہ صوری و منافی اس قدر سادہ بھی ہو سکتا ہے۔ سوانا ابو بکر بخاری پوری دست پر کا ختم ہے۔ ”زم زم“ کے نام سے اس کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ان کی تالیف ہے۔

”نور مداد“ محمد رفیع بن سعد مرادپوری ذات بالکس نالی تھی۔ مجھے جتنے آئے تہ بدن پر آئے سمیع کی کرتہ اور ایک معمولی قمی اور دھونی میں غوبی اور ایک بہت کم قیمت کا دوہل تھا۔ منظر اسٹامپ کی یہ مارکیٹ اور قاضی اشع و کیم کر مجھے پہنے اکابر و آدمی (زم زم جلد ۲ شمارہ ۶)

زمانہ حال شہرہ و نامور تھی جنھیں پرہیزندے کے کچھ کھانے لکھوں اور بلند پائے بلوڑوں کا سے برکس ایکس ایو عم خود عزت و عظمت کے خواہشات القابات اور جب وہ ستار کے سہارے اتر آتا ہے۔ حالانکہ ایسے تھے دامن و گلوں کا نہ کہ وہ کھنڈر سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی لباس و پوشاک اور وضع تبلیغ میں اتباع شریعت کے پاس لکھا ہے اور نہ ہی جال احاس اور بدو باش میں تعارضات ہوئی کا نمونہ۔

حدیث پاک میں وارد ہے کہ سرکارِ دعوہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی حضرت استسحابہ کو رام و مصلحت اندہ تعویظ و نصیحتیں کے درمیان تشریف فرما ہوتے اور باہر سے آتی ذاتی و انتہی و انجان سے فر آجاتا تو اسے در وقت کئے بغیر چاروں کاروں میں کہ تم میں سے کچھ صلی اللہ علیہ وسلم تون ہیں۔

مکون ذلت ہوئی کے لئے نہ کوئی خاص نشہ سے کاوشی اور نہ ہی کوئی نمایاں کردار اور نہ ہی کسی قسم کی امتیازی نام و نمود تھی جو یہ وارد و صادر و اپنی طرف متوجہ نہ کیا۔

حق مغفرت کر کے عجب زار و دہا۔

(ع ۳۷۳)

(۸) اصغر خروازی۔

مواہ: مقررہ لکشی سہا ہے تحریر قیامات ہیں

صغر خروازی کا یہ نام تھا کہ ایک مرتبہ جوہانی کے میٹ میں جمع کے دن دوپہر کے وقت

چھوڑ دے گا۔ دو مہرے پاس آئے کہا میں فریب آدمی ہوں۔ میرے پاس تو پچیس ٹیکس کے
 مناظرہ تراکوں۔ میرے پاس روٹی کا خرچہ بھی نہیں ہے مسک کا معاملہ ہے اگر آپ چھین تو
 آپ کی میرائی ہوئی فریب میں سے عافی بھری اور وہیں جا کر سفر واپس اور بعد سے فتح
 نصیب فرمائی تو اس پر فائدہ نے خوش ہو کر مجھے پانچ روپے دیے اور میں خوشی سے واپس
 آ گیا۔ فرمایا کہ اب شیعہ کو ہٹا چلا کہ ان کے معاملہ کو صرف پانچ روپے ملے ہیں تو انہوں
 نے دوبارہ چیلنج کیا کہ امین کو دلو اور آپ وہ بیت کر دیکھائے تو ہم سنی ہو جائیں گے۔ تیرہ
 روز۔ پھر آئے کہ اب وہ بارہ روز غم و غم رہا ہے میں نے کہہ ٹھیک ہے جس وقت پر پہنچ جائیں
 گا فرمایا کہ وہ جگہ غائب ہے کافی دور تھی۔ اس سے مجھے ایک ساتھی سے ٹکرا کر اپنے لئے آیا
 ۔ میں اس کے ساتھ ساتھ ٹیکس پر سو رہو کہ منظر و گاہ کی طرف توجہ نہ دیتے ہیں چند آدمی
 آئے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ خدا کے لیے آپ منکر و نہ کریں کیونکہ دوسری طرف
 منظرہ کرنے والے مر جائیں۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ آپ کو صرف پانچ روپے ملے ہیں اس لیے
 آپ دو روٹیکس آئیں۔ ہم نے چیلنج کر دیا اور آپ پھر آ گئے تھیں وہو جو اس منظر
 کر چکی سے کھٹک کا رہا ہے اور اچالیں ہزار خرچ ہوا ہے اس لیے ہمیں دست نہیں کہ
 منظرہ کر دیا کہ میری آپ وہاں پہنچ جائیں میں نے کہا کہ آپ مناظرہ کرنے والے
 والے ہزاروں سے نہیں جو وہ نہیں تھے وہی ہوگا اس طرح دوبارہ میرا معاملہ بیان ہوا اور
 میں واپس آ گیا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک فارغ منظر سے جزی سے پانچ روپے ملے دو روٹیکس
 کی تھیں تھے لیے پہنچ جاتا ہے اس طرح کے واقعات سے استاد جی رحمہ اللہ کہ زندگی بھری
 بڑی ہے۔ اور استاد جی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ جلسے والوں پر جو حد پڑے نہ کسی قسم
 کی سواری کا مطالبہ نہ ہی نہ لانے پہنچے اور فیس کا مطالبہ میں نے اکابر علماء دین ہند کا مذاق
 کہتوں میں پڑا یہی استاد جی کو پایا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استودجی کی حفاظت
 صحافہ فرمائے اور انہیں اپنی جو اور دست میں جگہ دے اور ہمہ انداز و تحقیق و صبر کی اور

شماروں میں وہ جہاں نے اور جہاں جاتی کے مشن پر کام کیا ہے کی توثیق کرتے ہیں۔

(جلد ۲۰ ص ۱۵۲)

(۱۰) ساروہی کا ایک واقعہ۔

مہاراجہ جیسے ہنگامی سب (بھٹرا) تو میرے ہیں

اس نے اتنا بتایا جس کا ایک واقعہ انہیں چندرا رام پرکاش ایک نے لکھا تھا کہ میں جب چوتھے
وہی میں وہ انہیں تو یہ کہ میں نے اس کی بی بی سے یہ کہیں "وہ کہہ دیا تھا کہ باہمی چاہے بہت
چھپچھپے کہہ کر پڑا تو اس نے اتنا بتایا کہ یہ سب اس وقت کے ہیں اس میں اس واقعہ مدلل
اتنا کہ میں بھی بھولی ہوں ہیں۔ (جلد ۲۰ ص ۱۵۳)

(۱۱) ساروہی کا ایک شخصیت۔

مہاراجہ محمد ظفر علی شاہ صاحب قلم ہیں

حدیث کے بارے میں تو شیخ عبدالحق مدنی جو بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس کے بارے میں کہتے ہیں
ہیں۔ مہاراجہ میں تمام تر صفات ہیں وہ جو کبھی بھی قوم، ظہور کا شائبہ نہ تھا کہ اس نے کیا کیا۔
مہاراجہ کی سب سے بڑی بات تھی۔

ایک مرتبہ انہیں کھڑے ہو جانے سے پہلے یہاں تھے "آپ امت کو لکھیں کہ میں نے یہ
کہ جہاں سے فتنہ مقلوبہ کروا دیا جہاں ہے "اس کے بعد وہ شیخ حضرت میں تھے اور بعد میں نے
اسی میں تھے انہیں یہ کہتا ہے کہ تو شیخ کی جہاں سے ہی اسے کہتی ہے۔ اس قدر جلد و تمام
تک پہنچا یا تھا۔

اس نے بھی کسی حد تک خوب سے فرماتے، اور وہی اور انہیں کسی کی نسبت میں کہ حضرت انہی
خود ان کی طرف سے فرماتے۔

اپنے بڑے اور صفیر حضرت مفتی محمد نور صاحب کو "بڑے مولانا" کے لقب سے یاد فرماتے اور
اس کے لئے "مولانا" کہ جب کا محمد محمد سے بہت زیادہ دوپٹے بلیں وہ ان سے پوچھتے
کہہ رہے ہیں مجھے کہہ دیتے ہیں۔

مولانا نعیم الدین صاب لکھتے ہیں

مراؤنی سے سرتیجہ مولانا مرحوم میں تو وضع نور ماحول کی بھی اللہ واجب کی تھی۔ مولانا نے آپ
 ایک کامیاب مناظرہ قبول کرنا طیب و قہر اور حق سے یہاں کہ تہذیب تھے لیکن آپ سے
 قبول نہیں تھے کسی قسم کی عدم انکشاف اعلیٰ اور ذلی کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ جس کی مراد بھی اللہ
 تعالیٰ آپ کو کامیابی سے نوازا کرتے آپ اسے اپنے انکار کا ٹھیک قرار دیتے۔ آپ کا یہ
 آپ سے منہ کا اندازہ فقہ و فقہاء جس سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ مولانا کو سمجھ سے بہت زیادہ
 تعلق ہے۔ مولانا کا آپ مولانا سے ملے کوئی حیرت تو ایک خط لکھتے کہ آپ کسی تو سہی
 پر اور میں شریعت کے موقع پر تشریف لے آتے۔ علمی جاسوس ص ۱۱۱

(۱۲) کسی کی غیبت خراب کرنا مناسب نہ جانا۔

مولانا عبدالحق خان تشریف لکھتے ہیں

ایک دفعہ آپ پر غم اس سلسلہ میں پھر اعلیٰ تشریف لائے تو رات امیرت پہنچے ان دنوں
 دو کوڑا پٹی میں قیام پزیر تھے۔ دفتر کے تمام نامہ دار حضرات سو رہے تھے مولانا مرحوم کی و
 دکان کے بغیر مسجد میں بیٹے کے نور بخیر بستر علی مسجد نے صحن میں سو گئے۔ اللہ قاضی بھی ہی
 پر انہوں کے سلسلہ میں رات کو وہیں ہی آگئے پڑا تو مجھے التجائی افسوس ہوا۔ میں نے کہا
 آپ نے دفتر میں سے کی و دکانوں کو لیا؟ سب حادثے منکر اگر بے نیاز ہی۔ فرمایا کہ
 ”رات تھوڑی سی باقی تھی“ (تقریباً چار گھنٹے) مولانا مرحوم نے تجلیاتی کوئی ایسی ضرورت نہ
 تھی میں لینے میں نے کسی کی غیبت خراب کرنا مناسب نہ سمجھا۔ (مولانا جاسوس ص ۱۱۲)

(۱۳) غریبی میں کام پیدا کرنا۔

مولانا مفتی محمد امجد صاب لکھتے ہیں

عرب و اسلام اور ان کے مروجہ سے پہلے لکھتے تھے جس (در) لکھتے تھے کہ ان دنوں ان وقت
 انھوں میں سے یہ تعلیم تھی۔ پہلے خط کے جواب میں ایک غمگینی تھی کہ بالکل غم میں
 اب بھی ”پادشہ کے نام“ سے موجود ہے یہ نظم پیغام خودی کا شہکار ہے اس کا شائع بہت

رفیق قیامت کی ہے پاؤں میں ہیں پیمانے

(س ۱۳)

(۱۳) سلسلہ رحمی اور رقت قبلی کا حیران کن واقعہ :-

اندر فی ہاتھوں کے مال سے قہر مہمہ مرحومہ بنی رحمہ دہلی کے بہادر واقعہ جہادی
الکادوں کے ماحضے میں ایسی تاریک نوبتوں میں (۱۱) قبیلہ درملین افغان نے مولانا مرحومہ کی رحمہ دہلی
کا عجیب واقعہ کیا

فرماتے ہیں کہ مولانا محمد ارشد خاں غل پوری (تہذیب انوار) کے بیان یا کہ ایک دفعہ
مولانا مرحومہ میرے پاس بہت سی تفصیل مانگا آپ آتے تھے ایک اے میرا نام کے بعد مولانا کو
بجھت کر کے کے لیے سمجھا پھر دہلی سے تھے کہ اپنی ایک طرف آیا اور ایک طرف کی
ماریہ تھیں سے زخمی ہوئے مولانا مرحومہ جانتے ہوئے تھے اور تھے اور میں اس کا جواب دیتے
ہوئے قرعہ ہوں پھر اس میں سے شیعہ کا اس ٹیکر اس کے نوپانی پلائی۔ تھے کی حالت
سنبھلی تو اسے نیچے اتار دیا اور اس میں بیٹھ کر اس کے پیٹے دینی اور بے ہوش ہونے والے کو
دیکھ کر

اس ایک واقعہ سے مولانا کے رحمہ دہلی احکامات کا کوئی اثر نہ دیکھا جاتا ہے۔

ہم خود قراہتے ہیں وہ اس کے سبب :-

بمراۃ نہیں ہیں جن کو اسے ملایا

فقیر العصر حضرت مولانا مشتق عبدالشکور صاحب رحمہ بنی رحمہ اللہ کے
واقعات :-

(۱) سرایا بخیرہ و انگسار :-

آپ کے فریاد اور ہمدردی سے مولانا مشتق میر عبد القدوس صاحب رحمہ اللہ کی زبیر
پہرہ حمہ آپ نے فلسفہ سے رہا نہیں رہا فرماتے ہیں

ملائے اقداس محرم کے اتنی ہی اسرار کے بے مولانا بیعت میں فرماتے تھے صرف تکرار

نفس اور اصلاح نفس پر زور دیتے تھے۔ آپ کا یہ طرز عمل عوام میں مشہور تھا۔ نظریکی اصلاح کے لیے تھا باوجود کہ طریقت میں آپ باقاعدہ اکابر کی طرف سے مجاز اور اس راستہ کے خوب واقف کار اور ماہر تھے لیکن عرصہ در زمانہ عمل آپ نے خود بخود سماجی کو بیعت نہیں فرمایا۔ اول تو اس سلسلہ میں آپ کما حقہ اختفاء کے قائل تھے اور یہ آپ کی عادت اور حال تھا اسی لئے اپنی خلافت اور اجازت بیعت تو یقین کا ذکر وہ خاص اصحاب سے بھی نہیں فرماتے تھے اگر کوئی بیعت کے لئے کہتا تو آپ اس کی دوسرے مشہور معروف بچے مسلک کے اصحاب سلسلہ کی طرف راہنمائی فرما دیتے۔ آپ کا یہ معمول تقریباً آخر حیات تک رہا زندگی کے آخری چند سالوں میں صرف اتنا فرق آگیا کہ اگر کوئی اصرار کرتا تو آپ اسے احتیاجی تعلق کی اجازت حمایت فرماتے، بیعت کا معمول نہیں تھا صرف چند حضرات ایسے ہیں جن کو ہمیشہ تعلق کے ساتھ ان کے اصرار پر آپ نے بیعت بھی فرمایا اہلبیت خوانین اس سے مستثنیٰ نہیں ان کو بعد از بیعت، طائفہ اولہ اور ان کی تلقین فرما دیتے تھے۔ جب انوار ہنجر حصہ دوم میں حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ نے اپنے خلفاء اور مجازین میں آپ کا نام شائع کیا تو اس وقت آپ کے بعض اصحاب کو علم ہوا مگر اس کے باوجود حضرت عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات تک آپ نے کسی کو بیعت نہیں فرمایا بلکہ جب حضرت عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہرمانہ قیام اللہ یہ آپ کو محرم بالمعراج ۱۳۵۵ھ میں خدمت عطا کی تو آپ نے وہابی پر ایک خط میں اس خدمت سے معذرت لکھ دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کو قبول نہیں فرمایا مگر اختیار دے دیا کہ دل چاہے بیعت کر لیں ورنہ نہیں، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کو بیعت نہیں فرمایا، کوئی زیادہ اصرار کرتا تو فرما دیتے کہ میں نے حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں اجازت لے لی تھی حضرت نے فرمایا تھا کہ دل چاہے تو بیعت کر لیں اور بہر اول نہیں چاہتا اس لئے بیعت نہیں کرتا۔

ایک مکتوب گرامی میں حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اخذ

حضرت رحمت اللہ تعالیٰ علیہ لی کسی قوم پر سے واضح ہے کہ آپ قرایت سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شہادت سے آپ کو حد درجہ تعظیم تھی، انٹاریٹی تھی، اس لیے مقصد کام سے دور نہ تھا۔ اہل حق کی رضا کے لیے کرتے رہے، تمہارے اور ہر مومن کی رضا کے لیے کرتے رہے، ان کا مزاجہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہے تو کچھ سب کچھ سب سے زیادہ شہادت سے نیا، دیکھا۔

(حیات ترقی، ص ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶)

(۲) ”یہ بات میری پرہیزگاری کا سلیب بن جائے گی۔“

محترمہ میری پرہیزگاری کا سلیب آپ کے ملفوظات قرآنی سے ہے، اس لیے قرآن سے ہیں احقر قائم سے ہے، اس لیے آپ بزرگ نے فرمایا کہ ایک مومن میں ان کی ہمارے ہیں حضرت صفی صاحب دسر اللہ کو ملے کیا تو میں نے عرض کیا کہ ہانا ہے انہی پر ہونا ہے کہ میں آپ سے دست اقدس کو جو سرور میں تو حضرت سے فرمایا ”جو وہ دینے میں اونی کر رہی تھیں، میں آپ سے دست ویز کے تو لیں، میرے پاس میں یہ نہ آیا ہے کہ میں نبوت والا مومن بن گیا ہوں، ایک میرے ہاتھوں کو جو دیتے ہیں، یہ بات میری ہر وہائی کا سلیب بن جائے گی اس نے میں دوسرے نہیں ملے، دیکھا۔“ (ص ۱۹۶)

(۳) ”تو اضع اور سادگی سے حسین مر قی۔“

حضرت عبید اللہ بن جراح، صاحب (فائل) ہمارے دارالعلوم دیوبند میں آئے تھے اور

جس

حضرت کی واضح و انکار کی کا عجیب عام تھا جو ہم میں سے کئے گئے قابل تکریم اور بہترین نمونے ہے کہ آپ ہمیں عملی تجربہ اور بے مثال اہل حق و العیبت اور فراست و پارسیت سے یاد دہانہ اپنے وہ چہرے جس جگہ سے کا ارتداد آپ دیکھیں، انہیں شرافت و بیادیت کے ساتھ بچپن سے ہی محمد و اہل بیت کے ساتھ حضرت خدائے تعالیٰ کے ساتھ رہا۔ حال میں رہتے اور کچھ سہارہ پور، دیوبند، پٹنہ، قلعہ علی، اور کچھ جوں میں وقت سے شیوخ سے اہل حق و کائنات کے حامل تھا۔ اس نے ساتھ تصوف و سادگی میں حضرت خدائے تعالیٰ محمد حسن صاحب

واجدانی قریب میں شعر کیا کرتے تھے۔

(انور اوشید جلد ۱ ص ۶۳۳)

(۲) گھر یوزمندی کی سبق آموز خصوصیات:

ہمارے حضرت کسی سے پاؤں یا جسم دوانے سے بہت احتراز فرماتے ہیں۔
تواضع کے ساتھ کسی سادگی کے اپنے گھر کے چوکنے سونے کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے
ہیں۔ مثلاً کبھی اپنے کمرے کی بجائے پچھلے کمرے کی بجائے لی، کبھی پانی کی ٹوینوں کی سرست
کری، کبھی بجلی وغیرہ کا معمولی کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے ہیں، کچھ میں کسی سے
پانی چلانے کی فرمائش نہیں کرتے۔ بھائی بھائی معروضات اور ہوش و ہوش غم کے باوجود خود
انڈے کرکولہ سے پانی لے کر پیتے ہیں۔ کھانے کے لئے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی، جو کچھ
بھی گھر میں تیار ہوا کھالیا، کھانے کے لئے چنائی خود بچاتے ہیں۔ کھانے کے بعد پانی
وغیرہ متعلقات خود جمع فرماتے ہیں۔ کھانے سے فراغت کے بعد لانا اشیاء کو خود اٹھا کر سٹیک
سے رکھتے ہیں اور چنائی خود لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیتی کرتے ہیں۔

(ایسا ص ۲۳۷)

(۳) معاشرت میں اسوۂ حسنہ:

آپ کا سب چھوٹوں بڑوں سے یکساں نہ تو ہوتا ہے، چھوٹوں کے ساتھ بھی مزاج،
دل لگی اور بے تکلفی کی باتیں فرماتے ہیں، سب کے ساتھ کشادہ دود و ہشاش و ہشتاش،
دوسرے عمامہ و مشن کی صورت آپ کے چہرہ دہر دک پر خیر ضروری انقباض بھی دیکھنے میں نہیں
آتا، امتیازی مشن آپ کو بالکل پسند ہے، اس لیے وہ اہل شخص دیکھ کر یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ
آپ کوئی مہم جو یا نہیں، چاہے کہ اتنے بڑے سلام اور شرف وقت۔
آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں کی مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو کسی کو اجازت نہ کھڑے
ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

ہر شخص کو سلام میں ابتدا فرماتے ہیں سب چھوٹوں پر، ہل چلی کے اپنے شاگردوں

[illegible]

(۴) میں نے پیر سویت کا عجیب واقعا

دارالعلوم دیوبند میں حضرت دارالکاتبین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد
اعجاز علی صاحب دہلوی صاحب دہلیہ دہلی سے حضرت شیخ آغا خواجہ صاحب دہلیہ دہلی سے ملاقات
کلیتہ یہ حقیقت بہت مشہور ہے۔ مگر ان دونوں کو خواجہ دہلی سے ملاقات کرنے کی جگہ
جو شش کر کے ان کے ملاقات کے لیے ایک جگہ پر جمع کیا گیا
اس ملاقات میں یہ بات بھی

”میرے ہاتھ آئے والے ٹھنکے کو انکی ادا سے دوسرے دیتے تھے
 کہ ہاتھ والے ٹھنکے کو ادا سے چلا کر ادا سے دوسرے دیتے تھے۔ اس لیے کہ ادا سے
 چھوٹے کے ادا سے دوسرے دیتے تھے۔ ادا سے دوسرے دیتے تھے۔ ادا سے دوسرے دیتے تھے۔
 دھڑت والے کو دیتے تھے۔“

”اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں موت کے سانسے سلام میں چھپ کر رکھنے کی یہ
تاریخ قائل کہ جب اللہ سے وہ سالوس مٹے تو اچھا ہے، کیا تو نظریں بھٹا دیتا، اس
جانی میں وہ اللہ کے قلب کے ساتھ ہے، جب چلتی ہو تو قدم کا ٹانوسر وہ چھو تا تو اپنے ہر نظریہ
موت کے ہر طرف اسے ہی ملے، اس عمر ہی سلام کہہ، چلا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تاریخ میں
کامیاب کیا۔“

مولا ماس سے قبل امام حسن اقبال نے ان کے پیش رو بننے سے متعلقہ دہائی کی ایک اور

دور دور اور متروک جگہں پر جو قوسوں میں سرسبز پہاڑی مشاغل ہیں وہ سب نئے دانے پریشان ہو جائیں گے
 کہ موصوفہ میں اس کو سراہا گیا ہے۔ (ص ۲۴۶)

(۵) انی بارضک السلام :

حضرت امام نے اس کتاب کو تمام حضرت مطلق محمد شفیع رحمہ اللہ نے حضرت وایں
 کثرت سے سراہا اور اس میں ہمیشہ اچھے اور نئے اور سب سے بہت سے جانے کی بات کیجی
 کہ فرمایا :

انی بارضک السلام

”آپ نے علما کے میں سب سے کہیں سے آئیے“

یہ حضرت موسیٰ و خضر علیہ السلام نے فقہ کی طرف اشارہ ہے، حضرت موسیٰ دہلوی حضرت
 حضرت کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے امام کہا کہ آپ نے کہا میں امام دہلوی تھا اس
 لئے حضرت نے حضرت کو قہر ہوا کہ یہ امام کہتے ہیں اور انھیں کہاں سے آئیے۔ (ص ۴۷۷)

(۲) پیدا نشی تو وضع اور اس کا اثر :

حضرت امام کے والد، جد دین و دنیا ہر دو طرف سے بہت شہرت رکھتے تھے، بہت
 مرتبہ اور امام دہلوی میں بہت سے افراد اور مشہور ماہرین کی دعا و دعا گوئی سے فائدہ اٹھا
 میں بول بہت، محبوب تھے، وہ بہت سے بالخصوص مسلمانین کے بچوں کے ساتھ کھیل کود، مکر
 حضرت و میں پیدا نشی تو وضع وستانی کا یہ اثر تھا کہ مسلمانین اور ملحدین و مرادین اور ان کے
 بچوں سے تھپڑ ملے رہتے تھے۔

حضرت امام کے والد ماجد نے مولائی کے لیے چارہ دانے اور دوسری زمینداروں
 ضرورت کے لئے ایک سدا کا کوڑا لے دیا تھا، حضرت والد بھی اس کو دے دیے بہت شوق
 سے سوار کی کرتے اور امام نے سر سے اس کو ہارے ہارے نہ چلائے کیونکہ آپ کے پاس
 بہت اعلیٰ نفس کا بہتر بن نمونہ رہتا تھا۔ کبھی گاڑی ہانک دینا، گاڑی خود چلا دینے لگتے۔

جس نے ان سے آپ پر معذرت کی، انہی کی ٹھٹھکی میں شیشا لکڑی کا عدد لکھتے تھے جب

تھو تکر پٹا، تھے تو بھی لازم یا ضرر سے اس کچھ نہ خود چلانا شروع کر دیتے، بھی درانگی
نے کر گئی تھی کہ وہ بھی دیکھ کر کہ: ایور زمین میں نہ لگنے سے کام رہا ہے تو نہ کٹر
ڈرائیور سے لے کر زمین میں خود چلانا شروع کر دیا۔ اپنی زمین کے کارندوں، ٹریکٹر
، ماریٹوں اور دوسرے کار زمین و مزارعین میں اس طرح نشست و برخاست کہ کوئی
مداخلت اختیار نہ کر سکتے۔

واقعہ میں آپ کا ایسا بندہ تمام دیکھ کر ہوا انتہائی حیرت سے کہتے،

”ملا۔ میں ایسا بلند مقام پہنچا لی بیٹ اور حدود ملتی جیسا بڑا منصب، پھر اتنے بڑے زمیندار،
اس کے باوجود اپنے نوکر، مزارعوں کے ساتھ ہتھیار و رفتار نشست، برخاست میں کوئی
اختیار نہ رکھتا، ایسی مادی اور تواضع کی مثال نہیں دیکھی تھی۔“

اس وقت حضرت والا کا دینی مقام تو پوری دنیا میں معروف ہے، اس کے ساتھ دنیوی مقام
کی ایک مثال یہ کہ آپ کے پاس ”الہ ذمیل“ دیکھیں، ٹائیٹل اینڈ ۳۵۰۰ سی سی ۸۔ سلنڈر
مکڑی ہے، بھارتی، اپنا میں ممتاز اس مکڑی کو خود چلاتے ہیں، لوگ حیرت میں نہ دیکھ کر
آکھو ”ملک فیصل“ سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود جب آپ تفتش اور غوث کے مقابلہ کی
غرض سے میدان میں نظر پڑے جاتے ہیں تو لوگوں کے سامنے کھلے میدان میں کوئی
پھولی سائیکل کی سواری سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں، غوث کے علاوہ شہزادوں کے
ساتھ عام کھیل کود اور انسانی مذاق کا شغل بھی رہتا ہے، جبکہ اتنے بڑے مناصب کو دنیا بھر میں
شہرت کے علاوہ عمر مبارک بھی ستر ۷۰ سے تجاوز ہے، اس منظر سے کسی کو تعجب نہ آتا تو حیرت

انداز سے یہ شعر پڑھتے ہیں

شدم چنم در عشقش میں پر نام ہو چکا ہوں

میں رسوائی سے نہیں ڈرنا، سر بان نہ رکھ کر رہا ہوں۔“

”میں نے جانے میں کسی کو ساتھ لے جانا پسند نہیں فرماتے۔“

۱۔ صاحبِ قدرت سے مراقبہ سے دل و دماغ کی تفریح و ترویح و انشراح و تناسل۔

۲۔ اسبابِ شیرت سے بھرتاب۔ غامِ علم و مشائخِ کبیر سے اپنے ساتھ تائید و ان و اور مریدوں کا مجمع بکثرت، چوخت نامواری ہے۔

ہفت میں دوسرے لوگ جو تفریح کے لیے آتے ہیں وہ جنہوں کی صورت میں شیخ جو نوروں کی باتوں میں متوجہ رہتے ہیں، حضرت والا ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”یہ لوگ اس وقت کی اور بارغ میں آنے کی نیت کی قدر نہیں کرتے، متعدد تفریح کے طریق تفصیل سے مذکور ہیں اس لیے تفریح کے فائدہ و نفع سے بیخبر رہتے ہیں۔“

(ص ۲۵۰)

(۹) قیمتی لباس میں سادگی:

حضرت والا رحمہ اللہ کے ہر شیعہ کھراجِ لباس میں پوشاک میں بھی سادگی پسند فرماتے ہیں۔ لباس میں انہماکی نہ کی ملے کہ حالتِ کباب جدا بہتمام۔ حضرت والا کا لباس بہت قیمتی اور سادہ ستر ہوتا ہے، اس کے باوجود سادگی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا لباس اس زمانہ کے بیشتر علماء و مشائخِ کبیر سے محض و نگار سے مزین نہیں ہوگا، جیسے مین یا گلے اور بازوؤں وغیرہ پر کڑیاں یا کام۔ اسی طرح لباس میں علماء و مشائخ کی وضع ہوئی اور یہ تکلفات مثلاً سودنی، شیر دانی، مہیا، آقا، جب و چونہ وغیرہ سے مستغنی ہیں۔ علماء و مشائخ کی وسعداری کا ایک جزو انہماک یہ بھی ہے کہ با ضرورت کمرے کے پیچھے کوئی شاندار تعمیر بننا چاہیے، مگر حضرت والا مدتِ مرفوع میں بھی اعلیٰ نشست پر ٹکیہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

(ص ۱۵۱)

(۱۰) قصہ ایک لاکھ تومان کا:

ایک بار ایران کے مقبرین و باب سے ایک مشہور عالم و اہلِ علم کے لباس میں علماء و مشائخ جیسے وسعداری نکرتے آئی تو کہنے لگے:

”مجھے تو کوئی ایک لاکھ تومان (ایرانی سکہ) بھی دے تو بھی میں ایسے روادا لباس میں نکرتے

وہ نہیں نکل سکتا۔

نئے نئے شخصیتوں کی عظمت، عظمت پر کاغذ نہیں ہے اور عظمت کیوں چاہا، وہاں
 اپنے شاندار انداز میں یہ قسم کے رنگین اور وضع کردہ کی تصویر ہے۔ کل آزاد
 اس خوشامد و گارڈینہ آزاد ہے۔

اس اختلاف آخر کی ترجمانی ہمارے حضرت

یوں فرماتے ہیں۔۔۔

تجربے اسے شے فکر دیہہ و مٹا ہو جاوے

بھیس آتی کا مہم اور سر بھی پار ہو جانا

بھیس ملا و شائع کی وضع کردہ کی اور دیہہ و مٹا کے بارے میں تصور لینا فرماتے ہیں
 ”یہ ایک عالم کی ہے وہی نامہ اعلیٰ پڑتے ہیں اور بھاری آزادی طبع

پر ایک بار بھی ان کا بہت بڑا۔

لوگ وضع کردہ کی کے چکر میں پڑے ہیں اور ہمیں ”یہ شاندار“

رہنے میں سکون و خمیہ نہ۔

کوئی مصنوعی شے افق کی فکر ہے ”شہ و آفتاب“ میں کر قرار دیا ہم نظر اخیر سے ہے فکر ہو کر
 راحت سے برقرار ہے۔

بالطبع مقام میں قدر بلند کہ وہاں تک کسی کی رسائی مشکل ہے اور ظاہری حالت
 اتنی سادہ کہ عوام سے کوئی احتیاطی نہیں۔

آپ کی اس حالت کے مقابلہ میں اوقات آپ کی زبان مہرک سے یہ اشعار سنائی دیتے ہیں۔
 برخلاف سافکال مجتہد و سہ کا مسلک ہے یہ

صانع تو ہوتا ہے۔ وضع دغا نہ رہے

ہے خلاف وضع زہم پر طاعتی اور

دختر روز سے چھپے چوری ہی یہ شہ ہے

اپناں بھی • کیجی: احمد میری نظریں اکیچے تر
 دل خداوند رہے آگہو بیت خانہ رہے
 ون کر مرے راز میں درا میں کرا میں سوا میں
 مہجر ہمدان میں مجلس اشبہ میں پروانہ رہے۔
 مجھ وہب مست سے چھے نسبت ہی شمع کی
 تو پار سائے وضع: چند پار سائے دل
 نہ مٹانے میں، مجھ کو دیکھ کر نہ بھنکے ہو اے واعظ
 دیباں اسے بے خبر کب ہوں جہاں معلوم ہوتا ہوں
 بھلا: بے پردہ میں بھی زاہد و ناک شان رندی ہے
 یاد: یاد اکثر خوش رہا آنکھوں کرتے ہیں
 لڑاؤ تباہوں میں بھی تار تار دستہ دیو و اک دم
 لپاس زحہ و بقوی میں نہ تھی عریانی نہیں جالی
 چہ خوش مست و تو بزمے و شہنشاہ ساز کروں
 اے محبوب! میرے ساتھ چھپ کر بچس پار کی کیا آئی، مجھی ہے
 سگر کا درد اندہ بند نہ رہا

اور شراب بہت کی روغنِ کامنہ خون (شعر ۱۵۱ تا ۱۵۵)

(۱۱) چھوٹوں سے بھی استفادہ عظیم و طغیبا صنایع:

حضرت قدس دامت برکاتہم کو علم و عمل میں ترقی:۔۔۔ اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح
 کی فکر اس قدر رہی کہ یہ مقصد جس سے بھی اور جس سے بھی حاصل ہونے کا
 امکان ہو اتنی تحسین کی کوشش میں متبک رہتے ہیں۔

اپنے سے بہت چھوٹوں کی گرفتار دلوں کے شاعر و ادیبوں تک سے بھی بہت تاکید سے فرماتے
 رہتے ہیں:

”میرے اندر کوئی غلطی غلطی یا کوئی علمی کوتاہی نظر آئے تو بتایا کریں، یہاں تک کہ عام ہوں چال ہو، نقطہ میں بھی غلطی کوئی غلطی نہیں یا تحریر میں رسم و خط کی کوئی غلطی دیکھیں تو وہ بھی لانا نہ پتایا کریں۔“

اسی طرح میرے اقوال، اعمال اور احوال کی طرف بھی خاص توجہ رکھ کر میں، کوئی بات ذرا سی بھی غلط تو بتانے میں غفلت پر گزرتا نہیں۔

دگر زبان بتانے میں جبکہ محسوس کر میرا تو لکھ کر دے دیا کریں۔“

ایک بار طلبہ کو بھی اپنے اندر اصلاحِ علم و عمل کی ایسی طلب پیدا کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قرآن و حدیث اور عقل و تجربہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اصلاح کے لئے باہم گفت و شنید اور کہنے سننے کا سلسلہ نہایت ضروری ہے۔

(ص ۲۵۳)

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب بلند شہری رحمہ اللہ کی
تواضع انکساری:-

مولانا محمد جاوید اشرف مدنی مدنی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محمد راشد عثمانی نے غایت درجہ کی تواضع اور انکساری و درایت فرمائی تھی، خطوط کا جواب تحریر کرتے تو آنکھ و پیشہ یہ تحریر فرماتے

”میں اس لائق کہاں کہ آپ میرے بارے میں ایسے جیسے تاثرات رحمتیں میرے

آپ کا میرے ساتھ حسن ظن ہے، اللہ ہی حسن ظن کے بدلے میری ملالت فرمائے۔“

کبھی بندو نے ایسا نہیں دیکھا کہ کوئی مہمان آیا ہو اور آپ نے اس سے بیٹے لیٹے یا ٹیک لگائے ہوئے ملاقات کی ہو، تو کسی نہ تھمت و کمزوری اور بیماری کی حالت میں بندو آئے والے کے ساتھ کبھی بھی ٹیک لگا کر گفتگو نہیں فرمائی، مرض و فاقہ میں مہمان کے ابتدائی ایام میں، حضرت تین چار روز ہسپتال میں رہے، بندہ میاوات کے لئے حاضر ہوا، اظہارِ کرم وقت قریب تھا، حضرت لیٹے ہوئے تھے، ذرا آہستہ پر فرما، یا کون صاحب حاضر ہوئے ہیں؟

حشر نے چلا دیا، آپ نے باقی انہر بیٹھے۔ بعد ازاں اس کے ماتم دروازہ کھلتی ہے۔
حضرت آپ سے دعا فرماتی ہیں کہ تم میں ہاں اٹھیں، آپ بیت جاؤں گا۔
حضرت نے اسے اس طرح فرمایا: ”خداوند تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے۔“
یہ واقعہ کماں میں نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے مانتو تو اس نے
انہر اٹھا کر دیکھا ہے کہ اس قدر واقعہ کی عظمت آپ نے اندر رکھی۔

(ایسا طواغیت کی تحریک میں ۱۲۹)

حضرت علامہ قاضی محمد زاہد (سیاحی رحمہ اللہ) خلیفہ میز حضرت
نہجوری (رحمہ اللہ) کی توفیق و فیاضیت سے۔
”میرے پاس نہ علم ہے نہ علم ساری زندگی بربادی میں
گزر گئی۔“

حضرت قاضی نے اسے رحمہ اللہ شیخ اللہ کے حضرت مولانا عبدالحق اور مفتی
رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ایک ہے۔

”شیخ اللہ کے شاگرد مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ میرے شاگرد تھے۔ ان
ان کے میری رشتہ داری تھی۔ ان کی تعلیمات دینی بہت تھیں۔ ان کا عمل دین کا تقاضا
اور فطرت خدا پرست و پارسا۔ ان کا حلق بھوکیت بھارت سے بہت قدامت و قدیمیت ہے۔ ان کی تعلیمات
ہی نہیں۔ ان میں سے کچھ بھی عام ہے۔ ان میں سے کچھ بھی تعلیم دین کا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی
میرے شاگرد ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی تعلیم دین کا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی تعلیم دین کا ہے۔ (۱۲۹)

عالم ربانی حضرت مفتی عبد القادر صاحب رحمہ اللہ کے واقعات
(تذکرہ و انکساری)

”آپ نے ان کے شاگردوں میں سے کچھ بھی تعلیم دین کا ہے۔ ان میں سے کچھ بھی تعلیم دین کا ہے۔ (۱۲۹)

فرماتے ہیں:

”کچھ دیگر محاسن کی طرح تو اضع بھی حضرت والا میں حد درجہ موجود تھی، جس کا اندازہ آپ کے ہر ہر عمل اور ہر قول سے لگایا جاسکتا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ”یا ایہذا، یا ایہذا، یا ایہذا“ (یا ایہذا، یا ایہذا، یا ایہذا) یعنی جو اسلام میں پہلے گئے وہ تکبر سے پرہیز کرتے تھے، انہی میں حضرت والا بھی ہمیشہ مناسبت میں شامل فرماتے تھے، مگر چھوٹے بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو بھی مناسبت فرماتے اور حدیث میں حضور ﷺ کا بھی اسی طرح فعل مروی ہے کہ آپ بچوں کو بھی سلام فرماتے تھے۔ آج کل اکثر لوگوں میں اس سنت کا فقدان ہے، ہر بڑا اس انتظام میں رہتا ہے کہ چھوٹے بچے سلام کرے، میں چونکہ بڑا ہوں اس لیے میں نہ کروں حالانکہ یہ سوجھ بکھیر اندہ ہے جو غلط ہے۔

آپ ہی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ ہر ایک سے اس کے مرتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے جیسا کہ ایک روایت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے: *انزلو الناس منازلہم* (کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ پر رکھو)۔

حضرت والا اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے شخص کے طلبہ میں سے کسی کا اسم انکا ”مولوی“ کے بغیر نہ لیتے تھے حالانکہ وہ آپ کے پاس بڑے بڑے علم والے طلبہ ہی تھے۔ مگر چونکہ وہ اسطرحی ماحول میں بچے تھے اس لیے آپ ان کو مولوی کا لقب دیا کرتے تھے۔

ایک واقعہ:

اس مضمون کی مناسبت سے احقر کا ایک واقعہ بھی پیش خدمت ہے، وہ یہ کہ جب احقر شخص کے دوسرے سال میں پڑھتا تھا تو دارالعلوم کے ایک قاری صاحب اطلاع کیے بغیر دوسرے جموں کر چلے گئے ان کی کلاس خالی تھی فوراً دوسرے استاد کا ملنا کچھ مشکل تھا اس لیے حضرت مستمع صاحب نے احقر کو فرمایا کہ جب تک دوسرے استاد کا انتظام نہ ہو آپ اس کلاس کو پڑھائیں۔ چنانچہ نے احقر نے آٹھ ماہ تک اس کلاس کو پڑھایا لیکن دونوں کی بات ہے کہ نیک انسان حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کے وقت مسجد میں تھے نیک انسان آپ کو یہاں

نکدہ دیکھی آپ پانی منگوانا چاہتے تھے ماحقر کو غصہ ہو کر تو احقر نے عرض کیا کہ بندہ پانی لاتا ہے تو حضرت وہاں نہ فرماؤ گے نہیں سہ آپ سنا دیتے رہتے ہیں اس لیے آپ سے کام لینا نہ سب نہیں کسی نے سب طرح کی کجیاں کیں اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والا بیک وقت اس کے مرتبہ کے مطابق معاملہ فرماتے تھے۔

بزرگوں کا ادب :

ادب شان اور سر پرہیز کے ساتھ اس قدر تواضع کا معاملہ فرماتے تھے تو اس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے معاملہ اور بزرگوں کا کس قدر ادب کرتے ہوئے۔ پناناچہ احقر نے قاضی محمد رفیع کے انکوائری پر اسے بلایا اور بزرگ شریف ملتے تو حضرت والا دینی نشست سے کود پھوڑ کر اس پر ہمتے اور خود امیری حریف و ادب بندہ بناتے پناناچہ مقدمہ میں رہیں کہ حضرت والا کا متعلق میرا بوقت صاحب کھجور کی مدد کے کبیر والا تشریف لاتے تو حضرت والا ان سے نہایت ادب سے پیش آتے اور ان سے دینی اور فروعی امور سے گفتگو فرماتے اور ان کا بیان سامنے میں درجہ سے ملے اور ایک مرتبہ احقر نے حضرت متعلق صاحب مدد کے دیوانہ لکھنے لکھنے فرمایا تو اس نے میرے بزرگ متعلق کو بیان کرنے کا فراموش کیا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت متعلق میرا بوقت صاحب مدد کے سامنے پروا کر اہم بنایا جائے اور شہرہ و نامہ اس کے دیوانہ سے آئے جائیں۔

اس شخص پر اتنی اچانک دیکھی کہ اس میں اپنے صبر اور ہمت و شہر کے ساتھ اس قدر محبت و عقیدت ہے کہ ادب کا معاملہ کرنا جیسا حضرت صاحب کیسے اور تواضع کا معاملہ بوقت موت جب وہ دنیا سے دور ہیں اپنے ہم عصر کو اپنے دیو فوقیت دیتے اور ادب کرتے تو اس کی پرت ہے جیسا کہ کوئی مجھے تب نہ دیکھوں میں انھوں نے اور اس کا مرتبہ دیکھا اس کو براہ راست کہہ دیتے ہوتے اس کے خلاف پراہنہ نہ دیا۔ اس طرح کی باتیں لی باقی ہیں اور میں یہ نکتہ چھٹی کرتے اس کی متبوعیت واقعہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہاں عرض میں آتی ہیں کہ ہم اور مشائخ کبار نے دیکھے تھے کہ جہاں انھوں نے جہاں اور شرع و فقہ

اس طرح بڑے مشائخ مثلاً اپنے شیخ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم،
حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ اور حضرت اقدس حضرت ذاکر حقیق
اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے سامنے بالکل عام طالب علم کی طرح بیٹھتے، ناواقف یہ
اندازہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم یا بزرگ ہیں۔ (اصلاحی مضامین ص ۳۳)
(۲) تواضع و انکسار اور سادگی کا پیکر مجسم۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ (مدیر ماہنامہ "النیر" ملتان) تحریر فرماتے ہیں :
دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان
سنجیدہ و متین علماء میں ہوتا تھا جن کا وجود مسند تعلیم و تدریس کے لیے زینت تھا اور جو تعلیم
و تدریس کے ساتھ طہارت و تقویٰ اور زہد و اخلاص کے اوج کمال پر فائز تھے۔ بایں ہمہ
تواضع و انکسار اور سادگی کا پیکر مجسم تھے۔ حوصلہ افزائی، اعلیٰ ظرفی اور بخودار تواری ہمارے
اکابر اور مخلصین کا طرہ امتیاز رہی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا دامن بھی ان صفات سے مالا مال تھا احقر کو ایک مرتبہ
حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا جسے پڑھ کر احقر حقیقتاً ششدر
گیا، اس میں مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بغایت تواضع تحریر فرمایا تھا کہ :-----
"آپ کو چونکہ تحریر سے مناسبت ہے اس لیے میں وقتاً فوقتاً ایک دو صفحے آپ کو
لکھ کر بھیج دیا کروں گا آپ اصلاح کر کے مجھے واپس کر دیا کریں۔"

احقر اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے درمیان علم و فضل، فکر و نظر اور لیاقت
و صلاحیت کے اعتبار سے کوئی نسبت ہی نہیں، کہاں وقت کا شیخ الحدیث اور فقیہ، جس کے قلم
کا ایک ایک لفظ حزم و احتیاط کے سانچوں میں ڈھلا ہوا اور کہاں مجھ جیسا مبتدی اور طالب
علم (اور وہ بھی اپنی خوش فہمی کے اعتبار سے) میں اس کا بظاہر مطلب یہی سمجھتا ہوں کہ
حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے لطیف انداز میں احقر کو اکابر کی سرپرستی و رہنمائی کی
ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا تھا جس کی طرف آج کل بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

زادہ ابن خلف اپنے زہد کے ثول میں بند ہو کر مخلوق خدا کو متنبہ کھینے سے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فتویٰ کی بلند یوں کو چھوٹے اور عبادت و ریاضت میں مدد دینا انہوں نے کے باوجود ہر ایک کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی ملتے، وقت محبت و اپنہ نیت و توفیق کا رنگ غالب ہوتا تھا۔ آپ کا یہ متواضعانہ طرز عمل آپ کے بالمشی کمالات، کائنات اور اپنے نفسی کا آئینہ دار ہے۔

(بیس جہاں میں ص ۷۷)

وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) تواضع و فروتنی۔

مولانا محمود ارمیہ مدنی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان و عظمت عطا فرمادی تھی، جس قدر آپ کا مرتبہ بڑا اور بلند تھا، اسی قدر آپ پر غرور و انکسار کے پیکر اور ہمسے، کبھی بھی کسی محفل میں یا مجمع میں اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں کیا، تحریر تقریر کی دنیا میں رب العالمین نے آپ سے جس قدر کامیاب کیا، آپ ہی کا نصیب تھا، مگر حامدین کا کیا جائے وہ حسبِ علی رضی اللہ عنہ کے بجاتے، ہمیشہ بغض و عناد یہ رضی اللہ عنہ سے اپنی دوکان چکاتے رہے۔ پاکستان بھر میں پہنچتے تھے، فرش اوجھیر، فرش نامہ، فرش تھکڑی دستیاب ہیں، یہ حضرات اللہ کی شمشیر قلم کی تیز و دوری کی تاب نہ لے سکتے، زبان و دین کو ایک مردِ حق کا گاہنی شان میں برزہ سرانی کر کے قراپ کرتے رہتے، ان کی مسوسہ تحریروں کے جواب میں حضرت نے کبھی بھی ایسا انداز اختیار نہیں کیا، جس سے سخت نفی کی کہیں بھی کسی بھی انداز میں کلمت کا پسلا چمکتا، گانہ لایا، کلمہ کو مسخرات، زبانی تحریروں کا جواب سنجیدگی و وقار سے دیکھتے تھے، یہ حضرت فی حاجز فی فروتنی اور اندر کی فیض و لیل ہے۔

یہ شان انکسار بھی آپ اپنے سر شدہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی تھی۔

مناد سے اپنی ناسی کو نمر بچھڑ رہا ہے
کہ رات نہات میں مل کر گل و غلابا رہتا ہے۔

(ماہنامہ حق پر یار نسیمی نمبر ۷۷)

(۲) بے نفسی :-

آگے لکھتے ہیں۔

ایک شخص تحریک کا پانی ہوا، میرا ہوسہ سے کامیاب ہو، اجاروں عقیدہ سے عند سوس ہو، اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتے ہوں، تو فطری بات ہے کہ ایسا شخص اپنے ربات مندوں و عقیدت کیسوں اور مستطین کے حضور اپنی آرا مانتا اور خوارق عادات کہانیوں کی ایک لمبی لہر سے غرق آن بان اور شان سے بیان کرتا۔ اور اپنا حیران پہ ہمیشہ کہتا کہ۔ کچھ ائمہ ہمارے حضرت قاضی صاحب رستہ اللہ کی ذات حرکات و سکنات سے کئی ایسی چیز کی جو کہ نہ آتی تھی، وہ وہ اپنے و تحفات بنا کر عقیدت مندوں کے سر پہ اپنے عقیدت کی جنبش و حرکات دینے میں مشاؤون فرما رہے ہیں، جیسے جیسے جگہ حضرات انبیاء و ائمہ اسلام و حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اراحم رضی اللہ عنہ و اراحم حضرت علیؑ و اراحم حضرت عثمانؓ سے ایسے عبارت انگیز واقعات بیان فرماتے کہ ہر شخص اپنے کو بے مشایا و بیاد کرے۔ اور ان کائنات اللہ، یا شاہ اللہ، الحمد للہ کے قرات قبیل سے رطب انسان رہتے تھے۔

(ص ۹۷)

(۳) کسر نفسی کی امتیاز :-

مرزا قاسمی کچھ شریف صاحب لکھتے ہیں۔

ایک دفعہ ہم نے سالانہ سنی کانفرنس میں حضرت وکھور کوٹہ دعوت دہلی، جو تحریک مذہب اہل سنت کے ذریعہ ترقی تھی۔ جب سنی کانفرنس کے اشتہار شائع کیے گئے تو اشتہار میں حضرت کے نام کے ساتھ "امام اہل سنت" لکھا یا گیا۔ جب ہم نے اشتہار پکھا، میں نے کہا تو حضرت نے "امام اہل سنت" پر روشنی کیجیہ کہ چچوال میں اشتہار لکھواتے اور مجھے ڈرا کر کہا کہ آپ کو کسی نے کہا کہ میرے نام کے ساتھ امام اہل سنت لکھیں، یہ میرے نزدیک تو امام

کوئی اعظم سا کرے ارشد اوارق و ارقمائوں۔

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عظمتوں کے حصول کے لیے انسان کو عظیم دل گردہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ عزت شہرت اور عظمت محض سوچنے سے نہیں ملتی بلکہ اس کے لئے اپنی انا کو مٹا کر "عاجزی و انکساری" کی کنکھن اور دشوار ترین راہوں پر چلنا پڑتا ہے۔

شہید ملت اسلامیہ مولانا محمد اعظم طارق کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ جب مولانا ایثار القاسمی شہید رحمہ اللہ کے بعد انہیں "سیاہ صحابہ" پاکستان کا نائب سرپرست اعلیٰ بنا دیا گیا اور جماعت نے ان کی کراچی سے جنت منی کا فیصلہ کیا تو مولانا شہید رحمہ اللہ نے "جامع مسجد صدیق اکبر" ناگن پور گئی کی امامت و خطابت کے لیے اپنی جگہ پر بندہ کا انتخاب کیا۔ میری امامت و خطابت کے دوران کچھ عرصہ تک مولانا شہید رحمہ اللہ میرے برابر والے مسجد کے مکان میں مقیم رہے، اسی دوران کا واقعہ ہے کہ میرے اور ان کے گھر کے باورچی خانے کا مشترکہ "مین ہول" کچرا پھنس جانے کی وجہ سے بند ہو گیا۔ میں مسجد کے بیت الخلاء میں کام کرنے والے بھنگی کو بلا کر لایا اور مولانا کے گھر کی دروازے پر دستک دی۔ مولانا نے دروازہ کھولا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے گھر کی طرف سے "مین ہول" بند ہو گیا ہے جس کی صفائی کے لئے میں بھنگی کو کچرا کر لایا ہوں۔ تو مولانا جو پہلے ہی آستینیں چڑھائے ہوئے گھر کھولنے کے لیے مستعد تھے فرمانے لگے کہ "اس کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو میں خود بھی کر لیا کرتا ہوں۔"

خیر، یہ تو گھر کا "مین ہول" تھا۔ مولانا کے بڑے بھائی مولانا محمد احمد مدنی صاحب فرمانے لگے کہ ہم نے بار بار دیکھا کہ جب کبھی مسجد کی گٹر لائن بند ہو جاتی تو مولانا کسی بھنگی کو بلانے کے بجائے خود ہی آستینیں چڑھاتے اور "اپنی مدد آپ" کے تحت گٹر صاف کر دیتے اور فرماتے کہ "اس سے ہماری شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بجز وانکساری کا پیکر بن کر اپنے آپ کو گرا دیتا ہے، خداوند عالم اسے پشتیوں سے اٹھا کر عظمتوں کی تریا تک پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ مجھے بخوبی

یہ ہے کہ اپنی اہمیت و عظمت کے آئینہ میں ان کی تجاہیر بکھائی بنے اور صبا اور یورنڈو نے
 دلی ہوئی تیار کیا اور انہی "قادی محمد عقیق ملتان مرحومہ" کی طرز میں ڈھانے کی
 کوشش کرتے اور انہی "مہربانیاں" کا بھی مرحومہ کے طرز پر ڈھانے کی کوشش کرتے اور صحیح
 انداز اپنانے میں نہ کافی بے نتیجے میں ان کی تقاریر بد مزہ ہو جاتیں۔

میں نے ان میں ہم نے انہیں معتد بہ رکھی "مجلس تحفظ حقوق اہلسنت" ابھی
 تنظیم "اہلسنت" اور انہی کسی دوسری تنظیم کے استخوان پر بیٹھے ہوئے دیکھ تو بڑی ناگوار رہی
 محسوس ہوئی اور پھر وہ سب کی محافل میں ان کے لیے یہ تہنیت و تکریم کرنا تو اتنی
 نہیں بااوجہ ہر شیخ و مفتی جانتے ہیں کہ ان کو بھی خطاب کی دعوت دی نہ تھی۔

نہیں جب شہر قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو حقیقت کھلی کہ وہ محض تقریر کے
 شوق میں ہر شے پر موجود نہیں ہوتے تھے کہ ان کے پیش نظر ایک ٹکریہ در مشن تھا جس کی
 انہیں سے لیے وہ کوئی واقعی ضائع نہ ہونے دیتے بلکہ جہاں بھی انہیں بات کرنے کا موقع
 ملتا پہنچ جاتے۔ ہم نے انہیں "بند 75" نمونہ نیکل کے کیرئیر پر کتابیں اور بے
 معتد بہار چوتھوں کی کتابیں سے لیے قریب قریب پستی جاتے دیکھ ہے۔ یہ ان کا اخص تھا
 جس کی بدولت خداوند عالم نے اس اصول میرے کو کچھ سے اٹھا کراچ ٹریکس پانچا ہے
 اور پھر وہ وقت بھی نہ کہ خدا رب العزت نے ان کے علم میں اور عاجزی و انکسار کی
 بدولت انہیں قلم خطابت میں وہ مقام بخشا کہ بڑے بڑے مودظہر و مقربین مولانا شبیر
 رحمہ اللہ کے خطبات سے استفادہ کرتے نظر آئے۔

مولانا شبیر رحمہ اللہ کے حلق میں کبر و غرور و نفوذ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ
 جس سے ملنے پانے پر چاک طریقے سے ملتے وہ ہر شے دانا یہ جیسوں کر مکتوب لانا کو سب
 سے زیادہ اچھوتے محبت۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ ان کا توالا میں گیا اور ملک بھر میں ہر
 شخص کی زبان میں ان کے قصیدے سنے گئے۔ (خداوند راشد و خدوسی نمبر ۳۹، ۴۸)

(۴) ”یہ خدمت میں ہی سراجی ہو جاتا ہوں۔“

حضرت مولانا محمد رفیع، نظامی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند صاحب الاموال اور قادیانی صاحبہ تھے

میں

مولانا کا ایک خاصہ یہ تھا کہ بڑوں پر اعتدال اور تہمیدوں پر نکالی اور شایستگی اور بے شکست فرماتے تھے۔ اس کی بہت ساری مثالیں میرے مشاہدات میں ہیں۔ جب ڈاکٹر شریف حکومت نے آخری مرحلہ والد محترم حضرت مولانا محمد انصاری صاحب اور حضرت مولانا محمد احمد علی کوئی صاحب کو گرفتار کر کے ”گت والا پارے“ ”فیصل آباد“ میں قید کر دیا تو حضرت شہید نے والد کو مشاعرے کے بعد وہاں شریعت پڑھایا۔

والد صاحب انکو کربینہ گئے اور فرمایا ”مولانا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی غلامیوں کا امین بنایا ہے اس کام کے لیے اور بہت ہیں۔ جس کا کام اسی کو سنبھالنے کے لیے شہید نے مزید فرمایا کہ ”آپ مختلف ممالک میں جاتا ہیں اور غلامتوں کو رہائی دیتے ہیں اور یہاں دوسرے بھی کوئی نہیں اس لئے یہ خدمت میں ہی سراجی ہو جاتا ہوں۔“

یہ بھی مولانا کے کرامات کی عظمت کی دلیل کہ جس کی ذاتی شدت اور سیرت اور شریعت کو چھوئے لیکن وہ اپنے آپ کو ”گت والا پارے“ کہتے تھے۔ (حوالہ ص ۳۳۳)

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شہزاد شہید رحمہ اللہ کے واقعات:

(۱) سراجی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے یہ خدمت۔

مولوی محمد عتیق الرحمن تھکے ہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ میں آشیق، عاجزی و انکساری ایک ٹوٹے کوٹ بھری ہوئی تھی کہ ماضی قریب میں بھی اس کی مثال تہذیب و ادب کی تھی۔

جیسے جیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و مقام بڑھتا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی و تواضع بھی بڑھتی چلی جاتی تھی۔ مئی سال ۱۳۲۲ھ کی بات ہے جب راقم الحروف اور حضرت کا صاحب خدمت

بھی دائرہ کار کا مسلک متعلق تھے اس کے حضرت شاہ صاحب کی اقتدا جس دعا کے لئے ہاتھ بلند کر لیتے جب تک حضرت شاہ صاحب نے وہ حکم نہیں فرمائی، حضرت مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ لمبی دم کرتے رہتے، ایک سال تک یہی حالت توفیق اور فرائض۔

حضرت مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ اپنے عظیم الشان تربیت دہنے کے بارہو اپنے اکابر کے سامنے کسی اب و احسن اور قوالہ کیے ہوئے تھے، میں یہ دیکھ کر انجسٹ جعدان، دیکھو اور ب اختیار یہ شراب پی چکے تھے۔

یومانی طرف سے ہیں ہمیشہ جنب سے تھے ہیں

سدا ان سرگنوں ہزار جہ الرقی بن پناہ!

(بندہ بنیات تصویر نمبر ۱۱۴)

(۲) شفقت کا عظیم پیکر:

سید مرزا امین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے استاد جامعہ فاروقی میں حضرت مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ کے شاگرد، بچے ہیں، انہوں نے ایک وقت دعا جو قارئین کے پیش نظر ہے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ۱۳۳۵ھ میں جامعہ فاروقی قانون میں وفات الیہ دارکن کے سالانہ امتحان میں گمران اسی مقرر رہا۔ پڑھنے شروع ہوئے، ایک دن پر پتے کے درمیان ایک طالب علم کوئی بات پوچھنے کی غرض سے امتحان ہال میں آجایا وہ اس انتظار میں تھا کہ کوئی استاد اس کی طرف متوجہ ہوں تو وہ ان سے سوال کرے۔ کھڑے کھڑے اس نے ایک دوسرے طالب علم سے باتیں شروع کر دیں، امتحان چل رہا تھا۔

کسی طالب علم سے بات چیت بہت سخت جرم سمجھا جاتا ہے اور پھر وہ طالب علم تو محکم کھنڈا بھی کر، ہاتھ، ہڈیاں پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو سخت غصہ آ گیا، انہوں نے اس طالب علم کو ایک ہی ہاتھ سے چیت کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اب بتائیں کون کی بات پوچھنے تھی؟ بات بتا کر طالب علم کو بھجوا دیا۔ جب پاپے کا سفر وہ وقت اختتام پذیر ہوا تو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور جو کہ کوئی شخص اس پر عمل کرے وہ اپنے جہنم سے محفوظ رہے گا

البعثة ۱: ۱۲۲

عُلماؤِ دیوبند

دینی سُرخ اور مسلکی مزاج

آخری تصنیف

حکیم الاسلام خضرہ مولانا قاری محمد طیب

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)



دارالافتاء اسلامیہ

۱۹۰-۱۹۱ مارکھن ○ لاہور



فلاح المسلمین

جلد اول

برصغیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی کارنامہ

اسلامی عقائد و تقاضات اور امت کی نشاۃ ثانیہ کا سب سے بڑا
 دراصلہ اور زندگی کی ہر طرف کی ترقی و ترقی کے لیے ہرگز بھولنا کہنا اور دینی حیات

میں

مجاہدین کے لیے

کتاب

مکرم الاسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی رحمہ اللہ

مترجم، ترمیم و ترمیم

ادارۃ اسلامیات کراچی لاہور

أَشْرَفُ الْأَحْكَامِ

تَلَمَّهَ أَمْدَادُ الْفَتَاوَى

حضرت تھانوی قدس سرہ کی بیسیوں کتب اور سینکڑوں مواعظ و ملفوظات
سے اہم فقہی مسائل کا جامع اور مفید انتخاب

از افادات

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع و ترتیب

نائب حضرت محمد اقبال قریشی صاحب

ادارہ احیاء
کرامی
لاہور

استاذہ کرام کے ادب و احترام کے موضوع پر مختصر اور جامع کتاب
 دینی مدارس کے استاذہ عظام اور طلبہ کرام کے لیے بہترین تحفہ

استاذہ کرام کے ادب و حقوق

تحریر
 مولانا محمد ضائق آبادی
 - مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم -

تقریباً
 سنہ ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۵ء

ادارہ اسلامیات

۱۰/۱۱، سیدنا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم روڈ، لاہور

تاریخ اسلام اور سیر و سوانح سے نصیحت آموز واقعات کا مفید مجموعہ

صبر و تحمل کی روشن مثالیں

تالیف

جناب مولانا محمد صاحب استاذ مدرسہ عربیہ رحیم آباد، صادق آباد

نقص و تہذیب

جناب مولانا اعجاز احمد صدیقی صاحب

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی، لاہور

بِخَيْرٍ وَأَتَيْنَتْكُمْ بِنُورٍ لِّمَن يَخْلُقُ ۖ إِنَّكُمْ لَكُم مِّنْ أَعْيُنٍ لَّا تَرَوْنَ شَيْئًا ۖ وَهُوَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(التوبة: ١١٠-١١١)

مَفَاتِحُ الْحِجَازِ فِي قَضَائِلِ الْحِفَاطِ

مؤلف

قرآنی وارثہ المعارف

قَضَائِلُ حِفَاطِ الْقُرْآنِ

مترجم

علوم و قصص و اخلاق حمد القرآن

پیش رو: حضرت مولانا محمد رفیع صاحب دہلوی صاحب دہلی

مترجم: مولانا محمد رفیع صاحب دہلی صاحب دہلی

مترجم: مولانا محمد رفیع صاحب دہلی صاحب دہلی

مترجم: مولانا محمد رفیع صاحب دہلی صاحب دہلی

تولید و نشر: مولانا محمد رفیع صاحب دہلی صاحب دہلی

مقیم: مسجد العسریہ دارالعلوم لاہور

دارالعلوم لاہور

کراچی، لاہور